

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



4

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد اور اولین کاوش
سلیس ترجمہ، تشریح، تحقیق و تخریج

الْفَتْحُ الرَّبَّانِي

فقہی ترتیب

مُسْنَدُ إِمَامِ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ

شیخ الإسلام صائب المنقب شيخ السنة إمام أهل الحديث وصاحب المنة على الأمة
أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني

ترجمہ

مولانا عباس نجم گوندوی پروفیسر سعیدتی سعیدی
ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان



قال رسول الله

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحماني حفظہ اللہ
تخریج و تشریح: ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان
نظر ثانی: حافظ عبداللہ رفیق
لوگوں کو کتاب لاءور



اصول السنہ
پکاک کیشن لائبر

اسلامی اکادمی -۱- الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

042-37357587



جملہ حقوق بحق
انصار السنۃ پبلیکیشنز
محفوظ ہیں

نام کتاب: مسند امام احمد بن حنبل

شیخ الاسلام صااحب المذہب شیخ السنۃ امام اہل الحدیث و صااحب المذہب علی الامۃ

تالیف: ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن حنبل الشیبانی

ترجمہ

نظر ثانی
حافظ عبداللہ رفیق
شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم لاہور

تحقیق و ترمیم و شرح
ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان

مولانا عباس نجم گوندوی پرفیسر سیرت بنی سعیدی
ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان

اہتمام: محمد رمضان محمدی محمد سلیم جلالی
ناشر: ابو مومن منصور احمد

اسلامی اکادمی ۱۰۱ الفضل مارکیٹ اتر دوب کمار لاہور 042-37357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217

TEL:(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511

E-Mail: darussalamny@hotmail.com

Web Site: www.darussalamny.com





امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے جناب عبداللہ سے کہا:
اِحْتَفِظْ بِهَذَا الْمُسْنَدِ ، فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔
تم اس مسند کی حفاظت کرنا، پس بیشک عنقریب یہ لوگوں کا امام ہوگی۔

(سیر أعلام النبلاء: ۱۱/۳۲۷)



www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

- 24 ----- کھجور اور انگور کی فصل کا اندازہ لگانے کا بیان
25 ----- شہد کی زکوٰۃ کا بیان
26 ----- زیورات کی زکوٰۃ کا بیان
27 ----- یکاز اور کان کی زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ابواب

- زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنے، وقت سے پہلے ادا کر دینے اور
30 ----- امام کا زکوٰۃ دینے والے کے حق میں دعا کرنے کا بیان
اس امر کا بیان کہ انسان کسی کو مستحق سمجھ کر صدقہ ادا کر دے، لیکن
بعد میں پتہ چلے کہ وہ صدقہ کا مستحق نہ تھا ----- 34
زکوٰۃ کے عامل کو زکوٰۃ دے دینے سے مالک بری الذمہ ہو جاتا
ہے، خواہ وہ نمائندہ اس میں ناجائز تصرف کرے ----- 35
مالک کے ساتھ نری کرنے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے نمائندے کا
خود اس کی طرف چلے جانے اور اس پر زیادتی نہ کرنے کا بیان ----- 37
زکوٰۃ وصول کنندہ کو راضی کرنا ----- 38
حقیر قسم کی چیز کا قصد کرنے اور اس کا صدقہ کرنے کی کراہت اور
عہدہ چیز کا صدقہ کرنے کی فضیلت کی بیان ----- 40
صدقات کی تقسیم اور زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا بیان ----- 43
حکمران کا کسی مصلحت کی بنا پر بعض لوگوں کو دینا اور بعض کو محروم کر
دینا ----- 44
فقیر اور مسکین کا بیان ----- 47
عاملین زکوٰۃ ----- 50
ان لوگوں کا بیان، جن کو تالیف قلبی کے لیے زکوٰۃ دی جاتی ہے ----- 53

بَابُ زَكَاةِ الزَّرْعِ وَالشَّامِ

- خَرَصُ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ
----- زَكَاةُ الْعَسَلِ
----- زَكَاةُ الْحُلِيِّ
----- الرِّكَازُ وَالْمَعْدِنُ

أَبْوَابُ إِخْرَاجِ الزَّكَاةِ

- الْمُبَادَرَةُ إِلَى إِخْرَاجِهَا وَتَعْجِيلُهَا قَبْلَ
حُلُولِهَا وَدُعَاءُ الْإِمَامِ لِمُعْطِيهَا
----- مَنْ دَفَعَ صَدَقَتَهُ إِلَى مَنْ ظَنَّ مِنْ أَهْلِهَا قَبَانَ
غَيْرَ ذَلِكَ
----- بَرَاءَةُ رَبِّ الْمَالِ بِدَفْعِ الزَّكَاةِ إِلَى الْمُصْذِقِ
وَإِنْ أَسَاءَ التَّصَرُّفُ فِيهَا
----- الرِّفْقُ بِرَبِّ الْمَالِ وَأَمْرُ الْمُصْذِقِ بِالذَّهَابِ
إِلَيْهِ وَعَذَمُ التَّعَذُّيِ عَلَيْهِ
----- رِضَاءُ الْمُصْذِقِ
----- كَرَاهَةُ تَيْسُمِ الْخَبِيثِ وَدَفْعُهُ فِي الصَّدَقَةِ
وَفَضْلُ الصَّدَقَةِ بِالطَّيِّبِ
----- تَقْسِيمُ الصَّدَقَةِ وَبَيَانُ الْأَصْنَافِ الثَّمَانِيَةِ
----- جَوَازُ إعْطَاءِ قَوْمٍ وَحَرْمَانِ آخَرِينَ
لِمَصْلَحَةِ بَرَاءَةِ الْإِمَامِ
----- الْفَقِيرُ وَالْمُسْكِينُ
----- الْعَامِلُونَ عَلَيْهَا
----- الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ

- 55 ----- غلاموں کی آزادی پر زکوٰۃ صرف کرنا
- 56 ----- قرض داروں کو زکوٰۃ دینا
- 59 ----- تمام اصناف کو صدقہ دینے کا بیان
- 61 ----- بنو ہاشم اور ان کی بیویوں اور غلاموں کے لیے صدقہ کے حرام ہونے اور ہدیہ کے جائز ہونے کا بیان
- 68 ----- بیان صدقہ میں خیانت کرنے اور ایسا کرنے والے کے لئے وعید کا
- لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت اور اس سے متعلقہ مسائل کا بیان
- 72 ----- مالدار کو سوال سے منع کرنے، غٹی کی حد اور ان لوگوں کا بیان، جن کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے
- 78 ----- اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ کا بیان
- 82 ----- بھیک مانگنے پر اکتفا کرتے ہوئے کمائی کو ترک کر دینے اور ایسا کرنے والے کی مذمت کا بیان
- 86 ----- سوال کرنے سے بچنے اور اس کی فضیلت کا بیان
- 89 ----- سوال نہ کرنے پر بیعت کرنا
- 91 ----- اگر بن مانگے کچھ مل جائے تو اسے قبول کر لینے اور اگر مانگنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر لینے کا بیان
- 93 ----- سائل کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اس کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور خواہ وہ گھوڑے پر آئے، اس کو کچھ نہ کچھ دینے کا بیان
- 96 ----- اللہ تعالیٰ کے نام پر یا اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنے کا بیان
- 99 ----- صدقہ کرنے والے کے لیے اپنی صدقہ کی ہوئی چیز خریدنے سے ممانعت کا بیان

- الصَّدَقَةُ فِي الرِّقَابِ
- الْغَارِمُونَ
- الصَّدَقَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا جَاءَ فِي اسْتِيعَابِ الْأَصْنَافِ
- تَحْرِيمُ الصَّدَقَةِ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَأَزْوَاجِهِمْ وَمَوَالِيهِمْ، لَا الْهَدِيَّةَ
- الْغُلُولُ فِي الصَّدَقَةِ وَوَعِيدُ مَنْ فَعَلَهُ
- النَّهْيُ عَنِ السُّؤَالِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ
- نَهْيُ الْغَنِيِّ عَنِ السُّؤَالِ وَحَدُّ الْغِنَى وَمَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ
- الْبَدُّ الْعُلْيَا وَالْبَدُّ السُّفْلَى
- تَرْكُ التَّكْسِبِ إِتْكَالًا عَلَى السُّؤَالِ وَوَعِيدُ فَاعِلِهِ
- التَّعَفُّفُ عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَفَضْلُ ذَالِكَ
- الْبَيْعَةُ عَلَى عَدَمِ السُّؤَالِ
- جَوَازُ قُبُولِ الْعَطَاءِ إِذَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ، وَسُؤَالُ الصَّالِحِينَ إِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ
- الْبَرُّ بِالسَّائِلِ وَتَحْسِينُ الظَّنِّ وَإِعْطَاؤُهُ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ
- السُّؤَالُ بِوَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
- نَهْيُ الْمُتَصَدِّقِ عَنْ مُشْتَرِي مَا تَصَدَّقَ بِهِ

صدقہ فطر کے ابواب

صدقہ فطر کی مشروعیت اور حکم کا اور جن لوگوں پر یہ فرض ہے، ان کا

بیان ----- 103

صدقہ فطر کی مقدار اور اجناس کا بیان ----- 104

گندم کے نصف صاع کی روایت بیان کرنے والے --- 105

صدقہ فطر دینے کے وقت کا بیان ----- 108

نظری صدقات کا بیان

نظری صدقات کی ترغیب اور فضیلت کا بیان ----- 110

سب سے زیادہ فضیلت والے صدقے کا بیان ----- 119

عاریہ دی ہوئی چیز کا بیان ----- 121

اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان ----- 123

صدقہ میں شمار کئے جانے والے اعمال اور جسم کے صدقے کا

بیان ----- 126

جسم کے صدقے کا بیان ----- 128

مال کا دسویں حصے، ایک تہائی حصے اور ایک انہی کے صدقے کا

بیان ----- 132

اس آدمی کا بیان جسے دو کپڑے بطور صدقہ دیئے گئے، لیکن اس

نے ان میں سے ایک کپڑا صدقہ کی نیت سے ڈال دیا --- 135

شوہر اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور ان کو دوسروں پر مقدم

کرنے اور مستحق لوگوں کے مراتب کا بیان ----- 136

نیک لوگوں کو صدقہ دینے کے مستحب ہونے اور بے عمل لوگوں کو

دینے کے مکروہ ہونے کا بیان ----- 139

بیوی کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے صدقہ

کرنے کا بیان ----- 140

مخفی طور پر صدقہ کرنے کی فضیلت ----- 143

صدقہ جاریہ کا بیان ----- 146

زَكَاةُ الْفِطْرِ

مَشْرُوعِيَّتُهَا وَحُكْمُهَا وَعَلَى مَنْ تَجِبُ

مِقْدَارُهَا وَأَصْنَافُهَا

مَنْ رَوَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ

وَقَدْ اخْرَاجَهَا

صَدَقَاتُ التَّطَوُّعِ

أَلَحْتُ عَلَيْهَا وَفَضَّلْتُهَا

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ

الْمَنِحَةُ

فَضَّلُ الصَّدَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

خِصَالُ تَعْدُّ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَا جَاءَ فِي صَدَقَةِ

الْجَسَدِ

صَدَقَةُ الْجَسَدِ

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَشْرِ مَالِهِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِثَلَاثَةِ

وَمَنْ تَصَدَّقَ بِنَاقَةٍ

مَنْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِثَوْبَيْنِ فَالْقَى أَحَدَهُمَا

يُرِيدُ التَّصَدَّقَ بِهِ

الصَّدَقَةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَقَارِبِ وَتَقْدِيمُهُمْ

عَلَى غَيْرِهِمْ وَمَرَاتِبُ الْمُسْتَحِقِّينَ

إِسْتِحْبَابُ إِعْطَاءِ الصَّدَقَةِ لِلصَّالِحِينَ

وَكَرَاهَةُ إِعْطَائِهَا لِلْفَلْقَيْنِ

صَدَقَةُ الْمَرْأَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ

صَدَقَةُ السَّرِّ

الصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ

روزوں کے احکام و مسائل

- روزوں کی فضیلت، تعداد اور نیت کا بیان ----- 149
- مطلق طور پر روزوں کی فضیلت کا بیان ----- 149
- رمضان کے روزوں اور قیام کی فضیلت کا بیان ----- 156
- ماہ رمضان اور اس میں کیے گئے عمل کی فضیلت کا بیان --- 159
- ماہ رمضان کے روزوں اور اس میں کیے جانے والے دوسرے اعمال میں سستی کرنے والے کے لیے وعید کا بیان ----- 164
- روزے کی فرضیت میں پیش آنے والے مختلف احوال، رمضان کے روزوں کے وجوب اور ان کی فرضیت کی ابتدا کا بیان 164
- ماہ رمضان کا آغاز اور اختتام چاند کو دیکھ کر کرنے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس دن پورے کرنے کا بیان ----- 168
- جب بادلوں کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان ----- 172
- جب بادلوں کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان ----- 172
- ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزے رکھنے اور شک والے دن کا روزہ رکھنے کا بیان ----- 173
- روزہ رکھنے اور ترک کرنے کے بارے میں چاند کی رویت کے سلسلے میں کیسے افراد کی گواہی پر اکتفا کیا جائے؟ ----- 175
- اس بات کا بیان کہ جب ایک علاقے میں چاند نظر آ جائے اور دوسرے میں نہ آئے تو کیا دوسرے علاقے والوں کے لیے روزہ رکھنا لازم ہوگا یا نہیں؟ ----- 178
- خاص طور پر مہینے کا (۲۹) دنوں کا ہونے اور آپ ﷺ کے فرمان ”دو مہینے ناقص نہیں ہوتے“ کے درمیان جمع و تطبیق کا بیان 181
- رات کو روزے کی نیت کر لینے کے وجوب اور اور اس شخص کے حکم

کِتَابُ الصِّيَامِ

- فَضْلُ الصِّيَامِ وَعِدَّتُهُ وَالنِّيَّةُ فِيهِ
- فَضْلُ الصِّيَامِ مُطْلَقًا
- فَضْلُ صِيَامِ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِ
- فَضْلُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالْعَمَلِ فِيهِ
- وَعَيْدُ مَنْ تَهَاوَنَ بِصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْعَمَلِ فِيهِ
- الْأَحْوَالُ الَّتِي عُرِضَتْ لِلصِّيَامِ وَوُجُوبُ صِيَامِ رَمَضَانَ وَمَبْدَأُ فَرَضِهِ
- تُبُوتُ الشَّهْرِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ وَإِكْمَالُ الْعِدَّةِ ثَلَاثِينَ إِنْ كَانَ غَيْمٌ
- مَا جَاءَ خَاصًّا بِإِكْمَالِ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا إِذَا غَمَّ عَلَى هِلَالِ رَمَضَانَ
- مَا جَاءَ خَاصًّا بِإِكْمَالِ رَمَضَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا إِذَا غَمَّ عَلَى هِلَالِ شَوَّالٍ
- اسْتِقْبَالُ رَمَضَانَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ وَحُكْمُ صَوْمِ يَوْمِ الشَّلَّةِ
- مَنْ يَخْتَفِي بِشَهَادَتِهِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ
- إِذَا رُؤِيَ الْهِلَالُ فِي بَلَدٍ دُونَ غَيْرِهِ هَلْ يَلْزَمُ بَقِيَّةَ الْبِلَادِ الصَّوْمُ أَمْ لَا؟
- مَا جَاءَ خَاصًّا بِتَقْصِصِ الشَّهْرِ مَعَ قَوْلِهِ ﷺ ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ))
- وُجُوبُ النِّيَّةِ فِي الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ وَحُكْمُ

کا بیان کہ جس پر رمضان کے مہینے یا اس کے کسی دن کے دوران روزے فرض ہو جاتے ہیں ----- 183

افطار و سحری کے مسائل اور آداب

روزہ افطار کرنے کا وقت ----- 188

روزہ جلدی افطار کرنے کی فضیلت اور اس امر کا بیان کہ کس چیز

سے افطاری کرنا پسندیدہ ہے ----- 190

افطار کے وقت کی فضیلت، افطاری کے وقت کی دعا اور روزہ دار کو

افطاری کرانے کی فضیلت کا بیان ----- 192

روزہ جلدی افطار کرنے اور سحری دیر سے کھانے (دونوں

چیزوں) کا اکٹھا بیان ----- 193

سحری کی فضیلت اور اس کا حکم ----- 194

سحری کے وقت اور اس کو تاخیر سے کھانے کے مستحب ہونے کا

بیان ----- 196

صحیح صادق اور کاذب کی کیفیت اور سیدنا بلال اور سیدنا ابن ام

مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذانوں کا بیان ----- 201

سحری سے فراغت اور نماز فجر کے درمیان کے وقفہ کی مقدار کا

بیان ----- 204

روزے کو باطل کر دینے والے اور دوران روزہ مکروہ اور مباح

امور کا بیان ----- 205

روزہ دار کے لیے سیگی لگوانے کا بیان ----- 205

روزے کی حالت میں سیگی لگوانے کی رخصت کا بیان ----- 207

روزہ دار کو قے آ جانے کا بیان ----- 209

روزے دار کے لیے مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی

چڑھانے اور گرمی کی وجہ سے غسل کرنے کے جواز کا بیان ----- 210

روزے دار کا (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا ----- 211

روزے دار کے لیے (بیوی کا) بوسہ لینے اور اس کے ساتھ

مَنْ وَجِبَ عَلَيْهِ الصَّوْمُ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ أَوْ الْيَوْمِ

الْإِفْطَارُ وَالسُّحُورُ وَآدَابُهُمَا

.....وَقْتُ جَوَازِ الْإِفْطَارِ

.....فَضْلُ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَمَا يُسْتَحَبُّ الْإِفْطَارُ

بِهِ

.....فَضْلُ وَقْتِ الْإِفْطَارِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ وَفَضْلُ

مَنْ أَفْطَرَ صَائِمًا

.....مَا جَاءَ مُشْتَرَكًا فِي تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَتَأْخِيرِ

السُّحُورِ

.....فَضْلُ السُّحُورِ وَالْأَمْرُ بِهِ

.....وَقْتُ السُّحُورِ وَاسْتِحْبَابُ تَأْخِيرِهِ

.....صِفَةُ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَالْفَجْرِ الْكَاذِبِ وَمَا

جَاءَ فِي أَذَانِ بِلَالٍ وَابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ

.....مِقْدَارُ مَا بَيْنَ الْفَرَاغِ مِنَ السُّحُورِ وَصَلَاةِ

الصُّبْحِ

.....مَا يُبْطِلُ الصَّوْمَ وَمَا يُكْرَهُ وَمَا يُبَاحُ

.....الْحَجَامَةُ لِلصَّائِمِ

.....الرُّخْصَةُ فِي ذَلِكَ

.....الْقَيْءُ لِلصَّائِمِ

.....جَوَازُ السَّوَاكِ وَالْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

وَالِاغْتِسَالِ مِنَ الْحَرِّ لِلصَّائِمِ

.....الْقُبْلَةُ لِلصَّائِمِ

.....الرُّخْصَةُ فِي الْقُبْلَةِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ إِلَّا

- 253 --- رمضان کے روزوں کی قضاء اور اس کے وقت کا بیان
- 253 --- فوت شدہ کی طرف سے روزوں کی قضاء دینے کا بیان
- 255 --- ان دنوں کا بیان جن میں روزہ رکھنا منع ہے
- 255 --- عیدین کے دو دنوں کا روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان
- 256 --- ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت
- 259 --- صرف جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان
- 263 --- ہمیشہ کے روزے رکھنے سے ممانعت کا بیان
- 266 --- ان ایام کا بیان کہ جن میں روزہ رکھنا مستحب یا مکروہ ہے -
- نفل روزوں اور ان ایام کا بیان، جن میں نفلی روزے رکھنا مستحب ہیں
- 269 --- سفر میں نفلی روزہ رکھنا
- 269 --- خاوند کی موجودگی میں بیوی کا اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھنے کا بیان
- 270 --- نفلی روزہ شروع کر دینے سے اس کے واجب نہ ہو جانے کا بیان
- 271 --- اللہ کے مہینے محرم کے روزے اور ان کی فضیلت
- 274 --- یوم عاشوراء
- یوم عاشوراء کی فضیلت اور فرضیت رمضان سے قبل اس کے روزے کی تاکید کا بیان
- 276 --- ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد یوم عاشوراء کے روزے کے غیر مؤکد ہو جانے کا بیان
- 281 --- محرم کی (۹) تاریخ کو یوم عاشوراء قرار دینے والوں اور اس سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے کا بیان
- 284 --- رجب اور حرمت والے باقی مہینوں کے روزوں کا بیان
- 287 --- نبی کریم ﷺ کے ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھنے اور اس مہینے میں روزوں کی فضیلت
- 289 ---

- ﴿قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنْ رَمَضَانَ وَوَقْتُهُ﴾
- ﴿قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ﴾
- ﴿الْأَيَّامُ الْمَنْهُيُّ عَنْ صِيَامِهَا﴾
- ﴿النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِي الْعِيدَيْنِ﴾
- ﴿النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ﴾
- ﴿النَّهْيُ عَنْ إِفْرَادِ يَوْمِي الْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ بِالصَّيَامِ﴾
- ﴿النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ الْأَبَدِ بَعْدَ الدَّهْرِ﴾
- ﴿جَامِعُ لِبَعْضِ مَا يُسْتَحَبُّ صَوْمُهُ وَمَا يُكْرَهُ﴾
- ﴿صِيَامُ التَّطَوُّعِ وَمَا يُسْتَحَبُّ صَوْمُهُ مِنَ الْأَيَّامِ﴾
- ﴿صَوْمُ التَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ﴾
- ﴿لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ تَطَوُّعًا وَرَوْجَهَا حَاضِرٌ بِغَيْرِ إِذْنِهِ﴾
- ﴿إِنَّ صَوْمَ التَّطَوُّعِ لَا يَلْزَمُ بِالشَّرْوعِ فِيهِ﴾
- ﴿صَوْمُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ وَفَضْلُهُ﴾
- ﴿يَوْمُ عَاشُورَاءَ﴾
- ﴿فَضْلُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَتَأْكِيدُ صَوْمِهِ قَبْلَ نُزُولِ رَمَضَانَ﴾
- ﴿عَدَمُ تَأْكِيدِ صَوْمِهِ بَعْدَ نُزُولِ رَمَضَانَ﴾
- ﴿مَنْ قَالَ: إِنَّ عَاشُورَاءَ الْيَوْمِ التَّاسِعُ وَمَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمٍ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ﴾
- ﴿الصَّوْمُ فِي رَجَبٍ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ﴾
- ﴿صِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ وَتَأْثِيرُهُ الصَّوْمِ فِي شَعْبَانَ وَفَضْلُ الصَّيَامِ فِيهِ﴾

- شعبان کے دوسرے نصف میں روزہ رکھنے کی ممانعت اور اس کی
 رخصت کا بیان ----- 292
- ماہِ صبر یعنی (رمضان) اور باقی مہینوں میں ہر ماہ کے غیر متعین تین
 روزے رکھنے کا بیان ----- 293
- ایامِ بیض کے روزوں کا بیان ----- 296
- ہر مہینے میں تین متعین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان ----- 298
- ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان ----- 299
- ماہِ شوال کے چھ روزوں کا بیان ----- 300
- شوال، بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزوں کا بیان ----- 301
- ہفتہ اور اتوار کے روزوں کا بیان ----- 301
- سوموار اور جمعرات کے روزوں کے مستحب ہونے کا بیان ----- 302
- داود علیہ السلام کے روزوں یعنی ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن نہ
 رکھنے کا بیان ----- 305
- حاجیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ذوالحجہ کے نو دنوں کے
 اور یومِ عرفہ کے روزوں کا بیان ----- 308
- حجاج کرام کے لیے ذوالحجہ کے روزے کی کراہت کا بیان ----- 309
- اعتکاف اور ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت کا بیان ----- 312
- اعتکاف کی فضیلت اور اس کے زمان و مکان کا بیان ----- 312
- جائے اعتکاف میں داخل ہونے کے وقت کا بیان، میز جو شخص
 اس کا عادی ہو اور اس سے بوجہ عذر رہ جائے تو اس کی قضا کی
 مستحب ہونے کا بیان ----- 315
- معتکف کے لیے جائز اور ناجائز امور کا بیان ----- 317
- استحاضہ والی خاتون سمیت عورتوں کے اعتکاف کے جواز
 کا بیان ----- 320
- ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں بھرپور کوشش کے ساتھ عبادت
 کرنے کا بیان ----- 322

- ... أَلْتَهَى عَنِ الصَّوْمِ فِي الْيَتْفِ الثَّانِي مِنْ
 شَعْبَانَ وَالرُّخْصَةَ فِي ذَلِكَ
- ... صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ مِنْ
 كُلِّ شَهْرٍ
- ... صَوْمُ أَيَّامِ الْبَيْضِ
- ... صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
- ... صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ هِلَالٍ
- ... صَوْمُ سِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ
- ... صِيَامُ شَوَّالٍ وَالْأَرْبَعَاءِ وَالْخَمِيسِ وَالْجُمُعَةِ
- ... صِيَامُ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ
- ... اسْتِحْبَابُ صِيَامِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ
- ... صِيَامُ يَوْمٍ وَافْطَارُ يَوْمٍ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ
- ... صَوْمُ تِسْعِ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمِ عَرَفَةَ لِغَيْرِ
 الْحَاجِّ
- ... كَرَاهَةُ ذَلِكَ لِلْحَاجِّ
- ... الْأَعْتِكَافُ وَفَضْلُ الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ
- ... فَضْلُ الْأَعْتِكَافِ وَبَيَانُ زَمَانِهِ وَمَكَانِهِ
- ... وَقْتُ الدُّخُولِ فِي الْمُعْتَكِفِ وَاسْتِحْبَابُ
 قَضَاءِ الْأَعْتِكَافِ إِذَا فَاتَ مَنْ اعْتَادَهُ لِمَانِعٍ
- ... مَا يَجُوزُ فَعَلُهُ لِلْمُعْتَكِفِ وَمَا لَا يَجُوزُ
- ... جَوَازُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ حَتَّى الْمُسْتَحَاضَةِ
- ... الْاجْتِهَادُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

- شبِ قدر اور اس کی فضیلت کا بیان، نیز اس امر کا بیان کہ وہ ماہِ
 رمضان کی کونسی رات ہوتی ہے ----- 323
- شبِ قدر کی فضیلت اور اس رات کی خصوصی دعاء کا بیان - 323
- رمضان کے آخری دس یا سات دنوں میں شبِ قدر کے ہونے کا
 بیان ----- 325
- شبِ قدر کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہونے یا ماہِ
 رمضان کی آخری رات ہونے اور اس کی علامتوں کا بیان 327
- ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شبِ قدر کے
 ہونے کا بیان ----- 329
- رمضان کی اکیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان --- 333
- رمضان کی تیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان --- 334
- رمضان کی چوبیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان -- 336
- رمضان کی ستائیسویں رات کے شبِ قدر ہونے اور اس کی
 علامتوں کا بیان ----- 336

حج اور عمرہ کے ابواب

- حج اور عمرہ کی فضیلت کا بیان ----- 351
- حج کی فرضیت کا بیان ----- 357
- خواتین پر حج کے فرض ہونے اور ان سے متعلقہ بعض مسائل کا
 بیان ----- 359
- عمر رسیدہ اور مستقل بیمار پر حج کے فرض ہونے کا بیان، بشرطیکہ ان
 کی طرف سے نیا بت ممکن ہو اور میت کی طرف سے حج کے جواز
 کا بیان، جبکہ اس پر واجب ہو ----- 361
- نابالغ بچے اور غلام کے حج کا صحیح ہونا، جبکہ یہ ان پر واجب نہیں
 ہوتا ----- 364
- زاورہ اور سواری کی دستیابی کے ساتھ ساتھ راستے کا پر امن ہونا اور
 عورت کے ساتھ محرم کا ہونا حج کی استطاعت میں سے ہے 365

- لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَمَا جَاءَ فِي فَضْلِهَا وَفِي أَيِّ لَيْلَةٍ
 مِنْ رَمَضَانَ تَكُونُ
- فَضْلُهَا وَمَا يَقُولُ مَنْ رَأَاهَا
- إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ أَوِ السَّبْعِ الْوَاخِرِ مِنْ
 رَمَضَانَ
- إِنَّهَا الْعَشْرُ الْوَاخِرُ فِي الْوَتْرِ مِنْهَا أَوْ آخِرِ
 لَيْلَةٍ وَذَكَرُ أَمَارَاتِهَا
- إِنَّهَا فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْوَاخِرِ مِنْ
 رَمَضَانَ
- إِنَّهَا لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ
- إِنَّهَا لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ
- إِنَّهَا لَيْلَةُ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ
- إِنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَذَكَرُ أَمَارَاتِهَا

كِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

- فَضْلُ الْحَجِّ وَوُجُوبُهُ
- وُجُوبُ الْحَجِّ
- وُجُوبُ الْحَجِّ عَلَى النِّسَاءِ وَفِي أُمُورٍ
 تَتَعَلَّقُ بِهِنَّ
- وُجُوبُ الْحَجِّ عَلَى الشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالزَّيْمِ
 إِذَا أَمَكْنَهُمَا الْإِسْتِنَابَةُ وَجَوَازُهُ عَنِ الْمَيْتِ إِذَا كَانَ
 قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ
- صِحَّةُ حَجِّ الصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ مِنْ غَيْرِ إِنْجَابٍ
 لَهُ عَلَيْهِمَا
- إِعْتِبَارُ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ مِنَ الْإِسْتِطَاعَةِ
 وَكَذَلِكَ سَلَامَةُ الطَّرِيقِ وَوُجُودُ مَحْرَمٍ لِلْمَرْأَةِ

صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والے کے حق میں وعید کا بیان ----- 371

عمرہ کے ابواب

عمرہ کی اور بالخصوص ماہ رمضان کے عمرہ کی فضیلت کا بیان 373 حج سے پہلے، اس کے بعد اور اس کے ساتھ، غرضیکہ سال کے تمام

مہینوں میں عمرہ کے جواز کا بیان ----- 374

عمرے کے حکم اور اس کے طریقہ کا بیان ----- 381

اس چیز کا بیان کہ نبی کریم ﷺ نے کتنے حج اور کتنے عمرے کیے؟ ----- 382

عمرہ حدیبیہ کا بیان ----- 385

عمرہ قضاء کا بیان ----- 386

عمرہ ہجرانہ کا بیان ----- 386

ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کا بیان ----- 387

نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت کا بیان ----- 389

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ان مقامات اور مساجد کا تذکرہ، جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے سفر کے دوران قیام کیا اور نمازیں ادا کیں ----- 398

حج کے بعض اعمال کے اسباب کا بیان ----- 400

احرام، اس کے مواقیث اور طریقے اور اس سے متعلقہ دوسرے احکام کے ابواب

مواقیث احرام کے مقامات کا بیان ----- 404

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف کہ نبی کریم ﷺ نے کس جگہ سے تلبیہ پڑھا تھا ----- 408

احرام کا ارادہ کرنے والے کا غسل کرنا اور خوشبو لگانا ----- 410

حیض اور نفاس والی عورتیں احرام سے پہلے اور اس کے بعد کیا کریں، ان امور کا بیان ----- 414

التَّغْلِيظُ فِي تَرْكِ الْحَجِّ لِلْمُسْتَطِيعِ

الْعُمْرَةُ

فَضْلُ الْعُمْرَةِ خُصُوصًا فِي رَمَضَانَ

جَوَازُ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ أَشْهُرِ السَّنَةِ قَبْلَ الْحَجِّ وَبَعْدَهُ وَمَعَهُ

حُكْمُ الْعُمْرَةِ وَصِفَتُهَا

كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْتَمَرَ

عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ

عُمْرَةُ الْقَضَاءِ

عُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ

الْعُمْرَةُ فِي رَجَبٍ

صِفَةُ حَجِّ النَّبِيِّ ﷺ

ذِكْرُ الْأَمْكِنَةِ الَّتِي نَزَلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ

وَالْمَسَاجِدُ الَّتِي صَلَّى فِيهَا فِي طَرِيقِهِ بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

أَسْبَابُ بَعْضِ أَعْمَالِ الْحَجِّ

الْإِحْرَامُ وَمَوَاقِيتُهُ وَصِفَتُهُ

وَأَحْكَامُهُ

مَوَاقِيتُ الْإِحْرَامِ الْمَكَائِيَّةِ

إِخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ ﷺ فِي الْمَكَانِ الَّذِي

أَهَلَ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ

مَا يُصْنَعُ مَنْ أَرَادَ الْإِحْرَامَ مِنَ الْغُسْلِ وَالطِّيبِ

مَا تَفْعَلُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ قَبْلَ الْإِحْرَامِ

وَبَعْدَهُ

- 416 ----- اہرام میں شرط لگانے کا بیان
- مطلق طور پر اہرام باندھنے والے یا اس شخص کا بیان جو یہ کہے:
- 418 ----- میں نے وہ اہرام باندھا جو فلاں نے باندھا
- حج تمتع، حج افراد اور حج قرآن میں سے کوئی ایک ادا کر لینے کا
- 420 ----- اختیار دینے کا بیان
- 423 ----- حج افراد کا بیان
- 431 ----- حج تمتع کا بیان
- حج کے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کے جائز ہونے اور کسی رکاوٹ
- 441 ----- کی بنا پر اہرام کھول دینے کا بیان
- 445 ----- تلبیہ اور اس کی کیفیت اور احکام کا بیان
- 445 ----- تلبیہ کے الفاظ اور اس کی فضیلت کا بیان
- 449 ----- تلبیہ کا حکم اور اسے با آواز بلند پکارنا
- 451 ----- تلبیہ کے دورانیہ اور نمازوں کے بعد تلبیہ پکارنے کا بیان
- 453 ----- محرم کے لئے جائز اور ناجائز امور کا بیان
- محرم کا سلسلے ہوئے کپڑے اتار دینے کا بیان اور اس امر کی وضاحت
- 453 ----- کہ کون سے کپڑے اور خوشبو اس کے لیے ناجائز ہے
- 460 ----- محرم کے لیے سنگی لگوانے، سرمہ لگانے اور سردھونے کا بیان
- احرام کی حالت میں گرمی وغیرہ سے بچنے کے لئے سایہ کرنے،
- مرد کا سر کو اور عورت کا چہرہ کو ڈھانپنے اور محرم کا اپنے خادم کو
- 463 ----- مارنے کا بیان
- سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اور اس کے متعدد
- 465 ----- طرق کا بیان
- احرام کی حالت میں نکاح پڑھانا، متغنی کا پیغام بھیجنا
- 468 ----- محرم کے لئے خشکی کا شکار کرنے اور اس کو کھانے کے حرام ہونے
- 470 ----- کا بیان
- اس امر کا بیان کہ اگر محرم نہ تو خود شکار کرے اور نہ اس کی خاطر کیا

-الْأَشْرَاطُ فِي الْأَحْرَامِ
-مَنْ أَحْرَمَ مُطْلَقًا أَوْ قَالَ: أَحْرَمْتُ بِمَا أَحْرَمَ بِهِ فَلَانْ
-التَّخْيِيرُ فِي الْأَحْرَامِ بَيْنَ التَّمَتُّعِ وَالْأَفْرَادِ وَالْقِرَانِ
-الْأَفْرَادُ
-التَّمَتُّعُ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
-جَوَازُ إِدْخَالِ الْحَجِّ عَلَى الْعُمْرَةِ وَالتَّحْلُلِ بِالْإِخْصَارِ
-التَّلْبِيَةُ وَصِفَتُهَا وَأَحْكَامُهَا
-الْفَاطَةُ وَقُضْلُهَا
-حُكْمُ التَّلْبِيَةِ وَالْجَهْرُ بِهَا
-مُدَّةُ التَّلْبِيَةِ وَفَعْلُهَا عَقَبَ الصَّلَاةِ
-مَا يَجُوزُ فَعْلُهُ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوزُ لَهُ
-نَزْعُ الْمَخِيطِ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوزُ لَهُ مِنَ الثِّيَابِ وَالطَّيِّبِ
-الْحِجَامَةُ وَالْإِكْتِحَالُ وَغَسْلُ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ
-تَطْلُلُ الْمُحْرِمِ مِنَ الْحَرِّ أَوْ غَيْرِهِ وَمَا جَاءَ فِي تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ لِلرَّجُلِ وَالْوَجْهِ لِلْمَرْأَةِ وَفِي صَرْبِ الْمُحْرِمِ خَادِمَهُ
-حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَتَعَدُّدُ طُرُقِهِ فِي الرُّخْصَةِ فِي حَلْقِ رَأْسِ الْمُحْرِمِ لِعُدْوٍ وَبَيَانُ فِذْيَتِهِ
-نِكَاحُ الْمُحْرِمِ وَانْكَاحُهُ وَخِطْبَتُهُ
-تَحْرِيمُ صَيْدِ الْبَرِّ عَلَى الْمُحْرِمِ وَأَكْلِهِ
-جَوَازُ أَكْلِ صَيْدِ الْبَرِّ إِذَا لَمْ يَصْطِدْهُ أَوْ يَصْطِدْ

جائے تو اس کے لیے اس کا کھانا جائز ہوگا ----- 474

شکار کا متبادل اور اس آیت کریمہ کی تفسیر: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا... اتَّقُوا حُرْمَهُ﴾ ----- 478

محرم اور غیر محرم کے لیے مطلق طور پر سمندری شکار کو کھانے کا اور

اس سلسلے میں نذی کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان --- 480

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ

وَاللِّسْيَارَةِ﴾ کا بیان ----- 480

ان حیوانات کا بیان، جن کو حرم کی حدود کے اندر اور باہر قتل کرنا

محرم کے لئے جائز ہے ----- 481

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور اس سے متعلقہ دوسرے

مسائل کا بیان

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا ----- 485

مکہ مکرمہ میں کس راستے سے اور کس وقت داخل ہوا جائے

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کی دعا ----- 489

بیت اللہ کے طواف اور اس کے آداب کا بیان

طواف کے لئے طہارت اور سترہ کا بیان ----- 491

طواف قدوم اور اس میں رمل اور اضطباع کا بیان ----- 493

طواف، رکن یمانی، حجر اسود اور مقام ابراہیم کی فضیلت --- 497

حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرنے اور دوسرے دو کونوں کا

استلام نہ کرنے کا بیان ----- 499

حجر اسود کا استلام کرنے، اس کو بوسہ دینے اور اس وقت کی دعا کا

بیان، نیز ہجوم والا بندہ کیا کرے، اس چیز کا بیان ----- 501

بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کرنا ----- 503

اس امر کا بیان کہ کسی عذر اور ضرورت کی بنا پر اونٹ وغیرہ پر طواف

اور چھڑی وغیرہ کے ساتھ حجر اسود کا استلام کیا جاسکتا ہے -- 505

لَهُ

﴿جَزَاءُ الصَّيْدِ وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ... (الآية)﴾

﴿جَوَازُ أَكْلِ صَيْدِ الْبَحْرِ مُطْلَقًا لِلْمَحْرَمِ

وَعَلَيْهِ وَمَا جَاءَ فِي الْحَرَامِ، وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ

وَاللِّسْيَارَةِ﴾

﴿مَا يَجُوزُ لِلْمَحْرَمِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي

الْحَرَمِ وَعَلَيْهِ

دُخُولُ مَكَّةَ وَمَا

يَتَعَلَّقُ بِهِ

﴿الْغُسْلُ لِدُخُولِ مَكَّةَ

﴿مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَفِي أَيِّ وَقْتٍ

الدُّعَاءُ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَآدَابُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

﴿الطَّهَارَةُ وَالسَّتْرَةُ لِلطَّوَافِ

﴿طَوَافُ الْقُدُومِ وَالرَّمْلُ وَالِاضْطِبَاعُ فِيهِ

﴿فَضْلُ الطَّوَافِ وَالرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ

الْأَسْوَدِ وَمَقَامِ إِبْرَاهِيمَ

﴿اسْتِثْلَامُ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْأَسْوَدِ وَتَقْبِيلُهُ وَمَا يُقَالُ

عِنْدَ ذَلِكَ وَمَا يَفْعَلُ مَنْ رُؤِجِمَ

﴿اسْتِثْلَامُ الْأَرْكَانِ كُلِّهَا

﴿جَوَازُ الطَّوَافِ عَلَى بَعِيرٍ وَعَلَيْهِ وَاسْتِثْلَامُ

الْحَجَرِ بِمَخْجَنٍ وَنَحْوِهِ لِحَاجَةٍ

اس امر کا بیان کہ طواف کرنے والا آدمی حطیم کے باہر سے طواف کرے، تاکہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق پورے بیت اللہ کا طواف ہو سکے ----- 508

ہر وقت میں طواف کے جائز ہونے کا اور بعض اوقات میں اس کو مکروہ سمجھنے والوں کا بیان ----- 510

حج افراد، حج قرآن اور حج تمتع کرنے والے کے

طواف کا بیان

حج افراد کرنے والے کا طواف ----- 512

حج قرآن کرنے والے کا طواف ----- 514

حج تمتع کرنے والے کے طواف کا بیان، یعنی وہ آدمی جو شروع میں صرف عمرے کا احرام باندھتا ہے ----- 516

اہل مکہ کے طواف اور طواف سے متعلق احکام و مسائل اور دوران طواف کلام کرنے کا بیان ----- 517

طواف اور استلام کے موقع پر کیا جانے والا ذکر، جاہلیت والے لوگ طواف میں کیا کہتے تھے اور دوران طواف کلام نہ کرنے کا مستحب ہونا، ان سب امور کا بیان ----- 518

طواف کی دو رکعتوں اور ان کی قراءت اور ان کے بعد حجر اسود کے استلام کا بیان ----- 519

صفا مروہ کی سعی ----- 521

صفا مروہ کی سعی میں صفا سے ابتدا کرنے اور اس میں چلنے یا رمل کرنے کا بیان ----- 523

کسی حاجت کے پیش نظر سوار ہو کر صفا مروہ کی سعی کرنے

کا بیان ----- 526

صفا اور مروہ کے اوپر وقوف کرنے اور اس دوران اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا بیان ----- 527

حج تمتع کرنے والے کو سعی اور بال منڈوانے یا کٹوانے کے بعد

الطَّائِفُ بِخَرْجٍ فِي طَوَافٍ عَنِ الْحَجْرِ لِيَكُونَ طَائِفًا بِالْبَيْتِ كُلِّهِ مِنْ وَرَاءِ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جَوَازُ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ فِي أَيِّ وَقْتٍ كَانَ وَمَنْ قَالَ بِكَرَاهَتِهِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ

طَوَافُ الْمُفْرِدِ وَالْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ

طَوَافُ الْمُفْرِدِ

طَوَافُ الْقَارِنِ

طَوَافُ الْمُتَمَتِّعِ وَهُوَ الَّذِي أَهْلُ بَعْمُرَةٍ فَقَطُّ

طَوَافُ أَهْلِ مَكَّةَ وَأُمُورٌ جَاءَتْ فِي الطَّوَافِ وَالْكَلَامُ فِيهِ

مَا يُقَالُ مِنَ الذِّكْرِ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْإِسْتِلَامِ وَمَا كَانَ يَقُولُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي الطَّوَافِ وَاسْتِحْبَابُ تَرْكِ الْكَلَامِ

بَابُ رُكْعَتَيِ الطَّوَافِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا وَاسْتِلَامُ الْحَجَرِ بَعْدَهُمَا

الطَّوَافُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

الْبَدْءُ بِالصَّفَا فِي الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَحُكْمُ الْمَشْيِ وَالرَّمْلِ فِيهِ

جَوَازُ الرُّكُوبِ فِي الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَاجَةٍ

الْوُقُوفُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالذِّكْرُ عِنْدَ ذَلِكَ

أَمْرُ الْمُتَمَتِّعِ بِالتَّحْلِيلِ بَعْدَ السَّعْيِ وَالْحَلَقِ

أَوْ التَّقْصِيرِ إِلَّا مَنْ سَاقَ هَذَا

..... فَسُحُ الْحَجِّ بِالْعُمْرَةِ

..... مَنَى يُحْرِمُ الْمُتَمَتِّعُ بِالْحَجِّ وَمَنَى يَتَوَجَّهُ

النَّاسُ إِلَى مَنَى وَمِقْدَارُ مَكْنِهِمْ بِهَا وَأَوَّلُ صَلَاةٍ

صَلَّيْتُ بِهَا

..... الْمَسِيرُ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَفَةَ وَالْوُقُوفُ بِهَا

وَالدَّفْعُ مِنْهَا

..... وَقْتُ الْمَسِيرِ مِنْ مَنَى وَالنُّزُولُ بِوَادِي نَجْرَةَ

وَوَقْتُ الْقِيَامِ إِلَى الْمَوْقِفِ بِعَرَفَةَ

..... التَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ فِي الْمَسِيرِ إِلَى عَرَفَةَ

..... وَجُوبُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَوَقْتُهُ وَكُلُّ عَرَفَةَ

مَوْقِفٌ

..... أَلْوُقُوفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ وَالْخُطْبَةُ بِهَا

وَالدُّعَاءُ

..... وَقْتُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى مُزْدَلِفَةَ وَالنُّزُولُ

بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

..... أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ النَّاسَ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ

الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَةَ

..... الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

وَالْمَيْتُ بِهَا

..... أَلْوُقُوفُ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَمَا يَكُونُ بَعْدَهُ

إِلَى أَنْ يَرْمِيَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

..... أَلْوُقُوفُ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَأَدَابُهُ وَوَقْتُ

الدَّفْعِ مِنْهُ إِلَى مَنَى، وَسَبَبُ الْإِبْضَاعِ فِي السَّيْرِ،

..... وَاسْتِمْرَارُ التَّلْبِيَةِ مِنَ الْإِفَاضَةِ حَتَّى يَرْمِيَ

احرام کھول دینے کا حکم دینے کا بیان، لایہ کہ وہ قربانی لے کر آیا

528 ----- ہو

530 ----- حج کو فتح کر کے عمرہ بنا لینا

اس امر کا بیان کہ حج تمتع کرنے والا کس وقت احرام باندھے،

لوگ کس وقت منیٰ کو روانہ ہوں، وہاں کتنا عرصہ ٹھہریں اور منیٰ

541 ----- میں جا کر پہلے کونسی نماز پڑھی جائے؟

منیٰ سے عرفہ کے لیے روانگی، عرفہ میں وقوف اور وہاں سے واپسی

543 ----- کے ابواب

منیٰ سے روانگی کا وقت، وادی نمرہ میں نزول اور عرفہ میں وقوف

543 ----- کے وقت کا بیان

546 ----- عرفہ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنے کا بیان

وقوف عرفہ کے واجب ہونے اور اس کے وقت اور عرفہ کے

547 ----- سارے مقام کا جائے وقوف ہونے کا بیان

عرفہ میں سواری پر وقوف کرنے اور وہاں خطبہ دینے اور دعا کرنے

550 ----- کا بیان

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانگی کا وقت اور عرفہ اور مزدلفہ کے

555 ----- درمیان اترنے کا بیان

عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے وقت نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو سکون

560 ----- سے چلنے کا حکم دینے کا بیان

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے اور وہاں رات

562 ----- بسر کرنے کا بیان

مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں وقوف کرنے اور اس کے بعد جمرہ عقبہ

565 ----- کی رمی کرنے تک کے مسائل کا بیان

مزدلفہ میں وقوف، اس کے آداب، وہاں سے منیٰ کی طرف روانگی

565 ----- کے وقت، جانوروں کو تیز چلانے کا سبب

565 ----- اور جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ جاری رکھنے کا بیان

جَمْرَةُ الْعَقَبَةِ

﴿.....الْأَمْرُ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الدَّفْعِ مِنْ مُزْدَلِفَةَ إِلَى

مِنَى وَالْإِنْبِطَاعُ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ

﴿.....الرُّخْصَةُ فِي تَقْدِيمِ وَقْتِ الدَّفْعِ لِلضَّعْفَةِ

مِنَ النِّسَاءِ أَوْ غَيْرِهِنَّ قَبْلَ الزَّحَامِ

﴿.....رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَمَا يَتَّبِعُ ذَلِكَ إِلَى آخِرِ

يَوْمِ النَّحْرِ

﴿.....سَبَبُ مَشْرُوعِيَّةِ رَمَى الْجِمَارِ وَحُكْمُهَا

وَعَدْدُ حَصَى الرَّمْيِ وَصِفَتُهُ وَمِنْ آيِنَ يَلْتَقِطُهُ

﴿.....وَقْتُ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

﴿.....رَمَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَكَيْفِيَّةُ

الرَّمْيِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ

﴿.....إِسْتِحْبَابُ الرُّكُوبِ لِرَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ

وَالْمَشْيُ لِبَعْرِهَا

﴿.....مَا يَجِبُ لِلْحَاجِّ وَمَا يَقَعُّهُ بَعْدَ رَمْيِ جَمْرَةِ

الْعَقَبَةِ

﴿.....النَّحْرُ وَالْحَلَّاقُ وَالتَّقْصِيرُ

﴿.....مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ الْحَلَّاقِ عَلَى التَّقْصِيرِ

﴿.....الْإِفَاضَةُ مِنْ مَنَى لِلطَّوَافِ يَوْمَ النَّحْرِ

﴿.....وَهُوَ الْمُسَمَّى بِطَوَافِ الْإِفَاضَةِ أَوْ الزِّيَارَةِ

وَحُكْمُ مَنْ أَمْسَى وَلَمْ يَطُفْ

﴿.....جَوَازُ تَقْدِيمِ النَّحْرِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ

وَالْإِفَاضَةِ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ

﴿.....الْحُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَنَى

﴿.....الْمَيْتِ بِمَنَى لِبَالِي مَنَى وَرَمَى الْجِمَارِ فِي

مزدلفہ سے منی کی طرف جاتے وقت سکینت کا حکم دینے اور وادی

محر سے تیزی سے گزرنے کا بیان ----- 569

اس امر کا بیان کہ کمزور اور ضعیف خواتین کو رش سے پہلے پہلے

مزدلفہ سے منی کو روانہ کیا جاسکتا ہے ----- 571

جرمہ عقبہ کی رمی سے یوم النحر کے آخر تک کے مناسک سے متعلقہ

ابواب ----- 573

رمی ہمار کی مشروعیت کا سبب اور ان کا حکم اور کنکریوں کی تعداد اور

ان کے حجم کا بیان اور اس امر کی وضاحت کہ یہ کنکریاں کہاں سے

اٹھائی جائیں ----- 573

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو جرمہ عقبہ کی رمی کے وقت کا بیان -- 576

وادی کے درمیان کھڑے ہو کر جرمہ عقبہ کی رمی کرنے، رمی کی

کیفیت اور اس وقت کی دعا کا بیان ----- 578

جرمہ عقبہ کی رمی کے لیے سوار ہو کر جانے اور باقی دنوں میں پیدل

چل کر جانے کے مستحب ہونے کا بیان ----- 580

جرمہ عقبہ کی رمی کے بعد حاجی کے حلال ہو جانے اور اس کے بعد

دوسرے افعال کا بیان ----- 582

قربانی کرنا اور بال منڈوانا یا کترنا ----- 583

تراشنے کی بہ نسبت بالوں کو مونڈنے کی فضیلت کا بیان --- 586

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منی سے طواف کے لیے لوٹنا ---- 590

اور اسی کو طواف افاضہ اور طواف زیارت کہنے اور شام تک یہ

طواف نہ کر سکنے والے کے حکم کا بیان ----- 590

دس ذوالحجہ کو قربانی، حجامت، رمی اور طواف افاضہ میں تقدیم و تاخیر

کے جائز ہونے کا بیان ----- 594

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منی میں خطبہ کا بیان ----- 597

منی کی راتیں منی میں بسر کرنے، ان دنوں میں جمرہ کی رمی

600 ----- کرنے اور کچھ دوسرے امور کا بیان
یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کے بعد والے دنوں میں کنکریاں مارنے
600 ----- کے وقت اور اس کے آداب کا بیان
اس امر کا بیان کہ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے دو دنوں کی رمی
ایک دن میں کر لینا اور ضرورت مند لوگوں کا منی کی راتیں مکہ میں
603 ----- گزار لینا جائز ہے
منی میں نمازوں کو قصر کر کے ادا کرنے اور ان دنوں میں روزہ
604 ----- کے ناجائز ہونے کا بیان
ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دینے کا بیان ----- 605
منی سے واپسی پر وادی محصب میں ٹھہرنے کا بیان ----- 607
مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے والا آدمی مناسک حج کی ادائیگی کے
بعد کتنا عرصہ وہاں قیام کر سکتا ہے؟ ----- 611
طواف وداع کی مشروعیت اور حائضہ سے اس کے ساقط ہونے
612 ----- اور ملتزم کے پاس دعا کرنے کا بیان

أَيَّامُهَا وَغَيْرُ ذَلِكَ
وَقْتُ رَمِي الْجِمَارِ فِي غَيْرِ يَوْمِ النَّحْرِ
وَأَدَابُهُ
الرُّخْصَةُ لِرِغَاءِ الْإِبِلِ فِي جَمْعِ رَمِي يَوْمَيْنِ
فِي يَوْمٍ وَفِي الْمَيْمَنَةِ بِمَكَّةَ أَيَّامٍ مِّنِي لِدَوِي
الْحَاجَّاتِ بِهَا
قَصْرُ الصَّلَاةِ بِمَنِي وَعَدْمُ جَوَازِ صِيَامِ
أَيَّامِهَا
الْخُطْبَةُ أَوْسَطُ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ
نَزُولُ الْمُحَصَّبِ إِذَا نَفَرَ مِنْ مَنِي
كَمْ يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ
مَشْرُوعِيَّةُ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَسُقُوطُهُ عَنِ
الْحَائِضِ وَالِدُّعَاءُ عِنْدَ الْمُلتَزِمِ



بَابُ زَكَاةِ الزَّرْعِ وَالثَّمَارِ

کھیتیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس (کھیتی کو) آسمان اور چشمے سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس کو اونٹ سیراب کریں، اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔“

”(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس زمین کو نہریں اور بادل سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس کو اونٹ سیراب کریں، اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔“

(۳۴۰۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فِيمَا سَقَّتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سَقَّتِ السَّانِيَةُ نِصْفُ الْعُشْرِ.)) (مسند احمد: ۱۴۷۲۱)

(۳۴۰۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فِيمَا سَقَّتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَنِيمُ الْعُشُورُ وَفِيمَا سَقَّتِ السَّانِيَةُ نِصْفُ الْعُشُورِ.)) (مسند احمد: ۱۴۷۲۲)

فوائد: ہمارے ہاں عام طور پر فصلوں کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ نہیں کہا جاتا، بلکہ ”عشر“ کہا جاتا ہے، حالانکہ ”عشر“ اور ”نصف العشر“ یعنی دسویں اور بیسویں حصے میں زکوٰۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے۔

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس (کھیتی) کو آسمان سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس کو ڈول اور اونٹ سے سیراب کیا جائے، اس میں بیسواں حصہ ہے۔“

(۳۴۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَالِمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((فِيمَا سَقَّتِ السَّمَاءُ فِيهِ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالْغَرَبِ وَالْدَّالِيَةِ فِيهِ نِصْفُ

(۳۴۰۸) تخریج: أخرجه مسلم: ۹۸۱ (انظر: ۱۴۶۶۶)

(۳۴۰۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الأول

(۳۴۱۰) تخریج: حديث صحيح أخرجه البزار: ۶۹۰، ۶۹۱ (انظر: ۱۲۴۰)

الْعُسْرِ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ،
فَحَدَّثْتُ أَبِي بِحَدِيثِ عُثْمَانَ عَنْ جَرِيرٍ
فَأَنْكَرَهُ جِدًّا وَكَانَ أَبِي لَا يُحَدِّثُنَا عَنْ
مَحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ لِيُضَعِّفَهُ عَنْهُ وَإِنْكَارُهُ
لِحَدِيثِهِ . (مسند احمد: ۱۲۴۰)

فوائد: یہ تینوں احادیث اس اعتبار سے انتہائی قابل غور ہیں کہ آج کل عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نہری علاقے کی فصل کا میسواں حصہ اور بارانی علاقے کی فصل کا دسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ لیکن ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چشموں اور نہروں اور دریاؤں سے سیراب ہونے والی فصلوں کی شرح زکوٰۃ بھی دسواں حصہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ دسویں اور بیسویں حصے کا دارو مدار فصلوں کو پانی پلانے کیلئے کی گئی محنت پر ہے اگر آپاشی کے لیے چرخی اور رہٹ استعمال کیا جائے یا بالٹی سے پانی نکالا جائے یا ساریوں پر پانی لا کر فصلوں کو سیراب کیا جائے، تو ایسی فصل کا میسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کیا جائے گا۔ اگر ٹیوب ویل یا ٹربائن وغیرہ کو استعمال کیا جائے یا مزدوروں کے ذریعے زمین کو سیراب کیا جائے تو اس کا بھی بیسویں حصہ والا معاملہ ہوگا، کیونکہ یہ محنت کا متبادل ہیں، جسے پیسہ خرچ کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔

اب اگر کوئی زمین کسی نہری چشمے کے اتنے قریب ہے کہ پانی حاصل کرنے کے لیے کوئی بڑی محنت نہیں کرنا پڑتی، بلکہ زمیندار کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پانی کو اپنی زمین میں پھیر لے، تو ایسے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا پڑے گا، کیونکہ مذکورہ بالا احادیث میں جن نہروں اور چشموں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے زمین کو سیراب کرنے کے لیے بھی اتنی محنت تو کرنی پڑتی ہے، یہاں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ زمیندار لوگ نہری پانی کے عوض میں جو قیمت ادا کرتے ہیں، اس کی مقدار اتنی معمولی ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کے دسویں یا بیسویں حصے کے ساتھ اس کا تعلق نہیں جوڑا جاسکتا، مثلاً ۲۰۱۲ء میں مجھے ایک زمیندار نے بتایا کہ وہ ایک سال میں پچاس روپے فی ایکڑ نہر کا معاملہ ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی زمین، نہر سے اتنی دور ہے کہ اس سے زمین تک پانی پہنچانے کے لیے کھالوں وغیرہ کی تیاری کی صورت میں بڑی محنت درکار ہے تو اس کی پیداوار کا میسواں حصہ ادا کیا جائے گا۔ مشینری، کھاد، سپرے، ملازموں یا موچیوں اور حجاموں کی اجرتوں وغیرہ جیسی سہولیات اور امور کا زکوٰۃ کے دسویں یا بیسویں حصے سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۳۴۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا دُونَ)) فرمایا: ”پانچ وسق سے کم (فصل) پر، پانچ اوقیوں سے کم (چاندی) پر اور پانچ اونٹوں سے کم پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔“

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانچ وسق سے کم کھجور اور اناج پر زکوٰۃ نہیں ہے۔“
 خَمْسَ ذُوِّ صَدَقَةٍ)) (مسند احمد: ۹۲۱۰)
 (۳۴۱۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبِّ صَدَقَةٍ.)) (مسند احمد: ۱۱۹۵۳)

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک وسق میں (۶۰) صاع ہوتے ہیں۔“
 (۳۴۱۳) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا.)) (مسند احمد: ۱۱۸۰۷)

”(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پانچ وسق سے کم (فصل) پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ایک وسق ساٹھ مہرزہ صاع کا ہوتا ہے۔“
 (۳۴۱۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ صَدَقَةٌ وَالْوَسْقُ سِتُّونَ مَخْتُومًا.)) (مسند احمد: ۱۱۵۸۵)

فوائد: اس صاع کے اوپر والے حصے پر امراء کی طرف سے مہر لگائی جاتی تھی، تاکہ اس کی مقدار کو کم یا زیادہ نہ کر دیا جائے۔ زمین سے فصلیں پیدا کر کے انسان کو رزق مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا بدلہ یوں طلب کیا ہے کہ زرعی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ اس کی راہ میں دیا جائے، جو پیدا ہونے والی کل فصل کے مقابلے میں انتہائی کم مقدار ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فصل میں زکوٰۃ کو لاگو کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچ وسق ہو، اس کو نصاب زکوٰۃ کہتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک وسق میں (۶۰) صاع ہوتے ہیں، اس طرح پانچ اوساق کی کل مقدار (۳۰۰) صاع ہوگئی، جبکہ ایک صاع کا وزن تقریباً دو کلو گرام ہوتا ہے، اس طرح پانچ وسق کا کل وزن پندرہ من اور تیس کلو گرام بن جاتا ہے، معلوم ہوا کہ فصلوں کا نصاب زکوٰۃ (۱۵) من اور (۳۰) کلو گرام ہے۔

(۳۴۱۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۹۷۹ (انظر: ۱۱۹۳۱)
 (۳۴۱۳) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، ابو البختری لم یسمع من ابی سعید، ولضعف شریک أخرجه ابن ابی شیبہ: ۱۳۸ / ۳ (انظر: ۱۱۷۸۵)
 (۳۴۱۴) تخریج: صحیح دون قوله: ((والوسق ستون مختوما)) وهذا اسناد منقطع، انظر الحديث بالطريق الاول أخرجه ابوداود: ۱۵۵۹، وابن ماجه: ۲۸۳۲، والنسائی: ۵ / ۴۰ (انظر: ۱۱۵۶۴)

”سیدنا علاء بن حضرمیؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بحرین یا ہجر کی طرف بھیجا تھا، میں جب ایسے باغ میں جاتا، جو مختلف بھائیوں کا ہوتا اور ان میں سے ایک مسلمان ہو چکا ہوتا تو مسلمان سے دسواں حصہ زکوٰۃ لیتا اور دوسروں سے خراج وصول کرتا تھا۔

(۳۴۱۵) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَهْلِ هَجَرَ شَكَ أَبُو حَمْزَةَ قَالَ: كُنْتُ أَتِي الْحَائِطَ، يَكُونُ بَيْنَ الْإِخْوَةِ فَيُسْلِمُ أَحَدُهُمْ فَأَخْذُ مِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ، وَمِنَ الْآخِرِ الْخَرَاجَ. (مسند احمد: ۲۰۸۰۱)

فوائد: خراج: وہ جزیہ جو ذمیوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث تو ضعیف ہے، لیکن ذمی لوگوں سے جزیہ وصول کرنا ایک شرعی مسئلہ ہے، اس کی ماہانہ یا سالانہ مقدار کا فیصلہ حاکم وقت کرے گا، ویسے سیدنا معاذؓ بیان کرتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا۔ (نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں)۔ (ابوداؤد: ۳۰۳۸، ترمذی: ۶۲۳، نسائی: ۵/۲۶، ابن ماجہ: ۱۸۰۳)

ایک دینار ساڑھے چار (4 1/2) ماشے سونے کا ہوتا ہے۔ یہ خراج سالانہ فی کس کے لحاظ سے لیا جاتا تھا۔ (عبدالرزاق) (۳۴۱۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ كُلِّ جَاذٍ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ مِنْ تَمَرٍ يَقْنُو، يُعْلَقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِينِ. (مسند احمد: ۱۴۹۲۸)

فوائد: امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ”باب فی حقوق المال“ میں ذکر کیا ہے، ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اس حدیث کا تعلق زکوٰۃ سے نہیں ہے، بلکہ نفلی صدقہ ہے، اس لیے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں لوگوں کے حقوق موجود ہیں۔

(۳۴۱۷) عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ إِنَّمَا أَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْجَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْبِ وَالتَّمْرِ. (مسند احمد: ۲۲۳۳۸)

(۳۴۱۵) تخریج: اسنادہ ضعیف، المغیرۃ الازدی مجهول أخرجه ابن ماجہ: ۱۸۳۱ (انظر: ۲۰۵۲۷)

(۳۴۱۶) تخریج: اسنادہ حسن أخرجه ابوداؤد: ۱۶۶۲ (انظر: ۱۴۸۶۷)

(۳۴۱۷) اسنادہ صحیح۔ أخرجه الدارقطني: ۹۶/۲، والحاكم: ۴۰۱/۱، والبيهقي: ۱۲۸/۴ (انظر: ۲۱۹۸۹)

فوائد: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نصاب زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ کے تعین کے بعد وہ کون کون سی فصلیں ہیں، جن پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے یا جو زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں، اس مسئلہ ہم درج ذیل بحث کرتے ہیں: عَنْ عُمَرَ بْنِ لَخْطَابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّمَا سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ فِي هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ: الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّرْبِيبِ، وَالتَّمْرِ۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان چار اصناف میں زکوٰۃ نافذ کی: گندم، جو، مٹی اور کھجور۔ (الدارقطنی: ۲۰۱، صحیحہ: ۸۷۹)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کی حیثیت پر درج ذیل بحث کی ہے: یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ عزری "متروک" ہے، لیکن اس کی متابعت موجود ہے، جسے امام دارقطنی اور امام حاکم نے روایت کیا کہ موسیٰ بن طلحہ نے کہا: عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَمَّا أَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ آپ ﷺ نے گندم اور سے زکوٰۃ وصول کی ہے۔ امام حاکم نے کہا: موسیٰ بن طلحہ عظیم تابعی ہیں اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے زمانے کو ان کے پانے کا انکار نہیں کیا گیا۔ لیکن ابن عبد البر نے کہا کہ موسیٰ بن طلحہ، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو نہ ملے ہیں اور نہ ان کو پایا ہے۔

لیکن امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اس کا یہ شاہد ذکر کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَأْخُذُوا إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ.....)) صرف ان چار اصناف میں زکوٰۃ وصول کرو۔ ان احادیث کی روشنی میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، امام عبد اللہ بن مبارک، امام حسن بصری اور امیر صنعانی وغیرہ کا یہ مسلک ہے کہ زرعی پیداوار کی تمام اقسام میں سے صرف گندم، جو، کھجور اور مٹی پر زکوٰۃ فرض ہے۔ امام صنعانی نے کہا: قطعی اور حتمی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا مال حرمت والا ہے، کسی قطعی دلیل کی روشنی میں ہی اس حرمت کو ختم کیا جاسکتا ہے، احتیاط اور دوسرے عام دلائل ناکافی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اصل قانون تو براءت ذمہ کا ہے، یہ دو بنیادی اصول ہیں، جن کا حکم ختم کرنے کے لیے ان کے مقابلے کی قطعی دلیل درکار ہے۔ رہا مسئلہ احتیاط کا، تو اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مکئی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ عائد نہ کی جائے، کیونکہ اس قسم کی فصلوں کے لیے جس عموم کا سہارا لیا گیا، ان کی تخصیص ثابت ہو چکی ہے۔ (سبل السلام: ۴ / ۳۶) جبکہ بعض علمائے کرام کا یہ مسلک ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی زرعی پیداوار پر عشر یعنی زکوٰۃ فرض ہے، انھوں نے اپنے حق میں درج ذیل عام آیات پیش کی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (سورۃ انعام: ۱۴۲) "بھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کر دو۔" نیز فرمایا: ﴿مِمَّا آخَرَ جَبْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ (سورۃ بقرہ: ۲۶۷) "اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے زمین سے نکالی۔" نیز بعض احادیث بھی اس عموم پر دلالت کرتی ہیں، جیسے ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ عَشْر وَنِصْفُ الْعُشْرِ۔))

خَرْصُ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ کھجور اور انگور کی فصل کا اندازہ لگانے کا بیان

(۳۴۱۸) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَهِيَ تَذْكُرُ شَأْنَ خَيْبَرَ، كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْعَثُ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى الْيَهُودِ فَيَخْرُصُ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ، حِينَ يَطِيبُ (وَفِي رَوَايَةٍ: أَوَّلَ الثَّمَرِ) قَبْلَ أَنْ يُوَكَّلَ مِنْهُ، ثُمَّ يَخِيرُونَ يَهُودَ أَبَا خُدُونَةَ بِذَلِكَ الْخَرْصِ أَمْ يَذْفَعُونَهُ إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ، وَإِنَّمَا كَانَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ لِكَيْ يُحْصِيَ الزَّكَاةَ قَبْلَ أَنْ تُوَكَّلَ الثَّمَرَةُ وَتُفَرَّقَ. (مسند احمد: ۲۵۸۱۹)

سید عائشہ رضی اللہ عنہا خبر کی صورتحال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں: جب وہاں کی کھجوریں تیار ہو جاتیں، لیکن ابھی تک کھانے کے قابل نہ ہوتیں تو نبی کریم ﷺ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی طرف بھیجتے تاکہ وہ وہاں جا کر کھجوروں کی فصل کا اندازہ لگائیں، وہ اندازہ لگا کر ان کو اختیار دے دیتے کہ وہ یا تو اس لگائے ہوئے اندازے کے مطابق کھجوریں لے لیں اور فصل چھوڑ دیں یا اس اندازہ کے حساب سے حصہ ادا کریں، نبی کریم ﷺ کا یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ کھجوروں کو کھانے اور تقسیم کرنے سے پہلے پہلے ہی ان کی مقدار کا اندازہ ہو جائے۔

(۳۴۱۹) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خَرَصَهَا ابْنُ رَوَاحَةَ أَرْبَعِينَ أَلْفَ وَسَقٍ، وَزَعَمَ أَنَّ الْيَهُودَ لَمَّا خَيْرَهُمْ ابْنُ رَوَاحَةَ أَخَذُوا الثَّمَرَ وَعَلَيْهِمْ عَشْرُونَ أَلْفَ وَسَقٍ. (مسند احمد: ۱۴۲۰۸)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا اندازہ چالیس ہزار وسق کی صورت میں لگایا، پھر جب انھوں نے یہودیوں کو اختیار دیا تو انہوں نے پھل کو اپنے حق میں ترجیح دی اور بیس ہزار وسق کھجور ادا کرنا ان کے ذمے ٹھہرا۔

(۳۴۲۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى خَيْبَرَ يَخْرُصُ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ خَيْرَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا أَوْ يَرُدُّوا، فَقَالُوا هَذَا الْحَقُّ، بِهَذَا قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ. (مسند احمد: ۴۷۶۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جا کر کھجور کی فصل کا اندازہ لگائیں، انہوں نے فصل کا اندازہ لگانے کے بعد انہیں اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو اسے قبول کر لیں یا چاہیں تو رد کر دیں، لیکن انھوں نے (یہ فیصلہ سن کر) کہا: یہاں تو آسمانوں اور زمینوں کی بنیاد ہے، اس لیے اسے قبول کر لیں۔

(۳۴۱۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، ابن جریج لم یسمع هذا الحديث من ابن شهاب۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۰۶، ۳۴۱۳ (انظر: ۲۵۳۰۵)

(۳۴۱۹) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه ابوداود: ۳۴۱۵ (انظر: ۱۴۱۶۱)

(۳۴۲۰) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف العمری وهو عبد الله بن عمر (انظر: ۴۷۶۸)

(۳۴۲۱) عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَتْمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَرَضْتُمْ فُجْدُوا، وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَجْدُوا أَوْ تَدْعُوا فَدَعُوا الرَّبْعَ - (مسند احمد: ۱۵۸۰۴)

سیدنا سہل بن ابی حتمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم فصل کا اندازہ کر لو تو اس کے کٹنے کے بعد (زکوٰۃ کی یہ مقدار وصول کرو، لیکن) ایک تہائی چھوڑ دو، اگر تم اتنا نہ چھوڑو تو ایک چوتھائی چھوڑ دو۔“

فوائد: اس باب کی احادیث کھجور اور انگور وغیرہ کی فصل کا اندازہ لگانے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں شافعی اور احمد کے نزدیک ان فصلوں کا اندازہ لگانا مستحب ہے۔ مالک، شریح اور ابو جعفر اور بعض ظاہریہ کے نزدیک یہ واجب ہے۔ نو دی نے کہا ہے کہ کھجور اور انگور وغیرہ کی فصل جن میں عشر واجب ہوتا ہے۔ ان میں فصل کا اندازہ کر لینا مستحب ہے۔ اس باب میں زمیندار لوگوں کے لیے ایک بڑی سہولت آمیز رخصت کا بیان ہے اور وہ یہ کہ حکومت کے نمائندے فصل تیار ہو چکنے کے بعد فصل کا اندازہ لگائیں اور پھر دسویں یا بیسویں حصے کی روشنی میں زمیندار کے لیے زکوٰۃ کی کل مقدار کا تعین کر دیں، اس طرح سے زمیندار لوگ ساری فصل کے باریک اور مجموعی حساب سے محفوظ ہو جاتے ہیں، کیونکہ کئی فصلیں ایسی ہیں کہ ان کی کچھ مقدار جانوروں کو کھلا دی جاتی ہیں، کچھ مقدار مالک اپنے گھر میں رکھ لیتا ہے، کچھ مقدار موچی اور حجام لوگوں کو دے دی جاتی ہے اور کچھ مقدار تاجروں کو فروخت کر دی جاتی ہے۔

زَكْوَةُ الْعَسَلِ
شہد کی زکوٰۃ کا بیان

(۳۴۲۲) عَنْ أَبِي سَيَّارَةَ الْمُتَعَمِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ لِي نَخْلًا، قَالَ: ((أَوْ الْعُشُورَ)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِحْمِهَا لِي، قَالَ: فَحَمَاهَا لِي، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: إِحْمِ لِي جَبَلَهَا، قَالَ: فَحَمَيْ لِي جَبَلَهَا۔ (مسند احمد: ۱۸۲۳۷)

(٣٤٢١) حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف- أخرجه ابوداود: ١٦٠٥، والترمذي: ٦٤٣ (انظر: ١٥٧١٣)

(٣٤٢٢) تخريج: قال الالباني في اين ماجه: حسن يما بعد- أخرجه ابن ماجه: ١٨٢٣ (انظر: ١٨٠٦٩)

فوائد:..... سب سے پہلے ہم شہد کی زکوٰۃ پر مشتمل دیگر احادیث نقل کرتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے شہد کا دسواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (بطور زکوٰۃ) پیش کیا، دراصل انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ”سلبہ“ نامی وادی ان کے لیے محفوظ کر دی جائے، پس آپ ﷺ نے اس وادی کو ان کے لیے خاص قرار دیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو سفیان بن وہب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ان کے نام ایک تحریر لکھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا: وہ شہد کا جو دسواں حصہ رسول اللہ ﷺ کو بطور زکوٰۃ دیا کرتے تھے، اگر وہ دیتے رہیں تو ان کے لیے اس وادی کو محفوظ کیے رکھو، ورنہ یہ بارش کی وجہ سے پیدا ہونے والا شہد ہے، جو چاہتا ہے، اس کو کھا سکتا ہے۔ (ابوداؤد: ۱۶۰۰، نسائی: ۲۴۹۹، ابن ماجہ: ۱۸۲۴)

سنن ابوداؤد (۱۶۰۱) کی روایت کی میں ہے: (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد) وہ لوگ اسی حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے رہے، جس حساب سے رسول اللہ ﷺ کو زکوٰۃ دیا کرتے تھے، اس لیے سفیان بن وہب نے دو وادیوں کو ان کے لیے محفوظ کر دیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کے بارے میں فرمایا: ((فِي كُلِّ عَشْرَةِ أَزْقَاقٍ زَقٌّ))..... ”ہر دس مشکوں میں ایک مشک (زکوٰۃ) ہے۔“ (ترمذی: ۶۶۹) ان روایات سے معلوم ہوا کہ شہد میں اس وقت زکوٰۃ ادا کی جائے گی، جب حاکم کی طرف سے شہد والا کوئی خاص علاقہ کسی ایک شخص کے نام محفوظ کر دیا جائے گا، بصورتِ دیگر شہد پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، امام احمد شہد میں دسویں حصے زکوٰۃ کے قائل تھے۔

زَكُوَّةُ الْحُلِيِّ

زیورات کی زکوٰۃ کا بیان

(۳۴۲۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ اِمْرَأَتَانِ فِي أَيْدِيهِمَا أَسَاوِرُ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَتَحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَسَاوِرَ مِنْ نَارٍ؟)) قَالَتَا: لَا، قَالَ: ((فَأَدِيَا حَقَّ هَذَا الَّذِي فِي أَيْدِيَكُمَا.)) (مسند احمد: ۶۶۶۷)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو عورتیں نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟“ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر اس زیور کا حق (زکوٰۃ) ادا کیا کرو جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔“

(۳۴۲۳) تخریج: حدیث حسن۔ آخرجہ ابوداؤد: ۱۵۶۳، والترمذی: ۶۳۷، والنسائی: ۵/ ۳۸ (انظر: ۶۶۶۷)
(۳۴۲۴) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف علی بن عاصم الواسطی وشہر بن حوشب۔ آخرجہ الطبرانی فی ”الکبیر“: ۲۴ (۴۳۱) (انظر: ۲۷۶۱۴)

(۳۴۲۴) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ: سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہے: میں اور میری خالہ ہم دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْنَا دُونِ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، جبکہ ہم نے سونے کے ننگن بھی پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا: ”کیا تم اس زیور کی زکوٰۃ ادا کیا کرتی ہو؟“ ہم نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض آگ کے ننگن پہنائے، اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔“

فوائد: عبد اللہ بن شداد بن ہاد کہتے ہیں: ہم سیدہ زوجہ رسول عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھ کر فرمایا: ”عائشہ! یہ کیا ہیں؟“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ تیار کیے ہیں، تاکہ آپ کے لیے زینت اختیار کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟“ میں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تجھے جہنم کے لیے یہی چیز کافی ہے۔“ (ابوداؤد: ۱۵۶۵) اس باب کی دوسری حدیث بھی ان شواہد کی روشنی میں قابل حجت معلوم ہوتی ہے، سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب اور شرح پر پہلے بحث ہو چکی ہے، اصل معیار وہی نصاب اور شرح ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سونا اور چاندی ڈلی کی صورت میں پڑا ہو یا زیورات میں ڈھلا ہوا ہو، وہ استعمال کیا جا رہا ہو یا نہ کیا جا رہا ہو۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ صرف سونے اور چاندی کے زیورات پر واجب ہے، ان کے علاوہ دیگر قیمتی دھاتوں اور پتھروں کے بنے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے، اگرچہ ان کی قیمت سونے سے بھی زیادہ ہو۔

الرِّكَازُ وَالْمَعْدِنُ

رِکاز اور کان کی زکوٰۃ کا بیان

(۳۴۲۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ قَدْ خَلَّ صَاحِبٌ لَنَا إِلَى خَرِيبَةٍ، يَقْضِي حَاجَتَهُ، فَتَنَاولَ لَبَنَةً لَيْسَتْ طَيِّبَةً بِهَا فَانْهَارَتْ عَلَيْهِ تَبَرًا، فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، قَالَ: زِنْهَا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، ہمارا ایک ساتھی قضاے حاجت کے لئے ایک ویرانے کی طرف گیا، جب اس نے استنجاء کرنے کے لئے ایک اینٹ اٹھائی تو اسے وہاں سے سونے کی ایک ڈلی ملی، اس نے وہ اٹھالی اور اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اور ساری بات آپ ﷺ کو بتلا دی،

(۳۴۲۵) تخريج: اسنادہ ضعیف لضعف عبد الرحمن بن زيد۔ أخرجه البزار ۸۹۳، والبيهقي: ۴ / ۱۵۵ (انظر: ۱۲۲۹۸)

فَوَزَنَهَا، فَإِذَا مِثْقَا دِرْهَمٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا وزن کرو۔" اس نے وزن کیا تو هَذَا رِكَازٌ، وَفِيهِ الْخُمْسُ۔ (مسند احمد: ۱۲۳۲۳) وہ دوسو درہم کی ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یہ رکاز ہے اور اس میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔"

فوائد:..... رکاز کی تعریف میں اختلاف پایا جاتا ہے: جمہور، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس سے مراد دورِ جاہلیت کا زمین میں مدفون خزانہ ہے، جو بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ثوری کے نزدیک اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا زمین میں پیدا کیا ہوا اصلی حالت میں معدنیات کا ذخیرہ ہے۔ ابن اثیر اور صاحب قاموس نے رکاز کے یہ دونوں معانی ذکر کیے ہیں، ظاہر بات ہے کہ کسی ایک معنی کا تعین کرنا ضروری ہے۔ جمہور کا مسلک رائج معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے کہا: لغت میں دونوں معنی مراد ہیں، لیکن شرعاً صرف جاہلیت کا دھنیہ مراد ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ (تمام المنۃ: ص ۳۷۶) تیسرے نمبر پر آنے والی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴۲۶) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا أَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ؟)) فَقَالَ: نَعَمْ۔ (مسند احمد: ۱۴۶۵۷)

ابو زبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ "رکاز میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے؟" انہوں نے کہا: جی ہاں۔

(۳۴۲۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔ (مسند احمد: ۲۸۷۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کنواں رائیگاں ہے، کان ضائع ہے اور جانور بھی رائیگاں ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔"

(۳۴۲۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((الْبُئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْعَجَمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔)) (مسند احمد: ۷۱۲۰)

(۳۴۲۶) تخریج: صحیح لغیرہ، و هذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة، (انظر: ۱۴۶۰۳)

(۳۴۲۷) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه ابن ابی شیبۃ: ۳/ ۲۲۵، والطبرانی: ۱۱۷۲۶ (انظر: ۲۸۷۰)

(۳۴۲۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۳۵۵، ومسلم: ۱۷۱۰ (انظر: ۷۱۲۰)

فوائد: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے اگر کسی آدمی کو کسی کے کنویں، کان اور چوپائے سے کوئی نقصان پہنچ جائے، جبکہ اصل مالک کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، تو وہ مالک اس کے نقصان سے بری ہوگا۔

صحیح بخاری کی حدیث (۱۳۹۹) میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

(الْعَجَمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبُتْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔)

اس مسلک کی تائید کرتے ہوئے کہ رکاز اور کان میں فرق ہے، شارح ابوداؤد امام عظیم آبادی کہتے ہیں: نبی کریم کے الفاظ ”وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ“ (کان ضائع ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔) میں ”الْمَعْدِنُ“ پر ”الرِّكَازُ“ کا عطف ڈالا گیا اور دونوں کا علیحدہ علیحدہ حکم بیان کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک کان، رکاز نہیں ہے، بلکہ یہ دو مختلف اور متغایر چیزیں ہیں۔ اگر کان، رکاز ہی ہوتی تو حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہوتے: ”وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِيهِ الْخُمْسُ“۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ نہیں کہے گئے، اس لیے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ رکاز اور کان دو الگ الگ چیزیں ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: نبی کریم ﷺ کا داؤد عاطفہ کے ذریعے کان اور رکاز میں فرق کرنا، اس میں جمہور کے حق میں دلیل پائی جاتی ہے، سو ثابت ہوا کہ کان اور چیز ہے اور رکاز اور چیز ہے۔ (عون المعبود: ۲/۱۳۹۷)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رکاز میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ رہا مسئلہ کان کا، تو اس کے بارے میں کسی صحیح حدیث کی روشنی میں کوئی خاص حکم نہیں ہے، جو چیز کان سے نکلے گی، اس کو دیکھ کر اس کی زکوٰۃ کا فیصلہ کیا جائے، لیکن اس پر ایک سال کے گزر جانے کی شرط بھی ہوگی۔



أَبْوَابُ إِخْرَاجِ الزَّكَاةِ زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ابواب

الْمُبَادَرَةُ إِلَى إِخْرَاجِهَا وَتَعْجِيلُهَا قَبْلَ حُلُولِهَا وَدَعَاءُ الْإِمَامِ لِمُعْطِيهَا
زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنے، وقت سے پہلے ادا کر دینے اور امام کا زکوٰۃ دینے والے کے حق میں
دعا کرنے کا بیان

(۳۴۲۹) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا، فَدَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وَجْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَاجِبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، قَالَ: ((ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تَبْرًا عِنْدَنَا فَكَّرِهُتُ أَنْ يُنْسِيَ أَوْ يَبِيتَ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقَسْمِهِ.)) (مسند احمد: ۱۹۶۴۶)

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی، سلام کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اٹھ کر اپنی ایک بیوی کے گھر تشریف لے گئے اور پھر واپس آ گئے، آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ لوگوں کو آپ ﷺ کی جلدی کی وجہ سے تعجب ہوا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ”دوران نماز مجھے یاد آیا کہ ہمارے ہاں سونے کی ایک ڈلی موجود ہے، مجھے یہ ناپسند لگا کہ شام ہو جائے یا رات گزر جائے اور یہ ہمارے پاس ہی ہو، اس لیے میں اسے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں۔“

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر کے امور سرانجام دینے میں جلدی کرنی چاہیے، اس طرح سے بندہ پہلی فرصت میں اپنی ذمہ داری سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے، دوسروں کی ضرورت جلدی پوری ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ کے نال مثل سے بھی انسان محفوظ رہ جاتا ہے اور آفات اور موانع کے درپے ہو جانے کا خطرہ بھی ٹل جاتا ہے۔

(۳۴۳۰) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي النَّبْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ سَيِّئَةٍ أَوْ يَبِيتَ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقَسْمِهِ.)) (مسند احمد: ۱۹۶۴۶)

سیدنا علی بن ابی النبت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا فرض ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا

(۳۴۲۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۸۵۱، ۱۴۳۰، ۱۲۲۱ (انظر: ۱۹۴۲۶)

(۳۴۳۰) اسنادہ حسن۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۲۴، وابن ماجه: ۱۷۹۵، والترمذی: ۶۷۸ (انظر: ۸۲۲)

صَدَقْتَهُ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي كِي جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے
ذَلِكَ۔ (مسند احمد: ۸۲۲) دی۔

فوائد:..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ وقت سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے۔

(۳۴۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ عَمَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا نَقَمَ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا فَقَدْ احْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهُوَ عَلَيَّ وَمِثْلَهَا.)) ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنُوا أَبِيهِ.)) (مسند احمد: ۸۲۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا، انہوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتلایا کہ سیدنا ابن جمیل، سیدنا خالد بن ولید اور آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابن جمیل نے تو انکار نہیں کیا مگر اس وجہ سے کہ وہ پہلے تنگ دست تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے خوشحال کر دیا ہے، البتہ تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زیادتی کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور (سارا جنگی سامان) اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، اور رہا مسئلہ عباس رضی اللہ عنہ کا تو ان کے حصے کی زکوٰۃ، بلکہ ایک گنا مزید مجھ پر ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ انسان کا چچا اس کے والد کی مانند ہوتا ہے۔“

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین افراد کے بارے میں یہ شکایت کی کہ انھوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں جو جوابات دیئے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابن جمیل رضی اللہ عنہ نے نعمت کی قدر نہیں کی اور احسان کے مقابلے میں انھوں نے اچھا کردار پیش نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف سیدنا ابن جمیل رضی اللہ عنہ کی مذمت کرنے پر اکتفا کیوں کیا اور عملاً ان سے زکوٰۃ وصول کیوں نہیں کی، حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تک ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے متعلقہ یہ بات سن کر خود باز آ گئے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ رہا مسئلہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا تو ان کے بارے میں راجح قول کے مطابق دو تادیلوں کا امکان ہے: (۱) آپ ﷺ نے خود ذمہ داری قبول کر لی، آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انھوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی، لیکن اب میں اس کی ضمانت دیتا ہوں، کیونکہ وہ میرے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (۲) آپ ﷺ نے کسی ضرورت کی وجہ سے سیدنا

عباس رضی اللہ عنہ سے وقت سے پہلے دو سالوں کی زکوٰۃ لے لی تھی، لیکن اس تاویل پر دلالت کرنے والی جتنی احادیث ہیں، ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی ضعف پایا جاتا ہے، اگر تمام سندوں کے مجموعہ کو دیکھا جائے تو دوسری تاویل قوی معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے فتح الباری: ۳/۳۲۶ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کے مطابق سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زکوٰۃ ادا نہ کرنا، اس کی بھی دو تاویلیں ہو سکتی ہیں: (۱) سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی زکوٰۃ کی قیمت سے جہاد کیلئے اسلحہ اور دوسرے آلات حرب خرید لیے تھے، جہاد بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہے، اور اس ضمن میں انھوں نے آپ ﷺ سے اجازت لی ہوگی کہ وہ زکوٰۃ کے معاملے میں اپنا حساب کتاب خود کر لیا کریں گے۔ (۲) سرے سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و متاع اللہ کے راستے میں وقف کر رکھا تھا، لیکن زکوٰۃ لینے والوں کو اس چیز کا علم نہیں تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۴۳۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ: مَا تَرَوْنَ فِي فَضْلِي فَضَّلَ عِنْدَنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَدْ شَغَلْنَاكَ عَنْ أَهْلِكَ وَضَيْعَتِكَ وَتِجَارَتِكَ فَهُوَ لَكَ. فَقَالَ لِي: مَا تَقُولُ أَنْتَ، فَقُلْتُ: قَدْ أَشَارُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ لِي: قُلْ، فَقُلْتُ: لِمَ تَجْعَلُ يَقِينَكَ ظَنًّا، فَقَالَ: لَتَخْرُجَنَّ مِمَّا قُلْتُ، فَقُلْتُ: أَجَلٌ وَاللَّهِ! الْآخِرُ جَنٌّ مِنْهُ أَتَذْكُرُ حِينَ بَعَثَكَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ سَاعِيًا فَاتَيْتَ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَمَنَعَكَ صَدَقَتَهُ فَكَانَ بَيْنَكُمَا شَيْءٌ، فَقُلْتُ لِي: انْطَلِقْ مَعِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْنَاهُ خَائِرًا، فَرَجَعْنَا، ثُمَّ عَدَوْنَا عَلَيْهِ فَوَجَدْنَاهُ طَيِّبَ النَّفْسِ فَأَخْبَرْتَهُ بِالَّذِي صَنَعَ، فَقَالَ لَكَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنُوْا أَبِيهِ)) وَذَكَرْنَا لَهُ الَّذِي رَأَيْنَاهُ مِنْ خُثُورِهِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالَّذِي رَأَيْنَا مِنْ طَيِّبِ نَفْسِهِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: (صدقہ کا) جو مال ہمارے پاس بچ گیا ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم نے آپ کو آپ کے اہل و عیال، کاروبار اور تجارت سے مصروف کر دیا ہے، اس لیے یہ مال آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ (علی) سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: لوگ آپ کو ایک چیز کا اشارہ کر چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا: آپ بھی کچھ کہو۔ میں نے کہا: آپ اپنے یقین کو گمان میں کیوں تبدیل کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: تمہیں کھل کر بات کرنا ہوگی۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، وضاحت سے عرض کرتا ہوں، کیا آپ کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تھا، جب آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور آپ کے اور ان کے درمیان چپقلش بھی ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا: میرے ساتھ نبی کریم ﷺ تک چلو۔ پس ہم گئے لیکن جب ہم نے آپ ﷺ کو پریشان حال دیکھا تو ہم واپس لوٹ گئے، جب ہم دوسرے دن آپ ﷺ کے پاس گئے تو آپ کو ہم نے مطمئن اور

فَقَالَ إِنَّكُمْ أَتَيْتُمَانِي فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ ،
وَقَدْ بَقِيَ عِنْدِي مِنَ الصَّدَقَةِ دِينَارَانِ ،
فَكَانَ الَّذِي رَأَيْتُمَا مِنْ خُثُورِي لَهُ ،
وَأَتَيْتُمَانِي الْيَوْمَ وَقَدْ وَجَّهْتُهُمَا غَدًا ،
فَذَلِكَ الَّذِي رَأَيْتُمَا مِنْ طِيبِ نَفْسِي ،
فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقْتَ وَاللَّهِ ، لَا شُكْرَنَّا
لَكَ الْأُولَى وَالْآخِرَةَ - (مسند احمد: ۷۲۵)

خوش گوار پایا۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی
بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”چچا والد کی ہی مانند ہوتا
ہے۔“ پھر ہم نے آپ ﷺ سے پہلے دن کی پریشانی اور
دوسرے دن کی خوشگوار کی ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا
تھا: ”جب تم کل میرے پاس آئے تھے تو اس وقت میرے
پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے، میں ان کی وجہ سے
پریشان تھا، جبکہ آج صبح ہی میں ان کو تقسیم کر چکا تھا، اس لیے
تمہاری آمد پر خوش گوار اور مطمئن لگ رہا ہوں۔“ یہ سن کر
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے بالکل درست کہا،
میں اول و آخر آپ کا شکر گزار ہوں۔

فوائد:..... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو تو اس وقت تک انشراح صدر نہیں ہوا تھا، جب
تک آپ ﷺ کے پاس دو دینار باقی تھے، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی زیب دیتا تھا کہ وہ اس معاملے میں رسول
اللہ ﷺ کی اقتدا کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ”میں اول و آخر آپ کا شکر گزار ہوں۔“ اس قول
میں ”اول“ سے مراد یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ بقیہ مال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی اپنے پاس رکھ لیں
اور ”آخر“ سے مراد یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک دلیل بیان کرنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی دو
دیناروں والی بات یاد کرادی۔ اس حدیث مبارکہ سے مسئول لوگوں کو اپنی ذمہ داری کا اندازہ لگا لینا چاہیے، چہ جائیکہ وہ
ایسی امانتوں کو ذاتی جائیداد کی طرح ہڑپ کر جائیں۔

(۳۴۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ
بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدًا عِنْدِي ذَهَبًا لَا خَبِثَتْ أَنْ لَا
يَأْتِيَهُ عَلَى ثَلَاثِ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ ،
أَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنِّي ، لَيْسَ شَيْئًا أَرُصُّهُ فِي
دِينٍ عَلَيَّ -)) (مسند احمد: ۸۱۸۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد کی جان
ہے! اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور مجھ سے قبول
کرنے والے مستحق لوگ بھی دستیاب ہوں تو میں چاہوں گا کہ
تین راتوں سے پہلے پہلے وہ سارا خرچ کر دوں اور میرے
پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی نہ رہے، ماسوائے اس
کے کہ میں جس کو اپنا قرضہ اتارنے کے لئے بچا رکھوں۔“

فوائد:..... اس میں خیر و بھلائی کے امور میں پہلی فرصت میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(۳۴۳۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِصَدَقَةٍ قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ)) وَإِنْ أَبِي أَتَاهُ بِصَدَقَةٍ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى)) (مسند احمد: ۱۹۳۴۶)

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، جو درخت والے (یعنی بیعت رضوان کرنے والے) صحابہ کرام میں سے تھے، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صدقہ لے کر آتا تو آپ ﷺ اس کے حق میں یوں دعا فرماتے: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔" (اے اللہ! تو ان پر رحم فرما۔) میرے والد بھی صدقہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں یوں دعا دی: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔" (اے اللہ! تو ابواوفی کی آل پر رحم فرما۔)

(۳۴۳۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَوْفَى يَقُولُ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ مَالِهِ صَلَّى عَلَيْهِ فَاتَيْتُهُ بِصَدَقَةٍ مَالِ أَبِي فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى)) (مسند احمد: ۱۹۳۲۱)

(دوسری سند) ویکھتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتا تو آپ ﷺ اس کے حق میں رحمت کی دعا کرتے، ایک دن میں بھی اپنے والد کے مال کی زکوٰۃ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے یوں دعا دی: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔" (یا اللہ! تو ابواوفی کی آل پر رحم فرما۔)

نوائد: معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی صدقہ اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرے تو وصول کرنے والے کو اس کے حق میں رحمت و برکت کی دعا کرنی چاہئے، اس سے اس کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔

مَنْ دَفَعَ صَدَقَتَهُ إِلَى مَنْ ظَنَّ مِنْ أَهْلِهَا فَبَانَ غَيْرُ ذَلِكَ
اس امر کا بیان کہ انسان کسی کو مستحق سمجھ کر صدقہ ادا کر دے،
لیکن بعد میں پتہ چلے کہ وہ صدقہ کا مستحق نہ تھا

(۳۴۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی نے کہا: میں آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا،

(۳۴۳۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۹۷، ۴۱۶۶، ومسلم: ۱۰۷۸ (انظر: ۱۹۱۳۳)

(۳۴۳۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۳۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۲۱، ومسلم: ۱۰۲۲ (انظر: ۸۲۸۲)

پس وہ صدقہ لے کر نکلا اور (لا علمی میں) ایک زانی عورت کو دے آیا، صبح کو لوگوں نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا، اس نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ وہ آج رات ضرور صدقہ کرے گا (تاکہ کسی حقدا تک پہنچ سکے۔) چنانچہ اس نے صدقہ تو نکالا، لیکن لا علمی میں ایک چور کو دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگ یہ کہنے لگے کہ آج رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا، اس نے پھر سوچا کہ وہ آج رات پھر صدقہ کرے گا۔ چنانچہ وہ صدقہ لے کر گیا اور لا علمی میں ایک دولت مند کو دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا: آج رات ایک دولت مند کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا: ہر حال میں اللہ کا شکر ہے، چور پر، زانی عورت پر اور غنی پر صدقہ کر دیا۔ پھر کسی نے آکر اسے بتایا (ممکن ہے اسے خواب میں یہ کہا گیا ہو) تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے، زانیہ کو صدقہ دینے سے ممکن ہے کہ وہ پاکدامن بن جائے، اسی طرح ممکن ہے کہ چور چوری سے رک جائے اور غنی سبق حاصل کر لے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے خرچ کرے۔“

فوائد:..... معلوم ہوا کہ جب صدقہ کرنے والے کی نیت خالص ہو تو اس کا صدقہ قبول ہو جائے گا، اگرچہ وہ اپنے محل تک نہ پہنچ پائے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: (اس حدیث میں ان امور کا بیان ہے: مخفی صدقے کی فضیلت، اخلاص کی فضیلت، جہالت کی وجہ سے صدقے کا مصرف ٹھیک نہ ہو تو دوبارہ صدقہ کرنے کا استحباب، ظاہری حالات کو دیکھ کر حکم لگانا، الا یہ کہ اس کے الٹ ثابت ہو جائے۔ (فتح الباری: ۳/۳۷۱)

بَرَاءَةُ رَبِّ الْمَالِ بِدْفِعِ الزَّكَاةِ إِلَى الْمُصَدِّقِ وَإِنْ أَسَاءَ التَّصَرُّفُ فِيهَا
زکوٰۃ کے عامل کو زکوٰۃ دے دینے سے مالک بری الذمہ ہو جاتا ہے،
خواہ وہ نمائندہ اس میں ناجائز تصرف کرے

(۳۴۳۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: سَيِّدَانِ ابْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ كَا بَيَانِ هِيَ كَهْ نَوْتِمِيمِ كَا اِيكِ آدَى

(۳۴۳۷) تخریج: رجالہ ثقات رجال الشیخین، لکن قیل فی روایۃ سعید بن ابی ہلال عن انس: انہا مرسلۃ۔ أخرجه الحاكم: ۲/۳۶۰ (انظر: ۱۲۳۹۴)

اَتَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: حَسْبِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِذَا أَدَيْتُ الزَّكَاةَ إِلَى رَسُولِكَ فَقَدْ بَرَّتُ مِنْهَا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَعَمْ، إِذَا أَدَيْتَهَا إِلَى رَسُولِي فَقَدْ بَرَّتَ مِنْهَا، فَلَكَ أَجْرُهَا وَإِثْمُهَا عَلَى مَنْ بَدَّلَهَا.)) (مسند احمد: ۱۲۴۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جب میں آپ ﷺ کے مقرر کردہ نمائندے کو زکوٰۃ ادا کروں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بری ہو جاؤں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں، جب تم میرے نمائندے کو زکوٰۃ ادا کر دو گے تو تمہاری ذمہ داری پوری ہو جائے گی اور تمہیں اس کا اجر ملے گا، البتہ اس میں جو آدمی تبدیلی (کرتے ہوئے ناجائز تصرف) کرے گا، وہ گنہگار ہوگا۔“

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی خلیفہ وقت یا اس کے قاصد کو زکوٰۃ دے دے تو وہ اس فرض سے بری الذمہ ہو جائے گا، اگر خلاف توقع ایسا ذمہ دار خیانت کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا، زکوٰۃ دینے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ہوگا۔ لیکن یہ اصول اس وقت ہے جب قاصد وغیرہ کی امانت کے بارے میں حسن ظن ہو، ورنہ استطاعت کے مطابق مالدار کو چاہیے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کی رقم خود مستحق لوگوں تک پہنچا دے، لیکن ایسا کرنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی بڑا فساد لازم نہ آئے۔

(۳۴۳۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ وَتَرَوْنَ أَثَرَهُ)) قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَمَا يَصْنَعُ مَنْ أَذْرَكَ ذَلِكَ مَنًّا؟ قَالَ: ((أَدُوا الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَسَلُّوا اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ.)) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوا لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَهُ وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا.)) قَالَ: قَالُوا: فُلْنَا: مَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ((أَدُوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُّوا اللَّهَ حَقَّكُمْ.))

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں گے جو دوسروں کو تم پر ترجیح دیں گے۔“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے جو آدمی ایسی صورت حال کو پائے، وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس حق کو ادا کرنا جو تم پر ہے اور اپنے حق کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرنا۔“ ایک روایت میں ہے: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی اور برے امور بھی تمہیں نظر آئیں گے۔“ ہم نے کہا: ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ان (حکمرانوں) کا حق ادا کرنا اور اپنے حق کا سوال اللہ تعالیٰ سے

(مسند احمد: ۳۶۴۱)

کرنا۔“

فوائد:..... جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جب زکوٰۃ ظالم حکمرانوں کے سپرد کر دی جائے گی تو رب المال بری و الذمہ ہو جائے گا اور اس کا فرض ساقط ہو جائے گا۔

الرَّفَقُ بِرَبِّ الْمَالِ وَأَمْرُ الْمُصَدِّقِ بِالذَّهَابِ إِلَيْهِ وَعَدَمُ التَّعَدِّي عَلَيْهِ
مالک کے ساتھ نرمی کرنے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے نمائندے کا خود اس کی طرف چلے جانے اور
اس پر زیادتی نہ کرنے کا بیان

(۳۴۳۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مِيَاهِهِمْ.)) (مسند احمد: ۶۷۳۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانوں سے زکوٰۃ ان کے اپنے ٹھکانوں پر ہی وصول کی جائے۔“

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ساعی اور عامل کو زکوٰۃ لینے کے لیے مالک کے مقام پر جانے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے اور اسی میں مالکوں کے لیے آسانی اور سہولت ہے۔

(۳۴۴۰) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا جَلْبَ، وَلَا جَنْبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دِيَارِهِمْ.)) (مسند احمد: ۶۶۹۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(زکوٰۃ کے معاملے میں) ”جَلْبَ“ ہے نہ ”جَنْبَ“، نیز مسلمانوں سے زکوٰۃ صرف ان کی رہائش گاہوں پر وصول کی جائے۔“

فوائد:..... اس حدیث کا مقصود وہی مسئلہ بیان کرنا ہے، جو حدیث نمبر (۳۴۳۹) میں بیان ہو چکا ہے، مشکل الفاظ کی وضاحت اس طرح ہے: ”لَا جَلْبَ“: اس کا مفہوم یہ ہے کہ جانوروں کو صدقہ لینے والے کی طرف نہ لایا جائے، بلکہ عامل کو چاہیے کہ جانوروں کے محل کی طرف جائے۔

”لَا جَنْبَ“: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ صدقہ لینے والے، مالکوں سے دور کسی مقام پر بیٹھ جائے اور جانوروں کو اس کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہ حساب کر کے زکوٰۃ وصول کرے۔ ابواب و احادیث کی مناسبت سے اس مقام پر ان الفاظ کا یہی مفہوم بنتا ہے۔

(۳۴۳۹) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه الطيالسي: ۲۲۶۴ (انظر: ۶۷۳۰)

(۳۴۴۰) تخریج: صحيح، وهذا اسناد حسن۔ أخرجه البيهقي: ۸ / ۲۹ (انظر: ۶۶۹۲)

(۳۴۴۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا صَدَقَةُ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: ((كَذَا وَكَذَا.)) قَالَ: فَإِنْ فَلَانَا تَعْدَى عَلَيَّ، قَالَ: فَنَظَرُوهُ فَوَجَدُوهُ قَدْ تَعْدَى عَلَيْهِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَكَيْفَ بِكُمْ إِذَا سَعَى مَنْ يَتَعَدَّى عَلَيْكُمْ أَشَدَّ مِنْ هَذَا التَّعَدَّى.)) (مسند احمد: ۲۷۱۰۹)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے آکر دریافت کیا: اتنے مال کی زکوٰۃ کتنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اتنی اتنی۔“ اس نے کہا: تو پھر فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھ سے زیادہ زکوٰۃ وصول کی۔ پھر جب انھوں نے پڑتال کی تو دیکھا کہ اس نے واقعی ایک صاع کی مقدار زیادتی کی تھی، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے حکمران تم پر اس سے بڑھ کر زیادتی کریں گے۔“

فوائد: نبی کریم ﷺ کے عالمین، عدل و انصاف اور حکم نبوی کے پابند تھے، ماپ تول کی وجہ سے ایک صاع کی کمی بیشی کا فرق آسکتا ہے، یقیناً اتنی مقدار کو زیادتی نہیں کہا جاسکتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے آنے والے امراء کے بارے میں جو پیشین گوئی کی ہے، وہ تو اس طرح پوری ہوئی کہ حکمران طبقے نے واضح طور پر ناجائز صورتوں کے ذریعے عوام کا روپیہ پیسہ بٹورنا شروع کر دیا اور ٹیکسوں اور دوسرے مختلف ناموں کے ذریعے اپنے رعایا کے مال و دولت کے ساتھ برا سلوک کیا۔

رِضَاءُ الْمُصَدِّقِ زکوٰۃ وصول کنندہ کو راضی کرنا

(۳۴۴۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ الْغُبَسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! يَا تُبَيِّنَا نَاسٌ مِنْ مُصَدِّقِكَ يَظْلِمُونَا، قَالَ: ((أَرْضُوا مُصَدِّقَكُمْ.)) قَالُوا: وَإِنْ ظَلَمَ؟ قَالَ: ((أَرْضُوا مُصَدِّقَكُمْ.)) قَالَ جَرِيرٌ: فَمَا

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: کچھ بدو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ کے زکوٰۃ کے نمائندے (زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں) ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم انہیں راضی کیا کرو۔“ ان لوگوں نے کہا: خواہ وہ ظلم ہی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس تم انہیں راضی کیا کرو۔“ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب سے نبی کریم

(۳۴۴۱) القاسم بن عوف الشيباني ضعيف يعتبر به في المتابعات والشواهد فقط - أخرجه مطولا ابن خزيمة: ۲۳۳۶، وابن حبان: ۳۱۹۳، والحاكم: ۱/ ۴۰۴، والبيهقي: ۴/ ۱۳۷ (انظر: ۲۶۵۷۴) (۳۴۴۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۹۸۹ (انظر: ۱۹۲۰۷)

صَدَرَ عَنِّي مُصَدِّقٌ مِّنْهُ سَمِعْتُهَا مِنْ نَّبِيِّ اللَّهِ ﷺ إِلَّا وَهُوَ عَنِّي رَاضٍ - (مسند - گیا ہے۔

احمد: ۱۹۴۲۰)

فوائد: ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”(أَرْضُوا مُصَدِّقَكُمْ وَإِنْ ظَلِمْتُمْ)“ (تم صدقہ لینے والوں کو راضی کرو، اگرچہ تم پر ظلم کیا جا رہا ہو۔) اس حدیث کا کیا مفہوم ہوا کہ اگر زکوٰۃ کا عامل، رب المال پر ظلم بھی کر رہا ہو تو تب بھی وہ خاموش رہے اور زائد مقدار ادا کرے؟ جواب! گزارش ہے کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی زیادہ سے زیادہ دو تاویلیں ممکن ہیں:

(۱) دراصل عہد نبوی میں عاملین زکوٰۃ پوری مقدار کے ساتھ ہی زکوٰۃ وصول کرتے تھے، بعض لوگوں کو یہ مقدار زیادہ معلوم ہوتی تھی اور وہ اس کو ظلم سے تعبیر کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ظلم بھی ہو رہا ہو، تب بھی رعایا کو چاہیے کہ وہ عاملین کی خواہش کو پورا کریں۔

(۲) حقیقت میں ظلم سے مراد ظلم ہی ہے، لیکن آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ایسے معاملات میں رعایا کو چاہیے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے سرکاری عامل کے مقدار و معیار کا لحاظ رکھے، ان کے ساتھ مناقشہ نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے اور معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ پچھلے باب میں مذکورہ احادیث سے دوسری تاویل کی تائید ہوتی ہے۔

(۳۴۴۲م) قَالَ: وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُحْرِمِ الرِّفْقَ يُحْرِمِ الْخَيْرَ)) (مسند احمد: خیر سے محروم ہے۔ وہ (ہر) خیر سے محروم ہے۔)

(۱۹۴۲۱)

فوائد: یہ حدیث بھی چونکہ اسی سند کے ساتھ مروی تھی، اس لیے اس کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے، نرمی کو مسلمان کے حق میں نفع بخش، دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کا ضامن، اعمالِ خیر کی زینت اور جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے دور رہنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ نرمی ایسا زیور ہے کہ اس سے متعصّف شخص لوگوں میں بھی ہر و لعزیز اور مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محبوب ہو جاتا ہے، نرمی جیسی صفت صبر و حلم، تحمل و برداشت اور غنودہ رگزر کو جنم دیتی ہے کہ جن کی بنا پر دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، نرمی حکیم اور دانا لوگوں کی صفت ہے، وہ اس کی روشنی میں ہر انسان سے پیش آتے ہیں۔ جبکہ نرمی سے محروم آدمی لوگوں کی نگاہوں میں بھی معیوب چیز کی طرح حقیر ہو جاتا ہے اور عند اللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

(۲۴۴۳) عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لِيَصْدُرَ الْمُصَدِّقُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ-)) (وَفِي لَفْظٍ: ((لِيَصْدُرَ الْمُصَدِّقُ مِنْ عِنْدِكُمْ وَهُوَ رَاضٍ-)) (مسند احمد: ۱۹۴۰۱)

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زکوٰۃ کا نمائندہ تم لوگوں سے راضی ہو کر واپس جانا چاہیے۔“

کَرَاهَةُ تَيْسُمِ الْخَبِيثِ وَدَفْعُهُ فِي الصَّدَقَةِ وَفَضْلُ الصَّدَقَةِ بِالطَّيِّبِ
حقیر قسم کی چیز کا قصد کرنے اور اس کا صدقہ کرنے کی کراہت اور عمدہ چیز کا صدقہ کرنے کی فضیلت کی بیان

(۳۴۴۴) عَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ الْعَصَا وَفِي الْمَسْجِدِ أَقْنَاءٌ مُعَلَّقَةٌ فِيهَا قِنُوفٌ فِيهِ حَشَفٌ، فَغَمَزَ الْقِنُوفَ بِالْعَصَا الَّتِي فِي يَدِهِ، قَالَ: ((لَوْ شَاءَ رَبُّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبِ مِنْهَا، إِنَّ رَبَّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ لَيَأْكُلُ الْحَشَفَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ-)) قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: ((أَمَّا وَاللَّهِ! يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ! لَتَدْعُنَّهَا أَرْبَعِينَ عَامًا لِلْعَوَافِي-)) قَالَ: فَقُلْتُ: اللَّهُ أَغْلَمُ قَالَ: يَعْنِي الطَّيْرَ وَالسَّبَاعَ، قَالَ: وَكُنَّا نَقُولُ: إِنَّ هَذَا الَّذِي تُسَمِّيهِ الْعَجْمُ هِيَ الْكَرَاحِيُّ- (مسند احمد: ۲۴۴۷۶)

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لاشی بھی تھی، ادھر مسجد میں کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، ان میں سے ایک خوشے میں خشک اور ردی قسم کی کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے لاشی اس خوشے پر ماری اور فرمایا: ”اگر یہ خوشہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے عمدہ صدقہ کر سکتا تھا، یہ آدمی قیامت کے دن بھی ناکارہ کھجوریں ہی کھائے گا۔“ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”اے اہل مدینہ! ایک زمانہ آئے گا کہ تم اس شہر کو چالیس سال تک کے لئے پرندوں اور درندوں کے لئے چھوڑ جاؤ گے۔“ راوی کہتا ہے: میں نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس نے کہا کہ آپ ﷺ کی (عوفی سے مراد) پرندے اور درندے تھے۔ ہم کہتے تھے: بیشک یہ وہی چیز ہوتی ہے، جس کو عجمی لوگ ”کراچی“ کہتے ہیں۔

فوائد:..... اس سے زیادہ واضح اور سبق آموز حدیث درج ذیل ہے: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب کھجوروں کی کٹائی کا موسم ہوتا تو انصاری لوگ کھجوروں کے گچھے لاتے اور مسجد نبوی میں دوستوں کے ساتھ بندھی

(۲۴۴۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۹۸۹ (انظر: ۱۹۱۸۷)

(۳۴۴۴) اسنادہ حسن۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۰۸، والنسائی: ۵/۴۳، ابن ماجه: ۱۸۲۱ (انظر: ۲۳۹۷۶)

ہوئی ری پر لٹکا دیتے، تاکہ فقیر مہاجرین کھالیں، ایسے میں بعض انصاری اس طرح کرتے کہ خشک اور رزوی کھجوروں والے خوشے اس نیت سے لے آتے کہ بہت سارے دوسرے خوشوں میں اس طرح کے گچھے لٹکا دینا بھی جائز ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا الْغَيْبَ مِنْهُ تَنْفِقُونَ﴾ رزوی کھجوروں کو خرچ کرنے کا قصد نہ کرو، ﴿وَلَسْتُمْ بِأَخِيذِهِ إِلَّا أَنْ تُغْضُوا فِيهِ﴾ اگر خود تم لوگوں کو ایسی چیز بطور تحفہ دی جاتی تو تم نے قبول نہیں کرنی تھی، البتہ اپنے ساتھی سے شرماتے ہوئے لے لینی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تم کو اس بات پر غصہ بھی آتا تھا کہ اس نے ایسی چیز کیوں بھیجی ہے، جس کی تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے، ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات سے بے پرواہ ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۸۲۲)

پوری آیت یوں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَتَّبِعُوا الْغَيْبَ مِنْهُ تَنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِأَخِيذِهِ إِلَّا أَنْ تُغْضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (سورہ بقرہ: ۲۶۷)..... ”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان میں سے رزوی چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔“ قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے راستے میں اچھی اور قیمتی چیز خرچ کرنے کے لیے عیب قسم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی اور رغبت چاہیے، شاید اس چیز کو لفظوں میں بیان نہ کیا جاسکتا ہے، آپ غور کریں کہ جب ہم اپنے کسی دوست یا معرفت والے آدمی کو کوئی تحفہ دینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کس قدر سوچتے ہیں، مختلف چیزوں میں سے کیسی کیسی چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں، اس میں ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ آدمی راضی ہو جائے، درج ذیل مثال پر غور کریں۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَوْصِنِي قَالَ: ((أَوْصِيكَ أَنْ تَسْتَحْيِيَ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا تَسْتَحْيِي رَجُلًا مِنْ صَالِحِي قَوْمِكَ۔))

(أحمد في الزهد: ص ۴۶، البيهقي في الشعب: ۲/۴۶۲، صحیحہ: ۷۴۱)

سیدنا سعید بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرم و حیا کر جس طرح تو اپنی قوم کے نیکو کار شخص سے شرماتا ہے۔“ چونکہ انسان طبعی طور پر ظاہر پرست ہے اور غیبی امور پر ایمان لانے کی بہ نسبت موجودہ اور حسی چیزوں کو جلدی تسلیم کرتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کو شرم و حیا کا پیکر بنانے کے لیے حسی چیز کی مثال دی، جس کا ہر کوئی لحاظ کرتا ہے، لیکن آپ ﷺ کا مقصود اللہ تعالیٰ کا پاس و لحاظ کر دانا ہے، جو انسان کے لیے معنوی چیز ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جیسے ہم اپنے بزرگوں کے سامنے کوئی ناشائستہ اور نامناسب حرکت کرنے سے گریز کرتے ہیں، بشرطیکہ کہ ہم ان کو باوقار سمجھ کر ان کے ادب و احترام کے تقاضے پورے کرنے والے

ہوں، یہی معاملہ اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے، جو ہماری حرکات و سکنات سے بخوبی آگاہ ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانا کہ: ”اگر یہ خوشہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے عمدہ صدقہ کر سکتا تھا، یہ آدمی قیامت کے دن بھی ناکارہ کھجوریں ہی کھائے گا۔“ اس میں دوسرے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ”جیسا کرو گے ویسا بھرو گے“، جو آدمی ناقص عمل کرے گا، اس کا بدلہ بھی ویسے ہی ہوگا۔ ”کُرْ حِجِّي“ کی جمع ”کُرْ اَحْسٰی“ ہے، یہ معروف آبی پرندے سارس کو کہتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے آخری حصے کا تعلق آخری زمانہ سے ہے، جس وقت مدینہ منورہ غیر آباد ہو جائے گا، اس کی مزید وضاحت ”فَضَائِلُ الْمَدِينَةِ“ کے ابواب میں آئے گی۔

(۳۴۴۵) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمَلِیحِ یُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِی بَيْتٍ یَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَقْبَلُ صَلَاةَ بِغَیْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ۔)) (مسند احمد: ۲۰۹۸۴)

ابولیح، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گھر میں فرمایا تھا: ”بیشک اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز کو اور خیانت کے مال سے صدقہ کو قبول نہیں کرتا۔“

فوائد:..... صدقہ و خیرات کے لیے کمائی کا حلال ہونا انتہائی ضروری ہے۔

(۳۴۴۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ۵۱۲۳)

سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی روایت بیان کی ہے۔

(۳۴۴۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَصَدَّقَ مِنْ طَیِّبٍ، تَقَبَّلَهَا اللہُ مِنْهُ وَأَخَذَهَا بِیَمِینِهِ وَرَبَّاهَا کَمَا یُرِی بَیْ أَحَدُکُمْ مُهْرَهُ أَوْ فَصِيلَهُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَصَدَّقُ بِاللَّقْمَةِ فَتَرْتَوْا فِی یدِ اللہِ أَوْ قَالَ: فِی کَفِّ اللہِ حَتَّى یَکُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ فَتَصَدَّقُوا۔)) (مسند احمد: ۷۶۲۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ حلال کمائی میں سے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور اس کو دائیں ہاتھ میں لے کر یوں بڑھاتا رہتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی یا اونٹنی یا گائے کے بچے کو پالتا ہے، آدمی تو ایک لقمہ ہی صدقہ کرتا ہے، لیکن وہ اللہ کے ہاتھ (ایک راوی کے بیان کے مطابق اللہ کی تھیلی) میں بڑھتا بڑھتا پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے، پس تم صدقہ کیا کرو۔“

(۳۴۴۵) اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۵۹، وابن ماجه: ۲۷۱، والنسائی: ۵/۵۶، (انظر: ۲۰۷۰۸)

(۳۴۴۶) تخریج: أخرجه مسلم ۲۲۴ (انظر: ۵۱۲۳)

(۳۴۴۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۳۲۱، و مسلم ۱۰۱۴ (انظر: ۷۶۳۴)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ مومن حلال کمائی میں سے جو صدقہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ حلال چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور حلال ہی آسمان کی طرف چڑھتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر یوں بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی کے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ ایک کھجور بڑے پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔“

(۳۴۴۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا طَيِّبًا وَلَا يَصْعَدُ السَّمَاءَ إِلَّا طَيِّبٌ إِلَّا وَهُوَ يَصْعَعُهَا فِي يَدِ الرَّحْمَنِ أَوْ فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ فَيَرْبِّيَهَا لَهُ كَمَا يُرَبِّي أَحَدَكُمْ مَهْرَهُ أَوْ فَلْوَهُ حَتَّى إِنَّ التَّمْرَةَ لَتَكُونُ مِثْلَ الْجَبَلِ الْعَظِيمِ)) (مسند احمد: ۸۳۶۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے بقدر صدقہ کرتا ہے، اور حلال چیز ہی اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول کرتا ہے اور اسے مالک کے لئے یوں بڑھاتا رہتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ ایک کھجور ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔“

(۳۴۴۹) (وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدَلٍ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللَّهِ إِلَّا الطَّيِّبُ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا يَمِينُهُ ثُمَّ يُرَبِّيَهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدَكُمْ فَلْوَهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ)) (مسند احمد: ۸۳۶۳)

فوائد: ان نصوص میں پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنے کی اہمیت کا بیان ہے کہ کھجور کے ایک ایک دانے کا اجر پہاڑوں کی مانند ہوگا۔

تَقْسِيمُ الصَّدَقَةِ وَبَيَانُ الْأَصْنَافِ الثَّمَانِيَةِ صدقات کی تقسیم اور زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا بیان

اللہ تعالیٰ نے خود زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (سورہ توبہ: ۶۰)..... ”صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہروں و مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت

(۳۴۴۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۴۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۳۲۱، و مسلم ۱۰۱۴ (انظر: ۷۶۳۴)

والا ہے۔“ اگلے ابواب میں ان آٹھ مصارف کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے

جَوَازُ اَعْطَاءِ قَوْمٍ وَحِرْمَانِ آخَرِينَ لِمَصْلَحَةٍ يَرَاهَا الْاِمَامُ
حکمران کا کسی مصلحت کی بنا پر بعض لوگوں کو دینا اور بعض کو محروم کر دینا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول

اللہ ﷺ نے کوئی چیز تقسیم کی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے جن لوگوں کو دیا ہے، ان کی بہ نسبت تو دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان لوگوں نے مجھے یوں اختیار دیا ہے کہ وہ یا تو مجھ سے ناروا انداز سے طلب کریں گے یا پھر مجھے بخیل کہیں گے، جبکہ میں بخیل نہیں ہوں۔“

(۳۴۵۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قِسْمَةً، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَغَيْرِهِمْ هُوَ لَأَحَقُّ مِنْهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّهُمْ خَيْرٌ مِنِّي بَيْنَ أَنْ يَسْأَلُونَنِي بِالْفَحْشِ أَوْ يُبْخِلُونَنِي، فَلَسْتُ بِبَاخِلٍ)). (مسند احمد: ۲۳۴)

فوائد: اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں کی بہ نسبت واقعی زیادہ مستحق تو نہیں تھے، لیکن اگر آپ ﷺ ان کو نہ دیتے تو انھوں نے نازیبا انداز میں گفتگو کر کے اصرار کے ساتھ آپ ﷺ سے مطالبہ کرنا تھا اور اگر پھر بھی آپ ﷺ ان کو نہ دیتے تو انھوں نے آپ ﷺ کو بخیل کہہ دینا تھا۔ معلوم ہوا کہ جاہل اور سخت طبیعت لوگوں سے نرمی اور دلجوئی کا معاملہ کرنا چاہیے اور ان کی تالیفِ قلبی کرنی چاہیے، کیونکہ اس میں مصلحت زیادہ ہے، بہر حال اس معاملے میں حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ اسلام کی بڑی منفعتوں کو سامنے رکھ کر تقسیم کار کا کوئی طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد واضح اور اسلام کی نظر میں قابلِ تعریف ہو، عصرِ حاضر میں اس معاملے میں حکمران طبقہ راہِ عدل و انصاف سے بہت دور جا چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں بخیل نہیں ہوں اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھ سے اصرار کے ساتھ سوال کریں اور نہ ملنے پر ترش کلامی اور فحش گوئی پر اتر آئیں۔ اس لیے بہت زیادہ حق دار نہ ہونے کے باوجود میں ان کو مال دے دیتا ہوں۔ (بلوغ المانی)۔ (عبد اللہ رفیق)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنی قوم کے کچھ افراد کے ہمراہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے بنو طی کے ہر ہر فرد کو دو دو ہزار دیئے اور مجھ سے اعراض کیا، پھر میں ان کے سامنے آیا، لیکن انھوں نے بے رخی

(۳۴۵۱) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي أَنْاسٍ مِنْ قَوْمِي فَجَعَلَ يَفْرِضُ لِلرَّجُلِ مِنْ طَبِئِي فِي الْفَقِيرِ وَيُعْرِضُ عَنِّي، قَالَ: فَاسْتَقْبَلْتُهُ

(۳۴۵۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۵۶ (انظر: ۲۳۴)

(۳۴۵۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۳۹۴، ومسلم: ۲۵۲۳ (انظر: ۳۱۶)

اختیار کی، پھر میں بالکل ان کے چہرہ کے سامنے آیا، تب بھی انہوں نے مجھ سے اعراض کیا، بالآخر میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ﷺ مجھے پہچانتے ہیں؟ یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس قدر ہنسے کہ گدی کے بل لیٹ گئے اور پھر فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم! میں تمہیں پہچانتا ہوں، تم اس وقت ایمان لائے تھے جب یہ لوگ کفر پر ڈٹے ہوئے تھے، تم اس وقت اسلام کی طرف متوجہ ہوئے تھے جب ان لوگوں نے پیٹھ کی ہوئی تھی اور تم نے اس وقت وفاداری دکھائی جب یہ لوگ غداری کر رہے تھے، اور میں جانتا ہوں کہ سب سے پہلا صدقہ، جس نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے چہرے روشن کر دیئے تھے، وہ تو عدی کا صدقہ تھا، جو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے، بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عدی سے معذرت کی اور کہا: میں نے ان لوگوں کو اس لئے دیا ہے کہ یہ لوگ آج کل فاقوں سے دو چار ہیں، جبکہ یہ اپنے اپنے قبیلوں کے سردار بھی ہیں اور ان پر کافی ساری ذمہ داریاں ہیں۔

فوائد: کتنی قابل غور بات ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کی خوبیوں کے معترف بھی ہیں اور وہ بار بار ان کے سامنے اس مقصد سے آرہے ہیں کہ ان کو بھی کچھ مال و دولت دے دیا جائے، لیکن ان دو چیزوں کے باوجود ان کو کچھ بھی نہیں دیا جا رہا، کیونکہ بڑی مصلحت اور منفعت اس میں تھی کہ دوسروں لوگوں میں مال تقسیم کر دیا جائے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کئی لوگوں کو مال دیا اور ان میں سے ایک فرد کو کچھ نہیں دیا، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے فلاں فلاں کو تو مال دیا ہے، مگر فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ بھی تو مومن ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟“ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، لیکن آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ ”کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟“

فَاعْرَضَ عَنِّي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ حِيَالٍ وَجْهَهُ فَاَعْرَضَ عَنِّي، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: فَضَحَكَ حَتَّى اسْتَلْقَى لِقَفَاهُ ثُمَّ قَالَ: نَعَمْ وَاللَّهِ! إِنِّي لَا أَعْرِفُكَ، آمَنْتَ إِذْ كَفَرُوا، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا، وَإِنَّ أَوَّلَ صَدَقَةٍ بَيَّضَتْ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَوُجُوهُ أَصْحَابِهِ صَدَقَةُ عَدِي جِئْتُ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ أَخَذَ يَعْتَذِرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا فَرَضْتُ لِقَوْمٍ أَجَحَفْتُ بِهِمُ الْفَأَقَّةَ وَهُمْ سَادَةُ عَشَائِرِهِمْ لِمَا يَنْوِبُهُمْ مِنَ الْحُقُوقِ-)) (مسند احمد: ۳۱۶)

(۳۴۵۲) عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا وَلَمْ يُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَيْئًا، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! أَعْطَيْتَ فُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَيْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْ مُسْلِمٌ)) حَتَّى أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((أَوْ مُسْلِمٌ)) ثُمَّ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي لَا أُعْطِي رَجُلًا وَأَدْعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ فَلَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكْبُوَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ)) (مسند احمد: ۱۵۲۲)

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ میں بہت سے لوگوں کو عطیات دیتا ہوں اور ان میں سے جو مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اسے کچھ نہیں دیتا، مبادا کہ دوسرے لوگ (عطیہ نہ ملنے کی وجہ سے) چہروں کے بل جہنم میں جا پڑیں گے۔“

فوائد: امام نووی نے کہا: جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ افضل واعلیٰ لوگوں کو چھوڑ کر دوسرے عام لوگوں میں اموال تقسیم کیے جا رہے ہیں، جبکہ ان کا خیال یہ تھا کہ کم یا زیادہ حصے کا دارومدار دین میں برتری پر ہے، نیز وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ جن لوگوں کو چھوڑ رہے ہیں، آپ ﷺ کو ان کی افضلیت کا علم نہیں ہے، اس لیے جب انھوں نے آپ ﷺ کے لیے ایسے لوگوں کی نشاندہی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا وہ مسلمان ہے؟“ لیکن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپ ﷺ ان کو اس قسم کی سفارش سے منع کرنا چاہتے ہیں، اس لیے تین دفعہ تکرار ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے وضاحت کی کہ تقسیم کا انحصار دین میں برتری پر نہیں ہے۔ جب کسی مقام پر ایمان اور اسلام کو فرق کے ساتھ پیش کیا جائے تو اسلام کا تعلق ظاہری اطاعت سے ہوتا ہے اور ایمان کا باطنی اطاعت سے، اس مقام پر آپ ﷺ یہ کہہ کر کہ ”یا وہ مسلمان ہے؟“ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ کسی کے ایمان کا قطعی فیصلہ نہیں کر دینا چاہیے، کیونکہ اس کے باطن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ ایمان کی نفی نہیں کر رہے، بلکہ کسی کے ایمان کے بارے میں قطعی فیصلہ کر دینے سے منع کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی تقسیم کا دارومدار اس امر پر ہوتا تھا کہ اسلام کا زیادہ فائدہ کس میں ہے، اس لیے آپ ﷺ کافروں تک کو مال کی بڑی مقدار اس لیے عطا کر دیتے تھے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ اس احسان کی وجہ سے مسلمان ہو جائیں اور واقعہ ایسے ہوا بھی، اسی طرح آپ ﷺ نو مسلموں اور ضعیف الاسلام لوگوں کو قدیم اور راسخ الایمان صحابہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اس مقام پر ہم بڑے دکھ اور ارباب مال کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس وقت تقسیم مال کے اس سلسلے میں امت مسلمہ کے مسئولین مکمل طور پر طرز نبوی سے منحرف ہو چکے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس وقت مساجد، مدارس، دفاتر، خیراتی اداروں کی عمارتوں، ان کے دفاتروں کی تعمیر پر اور ان میں استعمال ہونے والے فرنیچر پر اور ان کو خوبصورت سے خوبصورت تر بنانے پر بھاری سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کے سنہری دور میں مال کا مصرف صرف اور صرف شخصیت تھی، آپ ﷺ کے دور میں مدینہ منورہ میں سب سے اہم مقام مسجد نبوی تھی، جو صرف جائے نماز نہیں تھی، بلکہ مسلمانوں کی ہدایت، سیاست اور قیادت کا مرکز تھی، لیکن جب اس کی تعمیر ہونے لگی تھی تو اعتدال کے علم بردار، حکمتوں سے معمور اور لوگوں کی امانتوں کے امین محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ((اِسْنُوْهُ عَرِيْشًا كَعَرِيْشِ مُؤَسَى)) ”موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح اس کو تعمیر کر دو۔“ لیکن آج خدمت اسلام کی بنیاد خوبصورت عمارت پر ہے، عصر حاضر میں غریبوں اور مسکینوں کا پرسان حال کوئی نہیں رہا،

جس ادارے کا رقم کی صورت میں تعاون کیا جائے، وہ صرف اس سوچ کا پابند ہو کر رہ گیا ہے کہ اس مال کو دیواروں پر کیسے ”تھوپا“ جائے یا پھر ادارے کی توسیع اور خود کفالت کا مسئلہ کھڑا کیا ہے جائے گا، یہ اس دور والوں کا طرزِ نبوی سے انحراف اور بے اعتدالی کی بڑی قسم ہے۔

الْفَقِيرُ وَالْمُسْكِينُ فقیر اور مسکین کا بیان

(۳۴۵۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْمُسْكِينُ هَذَا الطَّوْفُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَالْبُلْفَمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، إِنَّمَا الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَيَسْتَحْيِي أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ.)) (مسند احمد: ۸۱۷۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگنے کے لیے چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک دو دو لقمے یا ایک دو دو کھجوریں لے کر واپس آ جاتا ہے، بلکہ دراصل مسکین وہ ہوتا ہے جو اپنی جائز ضرورت کو پورا نہ کر سکتا ہو اور لوگوں سے مانگنے میں جھجک محسوس کرتا ہو اور اس کی (اس صفت کی وجہ سے اس کی مسکنت) کو سمجھا بھی نہیں جاتا کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔“

(۳۴۵۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، أَوْ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ شَيْئًا وَلَا يُفْطَنُ بِمَكَانِهِ فَيُعْطَى.)) (مسند احمد: ۹۱۰۰)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں جس کو ایک دو دو لقمے یا کھجوریں واپس کر دیتی ہیں، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود کسی چیز کا سوال نہیں کرتا اور نہ اس (کی ضرورت کو) سمجھا جاتا ہے کہ اسے کچھ دے دیا جائے۔“

(۳۴۵۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ يَنْخُوهُ وَفِيهِ) قَالُوا: فَمَنْ الْبِمُسْكِينِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟! قَالَ: ((الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى وَلَا يَعْلَمُ النَّاسُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ.)) قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَذَلِكَ هُوَ الْمَحْرُومُ. (مسند احمد: ۷۵۳۰)

(تیسری سند) صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! مسکین کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسکین وہ ہے جو نہ اپنی جائز ضروریات پوری کر سکتا ہو اور نہ لوگوں کو اس کی حاجت کا پتہ چل سکتا ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔“ امام زہری کہتے ہیں: اسی کو محروم کہتے ہیں۔

(۳۴۵۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۷۹، ومسلم: ۱۰۳۹ (انظر: ۸۱۸۷)

(۳۴۵۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۵۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

فوائد: امام زہری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے: ﴿فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾..... "ان کے مالوں میں مقرر حق ہے، سائل اور محروم کے لیے۔"

(۳۴۵۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَّابِعٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ أَوْ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمُسْكِينُ الْمُتَعَفِّفُ، إِفْرَاءً وَإِنْ شِئْتُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا حَافًا. (مسند احمد: ۹۱۲۹)

(چوتھی سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں ہے کہ جس کو ایک دودھ بھجوریں اور لقمے واپس کر دیں، مسکین تو صرف اور صرف وہ ہے جو (لوگوں سے) سوال کرنے سے بچے، اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: "وہ لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے۔"

فوائد: پوری آیت یوں ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا حَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (سورہ بقرہ: ۲۷۳)..... "صدقات کے مستحق صرف وہ غربا ہیں، جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے، جو زمین میں چل پھر نہیں سکتے، نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہچان لیں گے، وہ لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتے، تم جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔"

(۳۴۵۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ خَامِسٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ الْمُسْكِينُ بِالطَّوَّافِ عَلَيْكُمْ أَنْ تُطْعِمُوهُ لُقْمَةً لُقْمَةً إِنَّمَا الْمُسْكِينُ الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلَّا حَافًا. (مسند احمد: ۱۰۵۷۶)

(پانچویں سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ آدمی مسکین نہیں جو تم پر اس لیے چکر لگاتا ہے کہ تم اس کو ایک ایک لقمہ کھلا دو، مسکین تو صرف وہ ہے جو ایسا پاکدامن ہے کہ لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتا۔"

(۳۴۵۸) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. (مسند احمد: ۳۶۳۶)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

فوائد: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہ گھومنے والا مسکین ہے اور نہ وہ مسکین ہے جس کو ایک دو بھجوریں اور ایک دو لقمے واپس کر دیں، بلکہ مسکین تو بچنے والا ہے، یعنی جو

(۳۴۵۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۵۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۵۸) صبیح لغیرہ۔ أخرجه أبو يعلى: ۵۱۱۸، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۲۷ / ۱ (انظر: ۳۶۳۶)

لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا اور نہ اس کی مسکینی کو سمجھا جاسکتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔“

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسکین وہ ہوتا ہے جو نہ تو اتنے مال کا مالک ہو کہ وہ اسے کفایت کر سکے، نہ اس کی حالت ایسی ہو کہ لوگ اس کی مسکینی کو پہچان سکیں اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔ یہ اصل اور کامل مسکین کی تعریف ہے۔ رہا مسئلہ فقیر کا تو اس کے بارے میں کہنا چاہیے کہ جو شخص غنی نہ ہو، یعنی کفایت کرنے والی چیزوں کا مالک نہ ہو، وہ فقیر ہوگا۔ غنی کی مقدار کا بیان حدیث نمبر (۳۵۰۲) میں آ رہا ہے۔ عام فہم انداز میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقیر اور مسکین دونوں کے مفہوم میں یہ بات تو قطعی ہے کہ جو حاجت مند ہوں اور اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مطلوبہ رقم اور وسائل سے محروم ہوں، ان کو فقیر اور مسکین کہا جاتا ہے۔ ان احادیث کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرے، اسے کچھ نہیں دیا جاسکتا، اصل میں اس آدمی کو سوال کرنے اور زکوٰۃ وصول کرنے کی گنجائش ہے، جس کی آمدن اس کے جائز اخراجات پوری نہ کر رہی ہو، ہاں اگر وہ صبر کرتے ہوئے سوال کرنے سے بچا رہے تو اس میں اس کی برتری ہوگی۔

(۳۴۵۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَشَكََا إِلَيْهِ الْحَاجَّةَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا عِنْدَكَ شَيْءٌ؟)) فَاتَّاهُ بِحُلْسٍ وَقَدَحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِي هَذَا؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا أَخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، فَقَالَ: ((مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟)) فَسَكَتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: ((مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا أَخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ، فَقَالَ: ((هُمَا لَكَ--)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَ دِيْنَمٍ مَّوَجِعٍ أَوْ غُرْمٍ مُفْطَعٍ أَوْ فَقِيرٍ مُدْقِعٍ--)) (مسند احمد: ۱۲۱۵۸)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اپنی ضرورت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہے؟ پس وہ ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ چیزیں کون خریدے گا؟ ایک صحابی نے کہا: میں ایک درہم کے عوض خریدوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی ہے جو ایک درہم سے زیادہ قیمت لگائے گا؟“ لوگ خاموش رہے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”کوئی ایسا آدمی ہے جو ایک درہم سے زائد قیمت لگائے گا؟“ ایک آدمی نے کہا: ”جی میں یہ چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(ٹھیک ہے) یہ تمہاری ہو گئیں۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے حلال ہے: کسی متقول کی تکلیف دہ دیت ادا کرنے والا، بہت زیادہ مقروض اور بہت زیادہ فقیر۔“

(۳۴۵۹) اسنادہ ضعیف، لجهالة حال ابی بكر الحنفی، لكن قوله: ((ان المسألة لا تحل ...)) صحيح بالشواهد۔ اخرجه ابو داود: ۱۶۴۱، وابن ماجه: ۲۱۹۸، والترمذی: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۲۱۳۴)

فوائد:..... سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اسے ان دو درہموں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک درہم کا کھانے خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دے اور دوسرے درہم کا کلبھاڑا خرید کر لائے، اس نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے اس میں دستہ ڈالا اور اسے فرمایا: ”جا اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنا شروع کر دے اور میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھنے پاؤں۔“ وہ چلا گیا اور ان ہدایات کے مطابق کام کرتا رہا، جب وہ واپس آیا تو وہ دس درہموں کا مالک بن چکا تھا، پھر اس نے بعض درہموں سے کپڑے خریدے اور بعض سے کھانا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا: ”یہ کام تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تو اس حال میں آتا کہ لوگوں سے مانگنے کا نکتہ اور نشان تیری چہرے پر ہوتا، سوال کرنا صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے:.....“ ”کسی مقتول کی دیت ادا کرنے والا“ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ ذمہ داری اٹھالیتا ہے کہ وہ قاتل کی طرف سے مقتول کی دیت اس کے لواحقین کو ادا کرے گا، لیکن بعد میں اس کا اہتمام کرنا اس کے بس کی بات نہیں رہتی، سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔ اس اور اس موضوع کی دیگر شرعی نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ سوال کرنا جائز ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ وہ حسب استطاعت اس سے گریز کرے، احادیث مبارکہ اس میں بھیک مانگنے کی بڑی مذمت کی گئی ہے، الا یہ کہ کسی کی شرعی مجبوری ہو، لیکن ایسے مجبور کو بار بار سوچنا چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا عذر مقبول ہوگا۔

الْعَامِلُونَ عَلَيْهَا عَامِلِينَ زَكَاةً

(۳۴۶۰) عَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ الْمَالِكِيِّ أَنَّهُ قَالَ: اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَأَدَيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعَمَالٍ، فَقُلْتُ لَهُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَأَجْرِي عَلَى اللَّهِ، قَالَ: خُذْ مَا أُعْطِيتُ فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَعَمَلَنِي، فَقُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ)) (مسند احمد: ۳۷۱)

ابن ساعدی مالکی کہتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات کا عامل مقرر کیا ہے، جب میں نے اس کام سے فارغ ہو کر سارا حساب ان کے حوالے کیا تو انھوں نے حکم دیا کہ مجھے اس خدمت کی اجرت دی جائے۔ لیکن میں نے کہا: میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر بھی اللہ تعالیٰ پر ہے، لیکن انہوں نے کہا: جو چیز تم کو دی جا رہی ہے، اس کو لے لو، کیونکہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسی طرح کا ایک کام کیا تھا اور جب آپ ﷺ نے مجھے اس عمل کی اجرت دی اور میں نے تیرے والی بات کہی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ”تمہیں جو چیز بن مانگے مل رہی ہو اس کو لے لیا کرو اور خود بھی کھایا کرو اور صدقہ بھی کیا کرو۔“

فوائد: معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے، ان کو اس مال میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے، بعض لوگ مساجد و مدارس کے سفیر حضرات پر اس بنا پر سخت طعن کرتے ہیں کہ وہ اسی فنڈ کا کچھ حصہ بطور تنخواہ لیتے ہیں، حالانکہ قرآن و حدیث کی نصوص سے اس کے لیے رزق کی یہ صورت حلال ہے۔

(۳۴۶۱) عَنْ الْمُسْتَوْدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلًا وَلَيْسَ لَهُ مَنْزِلٌ فَلْيَتَّخِذْ مَنْزِلًا أَوْ لَيْسَتْ لَهُ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ، أَوْ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا، أَوْ لَيْسَتْ لَهُ دَابَّةٌ فَلْيَتَّخِذْ دَابَّةً، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ غَالٍ)) (مسند احمد: ۱۸۱۷۸)

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ہمارے کسی کام کا ذمہ دار بنے تو اگر اس کا گھر نہ ہو تو وہ (سرکاری خزانے سے) گھر بنا لے، اگر بیوی نہ ہو تو وہ شادی کر لے، اگر اس کا خادم نہ ہو تو وہ خادم بھی بنا لے اور اگر اس کی سواری نہ ہو تو سواری بھی بنا لے، اگر کسی نے اس کے علاوہ کوئی چیز لی تو وہ خائن ہوگا۔“

(۳۴۶۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) بَنَحُوهُ وَفِيهِ: ((فَهُوَ غَالٍ أَوْ سَارِقٌ)) (مسند احمد: ۱۸۱۸۰)

(دوسری سند) اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ہے: ”..... کہ وہ خائن یا چور ہوگا۔“

فوائد: معلوم ہوا کہ ملازم اور مسئول کو جن سہولیات کا حق کسی ادارے کی طرف سے دیا جائے، وہ اس سے استفادہ کر سکتا ہے، لیکن اس سلسلے میں اس کو جس چیز کا حق دیا جائے، اس سے اس کو تجاوز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ حرام کی مداخلت ہو جائے گی۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کا یہ ماحول ہے کہ اگر سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اپنے ملازمین کو موٹر سائیکل، گاڑی، مکان اور دیگر سہولتوں اور بھاری تنخواہوں سے نواز دیں تو ایسے ملازم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے کمال کی بڑی تعریف کی جاتی ہے، لیکن اگر کسی مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ ان اسلامی اداروں سے متعلقہ کسی آدمی کو اس قسم کی سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقع دے دے، تو ہر طرف سے یہی آواز سنائی دیتی ہے کہ اب مولوی لوگ تو بگڑ گئے ہیں، انھوں نے تو خیانتیں شروع کر دی ہیں، لوگوں کی رقم کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں اسی قسم کی ایک مثال گردش کر رہی ہے کہ ایک بڑا ہی معقول اور اسلامی ذہن کا آدمی تھا، لیکن وہ ایک مسجد کے امام پر اس بنا پر سخت طعن کر رہا تھا کہ اس کے گھر میں مسجد کا پانی استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ وہ مسجد ایک اڈے کے قریب تھی۔ میں نے اس آدمی سے یہ سوال کیا کہ اگر اڈے کے لوگ مسجد کی لیٹرین، غسل خانہ، واٹر کولر، گیزر، بجلی اور سونے کے لیے صفیں تک استعمال کریں تو اس کے بارے میں جناب کی کیا رائے

(۳۴۶۱) حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف لسوء حفظ ابن لهيعة - أخرجه ابو داود: ۲۹۴۵ (انظر: ۱۸۰۱۵)

(۳۴۶۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

ہوگی، جبکہ ان میں سے بعض لوگ بے نمازی بھی ہیں؟ اس نے فوراً کہا کہ ان کے لیے یہ جائز ہے کیونکہ انتظامیہ نے اجازت دے رکھی ہے۔ عوام الناس سے گزارش ہے کہ وہ انصاف کی عینک لگائیں اور اعتراض برائے اعتراض کی عادت چھوڑ دیں، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خطیب، امام، مدیر، استاذ، خادم اور ان اداروں سے متعلقہ دوسرے افراد کو مختلف سہولتوں سے نوازے اور ان کو ایسا کرنا بھی چاہیے تاکہ یہ لوگ بھی احساس کمتری سے محفوظ رہ کر معاشرے کے تقاضے پورے کر سکیں۔

(۳۴۶۳) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيِّدُنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَانُ كَرْتِهِ هِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الْخَازِنَ الْأَمِينَ الَّذِي يُعْطَى مَا أُمِرَ بِهِ كَأَمِلًا مُوقِفًا، طَيَّبَتْهُ نَفْسُهُ حَتَّى يَذْفَعَهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)) (مسند احمد: ۱۹۷۴۱)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس دیانت دار خزانچی کو جو حکم دیا جائے، اگر وہ اسی کے مطابق اور نفس کی خوشی کے ساتھ پوری طرح اس شخص کو دے دے، جس کا اسے کہا گیا تھا، تو وہ دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا۔“

فوائد:..... خزانچی لوگوں کو چاہیے کہ وہ ”مدئی ست اور گواہ چست“ والا معاملہ نہ کریں، بلکہ مالکان کی طرف خیر و بھلائی کے امور میں خرچ کرنے کا ان کو جو حکم دیا جائے وہ اس پر عمل گزریں اور ان کی خوشامد کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو بڑا خیر خواہ ثابت کرنے کے لیے ان کو بخل کی تجویز نہ دیں۔

ایک اصل صاحب مال اور دوسرا خزانچی۔ گویا اگرچہ خزانچی اپنی جیب سے مال نہیں خرچ کر رہا، لیکن خوش دلی سے اور مالک کی ہدایات کے مطابق مال دینے کی وجہ سے صاحب مال کی طرح اجر و ثواب کا حق دار ہے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب ”المتصدقین“ پڑھا جائے اگر جمع کا لفظ ہو (المتصدقین) تو معنی ہوگا وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک صدقہ کرنے والا ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۴۶۴) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيِّدُنَا عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَهْتِهِ هِيَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَظَرَ فِي مَالِي فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سَاعِيَا فَاَسْتَاذَنْتُهُ اَنْ نَاْكُلَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَاِذِنْ لَنَا. (مسند احمد: ۱۷۴۴۲)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے روانہ کیا، جب میں نے صدقہ کے مال میں سے کچھ کھانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔

فوائد:..... بہر حال صدقہ و زکوٰۃ کا عامل اور ساعی کو اسی مال میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے۔

(۳۴۶۳) تخریج: اخراجہ البخاری: ۱۴۳۸، ۳۲۱۹، و مسلم: ۱۰۲۳ (انظر: ۱۹۵۱۲)

(۳۴۶۴) تخریج: اسنادہ ضعیف لابیہام الراوی الذی سمع عقبہ بن عامر (انظر: ۱۷۳۰۹)

(۳۴۶۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((أَعْطُوا الْعَامِلَ مِنْ عَمَلِهِ فَإِنَّ عَامِلَ اللَّهِ لَا يَخِيبُ.)) (مسند احمد: ۸۵۸۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”عامل کو اس کے کام اور محنت میں سے دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے والا محروم نہیں رہتا۔“

(۳۴۶۶) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْعَامِلُ فِي الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ لَوْ جَاهَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كَالْعَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ.)) (مسند احمد: ۱۵۹۲۰)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صدقات کی وصولی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔“

فوائد: نبی کریم ﷺ اس حدیث مبارکہ میں جس عامل کی تعریف کر رہے ہیں، عصر حاضر میں ایسے لوگوں کا فقدان ہے اور بہت سارے ملازمین اپنے حق میں یا تو شرعی مسائل سے غافل ہیں یا پھر اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں ظالم ہیں۔

الْمَوْلَفَةُ قُلُوبُهُمْ

ان لوگوں کا بیان، جن کو تالیفِ قلبی کے لیے زکوٰۃ دی جاتی ہے

(۳۴۶۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ فَيُسَلِّمُ لَشَيْءٍ يُعْطَاهُ مِنَ الدُّنْيَا، فَلَا يُمَسِّي حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ وَأَعَزَّ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (مسند احمد: ۱۲۰۷۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر محض اس لئے اسلام قبول کرتا کہ اسے کچھ دنیوی مفاد حاصل ہو جائے گا، لیکن ابھی تک شام نہیں ہوتی تھی کہ اسلام اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے پسندیدہ اور معزز بن چکا ہوتا تھا۔

(۳۴۶۸) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يُسْتَلْ شَيْئًا عَنِ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَعْطَاهُ، قَالَ: فَلَتَّاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ فَأَمَرَ لَهُ بِشَاءٍ كَثِيرٍ بَيْنَ جَبَلَيْنِ مِنْ شَاءِ الصَّدَقَةِ، قَالَ: فَرَجَعَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر کوئی چیز مانگی جاتی تو آپ ﷺ وہ دے دیتے تھے، ایک دن ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے دو

(۳۴۶۵) تخریج: اسنادہ ضعیف من اجل ابن لهيعة (انظر: ۸۶۰۴م)

(۳۴۶۶) تخریج: حدیث حسن، هذا الاسناد منقطع، لكنه جاء متصلا ايضا فى الرواية الآتية فى المسند: ۱۴۳ / ۴ (انظر: ۱۵۸۲۶)

(۳۴۶۷) تخریج: انظر الحديث الآتى بعده (انظر: ۱۲۰۵۰)

(۳۴۶۸) تخریج: اخرجه مسلم: ۳۲۱۲ بلفظ قريب منه (انظر: ۱۲۰۵۱)

پہاڑوں کے درمیان والی گھاٹی کو بھر دینے والی زکوٰۃ کی بہت زیادہ کہیاں اسے دے دیں، جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ، بے شک محمد ﷺ اس قدر سخاوت کرتے ہیں کہ انہیں اپنے فاقے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

سیدنا عمرو بن تغلب بنی النضر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تقسیم کے لئے کچھ مال آیا، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور بعض کو نہ دیا، جن لوگوں کو نہیں دیا گیا، انھوں نے (شکوہ کرتے ہوئے) ناقدانہ کلام کیا اور آپ ﷺ کو ان کی باتوں کا علم بھی ہو گیا۔ پس آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: ”میں بعض لوگوں کو مال دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، اور میں جن کو نہیں دیتا وہ مجھے ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں، جن کو دیتا ہوں، میں جن لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہوں، ان کی بے صبری اور گھبراہٹ کی وجہ سے ایسے کرتا ہوں، اور بعض لوگوں کو اس غنی اور خیر کے سپرد کر دیتا ہوں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت رکھی ہوتی ہے، مثال کے طور پر عمرو بن تغلب ہیں“ (یہ سن کر) سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت بالکل رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، (مجھے یہ کلمہ اس قدر محبوب لگا کہ) میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ ﷺ کی اس بات کے عوض مجھے سرخ اونٹ ملیں۔

إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ! أَسْلِمُوا فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُعْطَى عَطَاءً مَا يَخْشَى الْفَاقَةَ. (مسند احمد: ۱۲۰۷۴)

(۳۴۶۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَفَّانُ ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ آتَاهُ شَيْءٌ، فَأَعْطَاهُ نَاسًا وَتَرَكَ نَاسًا، وَقَالَ جَرِيرٌ أَعْطَى رَجُلًا وَتَرَكَ رَجُلًا قَالَ: فَبَلَغَهُ عَنِ الَّذِينَ تَرَكَ، أَنَّهُمْ عَتَبُوا وَقَالُوا، قَالَ: فَصَعِدَ الْمُنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي أُعْطِيَ نَاسًا وَأَدْعُ نَاسًا، وَأُعْطِيَ رَجُلًا وَأَدْعُ رَجُلًا)) قَالَ: عَفَّانُ قَالَ: ذِي وَذِي، وَالَّذِينَ أَدْعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِينَ أُعْطِيَ، أُعْطِيَ نَاسًا لِمَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَآكَلُ قَوْمًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغَنَى وَالْخَيْرِ، وَمِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ.)) قَالَ: وَكُنْتُ جَالِسًا تِلْقَاءَ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مَا أَحْبُّ أَنْ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. (مسند احمد: ۲۰۹۴۸)

فوائد: زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف یہ ہے کہ اس مال سے لوگوں کی تالیفِ قلبی کی جائے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے: ایک تو وہ کافر ہے، جو کچھ اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر یہ امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ دوسرے، وہ نو مسلم افراد ہیں، جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی

ضرورت ہو۔ تیسرے، وہ افراد بھی ہیں جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے اور اس طرح وہ قریب کے کمزور مسلمانوں کا تحفظ کریں۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صورتیں تالیفِ قلب کی ہیں، جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے، چاہے مذکورہ افراد مالدار ہی ہوں، احناف کے نزدیک یہ مصرف ختم ہو گیا، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، حالات و ظروف کے مطابق ہر دور میں اس مصرف پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔

الصَّدَقَةُ فِي الرِّقَابِ غلاموں کی آزادی پر زکوٰۃ صرف کرنا

(۳۴۷۰) عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَّمَنِي عَمَلًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، فَقَالَ: ((لَئِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَغْرَضْتَ لِمَسْأَلَةٍ أَعْتَقِي النَّسَمَةَ، وَفَكَ الرِّقَبَةَ.)) فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْ لَيْسَتْ بِوَاحِدَةٍ، قَالَ: ((لَا، إِنَّ عَتَقَ النَّسَمَةَ أَنْ تُفْرِدَ بِعِتْقِهَا، وَفَكَ الرِّقَبَةَ أَنْ تُعِينَ فِي عِتْقِهَا وَالْمِنْحَةُ الْوُكُوفُ، وَالْفَيْءُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَلِكَ فَاطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنَ الْخَيْرِ.)) (مسند احمد: ۱۸۸۵۰)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بدو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے عمل کی تعلیم دیں کہ جس کی بدولت میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے بات تو مختصر کی ہے، لیکن بہت بڑی بات پوچھی ہے، بہر حال کسی غلام کو مکمل آزاد کر یا کسی کو آزاد کرنے میں حصہ ڈال۔“ اس نے کہا: کیا یہ دونوں کام ایک ہی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی نہیں،“ ”عِتْقُ النَّسَمَةِ“ یہ ہے کہ تم کسی غلام کو مکمل آزاد کرو اور ”فَكَ الرِّقَبَةَ“ یہ ہے کہ تم کسی غلام کی آزادی میں حصہ ڈال دو، (بقیہ نیک اعمال یہ ہیں کہ) تم دودھ والا جانور عاریۃ کسی کو دے دو اور اپنے رشتہ دار، خواہ وہ ظالم ہی ہو، کے ساتھ صلہ جمی کرو، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو کسی بھوکے کو کھانا کھلایا کرو، پیاسے کو پانی پلایا کرو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو، اگر ان امور کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنی زبان کو خیر والے امور کے علاوہ (باقی کاموں سے) روک لو۔“

(۳۴۷۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۳۴۷۰) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخرجہ الدارقطنی: ۱۳۵ / ۲، والطیالسی: ۷۳۹، والبیہقی: ۱۰ /

۲۷۲، وابن حبان: ۳۷۴، والحاکم: ۲ / ۲۱۷ (انظر: ۱۸۶۴۷)

(۳۴۷۱) اسنادہ قوی۔ آخرجہ ابن ماجہ: ۲۵۱۸، والترمذی: ۱۶۵۵، والنسائی: ۱۵ / ۶ (انظر: ۷۴۱۶)

قَالَ: ((ثَلَاثُ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُ: "تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے: (۱) اللہ کی راہ میں الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالنَّائِجُ جہاد کرنے والا، (۲) پاکدامنی کے مقصد سے نکاح کرنے والا الْمُسْتَعْفُ، وَالْمُكَاتَبُ يُرِيدُ الْإِدَاءَ)) اور (۳) وہ مکاتب غلام جو اپنی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو۔" (مسند احمد: ۷۴۱۰)

فوائد:..... مکاتب: وہ غلام جس نے اپنے آقا سے رقم مقرر کر کے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کیا ہو۔ دونوں احادیث اس موضوع پر واضح نہیں ہیں کہ زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کو آزاد کیا جائے، بہر حال یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف غلاموں کی آزادی ہے، وہ مکاتب ہوں یا غیر مکاتب۔

الْغَارِمُونَ

قرض داروں کو زکوٰۃ دینا

تنبیہ: جن لوگوں کو دستِ سوال پھیلانے کی عادت ہے اور جو افراد دوسروں کے سامنے اپنے مسائل، مصائب، شکایات اور ضروریات بیان کرنے کا شوق ہوتا ہے، ان کو انتہائی غور کے ساتھ درج ذیل احادیث کا مطالعہ کرنا چاہیے، خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی جائز ضرورت کے بغیر سوال کرتا ہے، وہ حرام کھاتا ہے۔

(۳۴۷۲) عَنْ كِنَانَةَ بْنِ نُعَيْمٍ عَنْ قَبِيصَةَ بِنِ الْمَخَارِقِ (الْهَلَالِي) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ حَمَالَةً، (وَفِي رِوَايَةٍ تَحَمَلْتُ بِحَمَالَةٍ) فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلْتُهُ فِيهَا، فَقَالَ: ((أَقِمِ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَإِمَّا أَنْ نَحْمِلَهَا وَإِمَّا أَنْ نُعِينَكَ فِيهَا)) وَقَالَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ، لِرَجُلٍ تَحْمِلُ حَمَالَةً قَوْمٍ فَيَسْأَلُ فِيهَا، حَتَّى يُؤَدِّيَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، إِنْجَتَا حَتَّى مَالُهُ فَيَسْأَلُ فِيهَا حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَيَسْأَلُ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ ثُمَّ يُمْسِكُ، وَمَا

سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے (لوگوں میں اصلاح کی غرض سے) ایک مالی ضمانت قبول کر لی اور اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر تعاون کی گزارش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے پاس زکوٰۃ آنے تک انتظار کرو، یا تو ہم مکمل ادائیگی کر دیں گے یا اس سلسلہ میں کچھ تعاون کر دیں گے۔“ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”سوال کرنا اور مانگنا حلال نہیں ہے، مگر تین قسم کے آدمیوں کے لئے: (۱) وہ آدمی جو لوگوں (کے درمیان اصلاح) کی خاطر مالی ضمانت دے دیتا ہے، وہ اس سلسلے میں سوال کر سکتا ہے، لیکن جب وہ ضمانت ادا کر دے تو مانگنے سے باز آ جائے، (۲) وہ آدمی کہ اس پر ایسی آفت آپڑے کہ اس کے مال کو تباہ کر دے، تو وہ ضرورت پوری ہونے تک سوال کر لے اور پھر ایسا کرنے سے رک جائے اور (۳) وہ آدمی جو فاقہ میں مبتلا

سَوَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ سُحْتًا يَّا قَيْنَصُ ۖ يَأْكُلُهُ صَاحِبُهُ سُحْتًا۔)) (مسند احمد: ۲۰۸۷۷)

ہو گیا ہو، ایسا آدمی بھی حاجت پوری ہونے تک سوال کر سکتا ہے، لیکن پھر ایسا کرنے سے باز آ جائے۔ قبیضہ! ان صورتوں کے علاوہ مانگنا حرام ہے، ایسا کرنے والا حرام کھاتا ہے۔“

فوائد:..... ”مالی ضمانت قبول کرنا“ اس کی صورت یہ ہے کہ دو قبیلوں یا دو آدمیوں کے درمیان کسی مالی معاملے پر ہونے والی کسی جھگڑے کو رفع دفع کرنے کے لیے ایک آدمی قرض لے کر معاملے کو سنوار کر صلح کروا دیتا ہے، چونکہ اس آدمی نے اپنی ذاتی ضرورت کے لیے قرضہ نہیں لیا، اس لیے اس کی ادائیگی کے لیے وہ دوسروں سے سوال کر سکتا ہے یا زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ فاقہ میں مبتلا ہونے سے مراد یہ ہے کہ سیلاب، آگ، آسمانی آفت یا آندھی وغیرہ کی وجہ سے کسی آدمی کا مال اس طرح تباہ ہو جائے کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے، ایسی صورت میں جائز حد تک حالات درست ہو جانے تک وہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔

(۳۴۷۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ بْنِ خُوْرٍ وَفِيهِ: ((وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ أَوْ حَاجَةٌ حَتَّى يَشْهَدَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَابِ مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ قَدْ أَصَابَتْهُ حَاجَةٌ أَوْ فَاقَةٌ۔)) (مسند احمد: ۱۶۰۱۱)

(دوسری سند) یہی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ”(تیسرا) وہ فاقہ کش اور ضرورت مند آدمی ہے کہ جس کی قوم کے تین عظیم آدمی یہ گواہی دے دیں کہ واقعی فلاں آدمی حاجت اور فاقے میں مبتلا ہے۔“

(۳۴۷۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَسَالَهَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَ ذِي دِمٍ مُّوجِعٍ، أَوْ غُرْمٍ مُّفْطِطٍ، أَوْ فَقِيرٍ مُّذْقِعٍ۔)) (مسند احمد: ۱۲۱۵۸)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک سوال کرنا حلال نہیں ہے، مگر تین افراد کے لیے: کسی مقبُول کی تکلیف دہ دیت ادا کرنے والا، بہت زیادہ مقرر ض اور بہت زیادہ فقیر۔“

(۳۴۷۵) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ (مُعَاوِيَةَ بْنِ حَبْدَةَ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا قَوْمٌ نَتَسَاءَلُ أَمْوَالَنَا، قَالَ:

سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! ہم ایسی قوم ہیں کہ ایک دوسرے سے مانگتے ہیں، (کیا یہ جائز ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کسی

(۳۴۷۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۷۴) تخریج: صحيح بالشواهد، وهذا الحكم لهذه القطعة، وهو حديث طويل - أخرجه ابوداود:

۱۶۴۱، وابن ماجه: ۲۱۹۸، والترمذی: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۲۱۳۴)

(۳۴۷۵) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه البيهقي: ۷/ ۲۲، وعبد الرزاق: ۲۰۰۱۸ (انظر: ۲۰۰۳۳)

((يَتَسَاءَلُ الرَّجُلُ فِي الْجَائِحَةِ وَالْفَتَقِ، لِيُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ قَوْمِهِ، فَإِذَا بَلَغَ أَوْ كَرَبَ، اسْتَعَفَّ.)) (مسند احمد: ۲۰۲۸۶)

آفت یا لڑائی کے سلسلے میں لوگوں کے مابین صلح کروانے کے لیے مانگتا ہے، لیکن جب وہ اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے یا اس کے قریب ہو جاتا ہے تو باز آ جاتا ہے۔“

(۳۴۷۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُصِيبَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ثِمَارٍ ابْتِغَاءً فَكَثُرَ دَيْنُهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ.)) قَالَ: فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ.)) (مسند احمد: ۱۱۳۳۷)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے پھل خریدے، لیکن وہ کسی آفت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! اس پر صدقہ کرو۔“ چنانچہ لوگوں نے اس پر صدقہ تو کیا لیکن اس سے اس کا قرضہ پورا نہ ہو سکا۔ بالآخر نبی کریم ﷺ نے (قرض خواہوں سے) فرمایا: ”جو مال تم نے اس کے پاس پالیا ہے، وہ لے لو، اور تمہیں صرف یہی ملے گا۔“

فوائد: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی مقروض مفلس اور کنکال ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ سے بھی اس کا تعاون کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس کے قرض خواہ دنیا میں محروم ہو جائیں گے، آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کہ مقروض آدمی قرضہ واپس کرنے کی رغبت رکھتا تھا یا نہیں اور قرض خواہ معاف کرتے ہیں یا نہیں، بہر حال ایسا مقروض دوسروں کا حق لے کر فوت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا ایک مصرف مقروض لوگ بھی ہیں، تین قسم کے لوگ اس مصرف کا مصداق بن سکتے ہیں:

(۱) وہ مقروض جو اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیر بار ہو گئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے، جسے بیچ کر وہ قرض ادا کر سکیں۔

(۲) وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں، جنہوں نے کسی کی ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پا گئے۔

(۳) وہ لوگ کہ جن کی فضلیں تباہ ہو جائیں یا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا اور اس بنیاد پر وہ مقروض ہو گیا۔ ان سب افراد کی زکوٰۃ کی مدد سے مدد کرنا جائز ہے۔

الصَّدَقَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا جَاءَ فِي اسْتِيعَابِ الْأَصْنَافِ

اللہ کی راہ میں اور مسافروں کو صدقہ دینے اور مصارفِ زکوٰۃ کی تمام اصناف کو صدقہ دینے کا بیان
(۳۴۷۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ فَتُصَدَّقَ عَلَيْهِ فَأَهْلَى لَهُ)) (مسند احمد: ۱۱۲۸۸) دیا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مال دار کے لئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے، مگر تین افراد کے لیے: جہاد کرنے والا، مسافر اور وہ (غنی) آدمی کہ اس کے پڑوسی کو زکوٰۃ دی گئی اور اس نے اپنے پڑوسی کو کوئی تحفہ دے دیا۔“

فوائد: حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ کا مال کھاتے ہیں، ان کی دعوت و تحفہ قبول کیا جاسکتا ہے، بعض مالدار لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ زکوٰۃ کا مال سمجھ کر ان چیزوں سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ ایسی دعوت اور تحفے پر زکوٰۃ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ مستحق آدمی زکوٰۃ کے مال کا مالک بن جاتا ہے اور وہ جہاں مرضی خرچ کر سکتا ہے۔ مسافر کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی مالدار ہے، لیکن سفر میں کچھ وجوہات کی بنا پر اس کے اسبابِ سفر ختم ہو جاتے ہیں، اب بجائے اس کے کہ وہ اپنا سفر پورا کرنے کے لیے کسی سے قرضہ لینے کی کوشش کرے، اسے چاہیے کہ اگر کہیں زکوٰۃ مل سکتی ہے تو ظن غالب کے مطابق اتنی مقدار میں لے لے، جو اسے سفر میں کفایت کرے گی۔

(۳۴۷۸) عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَهَا جَعَلَ بَكْرًا لَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنَّهَا أَرَادَتِ الْعُمْرَةَ فَسَأَلَتْ زَوْجَهَا الْبَكْرَ قَابَسِي، فَأَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَاْمَرَهُ أَنْ يُعْطِيَهَا، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ)) وَقَالَ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً أَوْ تُجْزِي حَجَّةً)) وَقَالَ حَجَّاجٌ: ((تَعْدِلُ بِحَجَّةٍ أَوْ تُجْزِي بِحَجَّةٍ)) (مسند احمد: ۲۷۸۲۹)

سیدہ ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے شوہر نے ایک جوان اونٹ اللہ کی راہ کے لئے وقف کر دیا، جبکہ میں عمرہ کے لئے جانا چاہتی تھی، اس لیے میں نے اپنے شوہر سے وہ اونٹ طلب کیا، لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے میرے شوہر کو حکم دیا کہ وہ اونٹ مجھے دے دے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”حج اور عمرہ بھی اللہ کی راہ میں ہی ہے۔“ نیز فرمایا: ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔“

(۳۴۷۷) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف لضعف ابن ابی لیلی وعطیة۔ اخرجہ ابو داود: ۱۶۳۷ (انظر: ۱۱۲۶۸)

(۳۴۷۸) تخریج: المرفوع منه صحیح لغيره، لكن ذكر لفظ "العمره" منكر على كل حال۔ اخرجہ ابو داود: ۱۹۸۸ (انظر: ۲۷۲۸۶)

فوائد: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ...)) "جی ہاں، عورتوں پر جہاد ہے، لیکن اس میں قتال نہیں ہے، یعنی حج اور عمرہ۔" (ابن ماجہ: ۲۹۰۱) معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

رمضان میں عمرہ کرنے سے حج کا ثواب ملے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر اس عمرہ کرنے والے پر حج بھی فرض تھا تو اس عمرہ سے اس کے حج کی ادائیگی تصور ہوگی۔ ثواب ملنا اور چیز ہے اور فرض کا ادا ہو جانا چیز ہے دیگر۔ جیسے کوئی آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے پچیس یا ستائیس گنا ثواب ملے گا۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ نہیں کہ اس کے آئندہ پانچ دن کی نمازیں ادا ہو گئیں ہیں، اسے اب اتنے دن نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۴۷۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ رَجُلٍ اشْتَرَا بِمَالِهِ، أَوْ غَارِمٍ أَوْ غَارٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُسْكِينٍ تُصَدِّقَ عَلَيْهِ مِنْهَا فَأَهْذَى مِنْهَا لِغَنِيِّ)) (مسند احمد: ۱۱۵۵۹)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غنی لوگوں کے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے، مگر ان پانچ افراد کے لیے: عامل زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال کے عوض خریدنے والا، چٹی بھرنے والا (یعنی کسی کی طرف سے ادائیگی کا ذمہ لینے والا)، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور وہ غنی آدمی کہ زکوٰۃ لینے والا مسکین جس کو کوئی تحفہ دے دے۔"

فوائد: یہ ضروری نہیں کہ چٹی بھرنے والے اپنے مال سے ہی ادائیگی کرے، کیونکہ اس معاملے میں اس کی ذات کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس لیے وہ ایسے بوجھ اتارنے کے لیے زکوٰۃ بھی لے سکتا ہے اور سوال بھی کر سکتا ہے۔ آل محمد سے تعلق رکھنے والا عامل، زکوٰۃ سے تنخواہ نہیں لے سکتا، اگلے باب میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

قرآن مجید میں کل آٹھ مصارف زکوٰۃ بیان کیے گئے ہیں، اس باب سے معلوم ہوا کہ چٹی بھرنے والا بھی زکوٰۃ وصول کر کے اپنی ذمہ داری کو ادا کر سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ ایک آدمی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام مصارف میں خرچ کرے یا کسی ایک مصرف میں کرنے سے اس کا فرض ادا ہو جائے؟ مؤخر الذکر مسلک رائج ہے، کئی احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ صرف ایک ایک صنف میں بھی زکوٰۃ خرچ کی جاتی رہی۔

تَحْرِيمُ انْصَدَقَةِ عَلٰی بَنِي هَاشِمٍ وَاَزْوَاجِهِمْ وَمَوَالِيهِمْ، لَا اِلْهٰدِيَّةِ

بنو ہاشم اور ان کی بیویوں اور غلاموں کے لیے صدقہ کے حرام ہونے اور ہدیہ کے جائز ہونے کا بیان (۳۴۸۰) عَنْ أَبِي الْحَوَرَاءِ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ؑ: مَا تَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَخَذْتُ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلْتُهَا فِي فِيٍّ، قَالَ: فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِلُعَابِهَا، فَجَعَلَهَا فِي التَّمْرِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ هَذِهِ التَّمْرَةِ لِهَذَا الصَّبِيِّ؟ قَالَ: ((وَأَنَا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)) قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ: ((دَعْ مَا يَرِيكَ إِلَى مَا لَا يَرِيكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَئِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيْبَةٌ)) قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا هَذَا الدُّعَاءَ: ((اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّيْنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَاَلَيْتَ)) قَالَ شُعْبَةُ وَأَطْنُهُ قَدْ قَالَ هَذِهِ أَبْضًا: ((تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ)) (مسند احمد: ۱۷۲۷)

ابو حوراء کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی کوئی خاص بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی تھی، رسول اللہ ﷺ نے وہ لعاب سمیت میرے منہ سے کھینچ کر نکالی اور کھجور کے ڈھیر میں واپس ڈال دی۔ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس بچے کا ایک کھجور لے لینا، اس سے آپ کو کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم آل محمد ہیں اور ہمارے لئے زکوٰۃ حلال نہیں ہے۔“ آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے: ”شک والی بات کو چھوڑ کر ایسی صورت کو اختیار کرو جو شک و شبہ سے پاک ہو، سچائی میں سکون ہے اور جھوٹ میں قلق اور اضطراب ہے، پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمیں اس دعا کی تعلیم بھی دیتے تھے: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِیْمَنْ هَدَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ یعنی: اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے اپنا دوست بنایا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا اس میں برکت ڈال دے اور جس شر کا تو نے فیصلہ کیا ہے مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ بیشک تو ہی فیصلہ صادر کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جاتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا، اے ہمارے رب! تو بڑی برکت والا اور بہت بلند و بالا ہے۔“

(۳۴۸۰) تحریج: اسنادہ صحیح۔ اخرج الترمذی منه لفظ: ((دع ما يريك إلى ما لا يريك... وان الكذب ريبة))، وأخرجه بتمامه عبد الرزاق: ۴۹۸۴، والطبرانی: ۲۷۱۱ (انظر: ۱۷۲۷)

ربیعہ بن شبان کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص چیز یاد ہے؟ انہوں نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مجھے زکوٰۃ والے سنور میں لے گئے، میں نے وہاں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو پھینک دو، یہ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے اہل بیت کے کسی فرد کے لئے حلال نہیں ہے۔“

(۳۴۸۱) عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ شَبَّانَ أَنَّهُ قَالَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا تَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَذْخَلَنِي عُرْفَةَ الصَّدَقَةِ فَأَخَذْتُ مِنْهَا تَمْرَةً فَأَلْقَيْتُهَا فِي فَمِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْقَهَا فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ)). (مسند احمد: ۱۷۲۴)

ابو حوراء کہتے ہیں: ہم سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، کسی نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایک دفعہ آپ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا، آپ ﷺ کا گزر اس کھلیان سے ہوا، جہاں زکوٰۃ کی کھجوریں پڑی تھیں، میں نے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی، لیکن آپ ﷺ نے لعاب سمیت اس کو نکال دیا۔ کسی نے کہا: اگر آپ یہ کھجور اس بچے کے پاس ہی رہنے دیتے تو اس سے آپ کو کیا ہو جاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم آل محمد رضی اللہ عنہم کے لیے یہ زکوٰۃ حلال نہیں ہے۔“ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: نیز میں نے آپ ﷺ سے پانچ نمازیں بھی سیکھی ہیں۔

(۳۴۸۲) عَنْ أَبِي الْحَوَّارِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فُسِيلٌ: مَا عَقَلْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَوْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى جَرِينٍ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَأَخَذْتُ تَمْرَةً فَأَلْقَيْتُهَا فِي فَمِي فَأَخَذَهَا بِلُعَابِي، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: وَمَا عَلَيْكَ لَوْ تَرَكْتَهَا، قَالَ: ((إِنَّا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)). قَالَ: وَعَقَلْتُ مِنْهُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ. (مسند احمد: ۱۷۲۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، جبکہ آپ ﷺ صدقہ کی کھجوریں تقسیم فرما رہے تھے اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی گود میں تھے،

(۳۴۸۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقْسِمُ تَمْرًا مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي جِجْرِهِ

(۳۴۸۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابن ابی شیبہ: ۲/ ۲۱۴، وابن خزيمة: ۲۳۴۹، والطحاوی:

۷/ ۲، وهو نفس الحديث المتقدم (انظر: ۱۷۲۴)

(۳۴۸۲) اسنادہ صحیح۔ أخرجه الطبرانی: ۲۷۱۴، وهو نفس الحديث المتقدم (انظر: ۱۷۲۵)

(۳۴۸۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۸۵، ومسلم: ۱۰۶۹ (انظر: ۷۷۵۸)

جب آپ ﷺ کام سے فارغ ہوئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھالیا اور ان کا لعاب آپ ﷺ پر بہنے لگا، جب آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو ان کے منہ میں ایک کھجور دیکھی، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے منہ میں داخل کر کے اس کو نکال دیا اور فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد ﷺ کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور اس کو اپنے منہ میں چبایا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اوہ، اوہ، اوہ، ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کو اپنے پہلو کے نیچے سے ایک کھجور ملی، آپ ﷺ نے اسے اٹھا کر کھالیا، لیکن بعد ازاں رات کے آخری پہر کو آپ ﷺ پریشانی کی وجہ سے الٹ پلٹ ہونے لگ گئے، اس وجہ سے آپ ﷺ کی بعض بیویاں بھی گھبرا گئیں، آپ ﷺ نے (اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ”مجھے اپنے پہلو کے نیچے سے ایک کھجور ملی اور میں نے اسے کھالیا، اب مجھے اندیشہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ صدقہ کی کھجور ہو۔“

(دوسری سند) اس میں ہے: آپ ﷺ نے وہ کھجور تو کھالی، مگر ساری رات آپ ﷺ کو نیند نہیں آئی، کسی اہلیہ نے عرض

فَلَمَّا فَرَغَ حَمَلُهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَاتِقِهِ، فَسَالَ لُعَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ فَإِذَا تَمْرَةٌ فِي فِيهِ، فَأَدْخَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) (مسند احمد: ۷۷۴۴)

(۳۴۸۴) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَلَاكَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((يَخُخْ، يَخُخْ، ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.)) (مسند احمد: ۱۰۱۷۶)

(۳۴۸۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ نَائِمًا فَوَجَدَ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِهِ فَأَخَذَهَا فَآكَلَهَا، ثُمَّ جَعَلَ يَتَصَوَّرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَفَزَعَ لِسَدِّكَ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ، فَقَالَ: ((إِنِّي وَحَدْتُ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِي فَآكَلْتُهَا فَخَشِيتُ أَنْ تَكُونَنَّ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ.)) (مسند احمد: ۶۷۲۰)

(۳۴۸۶) وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَنْخُوهُ، وَفِيهِ) فَآكَلَهَا فَلَمْ يَنْمِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ

(۳۴۸۴) تخریج: انظر الحديث السابق (انظر: ۱۰۱۷۳)

(۳۴۸۵) تخریج: اسنادہ حسن (انظر: ۶۷۲۰)

(۳۴۸۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ۶۸۲۰)

بَعْضُ نِسَائِهِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ
الْبَارِحَةَ - قَالَ: ((إِنِّي وَجَدْتُ تَحْتَ جَنْبِي
تَمْرَةً فَأَكَلْتُهَا وَكَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ مِنْ تَمْرِ
الصَّدَقَةِ فَخَشِيتُ أَنْ تَكُونَ مِنْهُ)) (مسند
احمد: ۶۸۲۰)

کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ تھی کہ گزشتہ رات آپ پر بے
خوابی طاری رہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اپنے پہلو کے
نیچے سے ایک کھجور ملی تھی، میں نے وہ کھالی، ہمارے ہاں صدقہ
کی کھجوریں بھی پڑی تھیں، اب مجھے اندیشہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ
ہو کہ وہ کھجور ان صدقہ والی کھجوروں میں سے ہو۔“

فوائد: آپ ﷺ کو جوشہ ہوا تھا، یہ محض شبہ نہیں تھا، بلکہ اس کے مختلف قرائن ہوں گے، ممکن ہے کہ اس
دن آپ ﷺ کے گھر میں صدقے کی کھجوریں لائی گئی ہوں، تاکہ آپ ﷺ ان کو تقسیم کر دیں، اس وجہ سے
آپ ﷺ کو شبہ ہو گیا ہو، بہر حال ایسی صورتحال میں شبہ میں پڑ جانے کی گنجائش موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والوں کو اس جگہ غور کرنا چاہیے، اگر آپ غیب جانتے تھے اور کھجور واقعہ صدقے
کی تھی تو یہ کھائی کیوں اور اگر صدقے کی نہیں تھی تو ساری رات بے خوابی اور بے قراری میں کیوں گزاری؟ (عبداللہ رفیق)

(۳۴۸۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ
النَّبِيُّ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ سَأَلَ
عَنْهُ، فَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ أَكَلَ وَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ
قَالَ: ((كُلُوا)) وَلَمْ يَأْكُلْ - (مسند احمد:
۸۰۰۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول
یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کا کھانا گھر والوں کے علاوہ کہیں اور
سے لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں دریافت
کرتے تھے، اگر وہ تحفہ ہوتا تو کھا لیتے اور اگر وہ صدقہ ہوتا تو
فرماتے: ”تم کھا لو۔“ آپ ﷺ خود نہیں کھاتے تھے۔

(۳۴۸۸) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ - (مسند
احمد: ۲۰۳۱۳)

سیدنا معاذ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم
کی روایت بیان کی ہے۔

(۳۴۸۹) عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ
الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ اجْتَمَعَ
رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَا: وَاللَّهِ! لَوْ بَعَثْنَا هَذَيْنِ
الْغُلَامَيْنِ، فَقَالَ لِي وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

سیدنا عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا ربیعہ بن
حارث رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جمع ہوئے اور
انہوں نے میرے اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق
مشورہ کیا اور کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم ان دونوں کو رسول
اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں تاکہ آپ ﷺ ان

(۳۴۸۷) متخریج: أخرجه البخاری: ۲۵۷۶، ومسلم: ۱۰۷۷ (انظر: ۸۰۱۴)

(۳۴۸۸) تخریج: -: صحيح لغيره - أخرجه الترمذی: ۶۵۶ (۲۰۰۵۴)

(۳۴۸۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۷۲ (انظر: ۱۷۵۱۹)

دونوں کو صدقات کی وصولی پر مامور فرمائیں، اس طرح یہ دونوں لوگوں سے زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے لائیں اور دوسروں کی طرح مالی منفعت یعنی اجرت حاصل کر سکیں، یہ بہتر چیز ہے، ابھی تک وہ دونوں یہ مشورہ ہی کر رہے تھے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے پوچھا: تمہارے کیا ارادے ہیں؟ جب ان دونوں نے ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسا نہ کرو، اللہ کی قسم ہے! رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا: آپ ایسے کیوں کر رہے ہیں؟ آپ یہ بات محض حسد کی بنا پر کر رہے ہیں، دیکھیں کہ آپ، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہتے ہیں اور آپ، آپ ﷺ کے داماد بھی ہیں، لیکن ہم نے تو کبھی بھی آپ پر حسد نہیں کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی آخر ابوحسن ہوں، تم ان دونوں کو بھیج کر دیکھ لو، یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے۔ عبدالمطلب کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو ہم آپ ﷺ سے قبل ہی حجرہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمارے ہاتھ تھام لئے اور فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر دو، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اندر چلے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں مقیم تھے، ہم نے آپ ﷺ سے بات کی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہمیں زکوٰۃ و صدقات کی وصولی پر مامور فرمادیں، اس طرح ہم بھی دوسروں کی طرح مالی منفعت حاصل کر سکیں گے، ہم بھی دوسروں کی طرح وصولیاں کر کے لا کر آپ ﷺ کو دیں گے۔ یہ سن کر رسول

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَهُمَا عَلَى هَذِهِ الصَّدَقَاتِ فَأَدَيَا مَا يُؤَدِي النَّاسُ وَأَصَابَا مَا يُصِيبُ النَّاسُ مِنَ الْمَنْفَعَةِ، فَبَيْنَاهُمَا فِي ذَلِكَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَاذَا تُرِيدَانِ؟ فَأَخْبَرَاهُ بِالَّذِي أَرَادَا، قَالَ: فَلَا تَفْعَلَا فَوَاللَّهِ! مَا هُوَ بِفَاعِلٍ، فَقَالَا: لَمْ تَصْنَعْ هَذَا؟ فَمَا هَذَا مِنْكَ إِلَّا نَفَاسَةٌ عَلَيْنَا لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَنَلْتَ صَهْرَهُ فَمَا نَفْسُنَا ذَلِكَ عَلَيْكَ، قَالَ: فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنِ، أَرْسَلُوهُمَا ثُمَّ اضْطَجَعَ قَالَ: صَلَّى الظُّهْرَ (يَعْنِي النَّبِيُّ ﷺ) سَبَقْنَاهُ إِلَى الْحُجْرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهَا حَتَّى مَرَيْنَا فَأَخَذَ بِأَيْدِينَا، ثُمَّ قَالَ: أَخْرِجَا مَا تُصَرَّرَانِ، وَدَخَلَ فَدَخَلْنَا مَعَهُ وَهُوَ جِسْتِيذٌ فِي بَيْتِ زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَ: فَكَلَّمْنَاهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! جِئْنَاكَ لِتُؤَمِّرَنَا عَلَى هَذِهِ الصَّدَقَاتِ فَتُصِيبَ مَا يُصِيبُ النَّاسُ مِنَ الْمَنْفَعَةِ وَتُؤَدِيَ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِي النَّاسُ، قَالَ: فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ حَتَّى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ، فَأَشَارَتْ إِلَيْنَا زَيْنَبُ مِنْ وَرَاءِ حِجَابِهَا، كَأَنَّهَُا تَنْهَانَا عَنْ كَلَامِهِ، وَأَقْبَلَ فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَسْبَغِي لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، أَدْعُوا لِي مَخْمِيَّةَ بَنِ جَرْءٍ-)) وَكَانَ عَلَى الْعُسْرِ، وَأَبَا سُفْيَانَ ابْنَ الْحَارِثِ فَاتِيَا فَقَالَ

لِمَحْمِيَّةٍ: ((أَصْدَقُ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمْسِ-))
(مسند احمد: ۱۷۶۶۰)

اللہ ﷺ خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک کمرے کی چھت کی طرف اٹھایا، ہم نے کچھ کہنے کا ارادہ تو کیا لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کر کے ہمیں بولنے سے روک دیا، کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”خبردار! محمد اور آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہوتی ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: محمییہ بن جز کو بلاؤ۔“ جو کہ عشر پر مامور تھے۔ پھر آپ ﷺ نے محمییہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”خمس (پانچواں حصے) میں سے ان دونوں کے مہر ادا کر دو۔“

(دوسری سند) سیدنا عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ﷺ ان کی شادیاں کرا دیں اور انہیں صدقات کی وصولی پر مامور کر دیں تاکہ وہ اس طرح کچھ مالی منفعت حاصل کر سکیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”یہ صدقات تو لوگوں کی میل کچیل ہوتے ہیں اور یہ محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے سیدنا محمییہ زبیدی رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”فضل کی شادی کرا دو۔“ اور سیدنا نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم عبدالمطلب بن ربیعہ کی شادی کرا دو، رسول اللہ ﷺ نے محمییہ زبیدی کو ”خمس“ کی وصولی پر مامور کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم ان دونوں کا مہر ”خمس“ میں سے ادا کر دو۔“ عبد اللہ بن حارث نے اس کی مقدار کا تعین نہیں کیا۔

(۳۴۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) أَنَّهُ هُوَ وَالْفَضْلُ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيُزَوِّجَهُمَا وَيَسْتَعْمِلَهُمَا عَلَى الصَّدَقَةِ فَيُضَيَّانِ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةُ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِمَحْمِيَّةِ الزُّبَيْدِيِّ: ((زَوْجِ الْفَضْلَ-)) وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: ((زَوْجِ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ وَقَالَ لِمَحْمِيَّةِ بْنِ جَزَاءِ الزُّبَيْدِيِّ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَعْمِلُهُ عَلَى الْأَخْمَاسِ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَدِّقُ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمْسِ شَيْئًا، لَمْ يُسَمِّهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ- (مسند احمد: ۱۷۶۵۹)

(۳۴۹۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: أَتَيْتُ

(۳۴۹۰) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ۱۷۵۱۸)

(۳۴۹۱) صحيح بالشواهد۔ اخرجه ابن ابی شیبہ: ۳/ ۳۱۵، وعبد الرزاق: ۶۹۴۲ (انظر: ۱۵۷۰۸)

خدمت میں صدقہ کی ایک چیز لے کر حاضر ہوا، لیکن انہوں نے وہ چیز واپس کر دی اور کہا: مولائے نبی سیدنا مہران نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”ہم آل محمد ﷺ ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے، نیز قوم کا غلام ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔“

(دوسری سند) انہوں نے مجھے کہا: مجھے مہران نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے اسے بتاتے ہوئے کہا: میمون! یا مہران! ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ ہم کو صدقات سے روکا گیا ہے۔ ہمارے غلام بھی ہم میں سے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کھاتے۔“

مولائے رسول سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ارقم زہری یا ابن ابی ارقم کا میرے پاس سے گزر ہوا، وہ صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔ انہوں نے مجھے بھی ساتھ لے لیا ایک اور روایت میں ہے۔ وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے تاکہ میں بھی اس میں سے کچھ حاصل کر سکوں۔ میں نے واپس آ کر نبی کریم ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے صدقہ حرام ہے اور قوم کا غلام انہی میں شمار ہوتا ہے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں غلام تھا، ایک دن میں کھانا لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یہ صدقہ ہے، (یہ سن کر) آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو

أَمْ كُنْتُمْ إِبْنَةَ عَلِيٍّ بَشَىءٍ مِنَ الصَّدَقَةِ فَرَدَّهَا وَقَالَتْ: حَدَّثَنِي مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ مِهْرَانٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ)) (مسند احمد: ۱۵۷۹۹)

(۳۴۹۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيهِ: أَنَّهُ قَالَتْ: أَخْبَرَنِي مِهْرَانٌ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ: ((يَا مَيْمُونُ أَوْ يَا مِهْرَانُ! إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ نُبِيِّنَا عَنِ الصَّدَقَةِ، وَإِنَّا مَوَالِيْنَا مِنْ أَنْفُسِنَا وَلَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ)) (مسند احمد: ۱۶۵۱۲)

(۳۴۹۳) عَنْ أَبِي رَافِعٍ (مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ الْارْقَمُ الزُّهْرِيُّ، أَوْ ابْنُ أَبِي الْارْقَمِ وَاسْتَعْمِلَ عَلَيَّ الصَّدَقَاتِ قَالَ: فَاسْتَبَعْنِي (وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: إِصْحَبْنِي كَيْمَا تُصِيبَ مِنْهَا) قَالَ: فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: ((يَا أَبَا رَافِعٍ! إِنَّ الصَّدَقَةَ حَرَامٌ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَإِن مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ)) (مسند احمد: ۲۴۳۶۴)

(۳۴۹۴) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِطَعَامٍ وَأَنَا مَمْلُوكٌ فَقُلْتُ: هَذِهِ صَدَقَةٌ، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ فَآكَلُوا وَلَمْ

(۳۴۹۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۴۹۳) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۵۰، والترمذی: ۶۵۷ (انظر: ۲۳۸۶۳)

(۳۴۹۴) حدیث صحیح۔ اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۸/۲، والطبرانی: ۶۰۶۶ (انظر: ۲۳۷۲۲)

مَنْ أَطْعَمَ جَائِعًا ۖ زَكَاةُ كِيَادَانِي كِيَاوَاب ۖ

يَأْكُلُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ: هَذِهِ هَدِيَّةٌ،
أَهْدَيْتُهَا لَكَ أَكْرَمَكَ اللَّهُ بِهَا فَإِنِّي رَأَيْتُكَ لَا
تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ فَأَكَلُوا وَآكَلَ
مَعَهُمْ۔ (مسند احمد: ۲۴۱۲۳)

(کھانے کا) حکم دیا، پس انہوں نے کھالیا اور آپ ﷺ نے
خود نہ کھایا۔ پھر ایک دن میں کھانا لے کر حاضر ہوا اور کہا: اللہ
تعالیٰ آپ ﷺ کو عزت دے، یہ ہدیہ ہے، جو میں آپ کیلئے
لے کر آیا ہوں، کیونکہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں
کھاتے۔ پاس آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا، پس انہوں
نے بھی کھالیا اور آپ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ کھایا۔

فوائد:..... راجح قول کے مطابق آل محمد ﷺ سے مراد بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم ہیں، اور بنو ہاشم سے مراد
سیدنا علی، سیدنا عباس، سیدنا عقیل اور سیدنا حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔ مذکورہ بالا بعض احادیث سے یہ
بھی معلوم ہوا کہ ان کے غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ
کے اہل بیت کے غلاموں کے لیے بھی صدقہ حلال نہیں ہے، حنفی مذہب میں بھی یہی قول معروف ہے، البتہ ابن ملک کا
قول اس کے مخالف ہے، لیکن علامہ ملا علی قاری نے (مرقاۃ المفاتیح: ۲/ ۴۴۸ - ۴۴۹) میں اس پر رد کیا ہے، اس
کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ (صحیحہ: ۱۶۱۳) آج بھی جن لوگوں کا نسب ان مذکورہ بالا ہستیوں سے ملتا ہے، ان کو اس معاملے
انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔

الْغُلُولُ فِي الصَّدَقَةِ وَوَعِيدُ مَنْ فَعَلَهُ

صدقہ میں خیانت کرنے اور ایسا کرنے والے کے لئے وعید کا بیان

(۳۴۹۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحُبَابِ
الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّهُمْ تَذَاكُرُوا هُوَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ
يَوْمَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَمْ تَسْمَعْ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ ذَكَرَ غُلُولَ الصَّدَقَةِ،
أَنَّهُ مَنْ غَلَّ فِيهَا بَعِيرًا أَوْ شَاةً، أَتَى بِهِ
يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَنَسٍ:
بَلَى۔ (مسند احمد: ۱۶۱۶۰)

سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز میرے اور
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین صدقہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی، سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا تھا
کہ جب آپ ﷺ نے صدقہ میں خیانت کا ذکر کیا تو اس
وقت یہ بھی فرمایا تھا: ”جس نے صدقہ کے مال میں ایک اونٹ
یا ایک بکری کی خیانت کی، تو وہ قیامت والے دن اسے اٹھا کر
حاضر ہوگا؟ سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی بالکل۔

(۳۴۹۶) عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
سَيِّدَنَا ابُو حَمِيد سَاعِدِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے بنوازد

(۳۴۹۵) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۸۱۰ (انظر: ۱۶۰۶۳)

(۳۴۹۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۵۹۷، ۷۱۷۴، ومسلم: ۱۸۳۲ (انظر: ۲۳۵۹۸)

کے ایک شخص ابن لُثْبِيہ کو صدقہ کی وصولی کیلئے عامل بنایا، جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا: یہ چیز تمہارے لئے ہے اور یہ چیز مجھے ہدیہ دی گئی ہے، بات یہ ہے کہ وہ اپنی ماں یا باپ کے گھر بیٹھا رہتا پھر دیکھتے کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! تم میں سے جو آدمی صدقہ میں خیانت کرے گا، وہ اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر حاضر ہوگا، اگر وہ اونٹ ہوا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، اگر وہ گائے ہوئی تو ڈکار رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہوئی تو میا رہی ہوگی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ ہمیں آپ کے بازوؤں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! کیا میں نے لوگوں تک پیغام پہنچا دیا ہے۔“ آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ بات ارشاد فرمائی۔ (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے کانوں نے یہ حدیث سنی اور میری آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کیا، بہر حال تم سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو۔ سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عاملین زکوٰۃ کے خفے خیانت ہیں۔“

مولائے رسول سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ عصر کی نماز کے بعد بنو عبد الاشمل کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور غروب آفتاب تک وہیں گفتگو میں مگن رہتے۔ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دفعہ (وہاں

قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ، يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللَّثْبِيَّةِ، عَلَى صَدَقَةٍ فَجَاءَ فَقَالَ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِي إِلَيَّ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنْبَرِ، فَقَالَ: ((مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبَعْتُهُ فَيَجِيءُ، فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِي إِلَيَّ، أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَيُّهُدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا أَوْ رُغَاءً أَوْ بَقَرَةً لَهَا خَوَارٌ أَوْ شَاةً تَبْعِرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ ثَلَاثًا، وَزَادَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَمِعَ أُذُنِي وَأَبْصَرَ عَيْنِي وَسَلَوُا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ - (مسند احمد: ۲۳۹۹۶)

(۳۴۹۷) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَذَا يَابِ الْعُمَّالِ غُلُولٌ -)) (مسند احمد: ۲۳۹۹۹)

(۳۴۹۸) عَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ رُبَّمَا ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَيَتَحَدَّثُ حَتَّى يَنْحَلِدَ لِلْمَغْرِبِ،

(۳۴۹۷) تخريج: اسنادہ ضعیف، اسماعیل بن عیاش حمصی صدوق فی روایتہ عن اہل بلدہ، مخلط فی غیرہم، وروایتہ ہنا عن یحییٰ بن سعید الانصاری حجازی۔ اخرجه ابو عوانة: ۷۰۷۳، والبزار فی "مسندہ": ۳۷۲۳، والبیہقی: ۱۰ / ۱۳۸ (انظر: ۲۳۶۰۱)

(۳۴۹۸) تخريج: اسنادہ ضعیف لجهالة حال منبوذ، ثم ان فی سماع الفضل عن جدہ ابی رافع نظراً۔ خرجه النسائي: ۲ / ۱۱۵ (انظر: ۲۷۱۹۲)

سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ مغرب کے لیے جلدی جلدی چلے آ رہے تھے، کہ آپ ﷺ نے بقیع سے گزرتے وقت یہ فرمانا شروع کر دیا: ”تیرے لیے اف ہے، تیرے لیے اف ہے۔“ میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ مجھے یہ کلمات کہہ رہے ہیں اس لیے یہ بات میرے دل پر بڑی گراں گزری اور میں پیچھے کو ہٹنا شروع ہو گیا، لیکن آپ ﷺ نے پوچھا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آگے چلو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: ”تمہاری مراد کیا ہے؟“ میں نے کہا: آپ ﷺ مجھ اف کہہ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ یہ فلاں آدمی کی قبر ہے، میں نے اس کو فلاں قبیلہ کی طرف زکوٰۃ کا عامل بنا کر بھیجا تھا اور اس نے ایک چادر کی خیانت کی تھی، اب اس کو اس کی بقدر آگ کی قیص پہنا دی گئی ہے۔“

سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن عامر کی تیمارداری کرنے کے لیے گئے، ابن عامر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا بات ہے، آپ میرے حق میں دعا کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواباً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: ”اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور خیانت والے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔“ اور تم تو بصرہ کے عامل رہ چکے ہیں (اور ممکن ہے کہ تم سے گڑبڑ ہو گئی ہو)۔

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: ”اٹھو اور فلاں قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ اور خیال کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن

قَالَ: فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ قَبِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُسْرِعًا إِلَى الْمَغْرِبِ إِذْ مَرَّ بِالْبَقِيعِ، فَقَالَ: ((أَفِ لَكَ، أَفِ لَكَ)) مَرَّتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي ذَرْعِي، وَتَأَخَّرْتُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُنِي، فَقَالَ: ((مَالُكَ؟ إِمْسِ)) قَالَ: قُلْتُ: أَخَذْتُ حَدَثًا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قُلْتُ: أَقْفَتُ بِي، قَالَ: ((لَا، وَلَكِنْ هَذَا قَبْرُ فُلَانٍ بَعَثْتُهُ سَاعِيًا عَلَى بَنِي فُلَانٍ فَعَلَّ نَمِرَةً، فَدُرِعَ الْآنَ مِثْلُهَا مِنْ نَارٍ)) (مسند احمد: ۲۷۷۳۴)

(۳۴۹۹) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ يَعُودُهُ فَقَالَ: مَا لَكَ لَا تَدْعُو لِي؟ قَالَ: قَبَلَانِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ بَغِيرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ)) وَقَدْ كُنْتُ عَلَى الْبَصْرَةِ يَغْنِي عَامِلًا۔ (مسند احمد: ۵۴۱۹)

(۳۵۰۰) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُ: ((قُمْ عَلَى صَدَقَةِ بَنِي فُلَانٍ، وَانْظُرْ لَا

تَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَكْرِ تَحْمِلُهُ عَلَى عَاتِقِكَ
أَوْ عَلَى كَاهِلِكَ لَهُ رُغَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))
قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِصْرِفْهَا عَنِّي،
فَصَرَفَهَا عَنْهُ. (مسند احمد: ۲۲۸۲۸)

اس حال میں آؤ کہ اپنے کندھے پر بلبلاتا ہوا اونٹ اٹھا رکھا ہو۔ یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ یہ ذمہ داری مجھ سے ہٹالیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے اس ذمہ داری کو ختم کر دیا۔

(۳۵۰۱) عَنْ سَمَاءِ (بْنِ حَرْبٍ) قَالَ:
سَمِعْتُ قَبِيصَةَ بْنَ هَلْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ الصَّدَقَةَ فَقَالَ: ((لَا
يَجِيئَنَّ أَحَدُكُمْ بِشَاةٍ لَهَا يُعَارُ)) (مسند
احمد: ۲۲۳۲۹)

سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”تم میں سے کوئی آدمی قیامت کے دن اس حالت میں نہ آئے کہ میاقتی ہوئی بکری بھی اس کے ساتھ ہو۔“

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خیانت کتنا بڑا جرم ہے، اس بارے میں خلاصہ یہ ہے کسی سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت کے تعین کے وقت جو شروط و قیود طے ہو جائیں، ان کا پاس و لحاظ کرنا انتہائی ضروری ہے، نیز درج ذیل حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بطور عامل اور ساعی صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جاتے ہیں، اس سفر میں جو چیز ان کو بطور تحفہ دی جائے گی، وہ بھی ان کے لیے جائز نہیں ہوگی: سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے از قبیلہ کے ابن تمیہ نامی ایک آدمی کو زکوٰۃ کی وصولی کا عامل بنایا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ مال تو تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَتُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، هَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أُيْهْدِيَ لَهُ أَمْ لَا، لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا فَلَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً فَلَهَا خُورًا أَوْ شَاةً تَبْعُرُ))

”اس عامل کو کیا ہو گیا ہے، جس کو ہم بھیجتے ہیں، لیکن جب وہ واپس آتا ہے تو کہتا ہے: یہ چیز تو تمہاری ہے اور یہ چیز مجھے بطور تحفہ دی گئی۔ ذرا وہ اپنی ماں یا باپ کے گھر میں بیٹھے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو تحفہ ملتا ہے یا نہیں، جو آدمی اس میں سے جو چیز بھی لے گا، وہ قیامت کے روزہ اس کو اپنے ساتھ لائے گا، اگر وہ اونٹ ہوا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، اگر وہ گائے ہوئی تو وہ ڈکار رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہوئی تو میا رہی ہوگی۔“

النَّهْيُ عَنِ السُّؤَالِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت اور اس سے متعلق مسائل کا بیان

نَهْيُ الْغَنِيِّ عَنِ السُّؤَالِ وَحَدُّ الْغِنَى وَمَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ
 مالدار کو سوال سے منع کرنے، غنی کی حد اور ان لوگوں کا بیان، جن کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔
 تنبیہ: یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اور کافی لوگ اس معاملے میں انتہائی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ غنی کی وہ کون سی حد ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے لوگوں سے سوال نہیں کیا جاسکتا ہے؟ مختلف احادیث میں مختلف باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے، آپ بغور مطالعہ کریں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، ہر شخص سوال کرنے سے بچے، اگر وہ ایسا اقدام کرتا ہے تو اس کے پاس عذر ہونا چاہیے، جسے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکے، بہر حال کسی اشد ضرورت کی بنا پر لوگوں سے سوال کرنا درست ہے، جیسا کہ سیدنا سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَذٌّ يَكْذُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ)) (ترمذی: ۶۸۱، ابوداؤد: ۱۶۳۹) ”سوال کرنا، نوچنا ہے۔ اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ نوچتا ہے، الا یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مانگنے سے مستغنی ہونے کے باوجود مانگتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی۔“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! غنی کی حد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پچاس حسابہا من الذہب“ (مسند احمد: ۴۲۰۶) درہم یا اس کے برابر سونا۔“

(۳۵۰۲) تخریج: حسن، وهذا اسناد ضعیف لضعف حکیم بن جبیر۔ اخرجه ابوداؤد: ۱۶۲۶،

الترمذی: ۶۵۱، والنسائی: ۹۷/۵، وابن ماجہ: ۱۸۴۰ (انظر: ۴۲۰۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فوائد: اس حدیث میں (۵۰) درہموں کو غنئی کی حد قرار دیا گیا ہے، یہ تقریباً (۱۲ ، ۱۳) تولے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۰۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحُلُّ لِعَاقِبِي وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ)) (مسند احمد: ۸۸۹۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مال دار اور تندرست و توانا کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔“

فوائد: تندرست آدمی کے لیے اس وقت زکوٰۃ لینا اور سوال کرنا جائز ہوگا، جب کوشش کے باوجود کوئی کام نہیں مل رہا ہوگا، بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہونا چاہیے اور کوئی معیار اس کے سامنے آڑ نہ بنے پائے۔

(۳۵۰۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بن العاص) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔ (مسند احمد: ۶۵۳۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(۳۵۰۵) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ أَوْقِيَّةٌ أَوْ عَذْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ إِنْحَافًا)) (مسند احمد: ۱۶۵۲۴)

بنو اسد کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایک اوقیہ یا اس کے مساوی چیز کا مالک ہو اور وہ سوال کرے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) اس نے اصرار کے ساتھ اور چمٹ کر سوال کیا (جو اس کا حق نہیں ہے)۔“

فوائد: اصرار کے ساتھ سوال نہ کرنا اچھے لوگوں کی صفت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (سورہ بقرہ: ۲۷۳).....

”صدقات کے مستحق صرف وہ غرباء ہیں، جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے، جو زمین میں چل پھر نہیں سکتے، نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہچان لیں گے، وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے، تم جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے۔“ (۳۰) درہموں کا ایک اوقیہ ہوتا ہے، یہ تقریباً (۱۰) تولے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۰۳) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۸۳۹، والنسائي: ۵/ ۹۹ (انظر: ۸۹۰۸)

(۳۵۰۴) تخریج: اسنادہ قوی۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۳۴، والترمذی: ۶۵۲ (انظر: ۶۵۳۰)

(۳۵۰۵) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۲۷، والنسائي: ۵/ ۹۸ (انظر: ۱۶۴۱۱)

(۳۵۰۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
نَ الْحُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ   قَالَ: سَرَّحَنِي
أُمِّي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ   أَسْأَلُهُ فَآتَيْتُهُ
فَقَعَدْتُ، قَالَ: فَاسْتَقْبَلَنِي فَقَالَ: ((مَنْ
اسْتَغْنَى أَعْنَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَعْفَّ أَعَفَّهُ
اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَكْفَى كَفَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ سَأَلَ
وَلَهُ فِيمَهُ أَوْقِيَةٌ فَقَدْ أَلْحَفَ)) قَالَ: فَقُلْتُ:
نَاقِيَتِي الْيَافُوتَةَ مَعِيَ خَيْرٌ مِنْ أَوْقِيَةٍ،
فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ۔ (مسند احمد: ۱۱۰۷۵)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری والدہ نے مجھے رسول
اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تاکہ میں آپ ﷺ سے کوئی چیز
مانگ کر لے آؤں، میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر وہاں بیٹھ
گیا، آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”جو غنی ہونا
چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا، جو (لوگوں کے سامنے
دست سوال پھیلانے) سے پاکدامنی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ
سے پاکدامن بنا دے گا، جس نے اللہ تعالیٰ سے کفایت چاہی،
اللہ تعالیٰ اسے کفایت کرے گا اور اگر ایک اوقیہ کی قیمت کا
مالک سوال کرے گا تو وہ اصرار کے ساتھ سوال کرے گا (جو
اس کا حق نہیں ہے)۔“ یہ سن کر سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں
نے سوچا کہ میری یا قوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے بہتر ہے، اس لیے
میں لوٹ گیا اور سوال نہیں کیا۔

(۳۵۰۷) عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ
أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ، أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ   فِي
حَاجَةِ الْوَدَاعِ يَسْأَلَانِهِ الصَّدَقَةَ، قَالَ: فَرَفَعَ
فِيهِمَا رَسُولُ اللَّهِ   الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ
فَرَأَاهُمَا رَجُلَيْنِ جَلْدَيْنِ، فَقَالَ: ((إِنْ
شِئْتُمَا أُعْطِيَتْكُمَا مِنْهَا وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ
وَلَا لِغَنِيٍّ مُكْتَسِبٍ))۔ (مسند احمد: ۱۸۱۳۵)

عبید اللہ بن عدی کہتے ہیں: دو صحابہ نے مجھے بتلایا کہ وہ حجۃ
الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور صدقہ کا
سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے (ان کو دیکھنے کے لیے) ان کی
طرف نظر اٹھائی اور پھر اسے نیچے کی طرف کیا، آپ ﷺ نے
دیکھا کہ وہ دونوں مضبوط اور قوی آدمی ہیں، اس لیے
آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ”اگر تم چاہتے ہو تو میں
تمہیں صدقہ میں سے کچھ دے دیتا ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے
کہ کسی مال دار اور کما سکنے والے قوی آدمی کا صدقہ میں کوئی
حصہ نہیں ہے۔“

(۳۵۰۸) عَنْ عَلِيٍّ   قَالَ: قَالَ رَسُولُ

(۳۵۰۶) تخریج: اسنادہ قوی۔ أخرجه النسائي: ۵ / ۹۸ (انظر: ۱۱۰۶۰)

(۳۵۰۷) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۳۳ (انظر: ۱۷۹۷۲)

(۳۵۰۸) اسنادہ ضعیف جدا، حسن بن ذکوان ضعیف، وهو لم يسمع من حبيب بن ابي ثابت، بينهما عمرو بن خالد القرشي مولا هم المتهم بالكذب۔ أخرجه الدارقطني: ۲ / ۱۲۱ (انظر: ۱۲۵۳)

اللہ ﷻ: ((مَنْ سَأَلَ مَسْأَلَةً عَنْ ظَهْرِ غَنَى، اسْتَكْثَرَ بِهَا مِنْ رَضْفِ جَهَنَّمَ)) قَالُوا: مَا ظَهْرُ غِنَى؟ قَالَ: ((عَشَاءُ لَيْلَةٍ)) (مسند احمد: ۱۲۵۳)

شخص غنی کے باوجود لوگوں سے مانگتا ہو، وہ اپنے لئے جہنم کے گرم پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔“ صحابہ نے پوچھا: غنی کی مقدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شام کا کھانا۔“

(۳۵۰۹) عَنْ حُبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ مِنْ غَيْرِ فَقْرٍ فَكَأَنَّمَا يَأْكُلُ الْجَمْرَ)) (مسند احمد: ۱۷۶۴۹)

(۳۵۱۰) عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ لَأَنْصَارِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ عَيْنَةً وَالْأَفْرَعُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ أَنْ يَكْتُبَ بِهِ لَهُمَا فَفَعَلَ وَخَتَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَ بِدَفْعِهِ إِلَيْهِمَا، فَأَمَّا عَيْنَةُ فَقَالَ: مَا فِيهِ؟ فَقَالَ: ((فِيهِ الَّذِي أَمَرْتُ بِهِ فَقَبَلَهُ)) وَعَقَدَهُ فِي عِمَامَتِهِ وَكَانَ أَحْكَمَ الرَّجُلَيْنِ، وَأَمَّا الْأَفْرَعُ فَقَالَ: أَحْمِلْ صَحِيفَةً لَا أَدْرِي مَا فِيهَا كَصَحِيفَةِ الْمُتَلَمِّسِ، فَأَخْبَرَ مُعَاوِيَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِقَوْلِهِمَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَمَرَّ بِبَعْغِيرٍ مُنَاجٍ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، ثُمَّ مَرَّ بِهِ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ فَقَالَ: ((أَيْنَ صَاحِبُ هَذَا الْبَعْغِيرِ؟)) فَابْتَغَى، فَلَمْ يُوْجَدْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِصِ، ثُمَّ ارْكَبُوهَا صَحَاحًا

سیدنا حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی بغیر کسی ضرورت کے سوال کرتا ہے، وہ گویا کہ آگ کے انگارے کھاتا ہے۔“

انصاری صحابی سیدنا سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عینہ اور افرع دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ (ان کے علاقے کے عامل کے نام) ان کے حق میں کچھ لکھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر مہر لگائی، آپ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ تحریر ان کے سپرد کر دے۔ عینہ نے پوچھا کہ اس میں لکھا ہوا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس میں وہی کچھ لکھا ہوا ہے جس کا میں نے حکم دیا۔“ اس نے اس تحریر کا بوسہ لیا اور اس کو اپنی پگڑی میں باندھ لیا، وہ ان میں سے دانا اور عقلمند آدمی تھا۔ افرع نے کہا: میں نے ایک تحریر اٹھائی ہوئی ہے، مجھے علم نہیں ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے، یہ تو ”متلمس“ کے صحیفے کی طرح کی بات ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی باتیں رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں۔ آپ ﷺ کسی کام کی غرض سے باہر تشریف لے گئے، دن کے شروع میں آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا، جسے مسجد کے دروازے پر بٹھایا گیا تھا، جب آپ ﷺ وہاں سے دن کے آخر میں گزرے تو

(۳۵۰۹) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه الطبرانی في "الكبير" ۳۵۰۶ (انظر: ۱۷۵۰۸)

(۳۵۱۰) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه مختصراً ابوداود: ۱۶۲۹، ۲۵۴۸ (انظر: ۱۷۶۲۵)

وہ اونٹ اسی جگہ پر اسی طرح بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ”اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟“ اسے تلاش تو کیا گیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جب تم ان پر سوار ہو تو یہ تندرست ہونے چاہئیں، پھر جب تم ان پر سواری کرو تو یہ موٹے تازے ہونے چاہئیں۔“ آپ ﷺ نے یہ باتیں غصے کی حالت میں ارشاد فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص غنی کے باوجود مانگتا ہے، وہ جہنم کی آگ میں اضافہ کرتا ہے۔“ صحابہ نے کہا: کتنی چیز اسے کفایت کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”چیز کی اتنی مقدار ہو کہ صبح اور شام کا کھانا بن جائے۔“

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں دو وقت کے کھانے یا اس کی قیمت کو غنی کی مقدار قرار دیا گیا ہے۔

مولائے رسول سیدنا ثوبان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ایک چیز سے غنی ہونے کے باوجود (لوگوں سے) اس کا سوال کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غنی کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔“

سیدنا عائد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدویا اور وہ خوب اصرار اور ضد کے ساتھ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کھلائیں، اے

وَأَرْكَبُوهَا سِمَانًا كَالْمَتَسَخِّطِ أَنْفًا، إِنَّهُ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ.)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ: ((مَا يُغْذِيهِ وَيُعْشِيهِ.)) (مسند احمد: ۱۷۷۷۵)

(۳۵۱۱) عَنْ ثُوبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ سَأَلَ مَسْأَلَةً وَهُوَ عَنْهَا غَنِيٌّ كَانَتْ شَيْنًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (مسند احمد: ۲۲۷۸۴)

(۳۵۱۲) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَسْأَلَةُ الْغَنِيِّ شَيْنٌ فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (مسند احمد: ۲۰۰۵۹)

(۳۵۱۳) عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الرُّمَزِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ نَبِيِّنَا ﷺ إِذَا أَعْرَابِيٌّ قَدْ أَلَحَّ عَلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ، يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَطْعِمْنِي، يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَعْطِنِي،

(۳۵۱۱) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه الدارمی: ۱۶۴۵، والبخاری: ۹۲۳، والطحاوی فی ”شرح معانی الآثار“: ۲/ ۲۰، والطبرانی فی ”الکبیر“: ۱۴۰۷، (انظر: ۲۲۴۲۰)

(۳۵۱۲) صحیح لغیرہ۔ اخرجه الطبرانی فی ”الکبیر“: ۱۸/ ۳۶۲، وفی ”الاوسط“: ۸۱۷۳، (انظر: ۱۹۸۲۱)

(۳۵۱۳) تخریج: صحیح لغیرہ (انظر: ۲۰۶۴۶)

قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَدَخَلَ الْمَنْزِلَ
وَأَخَذَ بِعِصَادَتِي الْحُجْرَةَ وَأَقْبَلَ عَلَيْنَا
بِوَجْهِهِ وَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ!
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ فِي الْمَسْأَلَةِ مَا سَأَلَ
رَجُلٌ رَجُلًا وَهُوَ يَجِدُ لَيْلَةً تَيْبَةً)) فَامَرَتهُ
بِطَعَامٍ - (مسند احمد: ۲۰۹۲۲)

اللہ کے رسول! مجھے کچھ دیں، آپ ﷺ اٹھے اور گھر تشریف
لے گئے، پھر آپ ﷺ نے چوکھٹ کے دو بازوؤں کو پکڑا اور
ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”اس ذات کی قسم جس
کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے
(انجام کے بارے میں) جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم بھی
اسے جان لو تو جس کے پاس ایک شام کا کھانا موجود ہو، وہ کسی
سے کوئی چیز نہ مانگے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے
لیے کھانے کا حکم دیا۔

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں ایک وقت کے کھانے کو سوال نہ کرنے کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔

(۳۵۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ
تَكْثُرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلَيْسَتْ قِلَّةٌ مِنْهُ أَوْ
لَيْسَتْ كَثِيرًا)) (مسند احمد: ۷۱۶۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: ”جو شخص اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لئے لوگوں سے
سوال کرتا ہے، وہ دراصل آگ کے انگارے جمع کر رہا ہے، یہ
اب اس کی مرضی ہے وہ تھوڑے جمع کر لے یا زیادہ۔“

فوائد:..... مقدار کے بارے میں مزید ایک حدیث یہ ہے: مرنی قبیلے کے ایک آدمی کو اس کی ماں نے کہا: کیا تو
رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاتا، تاکہ آپ سے کچھ مانگ لائے، جیسا کہ لوگ سوال کرتے رہتے ہیں؟ میں (ان
کے کہنے پر) کچھ مانگنے کے لیے چلا گیا، میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے مخاطب تھے اور فرما رہے تھے: ((مَنْ
اسْتَعْفَ أَعْفَهُ اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَغْنَى أَغْنَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِذْلٌ خَمْسِ أَوَاقٍ، فَقَدْ
سَأَلَ إِنْحَافًا)) ”جس نے پاکدامنی اختیار کی، اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن کر دے گا اور جس نے (لوگوں سے) بے
نیاز ہونا چاہا، اللہ اسے بے نیاز کر دے گا۔ (یاد رکھو کہ) جس کے پاس پانچ اوقیے ہوں اور وہ پھر بھی سوال کرے تو اس کا
سوال اصرار سے ہوگا۔“ میں نے اپنے دل میں ہی کہا: ہماری اونٹنی پانچ اوقیوں سے تو بہتر ہے اور ایک اونٹنی میرے غلام
کی بھی ہے وہ بھی پانچ اوقیوں سے بہتر ہے۔ اس بنا پر میں لوٹ آیا اور آپ ﷺ سے کوئی سوال نہ کیا۔ (مسند
احمد: ۱۳۸ / ۴، صحیحہ: ۲۳۱۴) درج بالا احادیث مبارکہ میں جہاں سوال کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے،
وہاں درج ذیل مختلف پانچ مقداروں کو غنی کی حد اور سوال کرنے سے مانع قرار دیا گیا ہے:

(۱)..... پچاس درہم یعنی (۱۲ ، ۱۳) تو لے چاندی

(۲)..... چالیس درہم یعنی (۱۰) تو لے چاندی

(۳۵۱۴) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۰۴۱ (انظر: ۷۱۶۳)

(۳)..... دو وقت کا کھانا

(۴)..... ایک وقت کا کھانا

(۵)..... پانچ اوقیہ، یعنی (۲۰۰) درہم، جو کہ تقریباً (۵۲) تولے چاندی بنتی ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ قوانین علی الاطلاق نہیں ہیں، بلکہ مقید ہیں، مثال کے طور پر جس آدمی کی زندگی کے اخراجات چالیس درہموں کے ساتھ پورے ہو سکتے ہوں، وہ کسی صورت میں سوال نہیں کر سکتا، مثلاً ایک مزدور جو روزانہ آٹھ نو درہم کماتا ہے اور اس کے پاس چالیس درہم موجود بھی ہوں تو وہ لوگوں سے بھیک نہیں مانگ سکتا، اگرچہ بسا اوقات اسے کام نہ ملتا ہو، یہی معاملہ چھابڑی فروشوں اور معمولی درجے کے دوکانداروں کا ہے۔ لیکن ایک آدمی کے پاس رہنے کے لیے گھر اور دودھ کے لیے بکری موجود ہے، لیکن ان دو چیزوں سے اس کے گھر کے اخراجات کا سلسلہ تو قطعی طور پر جاری نہیں رہ سکتا، حالانکہ وہ چالیس درہم سے زیادہ مال کا مالک ہے، اس لیے وہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ جس کی زندگی کا سرکل چالیس درہم یا اس سے کم قیمت کے مال سے چل سکتا ہو، وہ دوسروں کے سامنے دست سوال نہیں پھیلا سکتا۔ مقصود شریعت یہ ہے کہ جس آدمی کی آمدن اس کے اور اس کے اہل خانہ کے ضروری اخراجات پورے کر رہی ہو، وہ لوگوں سے سوال نہیں کر سکتا، بصورت دیگر اس کے جواز کی رائے دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الْيَدُ الْعُلْيَا وَالْيَدُ السُّفْلَى

اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ کا بیان

(۳۵۱۵) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ بُوِرَكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ، لَمْ يُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.)) (مسند احمد: ۱۵۶۵۹)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے مجھے دیا، میں نے پھر سوال کر دیا، آپ ﷺ نے میرا مطالبہ پورا کر دیا، میں نے تیسری بار مطالبہ کر دیا، پھر بھی آپ ﷺ نے دے دیا، لیکن یہ بھی فرمایا: ”یہ مال دلکش اور ول پسند چیز ہے، جو کوئی اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا، اس کے لیے اس میں برکت کی جائے گی اور جو شخص حریص بن کر اس کو لے گا، اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی، اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا، جو کھانا کھانے کے باوجود سیر نہیں ہوتا، بہر حال اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔“

(۳۵۱۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَالِ فَأَلْحَفْتُ، فَقَالَ: ((يَا حَكِيمُ! مَا أَكْثَرَ مَسْأَلَتِكَ! يَا حَكِيمُ! إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصْرَةٌ حُلُوهٌ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ أَوْسَاخُ أَيْدِي النَّاسِ، وَيَدُ اللَّهِ فَوْقَ يَدِ الْمُعْطَى، وَيَدُ الْمُعْطَى فَوْقَ يَدِ الْمُعْطَى وَأَسْفَلُ الْأَيْدِي يَدُ الْمُعْطَى)) (مسند احمد: ۱۵۳۹۵)

(دوسری سند) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور خوب اصرار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے حکیم! تم کس قدر کثرت سے سوال کر رہے ہو! اے حکیم! یہ مال دلکش اور دل پسند ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور دینے والے کا ہاتھ لینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہوتا ہے۔“

فوائد: اس موضوع کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کو دنیوی زندگی گزارنے کے لیے مختلف اسباب کی ضرورت تو ہے، لیکن وہ حسب استطاعت محنت کر کے ان اسباب کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور آزادانہ شب و روز کو گزارتے ہوئے کسی کے مال و دولت کی طرف حریصانہ نگاہ سے مت دیکھے۔ خدا نخواستہ اگر اسے دست سوال پھیلانا پڑ جاتا ہے تو اس کو بھی اپنا حق سمجھ کر ضرورت پورا ہونے تک استعمال کرے اور اپنی عزت و غیرت میں کمی نہ آنے دے۔

(۳۵۱۷) عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَلَيْدُ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَلَتَبْدَأُ أَحَدُكُمْ بِمَنْ يَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنَى، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعْفَهُ اللَّهُ)) فَقُلْتُ: وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((وَمِنِّي)) قَالَ حَكِيمٌ: لَا تَكُونُ بِيَدِي تَحْتَ يَدِ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ أَبَدًا۔ (مسند احمد: ۱۵۶۶۳)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور تم میں سے ہر کوئی اپنے زیر کفالت افراد پر خرچ کرنا شروع کرے، سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی (یعنی ذاتی ضروریات پوری کرنے) کے بعد کیا جائے اور جو آدمی لوگوں سے مستغنی ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا، اور جو آدمی مانگنے سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچا دے گا۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے بھی مانگنے کا یہی حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں، مجھ سے بھی ایسے ہی ہے۔“ یہ سن کر سیدنا حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرا ہاتھ کسی بھی عربی کے ہاتھ کے نیچے نہیں ہوگا۔“

(۳۵۱۶) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه الحاكم: ۴/ ۴۸۴، والطبرانی في "الكبير" ۳۰۹۵، وانظر الحديث السابق (انظر: ۱۵۳۲۱)

(۳۵۱۷) اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه البخاری: ۱۴۲۷، ومسلم: ۱۰۳۴ (انظر: ۱۵۵۷۸)

فوائد:..... یعنی یہ کوئی بات نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یا کسی نیک بزرگ سے مانگنا باعثِ برکت ہو۔

(۳۵۱۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَيَدُ الْمُعْطَى تَلِيهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى.)) (مسند احمد: ۴۲۶۱)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاتھ تمین قسم کے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے، اس سے نیچے دینے والے کا ہاتھ اور مانگنے والے کا ہاتھ تو سب سے نیچے ہے۔“

(۳۵۱۹) وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَاعْطِ الْفَضْلَ وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ.)) (مسند احمد: ۱۵۹۸۵)

سیدنا مالک بن نضلة رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کی طرح کی روایت بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ”تم زائد چیز صدقہ کر دو اور اپنے نفس سے عاجز نہ آ جاؤ۔“

فوائد:..... ”اپنے نفس سے عاجز نہ آ جاؤ“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو کنگال نہ کر دو، بلکہ اپنی ذات سے متعلقہ اہم امور کے لیے کچھ سرمایہ بچا کر رکھو، ورنہ اپنے زیر کفالت افراد کی کفالت کرنے سے بھی عاجز آ جاؤ گے اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانا پڑے گا۔

(۳۵۲۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، الْيَدُ الْغُلْيَا الْمُتَنَفِّعَةُ، وَالْيَدُ السُّفْلَى السَّائِلَةُ.)) (مسند احمد: ۵۳۴۴)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔“

(۳۵۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ غَنَى، وَالْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ.)) (مسند احمد: ۱۰۵۱۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی ذاتی ضروریات کے بعد ہی صدقہ کیا جائے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل اور بہتر ہے اور تم اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کرو۔“

(۳۵۱۸) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجہ ابن خزيمة: ۲۴۳۵، والحاكم: ۱/ ۴۰۸، والبيهقي: ۴/ ۱۹۸ (انظر: ۴۲۶۱)

(۳۵۱۹) تخريج: اسنادہ صحيح۔ اخرجہ ابو داود: ۱۶۴۹ (انظر: ۱۵۸۹۰)

تخريج: ابو داود، صحيح ابن خزيمة، المتدرك للحاكم

(۳۵۲۰) تخريج: اخرجہ البخاری: ۱۴۲۹، ومسلم: ۱۰۳۳ (انظر: ۵۳۴۴)

(۳۵۲۱) تخريج: اخرجہ البخاری: ۱۴۲۸ بلفظ: ((خير الصدقة.....)) (انظر: ۱۰۵۱۱)

(۳۵۲۲) عَنْ أَبِي رَمَثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَدُ الْمُعْطَى الْعُلَى، أُمُّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتُكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ.)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ لَاءِ بَنُو يَرْبُوعَ قَتَلَهُ قُلَان، قَالَ: ((أَلَا لَا تُحِبُّنِي نَفْسٌ عَلَى أُخْرَى.)) وَقَالَ أَبِي: قَالَ أَبُو النَّضْرِ فِي حَدِيثِهِ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ وَيَقُولُ: ((يَدُ الْمُعْطَى الْعُلَى.)) (مسند احمد: ۷۱۰۵)

سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دینے والے کا ہاتھ بلند ہے، تم پہلے اپنی ماں پر خرچ کرو، پھر باپ پر، پھر اپنی بہن پر، پھر جس طرح قریبی بنتے ہیں۔“ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بنو یربوع قتلہ قُلان، یہ فلاں شخص کے قاتل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی نفس دوسرے کے حق میں جرم نہیں کرے گا۔“ ابو نصر نے اپنی حدیث میں کہا: میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، جس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ”دینے والے کا ہاتھ بلند ہے۔“

فوائد: دورِ جاہلیت میں قصاص لینے کے لیے قاتل کے بجائے اس کے قبیلے کے کسی بندے کو بھی قتل کر دیتے تھے، لگتا ہے کہ سائل اس قسم کی بات کرنا چاہتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اس کا رد کر دیا کہ ہر مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔

”سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی (یعنی ذاتی ضروریات پوری کرنے) کے بعد کیا جائے۔“ اور ”اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کیا جائے۔“ ان دو جملوں سے مراد وہ خود ساختہ پر تکلف زندگی نہیں ہے، جو اس وقت سرمایہ دار اور ان سے متاثر ہونے والے لوگوں کا معیار بن چکی ہے، لوگوں کو ان کے مزاجوں نے اس قدر ستار کھا ہے کہ ان کے گھروں کے اخراجات لاکھوں روپوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن روایت کے مطابق ایک ماہ میں چار پانچ سو یا ایک ہزار روپے کا صدقہ کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں، اگر نبی کریم ﷺ کی مختلف عبادات کی مقدار کو دیکھا جائے تو سب سے زیادہ مقدار صدقہ و خیرات کی نظر آئے گی۔

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے روحانی بیٹے بننے کو اعزاز سمجھیں، جنہوں نے مدینہ منورہ کے غریب مسلمانوں کو پینے کا پانی مہیا کرنے کے لیے بیس ہزار درہم کا بڑا رومہ خریدا تھا، یہ (۵۳۳۰) تو لے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۲۲) تخریج: اسنادہ حسن۔ آخرجہ ابو داود: ۴۹۵۰ بلفظ مختلف منہ وفیہ: ((اما انه لا یجنی علیک، ولا تجنی علیہ۔))، وأخرجہ النسائی: ۴۸۳۲ بلفظ ابی داود المذكورہ فقط (انظر: ۷۱۰۵)

تَرْلُفُ التَّكْسِبِ اِتْكَالًا عَلٰی السُّوَالِ وَوَعِيْدُ فَاعِلِهِ

بھیک مانگنے پر اکتفا کرتے ہوئے کمائی کو ترک کر دینے اور ایسا کرنے والے کی مذمت کا بیان

(۳۵۲۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَذْهَبَ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ، ثُمَّ يَأْتِيَ بِهِ يَحْمِلُهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعُهُ فَيَأْكُلُ خَيْرٌ لَهُ، مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ، وَلَأَنْ يَأْخُذَ تَرَابًا فَيَجْعَلُهُ فِي فِيهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْعَلَ فِي فِيهِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ.)) (مسند احمد: ۷۴۸۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر پہاڑ کی طرف جائے اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر لاد کر لائے اور اسے فروخت کر کے کھائے، تو یہ اس کے حق میں لوگوں سے بھیک مانگنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کو منہ میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ بندہ مٹی اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لے۔“

فوائد: آخری جملے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ بندہ حلال کھانے کی کوشش کرے، اگرچہ وہ سالن کے بغیر ہو کی روٹی ہی ہو، مٹی کا ذکر بطور مبالغہ کیا گیا ہے، کیونکہ اس کو کھایا تو نہیں جاتا، رہا مسئلہ حرام کے کھانے کا تو وہ دل کو اندھا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض۔

(۳۵۲۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَاللَّهِ! لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلًا فَيَحْتَطِبَ فَيَحْمِلُهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَأْكُلُ أَوْ يَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا أَعْنَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَيَأْتِيَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ، ذَلِكَ بِأَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.)) (مسند احمد: ۷۳۱۵)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر جائے اور لکڑیاں کاٹ کر اپنی کمر پر لاد کر لائے اور اس طرح (ان کی قیمت سے) کھانا بنائے یا صدقہ کر دے تو یہ کام اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسے بندے کے پاس جا کر سوال کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے غنی کر رکھا ہو، آگے سے اس کی مرضی کہ کچھ دے دے یا نہ دے، یہ اس وجہ سے ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

(۳۵۲۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَالِثٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَفْتَحُ الْإِنْسَانُ

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی بھی اپنے لیے سوال اور بھیک کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے

(۳۵۲۳) تخریج: حدیث صحیح بالطرق، لکن قولہ: ((وَلَأَنْ يَأْخُذَ.....)) ضعیف بعنعنہ محمد بن اسحاق المدلس۔ آخرجہ البخاری: ۱۴۷۰، ومسلم: ۱۰۴۲ دون الجملة الاخيرة الضعيفة (انظر: ۷۴۹۰)

(۳۵۲۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین، وانظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۵۲۵) تخریج: اسنادہ قوی، وانظر الحدیث بالطریق الاول

فقیری اور حاجت کا دروازہ کھول دیتا ہے، اگر ایک آدمی رسی لے کر پہاڑ کی طرف نکل جائے اور اپنی کمر پر ایندھن کاٹ کر لائے اور (اس کے ذریعے) کھانا کھائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور کہیں اسے کوئی چیز دے دی جائے اور کہیں محروم کر دیا جائے۔“

عَلَى نَفْسِهِ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ، يَأْخُذُ الرَّجُلُ حَبْلَهُ فَيَعْمِدُ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَأْكُلُ بِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ مُعْطًى أَوْ مَمْنُونًا. ((مسند احمد: ۹۴۱۱))

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو حلال کمائی کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے اور لوگوں

کے سامنے دست سوال پھیلانے سے بچنا چاہیے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو بندہ بھی ہمیشہ بھیک مانگتا رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔“

(۳۵۲۶) عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ، حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةٌ حَمٍ.)) (مسند احمد: ۴۶۳۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بھیک مانگنا تو قیامت والے دن مانگنے والے کے چہرے پر خراشوں کا سبب ہوگا، لہذا اب جو آدمی چاہتا ہے، ان خراشوں کو اپنے چہروں پر باقی رکھے، اس سلسلے میں سب سے آسان سوال تو رشتہ داروں سے مانگ لینا ہے، لیکن وہ بھی ضرورت کے وقت ہونا چاہیے، اور سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور خرچ کرتے وقت اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کرو۔“

(۳۵۲۷) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْمَسْأَلَةُ كُدُوحٌ فِي وَجْهِ صَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْتَبِقْ عَلَى وَجْهِهِ، وَأَهْوَنُ الْمَسْأَلَةِ مَسْأَلَةُ ذَوِي الرَّحِمِ، تَسْأَلُهُ فِي حَاجَةٍ، وَخَيْرُ الْمَسْأَلَةِ عَنْ ظَهْرِ غَنَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ.)) (مسند احمد: ۵۶۸۰)

یزید بن عقبہ فزاری کہتے ہیں: میں حجاج بن یوسف کے ہاں گیا اور کہا: اللہ تعالیٰ امیر کے احوال کی اصلاح فرمائے، کیا میں

(۳۵۲۸) عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَقْبَةَ الْفَزَارِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يَوْسُفَ فَقُلْتُ:

(۳۵۲۶) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۴۷۴، ومسلم: ۱۰۴۰ (انظر: ۴۶۳۸)

(۳۵۲۷) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (انظر: ۵۶۸۰)

(۳۵۲۸) اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابوداود: ۱۶۳۹، والترمذی: ۶۸۱، والنسائی: ۵/۱۰۰ (انظر: ۲۰۱۰۶)

آپ ﷺ کو ایک حدیث سناؤں جو مجھے سیدنا سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے، اس نے کہا: جی ہاں۔ یزید نے کہا: میں نے سرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سوال کرنا خراش ہے، جس کے ذریعے بندہ اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے، اب جو آدمی چاہتا ہے وہ اپنے چہرے کو بچالے اور جو چاہتا ہے تو وہ اسے چھوڑ دے۔ ہاں انسان کو چاہیے کہ وہ حکمران سے سوال کر لے یا کوئی ایسی ضرورت پوری کرنی ہو، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔“

فوائد: (۱) یعنی سوال کر کے زخمی نہ کرے اور چہرہ زخموں سے محفوظ رکھے۔ (۲) یعنی سوال نہ کر کے چہرے پر جو رونق رہتی ہے اور چہرہ زخمی نہیں ہوتا اس کیفیت کو چھوڑے یعنی سوال کرے اور چہرہ زخمی کرے۔ (معون المعبود: ۳۹/۲)۔ (عبداللہ رفیق)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں اور فلاں آدمی کو سنا، وہ آپ ﷺ کا ذکر خیر کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے انہیں دو دینار دیئے تھے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! فلاں آدمی تو اس طرح کا نہیں ہے، میں نے تو اسے دس سے سو دینار دیئے ہیں، لیکن اس نے تو (احسان مند ہونے کی اور اچھے کلمات کہنے کی) کوئی بات ہی نہیں کی۔ خبردار! اللہ کی قسم ہے کہ تم میں سے ایک آدمی کا سوال مجھ سے کوئی مال نکال تو لیتا ہے، پھر بغل میں دبا کر چلا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اپنی بغل کے نیچے آگ دے رہا ہوتا ہے۔“ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کو دیتے کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں کیا کروں، وہ مانگنے سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بخل

أَصْلَحَ اللَّهُ الْأَمِيرَ، أَلَا أَحَدْتُكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ سَمْرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْمَسْأَلُ كَذُّ يَكْدُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ رَجُلٌ ذَا سُلْطَانٍ، أَوْ يَسْأَلَ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ.)) (مسند احمد: ۲۰۳۶۶)

(۳۵۲۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَقَدْ سَمِعْتُ فَلَانًا وَفُلَانًا يُحَسِّنَانِ الشَّاءَ، يَذْكُرَانِ أَنَّكَ أَعْطَيْتَهُمَا دِينَارَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَكِنَّ وَاللَّهِ! فَلَانًا مَا هُوَ كَذَلِكَ، لَقَدْ أَعْطَيْتُهُ مِنْ عَشْرَةِ إِلَى مِائَةٍ، فَمَا يَقُولُ ذَاكَ، أَمَا وَاللَّهِ! إِنْ أَحَدَكُمْ لِيُخْرِجُ مَسْأَلَتَهُ مِنْ عِنْدِي يَتَابَطُهَا يَعْنِي تَكُونُ تَحْتَ إِبْطِهِ يَعْنِي نَارًا.)) قَالَ: قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَ تُعْطِيهَا إِيَّاهُمْ؟ قَالَ: ((فَمَا أَصْنَعُ؟ يَابُونَ إِلَّا ذَاكَ وَيَأْبَى اللَّهُ لِيَ الْبَخْلَ.)) (مسند احمد: ۱۱۰۱۷)

نہیں کرنے دیتا۔“

فوائد:..... آخری جملے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو نہ دیں تو وہ زبان درازی شروع کر دیں اور آپ ﷺ کو بخیل کہنا شروع کر دیں گے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی فطرت اور جبلت میں سخاوت رکھ دی ہے۔

(۳۵۳۰) عَنْ مُعَاوِيَةَ (بْنِ أَبِي سُفْيَانَ) سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُلْحِقُوا فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَاللَّهِ! لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهُ مَسْأَلَتَهُ، فَيُبَارِكَ لَهُ فِيهِ.))
سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مانگنے پر اصرار نہ کیا کرو، اللہ کی قسم! جو بندہ بھی مجھ سے سوال کرے گا اور پھر اس کا سوال مجھ سے مال بھی نکال لے گا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جائے گی۔“
(مسند احمد: ۱۷۰۱۷)

فوائد:..... صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَوَاللَّهِ! لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهُ مَسْأَلَتَهُ مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهِ فَيُبَارِكُ لَهُ فِي مَا أَعْطَيْتُهُ.)) یعنی: ”اللہ کی قسم! جو بندہ بھی مجھ سے سوال کرتا ہے اور اس کا سوال مجھ سے مال بھی نکال لیتا ہے، جبکہ میں ناپسند کرنے والا ہوں، تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جائے گی۔“

(۳۵۳۱) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا أَنَا خَازِنٌ وَإِنَّمَا يُعْطِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَطَاءً بِطِيبِ نَفْسٍ فَإِنَّهُ يُبَارِكُ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَطَاءً بِشَرِّهِ نَفْسٍ وَشَرِّهِ مَسْأَلَةٍ فَهُوَ كَالَّذِي يَأْكُلُ فَلَا يَشْبَعُ.)) (مسند احمد: ۱۷۰۴۵)

(۳۵۳۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَاللَّهِ مَا أَوْتَيْتُكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَا أَمْنَعُكُمْ مَوْهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَصْنَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ.)) (مسند احمد: ۸۱۴۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں تمہیں نہ کوئی چیز دے سکتا ہوں اور نہ کسی چیز سے محروم کر سکتا ہوں، میں تو محض خزانچی (اور تقسیم کرنیوالا) ہوں، مجھے جیسے حکم ملتا ہے، میں اس کے مطابق کر دیتا ہوں۔“

(۳۵۳۰) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۳۸ (انظر: ۱۶۸۹۳)

(۳۵۳۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۳۷ (انظر: ۱۶۹۲۱)

(۳۵۳۲) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجه ابوداود: ۲۹۴۹ (انظر: ۸۱۵۵)

(۳۵۳۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هَذِهِ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ آتَيْنَاهُ مِنْهَا شَيْئًا بَطِيبَ نَفْسٍ مِنَّا وَطِيبَ طُعْمَةٍ، وَلَا إِشْرَاهُ، بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ آتَيْنَاهُ مِنْهَا شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنَّا وَغَيْرِ طِيبِ طُعْمَةٍ وَإِشْرَاهُ مِنْهُ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ.)) (مسند احمد: ۲۴۸۹۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے، ہم جسے خوش دلی سے اور اس کی حرص کے بغیر اس کے حصہ سے زائد بھی دے دیں تو اس کے لئے اس میں برکت ہوتی ہے اور ہم جسے بادل ناخوانستہ اور اس کی حرص کی بنا پر کچھ دیں گے تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی۔“

فوائد: جہاں اس باب میں لوگوں سے سوال کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے، وہاں مجبوری میں اس چیز کو جائز بھی قرار دیا ہے، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ کا ہماری زندگیوں سے کیا تعلق ہے، یہ فرمودات عالیہ ہمیں کیا سمجھا کر ہماری کس چیز کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، اس چیز کو محسوس کرنے کے لیے یقیناً بڑے ضمیر کی ضرورت ہے، جو اس چیز کو پالنے کی اہلیت رکھتا ہو کہ معاشرے میں عزت کے کیا تقاضے ہیں اور بے عزتی کی کون سی صورتیں ہیں، مصیبت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جن لوگوں کی نگاہیں دوسروں کے جیبوں پر جمی ہوئی ہیں، وہ اسلامی غیرت اور معاشرتی عزت کو محسوس کرنے سے ہی عاری ہیں اور بے شعور زندگی گزار رہے ہیں، اس معاملے میں مساجد و مدارس سے متعلقہ مذہبی طبقے کے بعض افراد کو بھی کافی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

التَّعَفُّفُ عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَفَضْلُ ذَالِكَ

سوال کرنے سے بچنے اور اس کی فضیلت کا بیان

(۳۵۳۴) عَنْ هِلَالِ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: نَزَلَتْ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَضْمَنِي وَإِيَّاهُ الْمَجْلِسُ، قَالَ: فَحَدَّثْتُ أَنَّهُ أَصْبَحَ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَدْ عَصَبَ عَلَى بَطْنِهِ حَجْرًا مِنَ الْجُجُوعِ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَوْ امُّهُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاَسْأَلَهُ فَقَدْ آتَاهُ فَلَانَّ

ہلال بن حصین کہتے ہیں: میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاں جا کر ٹھہرا، ہم ایک مجلس میں جمع ہوئے، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا، ان کی اہلیہ یا والدہ نے ان سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ سے کچھ مانگ کر لاؤ، جب فلاں آدمی نے جا کر

(۳۵۳۳) تخریج: حدیث حسن، وهذا اسناد ضعيف لضعف شريك - اخرجہ ابن حبان: ۳۲۱۵، والبخاری: ۹۲۰ (انظر: ۲۴۳۹۴)

(۳۵۳۴) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعيف - اخرجہ الطیالسی: ۲۲۱۱، وابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۱۱، والبیہقی فی ”شعب الایمان“: ۳۵۰۴ (انظر: ۱۱۴۰۱)

فَسَالَهُ فَأَعْطَاهُ وَأَتَاهُ فَلَانَ فَسَالَهُ فَأَعْطَاهُ،
 قَالَ: فَقُلْتُ: حَتَّى أَلْتَمِسَ شَيْئًا، قَالَ:
 فَالْتَمَسْتُ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا، فَاتَيْتُهُ وَهُوَ
 يَخْطُبُ فَأَذْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ وَهُوَ يَقُولُ:
 ((مَنْ اسْتَعْفَ يَعْفَهُ اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَعْنَى
 يُغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ سَأَلَنَا إِمَّا أَنْ نُبْذَلَ لَهُ وَإِمَّا
 أَنْ نُؤَاسِيَهُ، وَمَنْ يَسْتَعْفُ عَنَّا أَوْ يَسْتَعْنَى
 أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّنْ يَسْأَلُنَا)) قَالَ: فَرَجَعْتُ
 فَمَا سَأَلْتُهُ شَيْئًا، فَمَا زَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 يَرْزُقُنَا حَتَّى مَا أَعْلَمُ فِي الْأَنْصَارِ أَهْلَ بَيْتٍ
 أَكْثَرَ أَمْوَالًا مِنَّا۔ (مسند احمد: ۱۱۴۲۱)

آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے دیا تھا، اسی
 طرح فلاں نے بھی آپ ﷺ کے پاس جا کر مانگا تھا،
 آپ ﷺ نے اسے بھی عطا کیا تھا۔ میں (ابوسعید) نے جواباً
 کہا: میں پہلے (کسی اور ذریعہ سے) کوئی چیز حاصل کرنے کی
 کوشش کروں گا، پھر میں نے ایسے ہی کیا، مگر مجھے (کہیں
 سے) کچھ بھی نہ ملا۔ بالآخر میں آپ ﷺ کے پاس چلا گیا،
 اس وقت آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ
 ﷺ اس وقت یہ بات ارشاد فرما رہے تھے: ”جو آدمی مانگنے
 سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچالے گا اور جس نے غنی اختیار
 کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو آدمی ہم سے کوئی چیز
 مانگے گا تو ہم اسے کچھ نہ کچھ دے دیں گے، بہر حال جو شخص
 ہم سے مانگنے سے بچے گا اور غنی اختیار کرے گا تو وہ ہمیں
 سوال کرنے والے آدمی کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہوگا۔“ سیدنا
 ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث سن کر میں واپس چلا آیا اور
 میں نے آپ ﷺ سے کوئی سوال نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے
 ہمیں اس قدر رزق دیا کہ میں نہیں جانتا کہ انصار کے کسی گھر
 والے ہم سے زیادہ مال دار ہوں۔

فوائد:..... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جس غیرت کے ساتھ حدیث مبارکہ کے تقاضے پورے کیے، اس کی برکتوں
 کا سلسلہ لامتناہی ہے، لیکن اس کی ابتداء بندے کے صبر سے ہوتی ہے۔ حقیقی رزاق اللہ تعالیٰ ہے، ساری مخلوق اسی کی محتاج
 ہے اور وہ سب سے غنی ہے، اس نے ہر ایک کو رزق دینا ہے، ہمیں چاہیے کہ اچھے انداز میں اس سے اپنا رزق وصول کریں۔
 (۳۵۳۵) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ
 وَمَنْ يَسْتَعْفِ يَغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَعْفِ يَعْفَهُ
 اللَّهُ، وَمَا أَجِدُ لَكُمْ رِزْقًا أَوْسَعَ مِنَ
 الصَّبْرِ۔)) (مسند احمد: ۱۱۱۰۷)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول
 اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے صبر سے کام لیا، اللہ اسے صابر
 بنا دے گا، جس نے استغنا اختیار کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دے
 گا اور جو مانگنے سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچالے گا اور میں
 تمہارے لئے صبر سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔“

(۳۵۳۶) عَنْ جَبَّانَ بْنِ بُحِّ الصَّدَائِيَّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ قَوْمِي كَفَرُوا، فَأَخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَزَهُمْ جَيْشًا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ قَوْمِي عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: ((أَكْذَلِكُ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاتَّبَعْتُهُ لِيَلْتَمِسَ إِلَيَّ الصَّبَاحُ فَأَذْنْتُ بِالصَّلَاةِ لَمَّا أَصْبَحْتُ وَأَعْطَانِي إِسَاءَ تَوْضِئَةٍ مِنْهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَابِعَهُ فِي الْإِنَاءِ فَانْفَجَرَ عُيُونُنَا، فَقَالَ: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَلْيَتَوَضَّأْ)) فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ وَأَمَرَنِي عَلَيْهِمْ وَأَعْطَانِي صَدَقَتَهُمْ، فَقَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: فَلَا تَزَلْ ظَلَمَنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا خَيْرَ فِي الْإِمْرَةِ لِمُسْلِمٍ)) ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ صَدَقَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ صُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ وَحَرِيقٌ فِي الْبَطْنِ أَوْ دَاءٌ)) فَأَعْطَيْتُهُ صَحِيفَتِي أَوْ صَحِيفَةً إِمْرَتِي وَصَدَقْتَنِي، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) فَقُلْتُ: كَيْفَ أَقْبَلُهَا وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْكَ مَا سَمِعْتُ، فَقَالَ: ((هُوَ مَا سَمِعْتَ)) (مسند احمد: ۱۷۶۷۷)

صحابی رسول جان بن بخ صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری قوم کے بعض لوگ کافر ہو گئے ہیں تو مجھے اطلاع دی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا ہے، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری قوم تو اسلام ہی پر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا واقعی بات ایسے ہی ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر صبح تک یعنی رات بھر آپ ﷺ کے ساتھ رہا، صبح کو میں نے نماز کے لئے اذان کہی، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے ایک برتن دیا تاکہ میں وضو کر لوں، جب آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اس برتن میں ڈالیں تو ان سے چشمے پھوٹ پڑے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی وضو کرنا چاہتا ہے کر لے۔“ چنانچہ میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنایا اور ان کی طرف سے ادا کیے گئے صدقات مجھے عطا کر دیئے، ایک آدمی اٹھا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے کہا: فلاں آدمی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کے لئے امارت میں کوئی خیر نہیں ہے۔“ اس کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے آپ ﷺ سے صدقے کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ سر کی درد اور پیٹ کی جلن یا بیماری کا سبب ہے۔“ آپ ﷺ کے یہ فرامین سن کر میں نے اپنی امارت اور صدقات وصول کرنے کا عہدہ آپ ﷺ کو واپس لوٹا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہے؟“ میں نے کہا: میں اس ذمہ داری کو کیسے قبول کروں، جبکہ آپ اس کے بارے میں یہ کچھ فرما چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بات تو وہی ہے جو تم سن چکے ہو۔“

الْبَيْعَةُ عَلَى عَدَمِ السُّؤَالِ سوال نہ کرنے پر بیعت کرنا

(۳۵۳۷) عَنْ أَبِي الْيَمَانِ وَابْنِ الْمُثَنَّى أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسًا، وَأَوْثَقَنِي سَبْعًا، وَأَشْهَدَ اللَّهُ عَلَى تِسْعًا أَنْ لَا أَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمًا، ثُمَّ قَالَ أَبُو الْمُثَنَّى: قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((هَلْ لَكَ إِلَى بَيْعَةٍ وَلَكَ الْجَنَّةُ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَبَسَطْتُ يَدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ: ((أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((وَلَا سَوْطَكَ إِنْ يَسْقُطُ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذْهُ)) (مسند احمد: ۲۱۸۴۱)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس بات پر پانچ دفعہ بیعت لی، سات مرتبہ پختہ عہد لیا اور نو بار اللہ تعالیٰ کو مجھ پر گواہ بنایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ابو مثنیٰ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا: ”کیا تم ایک ایسی میری بیعت کرنے پر تیار ہو جاؤ گے، جس کے عوض تم کو جنت ملے گی؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں، پھر میں نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا، آپ ﷺ نے مجھ پر اس شرط کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: ”تم نے لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا۔“ میں نے کہا: جی ٹھیک ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوڑا بھی گر جائے تو اس کا سوال بھی نہیں کرنا، بلکہ خود اتر کر اٹھانا ہے۔“

(۳۵۳۸) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي سِتْنَةٍ نَفَرٍ أَوْ سَبْعَةٍ أَوْ ثَمَانِيَةٍ، فَقَالَ لَنَا: ((بَايَعُونِي)) فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! قَدْ بَايَعْنَاكَ، قَالَ: ((بَايَعُونِي)) فَبَايَعْنَاهُ فَأَخَذَ عَلَيْنَا فِيمَا أَخَذَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ اتَّبَعَ ذَلِكَ كَلِمَةً خَفِيَّةً، فَقَالَ: ((لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا)) (مسند احمد: ۲۴۴۹۳)

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم چھ یا سات یا آٹھ افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”تم میری بیعت کرو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”تم میری بیعت کرو۔“ پس ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی، آپ ﷺ نے ہم سے ان ہی امور کی بیعت لی، جو دوسروں سے لی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے مخفی سے انداز میں ایک کلمہ ارشاد فرمایا اور وہ یہ تھا کہ: ”تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔“

(۳۵۳۷) تخريج: اسنادہ ضعيف، ابو اليمان و ابو المثنى في عداد المجهولين، لكن تشهد لهاتين الجملتين احاديث اخرى: ”أَنْ لَا أَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمًا“ و ”أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا“ (انظر: ۲۱۵۰۹)

(۳۵۳۸) تخريج: اخرجہ مسلم: ۱۰۴۳ (انظر: ۲۳۹۹۳)

فوائد: صحیح مسلم کی روایت میں درج ذیل وضاحت موجود ہے: سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے آپ ﷺ کی نئی بیعت کی تھی، اس لیے جب آپ ﷺ نے بیعت کا مطالبہ کیا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”کیا تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرو گے؟“ آپ ﷺ نے تین دفعہ ایسے فرمایا اور صحابہ کرام بھی آگے سے یہی بات کہتے رہے کہ ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخری مرتبہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک دفعہ تو ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں، اب ہم کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں ادا کرو گے اور اطاعت کرو گے۔“ پھر آپ ﷺ نے پست آواز میں یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا: ”اور تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔“ میں نے دیکھا کہ اگر ان لوگوں سے سواری کے اوپر سے چھڑی گر جاتی، تو وہ کسی سے یہ مطالبہ بھی نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کو اٹھا کر دے۔

(۳۵۳۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ ثَوْبَانَ (مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) وَكَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يَتَقَبَّلُ، وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ يَتَكَفَّلُ) لِي بِوَاحِدَةٍ وَأَتَقَبَّلُ (وَفِي رِوَايَةٍ: وَأَتَكَفَّلُ) لَهُ بِالْجَنَّةِ؟)) قَالَ: قُلْتُ: أَنَا، قَالَ: ((لَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا)) فَكَانَ ثَوْبَانُ يَقْعُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَلَا يَقُولُ لِأَحَدٍ نَآؤَ لِنِيهِ حَتَّى يَنْزِلَ فَيَتَنَاوَلَهُ.

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہے جو مجھے ایک چیز کی ضمانت دے، اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا؟ میں نے کہا: ”جی میں (حاضر ہوں)۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم نے لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا۔“ جب سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہوتے اور ان کی لاشی گر جاتی تو وہ کسی سے نہیں کہتے تھے کہ وہ ان کو اٹھا کر دے، بلکہ خود سواری سے اتر کر اس کو اٹھاتے تھے۔

(مسند احمد: ۲۲۷۴۴)

فوائد: ہمیں اندازہ کر لینا کہ ہمارے مذہب کے نزدیک ہماری عزت اور غیرت کس قدر قیمتی چیز ہے کہ اس کا ہلکا سا متاثر ہونا بھی ہماری شریعت کو گوارا نہیں ہے، جو لوگ شریعت کے اس قانون کے بارے میں محتاط نہیں رہتے، معاشرے میں ان کی قدر گھٹ جاتی ہے، بلکہ وہ خود عزت نفس میں کمی ہوتی ہوئی محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں اس بارے میں اپنے ضمیر کے ساتھ یہ پکا فیصلہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی شخص سے کوئی مطالبہ نہیں کرنا اور کسی بشر سے کوئی حرص اور لالچ وابستہ نہیں رکھنی، زندگی کا مزہ بھی آئے گا اور اللہ تعالیٰ خیر و برکت بھی عطا کرے گا۔

جَوَازُ قُبُولِ الْعَطَاءِ إِذَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ، وَسُؤَالِ الصَّالِحِينَ

إِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ

اگر بن مانگے کچھ مل جانے تو اسے قبول کر لینے اور اگر مانگنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر لینے کا بیان

(۳۵۴۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطِهِ أَفْقَرَ مِنِّي، حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ: أَعْطِهِ أَفْقَرَ مِنِّي، قَالَ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذْهُ فَمَمْلُوكُهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ، وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَالًا، فَلَا تُنْبِغُهُ نَفْسَكَ.)) (مسند احمد: ۱۳۶)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ مجھے کوئی چیز دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ آپ یہ چیز اس کو دیں، جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے مال دیا اور میں نے کہا: آپ ﷺ یہ مال مجھ سے زیادہ حاجت مند کو دیں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم یہ لے لو اور اس کے مالک بنو اور (پھر چاہو تو) اسے صدقہ کر دو، جو مال لالچ اور سوال کے بغیر مل جائے، وہ لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ملے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے نہ لگایا کرو۔“

(۳۵۴۱) عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْظَلٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرٍ بَعَثَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِسَفْقَةٍ وَكِسْوَةٍ، فَقَالَتْ لِلرَّسُولِ: إِنِّي يَا بَنِي لَا أَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ: رُدُّوهُ عَلَيَّ، فَرَدُّوهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي ذَكَرْتُ شَيْئًا قَالَهُ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! مَنْ أَعْطَاكَ عَطَاءً بِغَيْرِ مَسْأَلَةٍ فَأَقْبَلِيهِ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقُ عَرَضَهُ اللَّهُ لَكَ.)) (مسند احمد: ۲۶۷۶۳)

مطلب بن حنظل کہتے ہیں: عبد اللہ بن عامر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ خرچہ اور لباس بھیجا، لیکن انہوں نے قاصد سے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتی، جب وہ چلا گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اسے واپس بلاؤ۔ جب لوگوں نے اسے واپس بلایا تو انہوں نے کہا: مجھے ایک بات یاد آئی، جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمائی تھی کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا! جو آدمی بن مانگے کوئی چیز تمہیں دے دے تو وہ لے لیا کرو، کیونکہ یہ تو ایسا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔“

(۳۵۴۲) عَنْ الْقَعْقَعَاءِ بِنِ حَكِيمٍ أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

قعقاع بن حکیم کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن مروان نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ ان کی کوئی ضرورت ہو

(۳۵۴۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۷۱۶۴، ومسلم: ۱۰۴۵ (انظر: ۱۳۶)

(۳۵۴۱) تخریج: صحيح لغيره۔ أخرجه البيهقي: ۱۸۴ / ۶ (انظر: ۲۶۷۶۳)

(۳۵۴۲) تخریج: حديث صحيح۔ أخرجه بلفظ المرفوع منه فقط البخاری: ۱۴۲۹، ومسلم: ۱۰۳۳

وأخرجه بتمامه أبو يعلى: ۵۷۴۰، والبيهقي في "الشعب": ۳۵۴۹ (انظر: ۶۴۰۲)

تو وہ پیش کریں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواباً لکھا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ”خرچ کرتے وقت اپنے زیر کفالت افراد سے ابتدا کیا کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“ میں سمجھتا ہوں کہ اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا سوال کرنے والا ہے، لہذا میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے مجھے کوئی چیز بھجوادے تو اسے واپس نہیں کروں گا۔

ابن فراسی سے روایت ہے کہ سیدنا فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا میں مانگ سکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، اور اگر سوال کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر لیا کر۔“

عُمَرَ أَنْ أَرْفَعُ إِلَيَّ حَاجَتَكَ، قَالَ: فَكُتِبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)) وَإِنِّي لَأَخِيبُ الْيَدَ الْعُلْيَا الْمُعْطِيَةَ وَالسُّفْلَى السَّائِلَةَ، وَإِنِّي غَيْرُ سَائِلِكَ شَيْئًا وَلَا رَادُّ رِزْقًا سَأَفَهُ اللَّهُ إِلَيَّ مِنْكَ۔ (مسند احمد: ۶۴۰۲)

(۳۵۴۳) عَنِ ابْنِ الْفَرَّاسِيِّ أَنَّ الْفَرَّاسِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَإِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ فَاسْأَلِ الصَّالِحِينَ۔ ((مسند احمد: ۱۹۱۵۳))

فوائد:..... حدیث نمبر (۳۵۲۸) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آدمی حکمرانوں سے سوال کر سکتا ہے اور اشد ضرورت میں، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، ہر خاص و عام سے سوال کر سکتا ہے، بہر حال مختلف مزاجوں کو دیکھ کر بعض لوگوں سے بچ کر بعض کو ترجیح دی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے درک محتاج رکھے۔

سیدنا خالد بن عدی جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے بن مانگے اور بغیر حرص کے اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے (ہدیہ، عطیہ، ہبہ وغیرہ جیسی) کوئی چیز ملے تو وہ اسے قبول کر لے اور واپس نہ لوٹائے، کیونکہ وہ اللہ کا رزق ہے، جو وہ اس کی طرف کھینچ کر لایا ہے۔“

(۳۵۴۴) عَنْ خَالِدِ بْنِ عَدِيِّ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ بَلَغَهُ مَعْرُوفٌ عَنْ أَخِيهِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ وَلَا يُرَدِّهِ، فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقُ سَأَفَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ۱۸۱۰۱)

فوائد:..... اس ضمن میں یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ بعض لوگوں کو جب کوئی تحفہ دیا جاتا ہے یا ان کی ضیافت

(۳۵۴۳) تخریج: اسنادہ ضعیف، لجهالة مسلم بن مخشى وابن الفرّاسی۔ اخرجہ ابوداود: ۱۶۴۶، والنسائی: ۵/ ۹۵ (انظر: ۱۸۹۴۵)

(۳۵۴۴) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابو یعلی: ۹۲۵، وابن حبان: ۳۴۰۴، ۵۱۰۸، والحاکم: ۲/ ۶۲، والطبرانی فی "الکبیر": ۴۱۲۴ (انظر: ۱۷۹۳۶)

وغیرہ کی جاتی ہے، تو وہ اسے قبول کرنے میں اتنا تکلف برتتے ہیں کہ تھکے پیش کرنے والا بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے اور اس کا سارا مزہ بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس قسم کی کوئی چیز پیش کر رہا ہے تو ایک دفعہ بڑی خوشی کے ساتھ قبول کر کے شکریہ ادا کرنا چاہیے، ہاں اگر واضح طور پر معلوم ہو رہا ہو کہ دینے والے کا مقصد خوشامد ہے یا وہ صرف رکھ رکھاؤ کے لیے اپنی حیثیت سے بڑھ کر یہ کام کر رہا ہے تو اسے بعد میں اچھے انداز میں سمجھا دینا چاہیے۔

الْبُرُّ بِالسَّائِلِ وَتَحْسِينُ الظَّنِّ وَاعْطَائُهُ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ

سائل کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اس کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور خواہ وہ گھوڑے پر آئے، اس کو کچھ نہ کچھ دینے کا بیان

(۳۵۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُضْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لِلْسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ)) (مسند احمد: ۱۷۳۰)

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سائل کا حق ہے، اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔“

(۳۵۴۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أُمِّ بُجَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْتِينَا فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاتَّخِذْ لَهُ سَوِيْقَةً فِي قَعْبَةٍ لِيْ إِذَا جَاءَ سَقَيْتُهَا إِنِّيَّاهُ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ يَأْتِينِي السَّائِلُ فَاتْرَهْهُ لَهُ بَعْضَ مَا عِنْدِي، (وَمِى رِوَايَةٍ فَلَا أَجِدُ فِي بَيْتِي مَا أَرْفَعُ فِي يَدِهِ) فَقَالَ: ((ضَعِي فِي يَدِ الْمُسْكِينِ وَلَوْ ظَلَمًا مُحَرَقًا)) (مسند احمد: ۲۷۶۹۲)

سیدہ ام بُجید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں تشریف لایا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کے لئے لکڑی کے ایک پیالہ میں ستو بناتی تھی، جب آپ تشریف لاتے تو میں وہ انہیں پلاتی۔ (ایک دن) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات ایک سائل میرے پاس آتا ہے اور میں اسے اس بنا پر کچھ نہیں دیتی کہ جو کچھ میرے پاس ہوتا ہے، میں اسے بہت معمولی سمجھتی ہوں، ایک روایت میں ہے: اس کو دینے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی، (ایسی صورت میں میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم مسکین کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ رکھ دیا کرو، خواہ

(۳۵۴۵) اسنادہ ضعیف لجهالة يعلى بن ابى يحيى - أخرجه أبو داود: ۱۶۶۵، ۱۶۶۶ (انظر: ۱۷۳۰)

(۳۵۴۶) حديث حسن - أخرجه أبو داود: ۱۶۶۷، والترمذی: ۶۶۵، والنسائی: ۵/ ۸۶ (انظر: ۲۷۱۵۱)

وہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔“

فوائد: آخری جملے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی انتہائی کم قیمت چیزوں کا مالک ہو تو اسے چاہیے کہ ان ہی سے مسکین کا مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کرے۔

(۳۵۴۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) أَنَّهُ حَدَّثَهُ جَدُّهُ، وَهِيَ أُمُّ بَجِيدٍ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْمُسْكِينَ لَيَقُومُ عَلَى بَابِي، فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنَّ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِيَنَّهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظُلْفًا مُحَرَّقًا فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ)) (مسند احمد: ۲۷۶۹۱)

(دوسری سند) سیدہ ام بَجِيد رضی اللہ عنہا، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اللہ کی قسم! مسکین میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، لیکن اس کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اسے دینے کے لئے تمہارے پاس جلائے ہوئے کھر کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو وہی اس کے ہاتھ میں تھما دیا کرو۔“

(۳۵۴۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: إِنَّ سَائِلًا وَقَفَ عَلَيَّ بِابِهِمْ فَقَالَتْ لَهُ جَدَّتُهُ حَوَاءُ: أَطْعِمُوهُ تَمْرًا، قَالُوا: لَيْسَ عِنْدَنَا، قَالَتْ: فَاسْقُوهُ سَوِيقًا، قَالُوا: أَلْعَجَبُ لَكَ نَسْتَطِيعُ أَنْ نُطْعِمَهُ مَا لَيْسَ عِنْدَنَا؟ قَالَتْ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تَرُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظُلْفٍ مُحَرَّقٍ)) (مسند احمد: ۲۷۹۹۸)

سیدنا عمرو بن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک سائل ان کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا، ان کی دادی سیدہ حواء رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اس کو کھجور دے دو، گھر والوں نے کہا: ہمارے پاس کھجوریں نہیں ہیں، اس نے پھر کہا: تو پھر اسے ستوپلا دو، اہل خانہ نے کہا: تجھ پر بھی تعجب ہے، جو چیز ہمارے پاس نہیں ہے، ہم اسے کیسے دیں؟ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ”کسی سائل کو (خالی ہاتھ) واپس نہ لوٹنے دو، اگرچہ جو چیز اسے دی جائے، وہ جلا ہوا کھر ہی ہو۔“

(۳۵۴۹) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ سَائِلًا سَالَ، قَالَتْ: فَأَمَرْتُ الْخَادِمَ فَأَخْرَجَ لَهُ شَيْئًا (وَفِي رِوَايَةٍ: فَأَمَرْتُ بَرِيرَةَ

(۳۵۴۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۵۴۸) تخریج: حديث حسن وهذا اسناد ضعيف لجهالة عمرو بن معاذ الانصاري۔ اخرجه الطبراني

في "الكبير"، ۲۴ / ۵۵۸، وابن سعد: ۸ / ۳۶۰ (انظر: ۲۷۴۵۱)

(۳۵۴۹) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱۷۰۰، والنسائي: ۵ / ۷۳ (انظر: ۲۴۴۱۸)

ہے: سیدہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ پہلے وہ چیز ان کے پاس لے کر آتا کہ وہ اس چیز کی مقدار کو دیکھ لے۔ (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”عائشہ! گن گن کر مت دیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔“ (۲۴۹۲۲)

فوائد:..... سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دفعہ میرے پاس ایک سائل آیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے، میں نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا، لیکن پہلے میں نے دینے والے کو بلایا اور اس چیز کو دیکھا (کہ وہ کیا دے رہا ہے اور کتنی مقدار میں دے رہا ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَمَّا تُرِيدِينَ أَنْ لَا يَدْخُلَ بَيْتُكَ شَيْءٌ وَلَا يَخْرُجُ إِلَّا بِعِلْمِي؟)) ”کیا تیرا ارادہ یہ ہے کہ تیرے گھر میں جو چیز لائی جائے اور جو نکالی جائے، اس کا تجھے علم ہونا چاہیے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَهْلًا يَا عَائِشَةُ! لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ۔)) ”ٹھہرو عائشہ! گن گن کر مت دیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔“ اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ آدمی صدقہ کی ہوئی چیزوں کا حساب کرے اور پھر ان کو زیادہ اور کافی سمجھ کر مزید صدقہ نہ کرے، اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی رزق کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ آدمی حیثیت کے مطابق صدقہ کرتا رہے اور صدقے کی بڑی بڑی مقداروں کو مد نظر رکھ کر آئندہ صدقہ کرنے سے رک نہ جائے اور اللہ تعالیٰ سے فقری کا ڈر نہ رکھے۔

(۳۵۵۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَسْأَلُهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ، إِلَّا أَعْطَاهُ حَتَّى نَفَدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ انْفَقَ كُلُّ شَيْءٍ بِيَدِهِ: ((وَمَا يَكُونُ عِنْدَنَا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ نَذْخِرَهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُ بَعْضَهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ، وَلَنْ تُعْطُوا عَطَاءً خَيْرًا أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔)) (مسند احمد: ۱۱۹۱۲)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انصاری لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا اور آپ ﷺ نے انہیں عطا فرمادیا، ان میں سے جو آدمی بھی آپ ﷺ سے سوال کرتا رہا، آپ ﷺ اسے وہ چیز دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا، وہ ختم ہو گیا، جب آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ”ہمارے پاس جو مال بھی ہو گا، ہم اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھیں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی مانگنے سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے بچالے گا، جو لوگوں سے استغناء کا اظہار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے مستغنی کر دے گا اور جو صبر کو اپنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق سے نواز دے گا اور

تم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی بھلائی نہیں دیئے جاؤ گے جو صبر سے بڑھی وسعت والی ہو۔“

فوائد:..... کوئی مانے یا نہ مانے، اس وقت امت مسلمہ پر مسلط بڑی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یہ ہے کہ سوالی کے حق کی معرفت اور شناخت نہیں رہی، یتامی و فقراء و مساکین کے معاملے میں انتہائی لا پرواہی برتی جا رہی ہے، بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ بعض مالدار لوگ اپنے ماحول میں غریبوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے ہی تیار نہیں، جبکہ ان ہی کے محلوں میں اللہ تعالیٰ کی قابل ترس مخلوق فاتحہ میں شب و روز گزار رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (سورہ ضحیٰ: ۱۰، ۹)..... ”پس یتیم پر تو سختی نہ کیا کر اور سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کر۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر سوالیوں سے نرمی کرنے اور ان کا حق ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ ایک اہم مسئلہ عصر حاضر کے سوالیوں اور بھکاریوں کا ہے، اگر کوئی آدمی کسی سائل کی تحقیق کرنا چاہتا ہو تو اس معاملے میں قطعی طور پر اس کو سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اور اگر اس کی تحقیق کے مطابق وہ سائل مستحق ثابت نہیں ہوتا تو اسے چاہیے کہ حسن اخلاق کے ساتھ اس کو سمجھا دے، تاکہ بات اس کے دل میں گھر کر جائے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۵۰۷) کا تقاضا ہے۔

السُّؤَالُ بِوَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کے نام پر یا اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنے کا بیان

(۳۵۵۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَاعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكَم بِوَجْهِ اللَّهِ فَأَعْطُوهُ)) (مسند احمد: ۲۲۴۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے، تم اسے پناہ دے دو اور جو کوئی تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے، تم اسے وہ چیز دے دو۔“

(۳۵۵۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَاعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكَم (وَفِي رِوَايَةٍ: وَمَنْ سَأَلَكَم بِوَجْهِ اللَّهِ) فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ آتَى عَلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُوهُ، فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنَّ قَدْ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیا کرو، جو تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے تو اسے وہ چیز دے دیا کرو، جو تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کیا کرو اور جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو تم اس کو بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہ ہو

(۳۵۵۱) تخریج: اسنادہ حسن۔ اخرجہ ابوداؤد: ۵۱۰۸ (انظر: ۲۲۴۸)

(۳۵۵۲) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابوداؤد: ۵۱۰۹، والنسائی: ۵/ ۸۲ (انظر: ۵۳۶۵)

فوائد: ابن جریر کہتے ہیں: امام عطاء نے اللہ تعالیٰ کے نام یا قرآن مجید کا واسطہ دے کر سوال کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۶۸/۴) بہر حال اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کوئی جائز مطالبہ کرتا ہے تو اس کا مطالبہ پورا کرنا چاہیے۔ اس مقام پر درج ذیل حدیث اور اس کے تقاضوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ مَنْزِلَةً؟)) قُلْنَا: بَلَى قَالَ: ((رَجُلٌ مُّسْلِكٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ، أَوْ قَالَ: فَرَسٍ، فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يُقْتَلَ.)) قَالَ: ((فَأُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَلِيهِ؟)) فَقُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَمْرٌ مُّعْتَزِلٌ فِي شُعْبٍ، يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْتَزِلُ النَّاسَ.)) قَالَ: ((فَأُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً؟)) نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((الَّذِي يُسْأَلُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يُعْطَى بِهِ.)) (نسائی: ۳۵۸/۱، ترمذی: ۱۶/۳، صحیحہ: ۲۵۵)

”کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے؟“ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ آدمی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کا سر تھاما ہوا ہے، (یعنی لڑنے کے لیے گھوڑے سمیت تیار ہے) حتیٰ کہ وہ مرجاتا ہے یا اسے شہید کر دیا جاتا ہے۔“ پھر فرمایا: ”اب کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو اس کے قریب مرتبے والا ہے؟“ ہم نے کہا: جی ہاں، اے رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ آدمی ہے جو کسی گھائی میں سکونت پذیر ہے اور نماز قائم کرتا ہے، زکاۃ ادا کرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے۔“ پھر فرمایا: ”اب کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بھی بتا دوں جو مرتبے کے لحاظ سے سب سے برا ہے؟“ ہم نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ہے جس سے اللہ، جو عظمتوں والا ہے، کے نام پر سوال کیا جائے، لیکن وہ پھر بھی نہ دے۔“

اس حدیث کے آخری حصے میں جس بد بخت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے دو افراد میں سے ایک مراد ہے، اگر آخری جملہ کو ”الَّذِي يُسْأَلُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَلَا يُعْطَى بِهِ۔“ (وہ ہے جس سے اللہ، جو عظمیٰ والا ہے، کے نام پر سوال کیا جائے، لیکن وہ پھر بھی نہ دے) پڑھا جائے، تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جس سے کچھ مانگا جائے، لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ دے۔ اگر اس جملہ کو ”الَّذِي يُسْأَلُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَلَا يُعْطَى بِهِ۔“ (وہ شخص ہے جو عظیم اللہ کے نام پر سوال کرتا ہے، لیکن اس کو پھر کچھ نہیں دیا جاتا) پڑھا جائے، تو اس سے سوال کرنے والا خود مراد ہوگا، جو لوگوں سے کچھ مانگنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام استعمال کرتا ہے، لیکن پھر بھی اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔ امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے دنیوی چیزوں کا سوال کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی

ذات کا واسطہ دینا حرام ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے دے، اسے کچھ نہ دینا حرام ہے۔ امام سندھی رحمہ اللہ، سنن النسائی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اگر صیغہ معلوم کے ساتھ ”الَّذِي يُسْأَلُ بِاللَّهِ“ پڑھا جائے تو دو قباحتیں جمع ہو جاتی ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنا اور (۲) اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنے والے کو کچھ نہ دینا۔ قباحت کی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کی حرمت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن صیغہ مجہول کے ساتھ ”الَّذِي يُسْأَلُ“ پڑھنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے میں اس بندے کا تو کوئی دخل اور قصور نہیں ہے کہ سائل جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کر رہا ہے۔ پس اس مقام پر اس کے اور نہ دینے کے مابین کوئی مناسبت نظر نہیں آ رہی۔ لیکن میں (البانی) کہتا ہوں: جس آدمی سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کیا جائے، تو اس کے مبارک نام کا لحاظ نہ کرتے ہوئے ایسے سائل کو کچھ نہ دینا بھی حرام ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَأَعْيَذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللَّهِ فَأَعْطُوهُ)) (ابوداؤد، مسند احمد، صحیحہ: ۲۵۳).....

”جو آدمی تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ طلب کرے، اسے پناہ دے دو اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرے، اسے دے دیا کرو۔“

یہی متن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، دیکھیں: (صحیحہ: ۲۵۳) جبکہ امام عطاء رحمہ اللہ خود اس چیز کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا قرآن کا واسطہ دے کر کسی دنیوی چیز کا سوال کیا جائے، جیسا کہ ابھی یہ قول گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنا حرام ہے، اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ))

”اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر صرف جنت کا سوال کیا جائے۔“

لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ علامہ منذری وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے، بہر حال اس کو بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے، کیونکہ سابقہ بحث سے یہ تو عیاں ہو چکا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کرے، اس کا مطالبہ پورا کرنا ضروری ہے، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ سائل کا سوال مسئول کو اس حدیث کی مخالفت میں مبتلا کر دے اور یوں وہ اس کا مطالبہ پورا نہ کر کے حرام کا ارتکاب کر بیٹھے گا اور یہ قانون مسلمہ ہے کہ جو چیز حرام کا سبب بنتی ہے، وہ بھی حرام ہوتی ہے، مزید آپ خود غور و فکر کر لیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پیش کر کے جس چیز کا سوال کیا جائے، اس کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے، جب مسئول دینے پر قادر ہو اور اسے یا اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، بصورت دیگر سائل کا مطالبہ پورا کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ۲۵۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ نہ دیا جائے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے ہر ممکنہ صورت میں سائل کا مطالبہ پورا کیا جائے۔

نَهَى الْمُتَصَدِّقُ عَنْ مُشْتَرِي مَا تَصَدَّقَ بِهِ

صدقہ کرنے والے کے لیے اپنی صدقہ کی ہوئی چیز خریدنے سے ممانعت کا بیان

(۳۵۵۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَأَاهَا أَوْ بَعْضَ نِتَاجِهَا يُبَاعُ فَأَرَادَ شِرَاءَهُ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((أَتُرْكُهَا تُؤَاغِكَ أَوْ تَلْقَاهَا جَمِيعًا)) وَقَالَ مَرَّةً: فَنَهَاهُ وَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)) (مسند احمد: ۱۶۶)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کیا تھا، پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اس کو یا اس کے بچے کو فروخت کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اس کو خرید لینے کا ارادہ کیا اور نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب اس کو نہ خریدو، تاکہ (قیامت کے روز) وہ تجھے پورا پورا ملے (یا پھر راوی نے کہا) تم اس کا پورا اجر پاسکو۔“ ایک دفعہ راوی نے کہا: آپ ﷺ نے ان کو منع کیا اور فرمایا: ”اسے مت خریدو اور اپنی صدقہ کی ہوئی چیز میں مت لوٹو۔“

(۳۵۵۴) (وَعَنْهُ أَيْضًا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَصَاعُهُ صَاحِبُهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتْبَاعَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَقُلْتُ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتِغِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدَرْهَمٍ، فَإِنَّ الَّذِي يَعُودُ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)) (مسند احمد: ۲۸۱)

(دوسری سند) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، لیکن اس کے مالک نے اس کو ضائع کر دیا، اس لیے میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا، جبکہ مجھے یہ توقع بھی تھی کہ وہ اسے سستے داموں بیچ دے گا، پھر میں نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کر لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے مت خریدو، خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے عوض دے دے، صدقہ کر کے اسے واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔“

فوائد:..... آپ ﷺ نے جس ترین مخلوق کی سب سے گندی حالت بیان کر کے اس جرم سے نفرت دلائی ہے۔

(۳۵۵۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ رَأَاهَا تُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)) (مسند احمد: ۴۹۰۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا اور بعد میں دیکھا کہ اسے فروخت کیا جا رہا ہے، اس لیے انہوں نے اسے خریدنا چاہا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اپنے صدقہ میں مت لوٹو۔“

(۳۵۵۳) تخریج: اخرجہ البخاری: ۲۶۳۶، ۲۹۷۰، ومسلم: ۱۶۲۰ (انظر: ۳۵۵۴) ایضاً تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۴۸۹، ومسلم: ۱۶۲۱ (انظر: ۴۹۰۳)

(۳۵۵۶) عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ يُقَالُ لَهَا عَمْرَةٌ أَوْ غَمْرَاءُ، وَقَالَ: فَوَجَدَ فَرَسًا أَوْ مُهْرًا يُبَاعُ فَنَسَبَ إِلَيَّ تِلْكَ الْفَرَسِ فَنَهَى عَنْهَا۔ (مسند احمد: ۱۴۱۰)

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے غمرہ یا غمراء نامی ایک گھوڑی کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، بعد میں اس نے دیکھا کہ اسی گھوڑی کو یا اس کے بچے، جو اسی گھوڑی کی طرف منسوب کیا گیا، کو فروخت کیا جا رہا تھا، لیکن اسے ایسے کرنے سے منع کر دیا گیا۔

(۳۵۵۷) عَنْ أَبِي عَرِيفٍ بْنِ سَرِيحٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَتِيمٌ كَانَ فِي حَجْرِي تَصَدَّقْتُ عَلَيْهِ بِجَارِيَةٍ ثُمَّ مَاتَ وَأَنَا وَارِثُهُ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: سَأَخْبِرُكَ بِمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، حَمَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ وَجَدَ صَاحِبَهُ فَذَاوَقَهُ يَبْنِعُهُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَاهُ عَنْهُ وَقَالَ: ((إِذَا تَصَدَّقْتَ بِصَدَقَةٍ فَأَمْضِهَا۔)) (مسند احمد: ۶۶۱۶)

ابو عریف بن سریح سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا: میری کفالت میں ایک یتیم بچہ تھا، میں نے اسے ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی، پھر وہ بچہ فوت ہو گیا اور میں ہی اس کا وارث ہوں، (اب اس لونڈی کا کیا بنے گا)؟ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے، بات یہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اس آدمی نے اس کو بیچنے کے لیے ایک مقام پر پیش کر دیا، تو انھوں نے اس کو خرید لینے کا ارادہ کیا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا: ”جب ایک دفعہ صدقہ کر دو تو جاری کر دیا کرو (یعنی کسی طرح سے واپس لینے کا نہ سوچا کرو)۔“

فوائد: یہ حدیث ضعیف ہے ہاں اگلی حدیث کی روشنی میں یہ کہنا ٹھیک ہے کہ بطور صدقہ دی ہوئی چیز اگر میراث کے ذریعے واپس آ جائے تو اس کو لے لینا جائز ہے۔

(۳۵۵۸) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ، سَيْدَنَا بَرِيدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ مَرْوَى هِيَ ابْنَةُ خَاتُونِ، نَبِيٍّ

(۳۵۵۶) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجه ابن ماجه: ۲۳۹۳ (انظر: ۱۴۱۰)

(۳۵۵۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، رشیدین بن سعد ضعیف، و عریف بن سریح لم یوثقه غیر ابن حبان ولم یرو عنه غیر توبه بن نمر، وقصة حمل عمر علی فرس صحیحة۔ اخرجه البخاری فی "تاریخہ": ۲/ ۱۵۲ (انظر: ۶۶۱۶)

(۳۵۵۸) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۴۹ (انظر: ۲۲۹۵۶)

(بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيَّ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ فَمَاتَتْ وَإِنِّهَا رَجَعَتْ إِلَيَّ فِي الْمِيرَاثِ، قَالَ: ((قَدْ أَجْرَكَ اللَّهُ، وَرَدَّ عَلَيْكَ فِي الْمِيرَاثِ)). قَالَتْ: فَإِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَلَمْ تَحْجْ فَيُجْزِئُهَا أَنْ أَحْجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَتْ: فَإِنَّ أُمِّي كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَيُجْزِئُهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). (مسند احمد: ۲۳۳۴۴)

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی، لیکن ہوا یوں کہ میری امی جان فوت ہو گئی ہیں اور وہ لونڈی میراث میں مجھے مل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجر بھی دے دیا ہے اور اسی لونڈی کو میراث کی صورت میں تمہیں واپس کر دیا ہے۔ اسی خاتون نے کہا: میری والدہ حج کئے بغیر فوت ہو گئی ہیں، اب اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو یہ ان کو کفایت کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ اس نے پھر کہا: میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے بھی تھے، اگر میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں تو آیا ان کو کفایت کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“

فوائد:..... اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جب ایک چیز بطور صدقہ دے دی جائے، تو اس کی واپسی کا خیال ترک کر دیا جائے، اگرچہ وہ خرید لینے کی صورت میں ہو۔ دراصل جب آدمی ایک چیز کو اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی ملکیت میں دے دیتا ہے، تو پھر اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوبارہ اس چیز کا مالک بنے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مہاجرین کو مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ وہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ اس باب سے تو یہ ثابت ہوا کہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس نہیں لیا جاسکتا، اس سے منع بھی کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کی گندی مثال بیان کی گئی ہے، لیکن اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل حدیث قابل توجہ ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقْبِضُ قِيْلًا وَيَتْرَكُ قِيْلًا، فَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيَوْقِفْ فَلْيُعْرِفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُدْفَعْ إِلَيْهِ مَا وَهَبَ)) (ابوداؤد: ۳۵۴۰، نسائی: ۳۶۸۹)

”جو آدمی ہبہ دینے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، وہ اس کتے کی مانند ہے، جو قے کر کے اس کو چاٹنا شروع کر دیتا ہے، لیکن جب ہبہ کرنے والا ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کر دے تو اس کو کھڑا کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ وہ کیوں واپس لے رہا ہے، پھر جو چیز اس نے ہبہ میں دی تھی، وہ اسے واپس کر دی جائے۔“

شارح ابوداؤد علامہ عظیم آبادی نے اس حدیث کا دو مفہوم بیان کیے ہیں:

(۱) ہبہ کرنے والے شخص سے پوچھا جائے کہ وہ واپسی کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے، پھر اس کی چیز اس کو واپس لوٹا دی جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے متبادل لینے کے لیے یہ چیز ہبہ کی ہو، اب اگر اسے متبادل مل جائے تو وہ یہ چیز واپس

نہیں لے گا، وگرنہ واپس لے لے گا۔

(۲) ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے شخص کو کھڑا کر کے ہبہ کا مسئلہ سمجھایا جائے، تاکہ اس کی جہالت ختم ہو جائے، پھر اسے کہا جائے کہ تیری مثال فلاں کتے کی طرح ہے، اب اگر تو کتے کی مشابہت سے بچنا چاہتا ہے تو اپنے مطالبہ سے باز آ جا، اور اگر تو چاہتا ہے کہ ہبہ واپس لے کر تے کو چائے والے کتے کی طرح ہو جائے تو واپس لے لے، اگر پھر بھی وہ اپنے مطالبے پر ڈٹا رہے تو اس کی چیز اس کو واپس کر دی جائے۔ (عون المعبود: ۲ / ۱۶۰۹)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السُّوءِ، اَلْعَانِدُ فِيْ هَبِيْهِ كَالْكَلْبِ يَعْوْذُ فِيْ قَيْئِهِ)) (ترمذی: ۱۲۹۸، نسائی: ۳۶۹۸)

”ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے، ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے، جو اپنی تے کو چائنا شروع کر دیتا ہے۔“

امام مبارکپوری نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے کہا: ہم مسلمانوں کی جماعت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسی قابل مذمت صفات کو اپنالیں، کہ جن کی وجہ سے ہمیں گھٹیا ترین مخلوق کی انتہائی گھٹیا حالت سے تشبیہ دے دی جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السُّوءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾

”آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی مثال بری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو اعلیٰ مثال (بہت بلند صفت) ہے۔“
ایسے معلوم ہوتا ہے ایسے فعل سے ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور اس کو حرام قرار دینے کا یہ انداز اس طرح کہنے سے زیادہ بلیغ ہے: ”لَا تَعُوْذُوْا فِی الْهَبَةِ“ (ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہ لو)۔ (تحفة الاحوذی: ۴ / ۴۳۵) مؤخر الذکر حدیث مبارکہ اور اس کی تشریح سے معلوم ہوا کہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینا ناجائز ہے۔

زَكَاةُ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کے ابواب

صدقہ فطر: اس سے مراد ماہِ رمضان کے اختتام پر نمازِ عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے، تاکہ روزے لغو باتوں اور فحش گوئیوں سے پاک ہو جائیں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاسکے۔ فطرانہ کی ادائیگی کے لیے صاحبِ نصابِ زکوٰۃ کی شرط لگانا درست نہیں ہے، یہ صدقہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو متعلقہ جنس کا ایک صاع صدقہ کرنے پر قدرت رکھتا ہو، وگرنہ ﴿لَا يَكْلِفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾، آنے والے چار ابواب کا تعلق صدقہ فطر سے ہے، اس لیے اس سے متعلقہ تمام مسائل کے لیے چاروں ابواب کا مطالعہ کریں۔

مَشْرُوعِيَّتُهَا وَحُكْمُهَا وَعَلَى مَنْ تَجِبُ

صدقہ فطر کی مشروعیت اور حکم کا اور جن لوگوں پر یہ فرض ہے، ان کا بیان

(۳۵۵۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (مسند احمد: ۶۲۱۴)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان، وہ آزاد ہو یا غلام اور مرد ہو یا عورت، پر ایک صاع کھجور یا جو کی صورت میں رمضان کا صدقہ فطر فرض کیا ہے۔

(۳۵۶۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ۔ (مسند احمد: ۵۱۷۴)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے اور آزاد و غلام پر کھجور یا جو کا ایک ایک صاع بطور صدقہ فطر فرض کیا ہے۔

فوائد: ایک صاع کا وزن دو کلو اور سو گرام ہے، تخمینی وزن اڑھائی کلو بتادیا جاتا ہے۔ جو کہ درست نہیں۔ حدیث نمبر (۳۳۸۲) میں صاع کی مقدار کی مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے، قارئین کو اس مفید بحث کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

(۳۵۶۱) عَنْ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ: سَأَلْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فَقَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، ثُمَّ نَزَلَتِ الزَّكَاةُ فَلَمْ نُنَّ عَنْهَا وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ، ثُمَّ نَزَلَ رَمَضَانُ فَلَمْ نُؤْمَرْ بِهِ وَلَمْ نُنَّ عَنْهُ وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ۔ (مسند احمد: ۲۴۳۴۱)

ابوعمار کہتے ہیں: میں نے سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے صدقہ فطر کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے تو صدقہ فطر کی ادائیگی کا حکم دیا تھا، البتہ جب زکوٰۃ (کی فرضیت) نازل ہو گئی تو اس کے بعد نہ اس صدقہ سے ہمیں روکا گیا اور نہ از سر نو اس کا حکم دیا گیا، البتہ ہم ادا کرتے آرہے ہیں۔ پھر میں نے ان سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو نہ ہمیں از سر نو

(۳۵۵۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۱۲، ومسلم: ۹۸۴ (انظر: ۶۲۱۴)

(۳۵۶۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۵۶۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه النسائی: ۵ / ۴۹ (انظر: ۲۳۸۴۰)

اس روزے کا حکم دیا گیا اور نہ اس سے منع کیا گیا، البتہ ہم اس کا روزہ رکھتے ہیں۔

فوائد: صدقہ فطر اب بھی مشروع ہے، زکوٰۃ کی فرضیت سے اس کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، زکوٰۃ کے حکم کے نزول کے بعد آپ ﷺ کا صدقہ فطر کے بارے میں از سر نو حکم نہ دینا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مَقْدَارُهَا وَأَصْنَافُهَا

صدقہ فطر کی مقدار اور اجناس کا بیان

(۳۵۶۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُوَدِّيْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَتْ السَّمَاءُ فَرَأَى أَنَّ مَدًّا يَغْدِلُ مُدَيْنٍ - (مسند احمد: ۱۱۷۲۱)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو، کھجور، منقہ اور پنیر کا ایک ایک صاع بطور صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے، لیکن جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے دور میں حج یا عمرہ ادا کرنے کے لیے) تشریف لائے تو اس وقت شامی گندم بھی آگئی تھی، انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ گندم کا ایک مد دیگر اجناس کے دو مد کے برابر ہے۔

(۳۵۶۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، فَلَمْ نَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - (مسند احمد: ۱۱۹۵۴)

(دوسری سند) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب ہم میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے تو ہم کھانے، کھجور، جو، منقہ اور پنیر کا ایک ایک صاع بطور صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

فوائد: گندم میں سے پورا یا نصف صاع صدقہ فطر دیا جائے گا؟ یہ صحابہ کرام میں بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں پاکستان میں گندم سستی اور کھجور مہنگی ہے، اسی طرح اُس وقت عرب میں کھجور سستی اور گندم مہنگی ہوتی تھی۔ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرے کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لائے، تو

(۳۵۶۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۰۵، ۱۵۰۸، ومسلم: ۹۸۵ (انظر: ۱۱۶۹۸)

(۳۵۶۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۵۶۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۱۱، ومسلم: ۹۸۴ (انظر: ۴۴۸۶)

لوٹنے سے پہلے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا: میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع (قیمت میں) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے، لہذا آئندہ گندم کا نصف صاع ادا کیا کریں گے۔ لیکن سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اسی طرح (ایک صاع) ہی ادا کرتا رہوں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا۔ (مسلم) اس حدیث سے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ گندم کا نصف صاع بطور صدقہ فطر ادا کرنا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ اگلے باب میں اس مسئلہ کی وضاحت آ رہی ہے۔

(۳۵۶۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعَ تَمْرٍ أَوْ صَاعَ شَعِيرٍ. قَالَ: فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ بَعْدَ نِصْفِ صَاعِ بُرٍّ. قَالَ أَيُّوبُ: وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي التَّمْرَ، إِلَّا عَامًا وَاحِدًا أَغْوَزَ التَّمْرَ، فَأَعْطَى الشَّعِيرَ. (مسند احمد: ۴۴۸۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مذکر و مونث اور آزاد و غلام پر کھجور یا جو کا ایک صاع بطور صدقہ فطر فرض کیا ہے، بعد میں لوگوں نے گندم کے نصف صاع کو ان اجناس کے ایک صاع کے مساوی قرار دیا تھا۔ امام نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ صدقہ فطر کے سلسلہ میں کھجور ہی ادا کیا کرتے تھے، لیکن ایک سال کھجور کی قلت ہو گئی تھی، اس لیے انھوں نے جو عطا کیے تھے۔

مَنْ رَوَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ

گندم کے نصف صاع کی روایت بیان کرنے والے

(۳۵۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا الرَّزَّاقُ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَكَانَ مَعْمَرٌ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ ذَكَرٍ وَأُنْثَى صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ فَقِيرٍ أَوْ غَنِيٍّ، صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، قَالَ مَعْمَرٌ وَبَلَّغَنِي أَنَّ الزُّهْرِيَّ كَانَ يَرْوِيهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. (مسند احمد: ۷۷۱۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر آزاد و غلام، مرد و زن، چھوٹے بڑے اور فقیر اور غنی پر کھجور کا ایک صاع اور گندم کا نصف صاع بطور صدقہ فطر فرض ہے۔ معمر کہتے ہیں: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امام زہری اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

(۳۵۶۵) تخریج: رجالہ ثقات رجال الشيخین، وهو موقوف۔ أخرجه عبد الرزاق: ۵۷۶۱، والدارقطنی: ۲ / ۱۴۹، والبيهقي: ۴ / ۱۶۴ (انظر: ۷۷۲۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کے سلسلہ میں فلاں فلاں جنس کا ایک ایک صاع اور گندم کا نصف صاع مقرر فرمایا ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان کے آخری دنوں میں خطبہ دیا اور کہا: اسے اہل بصرہ! تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ سن کر لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، انہوں نے کہا: یہاں مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے افراد کون ہیں؟ اٹھو ذرا اور اپنے بھائیوں کو یہ تعلیم دو کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر غلام و آزاد اور مرد و زن پر صدقہ فطر کے سلسلہ میں گندم کا نصف صاع اور جو اور کھجور کا ایک ایک صاع فرض کیا ہے۔

(۳۵۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الصَّدَقَةَ كَذَا وَكَذَا وَنِصْفَ صَاعٍ بُرًّا. (مسند احمد: ۲۰۱۸)

(۳۵۶۷) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي آخِرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْبَصْرَةِ! ادُّوا زَكَاةَ صَوْمِكُمْ، قَالَ: فَجَعَلَ النَّاسُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: مَنْ هُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ؟ قَوْمُوا فَعَلِمُوا إِخْوَانَكُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكْرِ وَالْأُنْثَى. (مسند احمد: ۳۲۹۱)

سیدنا عبد اللہ بن ثعلبہ عذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے دو روز قبل لوگوں سے خطاب کیا اور اس میں فرمایا: ”تم ہر دو آدمیوں کی طرف سے گندم کا ایک صاع اور کھجور اور جو کی صورت میں ہر ایک کی طرف ایک ایک صاع ادا کرو، یہ صدقہ ہر آزاد و غلام اور چھوٹے بڑے پر ہے۔“

(۳۵۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ الْعُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: ادُّوا صَاعًا مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ (وَفِي رِوَايَةٍ: عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ) أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ وَصَغِيرٍ وَكَبِيرٍ. (مسند احمد: ۲۴۰۶۳)

(۳۵۶۶) تخریج: اسنادہ ضعیف، الحسن بن ابی الحسن البصری مدلس وقد عنعن۔ اخرجہ النسائی: ۵۰ / ۵ (انظر: ۲۰۱۸)

(۳۵۶۷) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، الحسن لم یسمع من ابن عباس، جزم کثیر من العلماء علی هذا۔ اخرجہ النسائی: ۱۹۰ / ۳ (انظر: ۳۲۹۱)

(۳۵۶۸) تخریج: قال الالبانی: صحیح، وللحدیث شواہد کثیرة (الصحیحة: ۱۱۷۷)۔ اخرجہ ابوداود: ۱۶۲۱ (انظر: ۲۳۶۶۳)

(۳۵۶۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَدُّوا صَاعًا مِنْ قَمَحٍ اَوْ صَاعًا مِنْ بُرٍّ وَشَكَّ حَمَادٌ، عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ اَوْ كَبِيرٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَى حُرٍّ اَوْ مَمْلُوكٍ، غَنِيٍّ اَوْ فَقِيرٍ، اَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيَزَكِّهِ اللَّهُ وَاَمَّا فَقِيرُكُمْ، فَيَرُدُّ عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِمَّا يُعْطَى۔)) (مسند احمد: ۲۴۰۶۴)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم ہر چھوٹے بڑے، مرد و زن، آزاد و غلام اور امیر و غریب میں سے ہر دو کی طرف سے گندم کا ایک صاع صدقہ فطرا ادا کرو، رہا مسئلہ امیر کا تو اللہ تعالیٰ اسے پاک کر دے گا اور رہا مسئلہ غریب کا تو اللہ تعالیٰ (دوسرے لوگوں کے ذریعے) اسے اس مقدار سے زیادہ واپس کرے گا، جو وہ صدقہ میں دے گا۔“

(۳۵۷۰) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نُوَدِّي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُدَّيْنِ مِنْ قَمَحٍ بِالْمُدِّ الَّتِي تَقْتَاتُونَ بِهٖ۔ (مسند احمد: ۲۷۵۳۵)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی کی طرف سے گندم کے دو مُد بطور صدقہ فطرا ادا کرتے تھے، یہ وہی مُد ہے، جس کے ساتھ تم غلے کا لین دین کرتے ہو۔

فوائد:..... اس باب کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ گندم کا نصف صاع بطور صدقہ فطرا کفایت کرتا ہے، ایک حدیث یہ بھی ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((..... مُدَّانِ مِنْ قَمَحٍ اَوْ صَاعٍ مِمَّا سِوَاهِ مِنَ الطَّعَامِ۔)) (دارقطنی: ۲۲۰، ۲۲۱ من طریقین عن ابن جریج عنه، صحیحہ: ۱۱۷۹)..... ”گندم سے دو مُد اور اس کے علاوہ باقی کھانوں سے ایک صاع۔“ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا جابر بن عبد اللہ، سیدنا معاویہ، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم، یہ سب اس بات کے قائل تھے کہ گندم کا نصف صاع صدقہ فطرا میں دیا جائے گا۔ ہمارے ہاں عام طور پر عید الفطر کے موقع پر مروجہ جنس کی قیمت کی صورت میں صدقہ فطرا ادا کر دیا جاتا ہے۔ جواز کی حد تک تو اس کا قائل ہوا جاسکتا ہے، بہر حال اصل شرعی مسئلہ یہی ہے کہ سنت کے مطابق جنس ادا کی جائے، اسی میں مساکین لوگوں کا زیادہ فائدہ ہے۔ اس موقع پر ایک چیز کی وضاحت ضروری ہے، بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جنس کی قیمت ادا کرنا زیادہ مناسب ہے، وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مساکین اپنی ضرورت کے مطابق عید سے متعلقہ مختلف چیزیں خرید سکیں گے۔ ان لوگوں کا یہ فہم دو وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے، ایک یہ کہ وہی صورت زیادہ مناسبت کا حق رکھتی ہے، جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اختیار کی گئی ہو اور دوسرے یہ کہ کیا مسکینوں، بے سہاروں اور بے کسوں کی عیدوں کی خوشیاں صرف ہمارے صدقہ فطرا کے

(۳۵۶۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول، لكن انفراد نعمان بن راشد في هذا الحديث بايجاب صدقة الفطر على الغنى و الفقير، وهو ضعيف لسوء حفظه
(۳۵۷۰) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجہ ابن خزيمة: ۲۴۰۱، وابن ابی شیبہ: ۱۷۶ / ۳، والطبرانی فی الکبیر: ۲۴ / ۲۱۹ (انظر: ۲۶۹۹۵)

پچاس ساٹھ روپوں میں پنہاں ہیں۔ ایسے لوگ عید کے موقع پر جب اپنے بچوں کے لیے قسما قسم کے کپڑے، جوتے، کھلونے اور کھانے کی چیزیں خرید رہے ہوتے ہیں، کیا اس وقت یہ خیال ان کو بے چین نہیں کرتا کہ ہمارے معاشرے میں سینکڑوں ایسے بچے موجود ہیں، جو ایسے موقعوں پر حاجت مند آنکھوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کا منہ تک رہے ہوتے ہیں، لیکن ان بے چاروں کی جیب ان کے بچوں کے یہ تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔ یہ کیسی کھوٹی اور رڈی سوچ ہے کہ ایسے محتاج صرف صدقہ فطر سے اپنی زندگی کا سارا سرکل چلائیں۔

وَقْتُ اخْرَاجِهَا

صدقہ فطر دینے کے وقت کا بیان

(۳۵۷۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ - (مسند احمد: ۵۳۴۵)

(۳۵۷۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) مِثْلُهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الْمُصَلَّى، وَقَالَ مَرَّةً: إِلَى الصَّلَاةِ - (مسند احمد: ۶۳۸۹)

وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ، فَقَالَ: ((أَدُوا صَاعًا مِنْ بُرِّ أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ، وَتَقَدَّمَ أَيْضًا فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ -

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کے عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔

(دوسری سند) سابق حدیث کی مانند ہی ہے، البتہ اس میں یہ صراحت ہے: آپ ﷺ نے لوگوں کے عید گاہ کو جانے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، ایک روایت میں ہے: نماز عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے۔ سیدنا عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عید الفطر سے دو روز قبل لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ”تم ہر دو افراد کی طرف سے گندم کا ایک صاع صدقہ فطر ادا کرو۔“ نیز سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقہ فطر فرض کیا۔

فوائد: ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ فطر کا وقت نماز عید کی طرف جانے پہلے کا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّيَامِ لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ آدَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ آدَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ - رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کے روزوں کو لغو باتوں اور

(۳۵۷۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۰۳، ۱۵۰۹، ومسلم: ۹۸۶ (انظر: ۵۳۴۵)

(۳۵۷۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

فحش گویوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھلانے کے لیے صدقہ فطر فرض کیا ہے، جو آدمی نماز عید سے پہلے اس کی ادائیگی کرے گا تو یہ مقبول زکاۃ ہوگی اور جو آدمی نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات کی طرح صدقہ ہوگا۔ (ابوداؤد: ۱۶۰۹، ابن ماجہ: ۱۸۲۷) اگر حکومت کی طرف سے صدقہ فطر وصول کرنے کے لیے عاملین کا تقرر کیا جائے، تو عید کے دن سے پہلے بھی ان کو یہ صدقہ جمع کروایا جاسکتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ..... آپ ﷺ نے رمضان کی زکاۃ یعنی صدقہ فطر کی حفاظت کے لیے میرا تقرر کیا۔ (صحیح بخاری) اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ پہلے یہ صدقہ جمع کروا دیتے تھے۔ اسی طرح جناب نافع کہتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ..... سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما حکومت کی طرف سے قبول کرنے والوں کو صدقہ دیتے تھے اور ان کو اختتام رمضان سے ایک دو دن پہلے یہ صدقہ دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری)

صدقہ فطر کو نماز عید سے مؤخر نہیں کرنا چاہیے، بہر حال اہل علم کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ تاخیر ہو جانے کی صورت میں اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا، بلکہ ادائیگی تک اس کی صورت قرضے والے رہے گی۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ابتدائے رمضان سے ہی بھکاری قسم کے یا حقیقی مسکین لوگوں کو بطور صدقہ فطر پانچ دس دس روپے دینا شروع کر دیتے ہیں، یہ انتہائی غیر مناسب بات ہے، جس کی بنیاد بخل اور کنجوسی ہے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ دوران رمضان نبی کریم ﷺ کی طرح کثرت سے صدقہ کیا کریں اور عید والے دن نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کیا کریں۔ فطرانہ کی رقم کے لیے معاشرے کے فقراء و مساکین کو ہی ترجیح دینی چاہیے۔



صَدَقَاتُ التَّطَوُّعِ

نفلی صدقات کا بیان

الْحَثُّ عَلَيْهَا وَفَضْلُهَا

نفلی صدقات کی ترغیب اور فضیلت کا بیان

تنبیہ: اس باب کی اکثر احادیث محتاج وضاحت نہیں ہیں، عام آدمی حدیث مبارکہ کے متن سے ہی آپ ﷺ کا مقصود سمجھ جاتا ہے۔

(۳۵۷۳) عَنْ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قَالَ: فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلَّ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، قَالَ: فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَا فَاذَنْ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ﴾ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا، وَقَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ:

سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلي سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، ابھی دن شروع ہو رہا تھا، آپ ﷺ کے ہاں کچھ ایسے لوگ آئے جن کے پاؤں میں جوتے اور جسم پر پورا لباس نہیں تھا، انھوں نے کبل یا چونے پیئے ہوئے تھے اور تلواریں کندھوں سے لٹکائی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سارے افراد قبیلہ مضر سے تھے، جب آپ ﷺ نے ان کی تنگ دستی کی یہ صورتحال دیکھی تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے، پھر جب باہر آئے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان اور اقامت کہیں، پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیتیں تلاوت کیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا

رَبُّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رَجُلًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔ یعنی: ”لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔“ سورہ حشر والی یہ آیت تلاوت کی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مِمَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾۔ یعنی: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر فرد دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے دن کے لئے کیا کچھ آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، جو تم عمل کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“ یہ خطاب سن کر کوئی دینار لے کر آیا، کوئی درہم، کوئی کپڑا، کوئی گندم کا صاع اور کوئی کھجور کا صاع لے کر آیا اور کسی نے کھجور کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ اتنے میں ایک انصاری ایک تھیلی اٹھا کر لایا، (وہ اس قدر روزنی تھی کہ) قریب تھا کہ اس کا ہاتھ عاجز آ جائے گا، بلکہ وہ عاجز آ گیا، یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے پے در پے صدقات پیش کرنا شروع کر دیئے، یہاں تک کہ خوراک اور لباس کے دو ڈھیر لگ گئے، اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا اور وہ سنہری رنگ کا لگ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اپنے اس عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس پر عمل کریں گے، ان سب کے برابر بھی اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مِمَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ تصدق رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ، مِنْ دَرَاهِمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ، حَتَّى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔)) قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بَصُرَةً كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَابَعَ النَّاسَ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمِينَ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَعْنِي كَأَنَّهُ سُذْهَبَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔)) (مسند احمد: ۱۹۳۸۸)

کی نہیں آئے گی اور جو کوئی اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا، اسے اپنے عمل کا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس پر عمل کریں گے، ان سب کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوگی۔“

سیدنا بریدہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بھی کوئی آدمی صدقہ کرتا ہے تو وہ ستر شیطانوں کے جڑے توڑتا ہے۔“

(۳۵۷۴) عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ (بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا يُخْرِجُ رَجُلٌ شَيْئًا مِنَ الصَّدَقَةِ حَتَّى يَفْكَ عَنْهَا لَحْيَيْ سَبْعِينَ شَيْطَانًا.)) (مسند

احمد: ۲۳۳۵۰)

فوائد:..... معلوم ہوا کہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمان کو کنجوسی اور بخیلی جیسی گھٹیا صفات میں جکڑ دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ صدقہ و خیرات کرنے سے اس کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے رب کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اور اسے خوش کرتے ہوئے اور اپنے ابدی دشمن شیطان کو ستاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرے میں صدقہ و خیرات کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور یہ بڑی اصلاح کا سبب ہے، اس سے جہاں صدقہ کرنے والا خود پاکیزہ ہوتا ہے اور اپنے مال میں برکت حاصل کرتا ہے، وہاں صدقہ وصول کرنے والا بھی اپنے حالات کو سنوار لیتا ہے۔ کاش کہ ہمارے ہاں بھی صدقہ و خیرات کا یہ نظام منظم بن جاتا اور سرمایہ دار اس چیز کو اپنے لیے اعزاز کا باعث سمجھ لیتے۔

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا رب گفتگو کرے گا، اس حال میں کہ اس کے اس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، پس جب وہ بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے وہی کچھ نظر آئے گا، جو اس نے آگے بھیجا ہوگا، پھر جب وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اسے ادھر بھی وہی کچھ نظر آئے گا، جو وہ آگے بھیج چکا ہوگا، جب وہ اپنے

(۳۵۷۵) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيَكَلِمُهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمانٌ، فَيَنْظُرُ عَمَّنْ آمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَمَهُ، وَيَنْظُرُ عَمَّنْ أَشَامَ مِنْهُ، فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَمَهُ، وَيَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْقِبُهُ النَّارُ.)) قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

(۳۵۷۴) تخریج: قال الالبانی: صحیح، انظر الصحيحة: ۱۲۶۸ - اخرجه ابن خزيمة: ۲۴۵۷، والحاكم:

۱ / ۴۱۷، والبيهقي: ۴ / ۱۸۷ (انظر: ۲۲۹۶۲)

(۳۵۷۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۶۵۳۹، ۷۵۱۲، ومسلم: ۱۰۱۶ (انظر: ۱۹۳۷۳)

((مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَلْيَفْعَلْ-)) (مسند احمد: ۱۹۵۹۰)

سامنے دیکھے گا تو ادھر اس کے سامنے آگ ہوگی۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جس آدمی میں اپنے چہرے کو آگ سے بچانے کیلئے جو استطاعت ہے، وہ استعمال کر دے، اگرچہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنے کی صورت میں ہو۔“

فوائد:..... صدقہ و خیرات کا تعلق مال داری سے نہیں ہے، سخاوت والے مزاج سے ہے۔

((وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ النَّارَ فَلْيَتَصَدَّقْ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ-)) (مسند احمد: ۱۸۴۳۷)

(۳۵۷۶) (دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی آگ سے بچنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ صدقہ کرے، خواہ وہ کھجور کے ایک حصے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو اور جسے وہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کے ذریعے (جہنم سے بچنے کی کوشش کرے)۔“

فوائد:..... اچھی بات سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی اور حسن اخلاق سے پیش آنا چاہیے اور اس معاملے میں معرفت اور عدم معرفت کی بنا پر فرق نہیں کرنا چاہیے۔

((عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كُلُّ أَمْرٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ، حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ أَوْ قَالَ: يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ-)) قَالَ يَزِيدُ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُخْطِئُهُ يَوْمٌ إِلَّا تَصَدَّقَ فِيهِ بِشَيْءٍ وَلَوْ كَعُكَّةً، أَوْ بَصْلَةً أَوْ كَذَا- (مسند احمد: ۱۷۴۶۶)

(۳۵۷۷) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن ہر شخص اپنے اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔“ یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں: ابو خیر مرثد ہر روز کسی نہ کسی چیز کا صدقہ کیا کرتے تھے، خواہ وہ ایک کیک یا ایک پیاز یا اس قسم کی کوئی چیز ہوتی۔

((وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ قَالَ: كَانَ مَرْثَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يَجِيءُ إِلَى الْمَسْجِدِ إِلَّا وَمَعَهُ شَيْءٌ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَ: فَجَاءَ

(دوسری سند) یزید کہتا ہے: مرثد بن عبد اللہ جب بھی مسجد کی طرف آتے تو صدقہ کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی نہ کوئی چیز ہوتی تھی۔ ایک دن جب وہ آئے تو ان کے پاس ایک پیاز

(۳۵۷۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۵۷۷) اسنادہ صحیح۔ اخرجه ابن خزيمة: ۲۴۳۱، وابن حبان: ۳۳۱۰، والحاكم: ۱/ ۴۱۶ (انظر: ۱۷۳۳۳)

(۳۵۷۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ بَصَلٌ؟ فَقُلْتُ لَهُ: أَبَا الْخَيْرِ مَا تُرِيدُ إِلَى هَذَا يُتَنُّ عَلَيْكَ ثَوْبُكَ؟ قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! إِنَّهُ وَاللَّهِ! مَا كَانَ فِي مَنْزِلِي شَيْءٌ أَتَصَدَّقُ بِهِ غَيْرَهُ، إِنَّهُ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ظَلَّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتَهُ))

تھا، میں نے کہا: ابو الخیر! آپ اس کو کیا کریں گے؟ یہ تو آپ کے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔ انہوں نے کہا: بھتیجے! اللہ کی قسم! آج میرے گھر میں صدقہ کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ مجھے ایک صحابی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مومن پر اس کا صدقہ سایہ قلم ہوگا۔“

(مسند احمد: ۲۳۸۸۶)

فوائد:..... جس طرح ہر انسان کی ضروریات اور اہل و عیال کے تقاضے ہوتے ہیں، اسی طرح صدقہ دخیرات ہماری زندگی کی ایک ضرورت اور تقاضا ہے، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں نے اپنے بال بچوں میں خوش رہنے اور بیوی بچوں کی ہر قسم کی خواہش پورے کرنے کو ہی مقصد حیات سمجھ لیا، ہمارے ہاں سعادت اور خوش بختی یہی علامت ہے، بے سہارا اور فقر و فاقہ سے دوچار لوگوں کا پرسان حال کوئی نہیں ہے۔

(۳۵۷۹) عَنْ مَرْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ)) (مسند احمد: ۱۸۲۰۷)

ایک صحابی رسول ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔“

(۳۵۸۰) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ إِنْ تَبَدَّلَ الْخَيْرُ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكُهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تَلَامُ عَلَى الْكَفَافِ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْأَعْلَى خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)) (مسند احمد: ۲۲۶۲۱)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر دے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر اسے بچا کر رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہوگا، البتہ بقدر حاجت بچا کر رکھنے پر تجھے ملامت نہیں کیا جائے گا، اور خرچ کرتے وقت ان افراد سے ابتدا کر، جو تیری کفالت میں ہیں، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے (یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے) بہتر ہے۔“

(۳۵۷۹) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۳۸۳۷، وانظر الحديث السابق لأن هذا الصحابي المبهم هو عقبه بن عامر ﷺ (انظر: ۱۸۰۴۳)

(۳۵۸۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۳۶ (انظر: ۲۲۲۶۵)

(۳۵۸۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث کی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے۔ (مسند احمد: ۷۱۵۵)

فوائد:..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت میں امام احمد منفرد ہیں۔

(۳۵۸۲) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ایک فرشتہ یوں آواز دیتا ہے: کون آج قرض دے گا، تاکہ اسے کل (قیامت والے دن) بدلہ دیا جاسکے، اور ایک دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ یوں کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہترین متبادل عطا فرما اور بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔“

فوائد:..... اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ امیری اور غربی نسل در نسل چلنے والی چیزیں نہیں ہے، آج جو لوگ بڑے سرمایہ دار ہیں، ان کے بڑے کوئی سونے کا چبچ لے کر پیدا نہیں ہوئے تھے، اسی طرح آج جو لوگ فقیر اور محتاج بن گئے ہیں، ان کے ماضی قریب کا فقر اور غربت سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے اور بندے آہستہ آہستہ اپنی اوقات کو بھول کر راہ اعتدال سے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور قارون کی طرح اپنی دولت کو اپنی ذات، ہنر اور برادری کا کمال اور اعزاز سمجھنے لگتے ہیں تو آسمان والا یا تو کچھ عرصے کے لیے ان کو ڈھیل دینا شروع کر دیتا ہے یا پھر ان کو اس نعمت سے محروم کرنے کی کاروائی شروع کر دیتا ہے، قرآن مجید کے درج ذیل اقتباس پر غور فرمائیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَغَىٰ رُبَّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ. وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَغَىٰ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ. كَلَّا بَلْ لَا تُحْكُمُونَ الْيُسْطٰى. وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ. وَتَأْكُلُونَ التَّرَاثِ أَكْلًا لَّمًّا. وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا.﴾ (انسان) (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا۔ اور جب وہ اس کو اس طرح آزماتا ہے کہ اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ تم ہی لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔ اور مسکینوں کے کھانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور (مردوں کی) میراث سمیٹ کر کھاتے ہو۔ اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔“ (سورہ فجر: ۱۵ تا ۲۰)

(۳۵۸۱) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۴۲۸، ومسلم: (انظر: ۷۱۵۵)

(۳۵۸۲) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۰۱۰ (انظر: ۸۰۵۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دولت کا رخ پھر جانے کے چار اسباب بیان کیے ہیں: (۱) یتیموں کی عزت نہ کرنا، (۲) مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب نہ دلانا، (۳) رشتہ داروں کی میراث سمیٹ لینا اور (۴) مال سے بہت محبت کرنا۔ جب کسی سرمایہ دار میں یہ خباثتیں آ جاتی ہیں تو دولت کا رخ تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ یا تو چند سالوں کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں، نہیں تو اس کے کیے کا بھگتان اس کی اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے کئی افراد اس وقت میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دس بارہ بارہ سالوں کے اندر ایسے ایسے پلٹے دیئے کہ ان بچاروں کو بھی سمجھ نہ آئی کہ ان کے ساتھ کیا پالیسی اختیار کی جا رہی ہے، کسی کو اس کی عیاشی نے، کسی کو اس کے بخل نے، کسی کو غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے نے، کسی کو دولت ہی کو ذلت و عزت کا معیار سمجھنے نے، کسی کو سودی نظام نے، کسی کو غریبوں کے سنجیدہ مسائل پر بے حسی کا ثبوت دینے نے، کسی کو مجبوروں کو دیکھ کر تیوڑی چڑھانے نے، علیٰ ہذا القیاس۔ یہ ایسے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دولت کا رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔ میں یہی التماس کروں گا: سرمایہ دارو! دولت ڈھلتی چھاؤں ہے، کبھی بھی اپنی اوقات کو نہ بھولنے پاؤ، تمہارے خزانوں کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، اسی کے نظام کو اپنے مزاجوں اور گھروں میں رواج دو، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں ”غنی“ کا لقب پاؤ گے، وگرنہ فرشتوں کی بددعاؤں کا مصداق بن جاؤ گے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چل رہا ہے۔

(۳۵۸۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((يَا عَائِشَةُ! اسْتَتِرِي مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنَّهَا تُسَدُّ مِنَ الْجَائِعِ مَسَدَهَا مِنَ الشُّبْعَانِ.)) (مسند احمد: ۲۵۰۰۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”عائشہ! آگ سے بچ (اس کے لیے اسباب پیدا کر)، اگر چہ وہ کھجور کا ایک حصہ دینے کی صورت میں ہی ہو، یہ سیر آدمی کی طرح ہی بھوکے آدمی کو فائدہ دیتا ہے۔“

(۳۵۸۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لِيَتَّقِيَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.)) (مسند احمد: ۳۶۷۹)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر آدمی اپنے چہرے کو آگ سے بچائے، اگر چہ وہ کھجور کا ایک حصہ صدقہ کرنے کی صورت میں ہو۔“

(۳۵۸۵) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَصَدَّقُوا))

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ کرو، کیونکہ قریب ہے کہ ایک

(۳۵۸۳) صحیح، وهذا اسناد منقطع، المطلب بن عبد الله لم يدرك عائشة، لكن قوله ((استتري من النار، ولو بشق تمر)) صحيح بسند آخر، وقوله: ((فإنها تسد من الجائع مسدها من الشبعان)) له شاهد من حديث أبي بكر الصديق عند أبي يعلى: ۸۵، والبخاري في ”البحر الزخار“: ۱/ ۱۹۵ (انظر: ۲۴۵۰۱)

(۳۵۸۴) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه أبو نعيم في ”الحلية“: ۸/ ۲۱۴ (انظر: ۳۶۷۹)

(۳۵۸۵) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۴۱۱، ۱۴۲۴، ومسلم: ۱۰۱۱ (انظر:)

فَيُوشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِي بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ
الَّذِي أُعْطِيَهَا: لَوْ جِئْتُ بِهَا بِالْأَمْسِ
قَبْلُهَا، وَأَمَّا الْآنَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا فَلَا
يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا)) (مسند احمد: ۱۸۹۳۳)

آدمی صدقہ لے کر چلے اور جسے وہ دینا چاہے، وہ آگے سے
کہے: اگر تو کل لے آتا تو میں قبول کر لیتا، اب تو مجھے اس کی
کوئی ضرورت نہیں ہے، پس اسے ایسا آدمی نہیں ملے گا، جو اس
کے صدقے کو قبول کرے۔“

فوائد: اگر کوئی آدمی مالدار ہے اور اس کے ارد گرد مستحق لوگ موجود ہے، تو وہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ کی نعمت
سمجھ کر صدقہ و خیرات سے محروم نہ رہے، کیونکہ قریب ہے کہ اس کو مستحقین کی فہرست میں شامل کر دیا جائے، یا اس کے
قرب و جوار والے سارے ہی اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔

(۳۵۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ
أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي نَخْلِ أَهْلِ
الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! هَلْكَ
الْمُكْشَرُونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتَّى يَسْكِفَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ
يَسَارِهِ وَيَبْنِ يَدَيْهِ، وَقَلِيلٌ مَا هُمْ.))
(مسند احمد: ۸۰۷۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
مدینہ منورہ کے ایک کھجوروں کے باغ میں چل رہا تھا،
آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! زیادہ مال والے ہلاک ہو
گئے، ماسوائے ان لوگوں کے جو مال کو ادھر خرچ کرتے ہیں،
ادھر دیتے ہیں اور اس طرف لٹاتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے
اپنی ہتھیلی سے دائیں، بائیں اور سامنے کی طرف اشارہ کیا، لیکن
ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔“

(۳۵۸۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَيُّكُمْ مَالٌ
وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟)) قَالَ: قَالُوا: يَا
رَسُولَ اللَّهِ! مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ
مِنْ مَالٍ وَارِثِهِ. قَالَ: ((اعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ
مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا مَالٌ وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ،
مَالِكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا قَدَّمْتُ، وَمَالٌ وَارِثُكَ
مَا أَخَّرْتُ.)) (مسند احمد: ۳۶۲۶)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال کی بہ نسبت
اپنے وارث کا مال زیادہ پیارا ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ
کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو اس کے وارث کی بہ نسبت اپنا
مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر یاد رکھو کہ
تم میں سے ہر ایک کو اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کا مال
زیادہ پیارا ہے، تمہارا مال تو صرف وہ ہے، جسے تم خرچ کر کے
آگے بھیج دیا اور جو پیچھے چھوڑا، وہ تمہارے وارث کا مال ہے۔“

(۳۵۸۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً،

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک بکری ذبح کی

(۳۵۸۶) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخرجہ الحاکم: ۱ / ۵۱۷ (انظر: ۸۰۸۵)

(۳۵۸۷) تخریج: آخرجہ البخاری: ۶۴۴۲ (انظر: ۳۶۲۶)

(۳۵۸۸) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخرجہ الترمذی: ۲۴۷۰ (انظر: ۲۴۲۴۰)

فوائد:..... یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا تصور تھا کہ بندے کا حقیقی خزانہ وہ ہے، جسے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مستحق افراد میں تقسیم کر دے۔ سبحان اللہ! جو گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیا، وہ اللہ تعالیٰ کے بینک میں جمع ہو گیا، جس میں اتنا اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ ایک کھجور، پہاڑ کی مانند بن جاتی ہے۔

فوائد: یہ مصیبت ہمارے دور میں بھی بدرجہ اتم پائی جا رہی ہے کہ لوگوں نے صدقہ و خیرات کی انتہائی معمولی مقدار کو اپنے لیے کافی و شافی سمجھ لیا ہے، اگر کوئی آدمی کسی فقیر کو سو پچاس دے دیتا ہے، وہ کئی دنوں تک اس کو بھولنے نہیں پاتا۔ قارئین کرام! کوئی مانے یا نہ مانے، ابھی تک عملی طور پر ہم یہ عقیدہ اور نظریہ قائم نہ کر سکے کہ سخاوت کی وجہ سے خزانوں میں اضافہ ہوتا ہے اور کئی نسلیں اس کی برکت سے مستفید ہوتی رہتی ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ جون ۲۰۱۲ء میں ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی، چند برس پہلے اس کے پاس پانچ کروڑ روپیہ اور بہترین کاروبار موجود تھا، لیکن ۲۵ جون کو ایک ہزار روپے کی بھیک مانگ کر اسے دیا گیا، تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے، جبکہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کو کوئی سمجھ آئی کہ اس کی اتنی بھاری رقم کہاں دفن ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کنجوسی ہونے لگ جائے تو بندہ کرتا تو کچھ اور ہے، لیکن ہوتا کچھ اور ہے، آدمی اپنے لیے خود گڑھے کھودنے لگ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ

۳۵۹۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَظَرَ إِلَى رَجُلٍ يَصْرِفُ رَاحِلَتَهُ فِي نَوَاحِي الْقَوْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سِدْنَا أَبُو سَعِيدٍ خَدْرِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی ایک طرف اپنی سواری کو گھما رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کے پاس

(۳۵۸۹) تخریج: حدیث صحیح۔ آخر جہ ابوداؤد: ۱۷۰۰، والنسائی: ۵/۷۳ (انظر: ۲۵۲۶۷)

(۳۵۹۰) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۷۲۸ (انظر: ۱۱۲۹۳)

((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلٌ مِنْ ظَهْرٍ فَلْيُعْذِبْهُ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيُعْذِبْهُ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ.)) حَتَّى رَأَيْنَا أَنْ لَا حَقَّ لِحَدِيدٍ مَنَّا فِي فَضْلٍ. (مسند احمد: ۱۱۳۱۳)

زائد سواری ہو تو وہ ایسے آدمی کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد زاوراہ ہو تو وہ ایسے آدمی کو دے دے جس کے پاس زاد نہیں ہے۔“ آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ہمیں یہ خیال آنے لگا کہ ضرورت سے زائد چیز میں ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

فوائد:..... لیکن کیا مجھے اپنے ضمیروں سے یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ کیا ہم نے کسی محتاج کو تلاش کر کے اور اس پر ترس کھا کر اسے بھی سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ یا موٹر کار کا مستحق سمجھا ہو؟! یا اس کے گھر میں بھی راشن پہنچانے کو اپنے لیے باعث اعزاز سمجھا ہو؟! ہرگز نہیں، ممکن ہے کہ ہمارا نظریہ ہی یہ ہو کہ اس قسم کا محتاج تو ہمارے معاشرے پایا ہی نہیں جاتا، جبکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ رزق کی تتکیوں نے لوگوں کے سکون کو اس طرح تباہ کیا ہو کہ وہ مستقل طور پر کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہوں۔

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ

سب سے زیادہ فضیلت والے صدقے کا بیان

((۳۵۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ، وَأَنْتَ شَحِيحٌ صَحِيحٌ تَسْأَلُ الْعَيْشَ، وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُنْهَلُ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بِالْحُلُقُومِ قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ (وَفِي لَفْظٍ) أَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.)) (مسند احمد: ۹۷۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! بہترین صدقہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا اس وقت اور اس حال میں صدقہ کرنا کہ جب تم حریص اور صحت مند ہو، زندگی کی امید ہو اور فقیری کا ڈر ہو اور اس قدر تاخیر نہ کرو کہ جب روح خلق تک آن پہنچے تو تم کہنا شروع کر دو کہ فلاں کو اتنا دے دینا، فلاں کو اس قدر دے دینا، حالانکہ اس وقت تو وہ مال دوسروں کا ہو چکا ہوتا ہے۔“

فوائد:..... جب انسان کو مال و دولت کی زیادہ ضرورت اور حرص ہوتی ہے اس وقت انسان کا صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی کے حصول کے لئے اپنے نفس کو شکست دینا صبر آزما اور مشکل کام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نفس کو مغلوب کرنا ہی مقصود الہی ہے۔ موت کے غرغہ (یعنی جان کنی) کے وقت انسان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اس وقت کے نیک اعمال و صیتیں اور صدقہ و خیرات بے اثر بے فائدہ اور بے نتیجہ ہو جاتے ہیں لہذا اہم کو چاہئے کہ اپنی عمر کے ابھرتے اور نمایاں دور میں اپنی مالی حالت کے مطابق صدقہ و خیرات کر کے توشہ آخرت تیار کریں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور خرچ کرتے وقت ان لوگوں سے ابتدا کرو جن کی کفالت کا تو ذمہ دار ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“ معمر کہتے ہیں: میں نے ایوب سے کہا: ”عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ“ کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا: جو تیری ضرورت اور غنی سے زائد ہو۔

(دوسری سند) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، جو افراد تیری کفالت میں ہیں، تو ان سے خرچ کرنا شروع کیا کر۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ زیر کفالت افراد سے مراد کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: تمہاری بیوی جو کہتی ہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ اور نان و نفقہ دو، وگرنہ مجھے طلاق دے دو، تمہارا خادم جو کہتا ہے کہ مجھے پہلے خوراک دو، تب مجھ سے کام لو اور تمہاری بیٹی جو کہتی ہے کہ اگر تم خود میری ضرورت پوری نہیں کرو گے، تو مجھے کس کے حوالے کر دو گے۔“

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کونسا صدقہ سب سے زیادہ

(۳۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ، وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)) قُلْتُ لَا يُؤُوبُ: مَا عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ؟ قَالَ: عَنْ فَضْلِ غَنَّاكَ۔ (مسند احمد: ۷۷۲۷)

(۳۵۹۳) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانَ) عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ)) قَالَ: سَأَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا مَنْ تَعُولُ؟ قَالَ: إِمْرَأَتُكَ تَقُولُ أَطْعِمْنِي أَوْ أَنْفِقْ عَلَيَّ شَكَّ أَبُو عَامِرٍ أَوْ طَلَفْنِي وَخَادِمُكَ يَقُولُ أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي وَابْتِئْتُكَ تَقُولُ: إِلَى مَنْ تَذُرْنِي۔ (مسند احمد: ۱۰۷۹۵)

(۳۵۹۴) وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۳۹۱)

(۳۵۹۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:

(۳۵۹۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۲۸ (انظر: ۷۷۴۱)

(۳۵۹۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۳۵۵ (انظر: ۱۰۷۸۵)

(۳۵۹۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۲۷، ومسلم: ۱۰۳۴ (انظر: ۱۵۳۱۷)

(۳۵۹۵) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۷۷ (انظر: ۸۷۰۲)

((جُهِدُ الْمُقْتَلَ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ)) (مسند احمد: ۸۶۸۷)

فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کم سرمائے والے آدمی کی محنت کا صدقہ افضل ہے اور جن افراد کی کفالت کا

تو ذمہ دار ہے، (مال خرچ کرنے کے سلسلے میں، ان کے ساتھ ابتدا کیا کر۔“

فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورہ ملک: ۲) یعنی: ”اس اللہ نے موت و حیات کا (نظام) پیدا کیا تاکہ تم (انسانوں) کو آزمائے کہ تم میں کون ہے جو اچھے عمل کرے گا۔“

بڑی شاندار حدیث مبارکہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ)) قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِأَحَدِهِمَا وَانْطَلَقَ رَجُلٌ إِلَى عَرَضٍ مَالٍ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهِ)) ایک درہم، ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔“ صحابہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی کے پاس دو درہم تھے، اس نے ایک درہم صدقہ کر دیا اور ایک آدمی اپنے بڑی مقدار والے مال کی طرف گیا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔“ (نسائی: ۲۵۲۷)

دراصل اللہ تعالیٰ کی قدردان نگاہ سب سے پہلے عمل کے حسن پر پڑتی ہے اور پھر عمل کی کثرت پر، ایک غریب آدمی نے محنت و مشقت کر کے معمولی مقدار میں مال و دولت اکٹھا کیا اور بشکل اپنے اخراجات پورے کر کے اس کی انتہائی معمولی مقدار اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس تڑپ سے خرچ کی کہ اس کا نام بھی صدقہ کرنے والوں کی فہرست میں آجائے۔ ایسے آدمی کے عمل کی قدر بہر حال ایک امیر زادے کے عمل سے زیادہ ہے، جو نعمتوں کی فراوانیوں کے ماحول میں پالا پوسا گیا ہو اور وہ اپنی آمدن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے۔

الْمَنِيحَةُ

عاریۃ دی ہوئی چیز کا بیان

(۳۵۹۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اتَذَرُونَ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلَ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((الْمَنِيحَةُ، أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ الدِّرْهَمَ أَوْ ظَهَرَ الدَّابَّةِ أَوْ لَبَنَ الشَّاةِ أَوْ لَبَنَ الْبَقَرَةِ)) (مسند احمد: ۴۴۱۵)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ سب سے افضل صدقہ کونسا ہے؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی کو کوئی چیز عاریۃ دے دینا، مثلاً تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو درہم یا سواری یا بکری کا دودھ یا گائے کا دودھ دے دے۔“

(۳۵۹۶) تخریج: حسن لغیرہ۔ اخراجہ ابو یعلیٰ: ۵۱۲۱، والبخاری: ۹۴۷ (انظر: ۴۴۱۵)

فوائد:..... کوئی چیز عاریہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کچھ عرصہ کے لیے کوئی چیز اس نیت سے دی جائے کہ وہ یہ اس عرصہ میں اس کی منفعت سے فائدہ اٹھاتا رہے، جیسے دودھ کے لیے جانور، کھیتی باڑی کرنے کے لیے زمین، پھل کے لیے پھلدار درخت اور سواری کے لیے سواری والا جانور عارضی طور پر دینا۔ اس سے مستقل دی ہوئی چیز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جائے۔

(۳۵۹۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ الْمَنِحَةِ تَغْدُوا بِأَجْرِ وَتَرْوُحُ بِأَجْرِ، مَنِحَةُ النَّاقَةِ كَعَتَاقَةِ الْأَخْمَرِ، وَمَنِحَةُ الشَّاةِ كَعَتَاقَةِ الْأَسْوَدِ.)) (مسند احمد: ۸۶۸۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی کو کوئی چیز عاریہ دے دینا بہترین صدقہ ہے، وہ چیز صبح بھی اجر کا سبب بنتی ہے اور شام کو بھی، کسی کو اونٹنی عاریہ دے دینا سرخ رنگ کا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور کسی کو بکری عاریہ دے دینا سیاہ رنگ کے غلام کو آزاد کرنے کی مانند ہے۔“

فوائد:..... تخریج میں دیئے گئے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے الفاظ کا بالترتیب ترجمہ یہ ہے:

”سب سے بہترین چیز، جو عاریہ دی جائے، وہ اونٹنی ہے، جس نے نیا بچہ دیا ہو اور زیادہ دودھ والی ہے اور وہ بکری ہے، جو زیادہ دودھ والی ہو اور صبح کو ایک پیالہ دودھ کا دے دیتی ہو اور ایک شام کو۔“ ”کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے، جو کسی گھر والوں کو ایک اونٹنی بطور عاریہ دے دے، جو ایک بڑا پیالہ صبح کو دودھ کا دے دے اور ایک شام کو، اس عمل کا اجر بہت زیادہ ہے۔“

(۳۵۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعُونَ حَسَنَةً، أَعْلَاهُنَّ مَنِحَةُ الْعَنْزِ، لَا يَغْمَلُ الْعَبْدُ بِحَسَنَةٍ إِلَّا نَهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ.)) (مسند احمد: ۶۴۸۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چالیس نیکیاں ہیں، ان میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ دودھ والی بکری کسی کو عاریہ دے دی جائے، جو آدمی ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور وعدہ کی ہوئی چیز کی تصدیق کرتے ہوئے ان چالیس میں سے ایک نیکی بھی سر انجام دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔“

فوائد:..... صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں ان الفاظ کی زیادتی ہے: راوی حدیث حسان بن عطیہ نے کہ: دودھ (۳۵۹۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، عبید اللہ بن صبیحہ فی عداد المجہولین، ومثله محمد بن عبد اللہ، وفلیح لیس بذاک، يعتبر به فی الشواهد والمتابعات۔ اخرجه البخاری: ۲۶۲۹، بلفظ: ((نعم المنیحة اللقحة الصفی منحة، والشاة الصفی تغدو باناء وتروح باناء.)) ومسلم: ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ولفظه فی روایة: ((الا رجل یمنح اهل بیت ناقة بغدو یعس وتروح یعس، ان اجرها لعظیم.)) (انظر: ۸۷۰۱)

(۳۵۹۸) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۶۳۱ (انظر: ۶۴۸۸)

والی بکری عاریہ دینا، ہم نے اس نیکی سے کم مرتبہ نیکیوں کو شمار کیا، مثلاً سلام کا جواب دینا، جھینکنے والے کو ”یَرْحَمُكَ اللَّهُ“ کہنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، وغیرہ وغیرہ، لیکن ہم پندرہ سے زائد نیکیاں شمار نہ کر سکے۔

یقیناً آپ ﷺ کو ان چالیس نیکیوں کا علم ہوگا، لیکن ان کو ذکر نہ کرنا ہمارے لیے زیادہ فائدہ مند ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم ان چالیس اعمالِ صالحہ کے پابند ہو جائیں اور باقی نیکیوں کو ترک کر دیں، جبکہ شریعتِ مطہرہ میں ہر قسم کی نیکی اور اس کے اجر و ثواب کا تعین کر دیا گیا ہے، انسان پر کوئی ایسی حالت طاری نہیں ہو سکتی، جس میں وہ یہ شکوہ کر سکے کہ اس بیت میں کوئی نیکی نہیں کی جاسکتی۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو صدقہ کرتے وقت یا کوئی مالی احسان کرتے وقت اپنے عزم کے اندر مختلف انداز میں پاکیزگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا اس عمل سے مقصود کیا ہے۔

فَضْلُ الصَّدَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

(۳۵۹۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا عَلَى أَحَدٍ مِنْ ضَرُورَةٍ مِنْ آيَتِهَا دُعِيَ، فَهَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلُّهَا أَحَدًا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((نَعَمْ وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)) (مسند احمد: ۷۶۲۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی اپنے مال میں سے کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی، جنت کے کئی دروازے ہیں، جو آدمی نمازی ہوگا، اسے ”بَابُ الصَّلَاةِ“ سے بلایا جائے گا، جو آدمی صدقہ کرتا ہوگا، اسے ”بَابُ الصَّدَقَةِ“ سے بلایا جائے گا، جو آدمی جہاد کرتا ہوگا، اسے ”بَابُ الْجِهَادِ“ سے بلایا جائے گا اور جو آدمی روزہ رکھتا ہوگا، اسے ”بَابُ الرِّيَّانِ“ سے بلایا جائے گا۔“ یہ سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس کی تو کسی کو کوئی حاجت نہیں ہوگی کہ اسے جنت کے جس دروازے سے مرضی بلایا جائے (کیونکہ مقصود جنت میں داخل ہونا ہوگا)، لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا، جس کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی

(۳۵۹۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۹۷، ومسلم: ۱۰۲۷ (انظر: ۷۶۳۳)

(۳۶۰۰) تخریج: إسناده صحيح على شرط الشيخين (انظر: ۸۷۹۰)

ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا، اسے جنت کے دربان یوں آواز دیں گے: اے مسلمان! یہ دروازہ بہتر ہے، ادھر آ جاؤ۔“

(۳۶۰۰) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجًا أَوْ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: يَا مُسْلِمُ! هَذَا خَيْرٌ هَلُمَّ إِلَيْهِ. (مسند احمد: ۸۷۷۶)

فوائد:..... جوڑے کی وضاحت اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان اپنے ہر مال میں سے ایک ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے اور سب ہی اسے اپنی طرف بلائیں گے۔“ میں نے کہا: جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مثال کے طور پر اگر وہ غلاموں کا مالک ہے تو دو غلام، اگر وہ اونٹوں کا مالک ہے تو دو اونٹ اور اگر وہ گائیوں کا مالک ہے تو دو گائیں۔“

(۳۶۰۱) عَنْ صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهُ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُنَّ يَدْعُوهُ إِلَى مَا عِنْدَهُ.)) قُلْتُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: ((إِنْ كَانَتْ رَجُلًا فَرَجُلَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ إِبِلًا فَبَعِيرَيْنِ، وَإِنْ كَانَتْ بَقَرًا فَبَقَرَتَيْنِ.)) (مسند احمد: ۲۱۶۶۸)

سیدنا جریر بن عبد اللہ بخاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سونے سے بھری ہوئی ایک تھیلی لئے ہوئے آیا، اس تھیلی نے اس آدمی کی مٹھی کو بھرا ہوا تھا۔ اس نے آ کر کہا: یہ تھیلی اللہ کی راہ میں وقف ہے، پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بطور صدقہ کچھ دیا، پھر صدقہ کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بطور صدقہ کچھ دیا، پھر مہاجرین کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی صدقہ کیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اس حد تک دک اٹھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر چپکنے کے آثار نظر آ رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری

(۳۶۰۲) عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِصُرَّةٍ مِنْ ذَهَبٍ تَمَلَأَ مَا بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ قَامَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَعْطَى، ثُمَّ قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَعْطَى، ثُمَّ قَامَ الْمُهَاجِرُونَ فَأَعْطُوا، قَالَ: فَأَشْرَقَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ الْإِشْرَاقَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ سَنَّ سُنَّةً صَالِحَةً فِي الْإِسْلَامِ فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَانَ بِهِ مِثْلُ أُجُورِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ

(۳۶۰۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ النسائی: ۴ / ۲۴ (انظر: ۲۱۳۴۱)

(۳۶۰۲) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۰۱۷ (انظر: ۱۹۱۸۳)

کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اسے ان تمام عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا، جبکہ ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں آئے گی، اسی طرح جو کوئی اسلام میں براطریقہ رائج کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اس کو ان تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا، جبکہ ان کے گناہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔“

(دوسری سند) سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی، لیکن لوگوں نے صدقہ کرنے میں تاخیر کی، اس وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار نظر آنے لگے، پھر ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی، اس کے بعد لوگ پے در پے صدقہ کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے اثرات نمایاں ہونے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے،.....“ سابقہ حدیث کی طرح کی حدیث ذکر کی۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سائے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہوا خیمہ یا خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہوا خادم یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوئی اونٹنی۔“

سیدنا ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے مہار والی ایک اونٹنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کی، رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: ”یہ اونٹنی ایسی ہی

يَتَّقِصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوْزَارِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَّقِصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔“ (مسند احمد: ۱۹۳۹۷)

(۳۶۰۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَثَّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ فَأَبْطَأَ النَّاسُ، حَتَّى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ (وَقَالَ مَرَّةً: بَانَ) ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ تَبَاعَ النَّاسُ فَأَعْطَوْا حَتَّى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ السُّرُورُ فَقَالَ: ((مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً.....)) فَذَكَرَ نَحْوَ الْحَدِيثِ الْمُتَقَدِّمِ۔ (مسند احمد: ۱۹۴۱۶)

(۳۶۰۴) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ خِدْمَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ طَرُوقَةٌ فَحَلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔)) (مسند احمد: ۲۲۶۷۷)

(۳۶۰۵) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا تَصَدَّقَ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَيَأْتِيَنَّ أَوْ

(۳۶۰۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۶۰۴) حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف۔ اخرجه الترمذی: ۱۶۲۶، ۱۶۲۷ (انظر: ۲۲۶۲۱)

(۳۶۰۵) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۸۹۲ (انظر: ۲۲۳۵۷)

لَتَأْتِيَنَّ بِسَبْعَائَةِ نَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ)) (مسند سات سوانثیاں لے کر آئے گی۔“

(احمد: ۲۲۷۱۴)

فوائد: اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد میں خرچ کرنا باعث اجر عظیم ہے، آخری حدیث مبارکہ اس معاملے میں انتہائی واضح ہے۔

خِصَالٌ تُعَدُّ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَا جَاءَ فِي صَدَقَةِ الْجَسَدِ

صدقہ میں شمار کئے جانے والے اعمال اور جسم کے صدقے کا بیان

(۳۶۰۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قَالَ: ((الْكَلِمَةُ اللَّيْنَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْبَةٍ يَمْسِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ أَوْ قَالَ: إِلَى الْمَسْجِدِ صَدَقَةٌ)) (مسند احمد: ۸۰۹۶) صدقہ ہے۔“

”نرم بات بھی صدقہ ہے اور نماز کے لئے یا مسجد کی طرف اٹھا ہوا قدم بھی صدقہ ہے۔“ آدمی پاؤں پر چل کر جائے وہ بھی صدقہ ہے۔“

فوائد: نرم بات، نیکی کے جلیل القدر اعمال میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ”برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو۔“ (سورۃ مؤمنون: ۹۱) اور یہ طریقہ کبھی فعل کے ذریعے اختیار کیا جاتا ہے اور کبھی قول کے ذریعے۔ نرم بات کو صدقہ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے صدقہ وصول کرنے والے کا دل مال سے خوش ہو جاتا ہے اور دینے والے کے بارے میں اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح نرم بات کے نتائج ہوتے ہیں۔ صدقہ کا ایک مفہوم ہمارے ہاں مروج ہے، جس کا تعلق مادی چیزوں سے ہے، سوال یہ ہے کہ دوسرے عام نیکیوں کو صدقہ کیوں کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس باب کی احادیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے؟ اس کے دو جوابات دیئے جاسکتے ہیں: ایک یہ ہے کہ جیسے صدقے کا اجر و ثواب ہوتا ہے، اسی طرح دوسری نیکیوں کا اجر و ثواب ہوتا ہے، کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام ہیں، اس لیے اس مشابہت کی وجہ سے دوسری نیکیوں کو بھی صدقہ کہہ دیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ بندہ عام نیکیوں کے ذریعے اپنے نفس پر صدقہ کرتا ہے، اس وجہ سے ان کو صدقہ کہا جاتا ہے۔

نیکی کو صدقہ کہنے کی یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ صدقہ صدق (سچ بولنا) سے ہے اور ہر نیکی آدمی کے دل کی سچائی کی علامت ہوتی ہے۔ (عبداللہ رفیع)

(۳۶۰۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ نَعْمَةٌ)) نے فرمایا: ”ہر نیکی صدقہ ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی

(۳۶۰۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۷۰۷، ۲۸۹۱، ومسلم: ۱۰۰۹ (انظر: ۸۱۱۱)

(۳۶۰۷) تخریج: صحيح بطرقه وشواهده۔ أخرجه الترمذی: ۱۹۷۰، وأخرجه البخاری: ۶۰۲۱ بلفظ: ((كل معروف صدقة)) (انظر: ۱۴۷۰۹)

صَدَقَةٌ، وَمِنْ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَائِهِ۔)) (مسند احمد: ۱۴۷۶۶)

کو کشادہ روئی کے ساتھ ملو اور اپنے ڈول میں سے اس کے برتن میں پانی ڈال دو۔“

فوائد: نیکی کے بارے میں اس قانون کو کبھی بھی نہیں بھلانا چاہیے کہ ہر قسم کی نیکی کو سرانجام دینے کی کوشش کی جائے، اس کو چھوٹا سمجھا جا رہا ہو یا بڑا، آخر پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بدکار عورت کو بخش دیا گیا تھا۔

(۳۶۰۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ سَيِّدنا عبد الله بن يزيد خطمي رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ)) (مسند احمد: ۱۸۹۴۸)

(۳۶۰۹) عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)) قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ، قَالَ: ((يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ)) قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِيعَ أَنْ يَفْعَلَ، قَالَ: ((يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ)) قَالَ: أَأَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ((يَأْمُرُ بِالْخَيْرِ أَوْ بِالْعَدْلِ)) قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِيعَ أَنْ يَفْعَلَ؟ قَالَ: ((يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ)) (مسند احمد: ۱۹۷۶۰)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صدقہ کرے۔“ اس نے کہا: اگر آدمی میں صدقہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔“ اس نے کہا: اگر کسی میں کام کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ پھر کسی مجبور ضرور مند کی مدد کر دے۔“ اس نے کہا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اچھائی کا یا عدل کا حکم دے دیا کرے۔“ اس نے کہا: اگر اس میں اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ برائی سے بچے، یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہی ہے۔“

فوائد: دور کوئی بھی ہو، مزاج اور حالات جیسے بھی ہوں، شریعت نے ہر زمان و مکاں سے نبی کے لیے اہل اسلام کی مکمل رہنمائی کی ہے، انہی حالات و ظروف کو مد نظر رکھ کر ہر انسان سے باز پرس کی جائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جن حالات سے گزر رہے ہوں، ان کا احکام شریعت کے ساتھ موازنہ کریں اور اپنے لیے راہ نجات تلاش کریں۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت زبان سے مجبوریوں کا، شکوکوں کا اور حالات کے ناسازگار ہونے کا اظہار کرتے رہتے ہیں، ایسے بے صبروں کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زبان سے ادا کردی

(۳۶۰۸) تخریج: اسنادہ قوی۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ: ۵۴۹ / ۸ (انظر: ۱۸۷۴۱)

(۳۶۰۹) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۴۴۵، ۶۰۲۲، و مسلم: ۱۰۰۸ (انظر: ۱۹۵۳۱)

(۳۶۱۰) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْمَغْرُوفُ كُلُّهُ صَدَقَةٌ.)) (مسند احمد: ۲۳۶۴۱)

جسم کے صدقہ کا بیان

سیدنا بریدہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسانی جسم میں (۳۶۰) جوڑ ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے اتنا صدقہ کون کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو وہیں دبا دینا بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اگر تجھے یہ اعمال کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں تجھ سے کفایت کریں گی (اور سارے جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جائے گا)۔“

فوائد:..... انسان کے اندر جوڑوں کا نظام، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، اسی نظام کی وساطت سے انسان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پکڑنا، بولنا وغیرہ ممکن ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے، جس کی مقدار ایک آسان سی نیکی ہے اور اس صدقہ کی سب سے بہترین صورت نماز چاشت کی دو رکعتیں ہیں۔

(۳۶۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ سُلَامَى مِنْ سِدْنَا ابُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ابن آدم پر لازم ہے کہ وہ ہر روز صبح کے وقت اپنے ہر جوڑ کی

(۳۶۱۰) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۰۰۵ (انظر: ۲۳۲۵۲)

(۳۶۱۱) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخراجہ ابوداؤد: ۵۲۴۲ (انظر: ۲۲۹۹۸)

(٣٦١٢) تخريج: أخرجه البخاري: ٢٧٠٧، ٢٨٩١، ٢٩٨٩، ومسلم: ١٠٠٩ (انظر: ٨٣٥٤)

طرف سے صدقہ کرے۔“ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر شاق گزری، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا لوگوں کو سلام کہنا بھی صدقہ ہے، ایذا دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، کسی کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اس طرح کی کئی نیکیوں کا ذکر کیا، لیکن مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ حِينَ يُصْبِحُ.)) فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ سَلَامَكَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ صَدَقَةٌ، وَإِمَامُكَ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَإِنْ أَمَرَكَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهَيْكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ.)) وَحَدَّثَ بِأَشْيَاءَ مِنْ نَحْوِ هَذَا لَمْ أَحْفَظْهَا۔ (مسند احمد: ۸۳۳۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ صدقہ کرے، اس کی بعض صورتیں یہ ہیں: دو آدمیوں کے مابین عدل کرنا صدقہ ہے، سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرنا اور اس کو اس کی سواری پر بٹھا دینا صدقہ ہے، کسی کا سامان اس کی سواری پر رکھ دینا صدقہ ہے، راستے سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف چلنے والا ہر قدم بھی صدقہ ہے۔“

(۳۶۱۳) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((كُلُّ نَفْسٍ كُتِبَ عَلَيْهَا الصَّدَقَةُ كُلَّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ، فَمَنْ ذَلِكَ أَنْ يَعْدِلَ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَأَنْ يُعِينَ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلَهُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَيَرْفَعُ مَتَاعَهُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَيُبَيِّطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِي إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ.)) (مسند احمد: ۸۵۹۳)

فوائد: ”سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرنا اور اس کو اس کی سواری پر بٹھا دینا“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی مریض یا کمزور ہے یا اس کی سواری بغاوت اور شرارت والی ہو، ایسی صورت میں دوسرے مسلمانوں کو اس کا تعاون کرنا چاہیے۔ اس سے ہمیں یہ اندازہ کر لینا چاہیے کہ حقوق العباد کے بارے میں اسلام کا ہم سے کیا مطالبہ ہے۔ لیکن ہماری صورتحال یہ ہے کہ اگر راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑھی ہے تو ممکن ہوگا کہ پیدل چلنے والے کو خیال آجائے اور وہ اس چیز کو ہٹا دے، لیکن اگر کسی سائیکل سوار کی اس چیز پر نظر پڑ جاتی ہے تو یہ مشکل ہوگا کہ وہ اتر کر یہ نیکی کرے، موٹر سائیکل والے کے لیے یہ عمل اور مشکل ہو جائے گا اور موٹر کار والے کے لیے ناممکن ہو جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمیں دھوکہ ہو گیا ہے اور ان نعمتوں کی وجہ سے ہم نیکیوں والے مزاج سے دور ہو گئے ہیں۔

(۳۶۱۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: عَلَى كُلِّ نَفْسٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ صَدَقَةٌ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مِنْ أَيْنَ اتَّصَدَّقُ وَلَيْسَ لَنَا أَمْوَالٌ؟ قَالَ: ((لَاَنَّ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ التَّكْبِيرُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ، وَتَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتَعَزُّلُ الشُّوْكَ عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ وَالْعِظَمَ وَالْحَجَرَ، وَتَهْدِي الْأَعْمَى- وَتُسْمِعُ الْأَصَمَّ وَالْأَبْكَمَ حَتَّى يَفْقَهُ، وَتَدُلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلَى حَاجَةٍ لَهُ قَدْ عَلِمْتَ مَكَانَهَا وَتَسْعَى بِشِدَّةٍ سَاقِيكَ إِلَى اللَّهْفَانِ الْمُسْتَغِيثِ، وَتَرْفَعُ بِشِدَّةٍ ذِرَاعِيكَ مَعَ الضَّعِيفِ، كُلُّ ذَلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ، وَلَكَ فِي جَمَاعِ زَوْجَتِكَ أَجْرٌ-)) قَالَ أَبُو ذَرٍّ: كَيْفَ يَكُونُ لِي أَجْرٌ فِي شَهْوَتِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ وَلَدٌ فَأَذْرَكَ وَرَجَوْتَ خَيْرَهُ فَمَاتَ أَكُنْتَ تَحْتَسِبُ بِهِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَأَنْتَ خَلَقْتَهُ؟)) قَالَ: بَلَى اللَّهُ خَلَقَهُ، قَالَ: ((فَأَنْتَ هَدَيْتَهُ؟)) قَالَ: بَلَى اللَّهُ هَدَاهُ، قَالَ: ((فَأَنْتَ تَرْزُقُهُ؟)) قَالَ: بَلَى اللَّهُ كَانَ يَرْزُقُهُ-

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی یہ بات دہرائی کہ ”ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ روزانہ اپنے اوپر صدقہ کرے۔“ اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول! میں صدقہ کیسے کروں، ہمارے پاس تو مال ہی نہیں ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ کہنا بھی صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور لوگوں کے راستے سے کانٹے، ہڈی اور پتھر وغیرہ کو ہٹا دینا، نابینا آدمی کو رہنمائی کر دینا، کسی گونگے بہرے کو بات سمجھا دینا، اگر تجھے علم ہو تو کسی ضرورت کے لیے رہنمائی طلب کرنے والے کی رہنمائی کرنا، مدد کے لیے پکارنے والے مصیبت زدہ کی مدد کے لیے تیزی کے ساتھ دوڑ کر جانا اور کمزور کی خوب مدد کرنا، یہ سارے امور تمہاری طرف سے تمہارے لیے صدقہ ہیں، بلکہ اپنی اہلیہ سے جماع کرنا بھی باعثِ اجر ہے۔“ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے میری شہوت میں اجر کیسے ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا تم مجھے بتلاؤ کہ اگر تمہارا بیٹا ہو، وہ بالغ ہو جائے اور تمہیں اس کی طرف سے خیر کی امید ہو، لیکن وہ فوت ہو جائے تو کیا تم اس پر صبر کرو گے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا اسے تم نے پیدا کیا؟“ میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے اسے ہدایت دی؟“ میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اسے رزق دیتے رہے؟“ میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بات ایسے ہی ہے، جس طرح بچے کی تمام ضروریات و حاجات اللہ

فوائد: پوری حدیث مبارکہ واضح ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کی کے معمولات کا اس سے موازنہ کرے، آخری مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ ایک باپ نہ تو اپنے بچے کو پیدا کرتا ہے، نہ اس کو رزق دیتا ہے، نہ اس کو ہدایت دیتا ہے، تو پھر اس کی وفات پر وہ اجر کا مستحق کیوں ہے، اس سوال کے جواب میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ گویا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ چونکہ وہ بحیثیت باپ اپنے بچے کے وجود کا سبب ہیں، اس لیے ان کو بھی اجر ملنا چاہیے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے بچے کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے پر اجر ملتا ہے، اسی طرح بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس تعلق سے مسلمان بچہ پیدا ہوگا اور وہ میاں بیوی اس حق زوجیت کی وجہ سے زنا اور اس کے لوازمات و مقدمات سے محفوظ رہیں گے، ان وجوہات کی بنا پر میاں بیوی کو جماعت میں ثواب بھی ملے گا۔

(۳۶۱۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ عَنْ جَسَدِهِ بِشَيْءٍ كَفَّرَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِ.)) (مسند احمد: ۲۳۱۸۰)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے جسم کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کی اتنی ہی مقدار کے لیے کفارہ بنا دے گا۔“

فوائد:..... ان دو ابواب کی احادیث میں جتنے حقوق العباد کا ذکر کیا گیا ہے، اس وقت امت مسلمہ ان حقوق کی ادائیگی سے بری طرح غافل ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ لوگوں کو اپنے سے کم تر خلق اللہ کے حقوق کا شعور ہی نہیں ہے، بیس بیس اور چالیس چالیس لاکھ کی گاڑیوں میں سفر کرنے والوں کے ذہنوں میں اس فکر کی گنجائش ہی نہیں کہ کس غریب کو سائیکل وغیرہ کی ضرورت ہے، موٹر سائیکل اور رکشہ کی تو بات کرنا ہی فضول ہے، کن لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کرنے کیلئے زور دور سے پیدل چل کر آتے ہیں، کن گھروں کے بچے سکول فیس اور تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے گلی محلوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں، بلکہ مستقبل کے لیے خوشحال لوگوں کیلئے بڑا خطرہ کی علامت بھی ہیں۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، لوگوں نے اپنے ذہن کے مطابق چند عبادات کو حقیقی اسلام سمجھ لیا، اس سلسلے میں ان کے ذہنوں پر جمود سوار ہے، ان کو اپنی عادات میں تبدیلی لانا گوارا ہی نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے بارے میں یہ گزارشات پیش کی جا رہی ہیں، سرے سے وہ ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، کیونکہ جب تک ہم یہ حقیقت سمجھ نہیں پائیں گے کہ اسلام کا ہم سے مطالبہ کیا ہے، اس وقت تک ہم بزم خود کا مل مسلمان ہوں گے اور درج بالا حقائق کو بے سرو پا سمجھیں گے۔

(٣٦١٥) تخريج: صحيح بالشواهد- أخرجه النسائي في "الكبرى": ١١١٤٦ (انظر: ٢٢٧٩٤)

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَشْرِ مَالِهِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِثُلَاثِهِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِنَاقَةِ مال کا دسویں حصہ، ایک تہائی حصہ اور ایک اونٹنی کے صدقے کا بیان

(۳۶۱۶) عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَحَدُهُمْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَانَتْ لِي مِائَةُ دِينَارٍ فَتَصَدَّقْتُ مِنْهَا بِعَشْرَةٍ دَنَانِيرٍ، وَقَالَ الْآخَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَانَتْ لِي عَشْرَةُ دَنَانِيرٍ فَتَصَدَّقْتُ مِنْهَا بِدِينَارٍ، وَقَالَ الْآخَرُ: كَانَتْ لِي دِينَارٌ فَتَصَدَّقْتُ بِعَشْرِهِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّكُمْ فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ كُلُّكُمْ تَصَدَّقَ بِعَشْرِ مَالِهِ.)) (مسند احمد: ۷۴۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس ایک سو دینار تھے اور میں نے ان میں سے دس دینار صدقہ کر دیئے، دوسرے نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس دس دینار تھے، میں نے ان میں سے ایک دینار صدقہ کر دیا۔ تیسرے نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اس کا دسواں حصہ صدقہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا: ”ثواب کے لحاظ سے تم سب برابر ہو، کیونکہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا۔“

فوائد: معنوی اعتبار سے اس حدیث مبارکہ میں بیان شدہ مسئلہ درست ہے، کئی احادیث میں کم سرمائے والے آدمی کے معمولی مقدار کے صدقہ کو افضل قرار دیا گیا ہے، درج ذیل حدیث مبارکہ بھی اسی حقیقت کی غماز ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ.)) قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِأَحَدِهِمَا وَانْطَلَقَ رَجُلٌ إِلَى عَرَضٍ مَالٍ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهِ.)) ایک درہم، ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔ صحابہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی کے پاس دو درہم تھے، اس نے ایک درہم صدقہ کر دیا اور ایک آدمی اپنے بڑی مقدار والے مال کی طرف گیا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔“ (نسائی: ۲۵۲۷) معلوم ہوا کہ فقیر اور کم سرمائے والے آدمی کو بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہیے۔

(۳۶۱۷) عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ لَمَّا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي وَأَسَاكِنَكَ وَأَنْ

سیدنا ابولبابہ بن عبدالمذہر سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ قبول ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا گھر چھوڑ دوں، آپ ﷺ کے ساتھ رہوں اور اپنا تمام مال اللہ اور اس

(۳۶۱۶) تخریج: اسنادہ ضعیف، لضعف ثوبیر بن ابی فاختہ۔ أخرجه البزار: ۷۷۵ (انظر: ۷۴۳)
(۳۶۱۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، الحسين بن السائب، روى عنه اثنان، وذكره ابن حبان في "الثقات"۔
أخرجه أبو داود: ۳۳۱۹، ۳۳۲۰ (انظر: ۱۶۰۸۰)

أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بُجْزِي عَنْكَ الثَّلْثُ.)) "ایک تہائی مال صدقہ کر دینا تجھے کفایت کرے گا۔" (مسند احمد: ۱۶۱۷۸)

فوائد:..... جب سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تھی تو انھوں نے بھی سارے مال کا صدقہ کرنے کا اظہار کیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے مقدار کو کم کرنے کی ترغیب دی تھی، پھر ان کی بات مال کی ایک تہائی مقدار کو صدقہ کرنے پر طے ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو: بخاری: ۴۴۱۸، مسلم: ۲۷۶۹، ابوداؤد: ۳۳۲۱) زندگی میں نصف، دو تہائی بلکہ سارا مال بھی صدقہ کر دینا درست ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ صدقہ وصول کرنے والا حاکم یا اس کا مسئول حکیم، دانا اور عاقبت اندیش ہو، وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس آدمی کا مزاج کیسا ہے، یہ بڑی مقدار میں صدقہ کرنے پر کیوں آمادہ ہو گیا ہے، بظاہر اس کے حق میں اس کا کیا انجام ہوگا، اس کے بعد اس کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے، یہ کتنے اور کون کون سے لوگوں کا کفیل ہے، ان چیزوں کو مد نظر رکھ کر حاکم خود ایک مقدار کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

مال خرچ کرنے والے کو اپنے ورثاء کا لحاظ رکھنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ورثاء کو مالدار حالت میں چھوڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو اس طرح چھوڑے کہ وہ تنگ دست اور فقیر ہوں۔ اور وہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز کریں۔ (بخاری: ۲۷۴۳، مسلم: ۱۶۲۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی کے پاس مال باقی رہے۔ (بخاری: ۱۴۲۶)

صدقہ وصول کرنے والے کو بھی مال خرچ کرنے والے کے حالات کو سامنے رکھ کر اچھا مشورہ دینا چاہیے جیسا کہ صاحب فوائد فاضل بھائی نے بھی آگے لکھا ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعہ (ترمذی: ۳۶۷۵)

سے سارا مال خرچ کرنے کا استدلال کرتے ہیں لیکن اس میں یہ ہے کہ انہوں نے گھر میں موجود سارا مال پیش کیا تھا نہ کہ گھر سمیت تمام جائیداد پیش کی تھی۔ اس لیے سارا مال خرچ کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۶۱۸) عَنْ أَبِي السَّلِيلِ قَالَ: وَقَفَ عَلَيْنَا رَجُلٌ فِي مَجْلِسِنَا بِالْبَقِيعِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَوْ عَمِّي أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْبَقِيعِ وَهُوَ يَقُولُ: ((مَنْ يَتَصَدَّقْ بِصَدَقَةٍ أَشْهَدُ لَهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) قَالَ: فَحَلَلْتُ مِنْ عِمَامَتِي لَوْثًا أَوْ لَوْثَيْنِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ

ابو سلیل کہتے ہیں: ہم بقیع میں تھے کہ ہمارے پاس ایک آدمی آ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میرے والد یا چچا نے مجھے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بقیع مقام پر دیکھا، جبکہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: "کیا کوئی ہے جو صدقہ کرے، تاکہ میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں؟" میرے والد یا چچا نے کہا: میں نے بھی اپنی پگڑی کے ایک دو

(۳۶۱۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة الراوی عنه ابو السلیل، واذا كان هذا مجهولا فابوه أو عمه مجهول مثله (انظر: ۲۰۳۶۰)

بل کھولے تاکہ وہی صدقہ کر دوں، لیکن پھر مجھے اسی چیز نے آ لیا، جو بنو آدم کو گھیر لیتی ہے، چنانچہ میں نے وہی پگڑی دوبارہ سر پر لپیٹ لی۔ اتنے میں ایک آدمی آیا، میں نے بقیع میں اس سے زیادہ کالے اور گندمی رنگ کا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا، اس کے پاس ایک عمدہ اونٹنی تھی، میں نے بقیع کے علاقہ میں اس سے زیادہ عمدہ اور خوبصورت اونٹنی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کا ارادہ صدقے کا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ اس نے کہا: تو پھر یہ اونٹنی قبول فرمائیے۔ ایک آدمی نے کہا: کیا یہ شخص اتنی عمدہ اونٹنی صدقہ کر رہا ہے، اللہ کی قسم ہے کہ اس کی اونٹنی اس سے زیادہ عمدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن لی اور تین بار فرمایا: ”تو غلط کہہ رہا ہے، بلکہ وہ صدقہ کرنے والا تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی بہتر ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”سیکڑوں اونٹوں والوں کے لئے ہلاک ہے۔“ یہ بھی تین مرتبہ فرمایا، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ان میں سے مستثنیٰ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں جو آدمی اپنا مال اس طرح تقسیم کرتا ہے، اس طرح لٹاتا ہے۔“ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے دائیں بائیں ڈالا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ فرد کامیاب ہو گیا، جو تھوڑے مال والا ہے اور عبادت میں اپنے آپ کو کھپا دینے والا ہے۔“

اتَّصَدَّقَ بِهِمَا، فَأَذْرَكْنِي مَا يُذْرِكُ بَنِي آدَمَ، فَعَقَدْتُ عَلَى عِمَامَتِي، فَجَاءَ رَجُلٌ وَلَمْ أَرَ بِالْبَقِيعِ رَجُلًا أَشَدَّ سَوَادًا أَصْفَرَ مِنْهُ وَلَا آدَمَ يَعْبُرُ بِنَاقَةٍ لَمْ أَرَ بِالْبَقِيعِ نَاقَةً أَحْسَنَ مِنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَدَقَةٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: دُونَكَ هَذِهِ النَّاقَةُ، قَالَ: فَلَمَزَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَذَا يَتَّصَدَّقُ بِهِدِهِ؟ فَوَاللَّهِ! لَيْسَ خَيْرٌ مِنْهُ، قَالَ: فَسَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((كَذَبْتَ، بَلْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَمِنْهَا)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: ((وَيْلٌ لِّأَصْحَابِ الْمِيثِينَ مِنَ الْإِبِلِ)) ثَلَاثًا، قَالُوا: إِلَّا مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا)) وَجَمَعَ بَيْنَ كَفَّيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ أَفْلَحَ الْمَرْهُدُ الْمُجْهَدُ)) (مسند احمد: ۲۰۶۳۰)

فوائد: ”لیکن پھر مجھے اسی چیز نے آ لیا، جو بنو آدم کو گھیر لیتی ہے۔“ اس کا مفہوم حریص ہونا اور معمولی مقدار کا ناکافی سمجھنا ہے۔ ان لوگوں کی مذمت ہے جو کثیر المال ہونے کے باوجود بخل کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، مال کی کثرت کا تقاضا یہ ہے کہ صدقہ کی مقدار بھی زیادہ ہو، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

مَنْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِثَوْبَيْنِ فَأَلْقَى أَحَدَهُمَا يُرِيدُ التَّصَدَّقَ بِهِ
اس آدمی کا بیان جسے دو کپڑے بطور صدقہ دیئے گئے، لیکن اس نے
ان میں سے ایک کپڑا صدقہ کی نیت سے ڈال دیا

(۳۶۱۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ الْجُمُعَةَ الثَّانِيَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْجُمُعَةَ الثَّلَاثَةَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: ((تَصَدَّقُوا)) فَفَعَلُوا، فَأَعْطَاهُ ثَوْبَيْنِ مِمَّا تَصَدَّقُوا، ثُمَّ قَالَ: ((تَصَدَّقُوا)) فَأَلْقَى أَحَدَ ثَوْبَيْهِ، فَانْتَهَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَرِهَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ قَالَ: ((انْظُرُوا إِلَى هَذَا فَإِنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِي هَيْئَةِ بَدَةٍ، فَدَعَوْتُهُ فَرَجَوْتُ أَنْ تُعْطُوا لَهُ فَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ وَتُكْسُوهُ فَلَمْ تَفْعَلُوا، فَقُلْتُ: تَصَدَّقُوا فَتَصَدَّقُوا، فَأَعْطَيْتُهُ ثَوْبَيْنِ مِمَّا تَصَدَّقُوا، ثُمَّ قُلْتُ: تَصَدَّقُوا فَأَلْقَى أَحَدَ ثَوْبَيْهِ، خُذْ ثَوْبَكَ)) وَانْتَهَرَهُ۔ (مسند احمد: ۱۱۲۱۵)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، جبکہ نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے بلایا اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا، وہ اگلے جمعہ کو بھی آیا تھا، اس وقت بھی آپ ﷺ منبر پر تھے، آپ ﷺ نے پہلے کی طرح اسے بلایا اور (دو رکعت نماز پڑھنے کا) حکم دیا، پھر وہ تیسرے جمعہ کو بھی آیا، اس وقت بھی آپ ﷺ نے اسے دو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ کرو۔“ لوگوں نے ایسے ہی کیا، آپ ﷺ نے جمع شدہ صدقات میں سے دو کپڑے اس شخص کو بھی دیئے۔ جب آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”صدقہ کرو۔“ تو اس نے بھی انہیں ہی دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقہ میں دے دیا، لیکن آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا اور اس کے فعل پر ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا: ”اس کو دیکھو، یہ انتہائی کسمپرسی والی حالت میں مسجد میں آیا، میں نے اس کو بلایا، کیونکہ مجھے یہ امید تھی کہ تم اس کی حالت دیکھ کر اس پر صدقہ کرتے ہوئے اسے کچھ دو گے اور اسے لباس عطا کرو گے، لیکن تم نے ایسے نہیں کیا، اس لے میں نے تمہیں کہا: صدقہ کرو، پھر تم نے جو صدقہ کیا، اس میں سے میں نے اس کو دو کپڑے دیئے، میں نے پھر تم سے کہا کہ صدقہ کرو، اب کی بار اس نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقہ میں دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ڈانٹا۔

(۳۶۱۹) تخریج: اسنادہ قوی۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۷۵، والترمذی: ۵۱۱، والنسائی: ۳/ ۱۰۶، وابن ماجہ: ۱۱۱۳ (انظر: ۱۱۱۹۷)

فوائد: دونوں موقعوں پر آپ ﷺ کا اس بندے کو حکم دینا کہ وہ دو رکعتیں ادا کر کے بیٹھے، اس سے تحیۃ المسجد کی اہمیت ثابت ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ دوران خطبہ حکم دے رہے ہیں اور خطبہ کے باوجود اس کو یہ حق ادا کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ فقیروں کے ساتھ نرم اور ان کی مصلحتوں کے حریص تھے، اس لیے اس فقیر پر صدقہ کرنے کی لوگوں کو ترغیب دلائی۔ اسی فقیر کو صدقہ کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا اس کو ڈانٹ دینا، اس سے درج ذیل دو اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۲) اگر کوئی شخص کسی چیز کا خود حقیقی محتاج ہو تو وہ اس کا صدقہ نہ کرے۔

(۱) حاکم کو دانا اور حکیم ہونا چاہیے تاکہ وہ اس مسئلے میں یہ فیصلہ کر سکے کہ کون سے آدمی سے کس قسم کا صدقہ نہیں

لینا چاہیے۔

الصَّدَقَةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَقَارِبِ وَتَقْدِيمُهُمْ عَلَى غَيْرِهِمْ وَمَرَاتِبُ الْمُسْتَحَقِّينَ

شوہر اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور ان کو دوسروں پر مقدم کرنے اور مستحق لوگوں کے مراتب کا بیان

(۳۶۲۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لِلنِّسَاءِ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ)) وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَتْ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَتْ: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ خَفِيفَ ذَاتِ الْيَدِ، فَقَالَتْ لَهُ: أَيْسَعُنِي أَنْ أَضَعَ صَدَقَتِي فِيكَ، وَفِي بَنِي أَخِي أَوْ بَنِي أَخِي لِي يَتَامَى، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: سَلِي عَنْ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا عَلَى بَابِهِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ تَسْأَلُ عَمَّا أَسْبَأَ عَنْهُ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا بِلَالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْنَا: انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ وَلَا تُخْبِرْ مَنْ نَحْنُ،

عمرو بن حارث کہتے ہیں کہ سیدہ زینب زوجہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا: ”صدقہ کیا کرو، اگرچہ وہ تمہارے زیورات کی صورت میں ہو، ایک روایت میں ہے: وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، اگرچہ وہ اپنے زیورات سے ہی دینا پڑے، کیونکہ قیامت کے دن جہنم کی اکثریت تم ہوگی۔“ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے شوہر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تنگ دست تھے، ایک دن میں نے ان سے کہا: کیا یہ ہو سکتا ہے میں اپنا صدقہ آپ اور اپنے یتیم بھتیجوں کو دے دوں؟ انھوں نے جواباً کہا: تم یہ بات نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر آؤ، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس چلی گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر زینب نامی ایک انصاری خاتون پہلے سے بیٹھی تھی، اس کا سوال بھی وہی تھا، جس کے بارے میں میں پوچھنے گئی تھی، بہر حال سیدنا بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے اور ہم نے ان سے کہا:

تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ہمارے اس مسئلے کے بارے میں دریافت کرو، لیکن آپ ﷺ کو ہمارے بارے میں نہیں بتانا کہ ہم کون ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں چلے گئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ”یہ عورتیں کون ہیں؟“ انہوں نے کہا: سیدہ زینب، آپ ﷺ نے پوچھا: ”کوئی زینب؟“ انھوں نے کہا: ایک تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہے اور دوسری زینب انصاری ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں، وہ اپنے شوہروں کو صدقہ دے سکتی ہیں، بلکہ انہیں دوا جڑ ملیں گے، ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔“

فوائد:..... سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام زینب تھا، لیکن ان کو راکھ بھی کہتے تھے، اس نام کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے صدقہ کے لیے محتاج رشتہ داروں کو ترجیح دیں، اگرچہ عصر حاضر کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، آج کل جو جتنا بڑا سرمایہ دار ہوگا، وہ اتنا ہی اپنے غریب رشتہ داروں سے دور ہونے کی کوشش کرے گا۔ بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ کا مال دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی زکوٰۃ کی رقم بیوی پر خرچ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کی کفالت کا شرعی طور پر ذمہ دار ہے۔

سیدہ راکھ زوجہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا، جو کہ ان کے بچوں کی ماں بھی تھیں، سے مروی ہے کہ وہ ایک ہنرمند خاتون تھیں اور اپنے ہنر کی کمائی میں سے اپنے خاوند اور اس کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں، وہ کہتی ہیں: ایک دن میں نے اپنے خاوند سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے اور آپ کی اولاد نے مجھے صدقہ کرنے سے محروم کر رکھا ہے، آپ لوگوں کی وجہ سے میں کوئی چیز صدقہ نہیں کر سکتی۔ آگے سے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تمہیں اس میں اجر نہیں ملتا کہ میں تمہارے لیے اس صدقہ کو پسند نہیں کرتا، یہ سن کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلی گئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک ہنر خاتون ہوں اور چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں، لیکن میری اور

فَإِن طَلَّقَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هُمَا؟)) فَقَالَ: زَيْنَبُ، فَقَالَ: ((أَيُّ الزَّيْنَبِ؟)) فَقَالَ: زَيْنَبُ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ وَزَيْنَبُ الْأَنْصَارِيَّةِ، فَقَالَ: ((نَعَمْ لَهُمَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.)) (مسند احمد: ۱۶۱۸۰)

(۳۶۲۱) عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ رَائِظَةَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأُمِّ وَلَدِهِ وَكَانَتْ امْرَأَةً صَنَاعَ الْيَدِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلَى وَلَدِهِ مِنْ صَنْعَتِهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: لَقَدْ شَغَلْتَنِي أَنْتَ وَلَوْلَاكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا اسْتَطِيعَ أَنْ أَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ، فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللَّهِ: وَاللَّهِ! مَا أُحِبُّ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ أَجْرٌ أَنْ تَفْعَلِي، قَالَتْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ ذَاتُ صَنْعَةٍ أَبِيعُ مِنْهَا وَلَيْسَ لِي

میری اولاد اور شوہر کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے، اس لیے میں ان لوگوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے صدقہ کرنے سے محروم رہتی ہوں، تو کیا ان لوگوں پر خرچ کرنے سے مجھے اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ان پر خرچ کیا کرو، کیونکہ تم ان پر جس قدر خرچ کرو گی، تمہیں ثواب ملے گا۔“

سیدنا مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے آپ کو جو کھلاؤ گے، وہ تمہارے لیے صدقہ ہوگا، تم اپنی اولاد کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا، تم اپنی بیوی کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہارا صدقہ ہوگا اور تم اپنے خادم کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا۔“

فوائد:..... جب آدمی اپنی ذات اور بالخصوص اپنی اولاد، بیوی اور خادم پر خرچ کرے تو اس کے ذہن میں یہ تصور ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ماتحت افراد کی کفالت کر رہا ہے، ان اخراجات کو محض متعلقہ لوگوں کے مطالبات کا تقاضا نہیں سمجھنا چاہیے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی خود ضرورت مند ہو تو وہ اپنے آپ پر خرچ کرنے سے ابتدا کرے، اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے، اگر پھر بھی مال بچ جائے تو دوسرے رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اگر مزید گنجائش ہو تو ادھر ادھر دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! صدقہ کرو۔“ ایک آدمی نے کہا: میرے پاس ایک

وَلَا لَوْلَدِي وَلَا لِزَوْجِي نَفَقَةٌ غَيْرُهَا، وَقَدْ شَغَلُونِي عَنِ الصَّدَقَةِ، فَمَا أَسْتَطِيعُ بِشَيْءٍ فَهَلْ لِي مِنْ أَجْرِ فِيمَا أَنْفَقْتُ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنْفَقِي عَلَيْهِمْ فَإِنَّ لَكَ فِي ذَلِكَ أَجْرًا مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.)) (مسند احمد: ۱۶۱۸۴)

(۳۶۲۲) عَنْ الْمُقَدِّمِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ.)) (مسند احمد: ۱۷۳۱۱)

(۳۶۲۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَعَلَى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَعَلَى ذَوِي قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ، عَلَى ذَوِي رَحِمِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَهَاهُنَا وَهَهُنَا.)) (مسند احمد: ۱۴۳۲۴)

(۳۶۲۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَصَدَّقُوا.)) قَالَ: رَجُلٌ

(۳۶۲۲) تخریج: حدیث حسن۔ اخراجہ ابن ماجہ: ۲۱۳۸ (انظر: ۱۷۱۷۹)

(۳۶۲۳) تخریج: اخراجہ مسلم: ۹۹۷ (انظر: ۱۴۲۷۳)

(۳۶۲۴) تخریج: اسنادہ قوی۔ اخراجہ ابو داود: ۱۶۹۱ (انظر: ۷۴۱۹)

عِنْدِي دِينَارٌ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ.)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى رَوْحِكَ.)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ.)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ.)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((أَنْتَ أَبْصَرُ.)) (مسند احمد: ۷۴۱۳)

دینار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو اپنے آپ پر خرچ کر۔“ اس نے کہا، میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اپنی بیوی پر صدقہ کرو۔“ اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے اپنی اولاد پر صدقہ کر۔“ اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے اپنے خادم پر خرچ کر۔“ اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب تو خود بہتر جانتا ہے۔“

فوائد: ”اب تو خود بہتر جانتا ہے۔“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس کے رشتہ داروں میں کون کس قدر محتاج ہے یا شریعت کی روشنی میں کس کو ترجیح دینی چاہیے یا دوسری نیکیوں کی کیا صورت حال ہے۔ اپنی بیوی بچوں سے اخراجات کا سلسلہ شروع کرنے سے ان کا پر تکلف طرز حیات مراد نہیں ہے، جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو درست ہو گا کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جتنی عبادات سرانجام دیں، ان میں سب سے زیادہ مقدار صدقہ و خیرات کی تھی۔

(۳۶۲۵) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِي الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ، صِلَةٌ وَصَدَقَةٌ.)) (مسند احمد: ۱۶۳۳۱)

سیدنا سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسکین پر صدقہ کرنے سے صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے دو اجر ملتے ہیں، ایک صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقہ کا۔“

اِسْتِحْبَابُ اِعْطَاءِ الصَّدَقَةِ لِلصَّالِحِينَ وَكَرَاهَةُ اِعْطَائِهَا لِلْقَلِقِينَ

نیک لوگوں کو صدقہ دینے کے مستحب ہونے اور بے عمل لوگوں کو دینے کے مکروہ ہونے کا بیان

(۳۶۲۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي آخِيَّتِهِ، يَجُولُ سِدْنَا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جسے اس کے کھونٹے پر باندھ دیا گیا ہو، وہ ادھر ادھر چکر کاٹ کر

(۳۶۲۵) حدیث صحیح لغیرہ۔ أخرجه الترمذی: ۶۵۸، ۶۹۵، ابن ماجہ: ۱۸۴۴، والنسائی: ۵/ ۹۲ (انظر: ۱۶۲۲۷)

(۳۶۲۶) اسنادہ ضعیف، ابو سلیمان اللیثی مجهول، وعبد الله بن الوليد لين الحديث، قاله ابن حجر

وقال الدار قطنی: لا يُعتبر به۔ أخرجه ابن حبان: ۶۱۶، والبيهقي في "الشعب": ۱۰۹۶۴ (انظر: ۱۱۵۲۶)

ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى آخِيَّتِهِ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْهُو ثُمَّ
يَرْجِعُ إِلَى الْإِيمَانِ فَأَطْعَمُوا طَعَامَكُمْ
الْآتِقِيَاءَ وَأَوْلُوا مَعْرُوفَكُمْ الْمُؤْمِنِينَ))
کھونے کے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح مومن بھی
بھول تو جاتا ہے، لیکن پھر وہ ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے، تم
نیک لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور اہل ایمان کو ہر قسم کی نیکی سے
نوازا کرو۔ (مسند احمد: ۱۱۵۴۶)

فوائد: مومن کا اصل ایمان تو ثابت ہی رہتا ہے، بسا اوقات بھول جاتا ہے اور اپنے مرکز کو چھوڑ کر گناہوں
کی گھاٹیوں میں پھرنے لگتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے، لیکن پھر جب اسے اصل احساس ہوتا ہے تو
اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف واپس آ جاتا ہے۔

(۳۶۲۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ
الْعَاصِ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
((مَنْ أَخْرَجَ صَدَقَةً فَلَمْ يَجِدْ إِلَّا بَرِيرًا،
فَلْيُرِّدْهَا)) (مسند احمد: ۷۰۶۴) لے جائے۔

فوائد: تالیف قلبی کی نیت سے برے لوگوں بلکہ کافروں کی بھی صدقہ و زکوٰۃ سے امداد کی جاسکتی ہے، تالیف
قلبی کی صورتوں کی وضاحت حدیث نمبر (۳۴۶۷) والے باب میں ہو چکی ہے۔

صَدَقَةُ الْمَرْأَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ

بیوی کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے صدقہ کرنے کا بیان

(۳۶۲۸) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ
أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ الزُّبَيْرَ
رَجُلٌ شَدِيدٌ وَيَأْتِينِي الْمُسْكِينُ فَأَتَصَدَّقُ
عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ:
((أَرْضَخِي وَلَا تُوعِصِي قَبُولَ عِيَالِ اللَّهِ
عَلَيْكَ)) (مسند احمد: ۲۷۵۲۴) لگے گا۔

(۳۶۲۹) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَتْ: (دوسری سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میرا شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ
سخت مزاج آدمی ہے، تو کیا جب میرے پاس کوئی مسکین
آجائے تو میں اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ
کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے تھوڑی سی چیز
دے دیا کرو اور بخل نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر بخل کرنے

(۳۶۲۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابن لہیعہ سبیح الحفظ (انظر: ۷۰۶۴)

(۳۶۲۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۴۳۳، ومسلم: ۱۰۲۹ (انظر: ۲۶۹۸۴)

(۳۶۲۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَيْسَ لِي إِلَّا مَا أَذْخَلَ الزُّبَيْرُ بَيْتِي؟ قَالَ: ((أَنْفِقِي وَلَا تُوَكِّي فَيُؤْكِي عَلَيْكَ)) (مسند احمد: ۲۷۴۵۱) سے کہا: میرے پاس وہی کچھ ہے جو میرا خاوند سیدنا زیر بنیؓ میرے گھر میں لاتا ہے، (تو کیا میں اس سے صدقہ کر دیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خرچ کیا کر اور نہ رک، وگرنہ تجھ سے بھی روک لیا جائے گا۔“

(۳۶۳۰) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَالِثِ بَنِي حَوْهٍ وَفِيهِ: أَنْفَعِي أَوْ أَرْضَخِي أَوْ أَنْفِقِي وَلَا تُوَكِّي فَيُؤْكِي عَلَيْكَ وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ)) (مسند احمد: ۲۷۴۶۱) (تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خرچ کیا کر اور بچا بچا کر نہ رکھا کر، وگرنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے بچا بچا کر رکھے گا، اور گن گن کر نہ دے، وگرنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر تجھے دے گا۔“

فوائد: گن گن کر دینے سے مراد معمولی چیز کا صدقہ کرنا ہے، یعنی مسلمان کو چاہیے کہ وہ دل کھول کر اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا کرے۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مال و دولت میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں، پہلے آپ دوسری احادیث بھی ملاحظہ کر لیں: سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجْزُ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ)) ”جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔“ (ابو داؤد: ۱/۱۱۰، والنسائی: ۳۵۲/۱، صحیحہ: ۲۵۷۱)

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال اپنے خطبہ میں فرمایا: ((لَا تَنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: ((ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَمْوَالِنَا)) ”کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے۔“ کسی نے کہا: اے اللہ رسول! کسی کو کھانا بھی نہیں دے سکتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ہمارے افضل (اور قیمتی) اموال میں سے ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَصَدَّقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ)) ”عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے۔“ (المعجم الاوسط للطبرانی وفيه رشيد بن كريب ضعفه احمد و جماعة، لكن له شواهد)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ)) ”جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اسے نصف اجر ملتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، واللفظ له)

ان احادیث میں جمع تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جن احادیث میں عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ان کا تعلق ان معمولی چیزوں سے ہے جو عام طور پر صدقہ کی جاتی ہیں یا جن کے بارے میں بیوی کو یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ خاوند بھی رضامند ہو جائے گا، اسی طرح اگر خاوند بہت سخت مزاج اور خیل ہو تو پھر بھی اس کے فائدے کے لیے اس کی بیوی کو تھوڑا بہت خرچ کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۶۲۸) سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا دو صورتیں نہ ہوں تو ہر صورت میں عورت کو پہلے اپنے خاوند سے اجازت لینی چاہیے۔ اس موضوع پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک خوبصورت بحث کی ہے، ہم قارئین کے فائدے کے لیے اس کو نقل کر دیتے ہیں: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ بعض سلف نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے (شرح المعانی: ۲/ ۴۰۳) میں وضاحت کی ہے اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے (المحلی: ۸/ ۳۱۰-۳۱۱) میں سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما، امام طاوس، امام حسن اور امام مجاہد رحمہم کے نام ذکر کیے ہیں، مزید انھوں نے کہا: ”لیث بن سعد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، وہ اس چیز کو جائز نہیں سمجھتے کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر مالی معاملات میں تصرف کرے، ہاں معمولی چیز کی گنجائش موجود ہے، جو صلہ رحمی یا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔“

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے دوسرے علماء کے اقوال ذکر کیے اور ان کے دلائل کا مناقشہ بھی کیا ہے، وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ بیوی اپنے ذاتی مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے مسلک کے حق میں بعض احادیث صحیحہ پیش کی ہیں، جیسے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عید کے خطبہ میں عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، انھوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی انگوٹھیاں اور کڑے وغیرہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ ابن حزم کی بیان کردہ ان احادیث مبارکہ میں ان کے مسلک کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ مخصوص واقعات پر مشتمل ہیں اور اس باب کی درج ذیل اور دوسری احادیث سے متعارض نہیں ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجْزِ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ)) (صحیحہ: ۲۵۷۱)..... ”جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔“

آپ خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں عید کا ذکر ہے، پر غور کریں، اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ عورتوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ کیا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ان کو خاوندوں کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت نہ تھی، بلکہ یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ انھوں نے ان کو منع کر رکھا تھا، لیکن جب آپ ﷺ نے مخصوص موقع پر ان کو براہ راست حکم دیا، تو انھوں نے اس حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اب کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ خاوندوں کی پابندی، نبی کریم ﷺ کے حکم پر مقدم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے واقعی عورتوں کو ان کے

صَدَقَةُ السِّرِّ
مخفی طور پر صدقہ کرنے کی فضیلت

(٣٦٣١) تخريج: أخرجه البخاري: ٦٦٠، ١٤٢٣، ومسلم: ١٠٣١ (انظر: ٩٦٦٥)

دوسرے سے محبت کی، وہ اسی بنیاد پر جمع ہوئے اور اسی پر ایک دوسرے سے الگ ہوئے، (۵) وہ آدمی جو اس قدر مخفی طور پر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہ ہو سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، (۶) وہ آدمی، جس نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور (۷) وہ آدمی جسے منصب و جمال والی کوئی عورت اپنی طرف برائی کی دعوت دے، لیکن وہ یہ کہہ کر باز رہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔“

أَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا، فَقَالَ: أَنَا أَخَافُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ (مسند احمد: ۹۶۶۳)

نوائذ: ”جوانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔“ اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی کا یہ مرحلہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزرنا چاہیے، عبادات ہوں یا معاملات، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، اپنوں کا مسئلہ ہو یا بیگانوں کا، صلہ رحمی کا مسئلہ ہو یا قطعی رحمی کا، دنیا کا معاملہ ہو یا آخرت کا، ایسا نو جوان اپنی زندگی سے متعلقہ ہر چیز کو شریعت کی روشنی میں سرانجام دیتا ہے۔ قارئین کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایسا جوان انتہائی آسان اور سہولت آمیز زندگی گزارتا ہے اور دلی فرحت و مسرت محسوس کرتا ہے۔ ”وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہے۔“ یہ کسی بڑے عمل کا نام نہیں ہے، صرف ایک فکر کا نام ہے، دو آدمی نمازِ ظہر ادا کر کے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے، پھر نمازِ عصر پر اکٹھے ہوئے، لیکن ان میں سے ایک کا دل مسجد سے لگا رہا اور دوسرا اس کا تصور ہی نہ کر سکا، پھر اول الذکر فرصت کے لمحات میں سے کچھ وقت مسجد میں بیٹھنے کے لیے صرف کرتا ہے، سیدھی سی بات یہ ہے کہ ایسی رغبت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ دل کی چاہت کا مسئلہ ہے، جس سے عوام الناس کی اکثریت غافل ہے۔

دائیں کا خرچ کرنا اور بائیں کو علم نہ ہونا، یہ بات مبالغہ کے طور پر بیان کی گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دوسرے بندے کو پتہ نہ چلے، اگر صدقہ کرنے والا ایسا طریقہ اختیار کرے کہ صدقہ لینے والے کو بھی پتہ نہ چلے تو یہ بہت بہتر ہوگا، مثلاً منی آڈرو وغیرہ کے ذریعے۔ مخفی صدقہ اخلاص کے زیادہ قریب اور ریا کاری سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

(۳۶۳۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْهَا الصَّدَقَةُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَالْصَّدَقَةُ؟ فَقَالَ: سَيَدُنَا أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعِدْنَا بِرَأْيِهِ مِنْ رِوَايَتِهِ، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد سوالات کئے، ان میں سے ایک سوال صدقہ کے بارے میں تھا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول!

(۳۶۳۲) تخريج: اسنادہ ضعيف لجهالة عبيد بن الخشخاش ولضعف ابى عمر الدمشقي، وقال الدارقطني: المسعودي عن ابى عمر الدمشقي متروك۔ اخرجه الطيالسي: ۴۷۸، والبزار في ”مسنده“: ۴۰۳۴، والبيهقي في ”الشعب“: ۳۵۷۶ (انظر: ۲۱۵۵۲)

((أَضْعَافُ مُضَاعَفَةً)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَأَيُّهَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((جُهْدٌ مِنْ مِقْلٍ أَوْ سِرٌّ إِلَى فَقِيرٍ، الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ۲۱۸۸۵)

صدقہ کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کی کون سی صورت سب سے زیادہ فضیلت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کم سرمائے والے آدمی کی محنت کا صدقہ یا فقیر کو پوشیدہ انداز میں صدقہ دینا افضل ہے۔“

((۳۶۳۳)) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ)) (مسند احمد: ۱۷۵۸۱)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلند آواز میں قرآن پڑھنے والا اس آدمی کی مانند ہے جو اعلانیہ صدقہ کرتا ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو مخفی طور پر صدقہ کرنے والا ہے۔“

فوائد: معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سڑی تلاوت افضل ہے، اگر کوئی آدمی ایسے مقام پر جہری تلاوت کرتا ہے، جہاں اس کو سننے یا دیکھنے والا کوئی بشر نہیں ہوتا تو اس کا حکم بھی سڑی تلاوت والا ہوگا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، اجر و ثواب والے امور کو مخفی رکھنا چاہیے، جیسا کہ درج ذیل، حدیث سے معلوم ہوتا ہے: سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ خَبِيءٌ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلْيَفْعَلْ -)) ”جس میں عمل (صالح) کو مخفی رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ اسے مخفی ہی رکھے۔“ (الخطیب فی ”التاریخ“: ۲۶۳/۱۱، والضیاء فی ”الاحادیث المختارة“: ۳۹۶/۱ الخطیب فی ”التاریخ“: ۲۶۳/۱۱، صحیحہ: ۲۳۱۳)

زیا کاری اور نمود و نمائش اعمالِ صالحہ کو رکھ کر دینے والے عناصر میں سے ہیں، لہذا بندے کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے اعمال کو مخفی رکھے، مثلاً صدقہ و خیرات کرنا، نفلی نماز پڑھنا، حج و عمرہ کرنا، نفلی روزے رکھنا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جن اعمال کا تعلق جماعت سے یا لوگوں سے ہے، ان میں کوئی اخفا نہیں ہے، مثال کے طور پر فرضی نماز، نمازِ عیدین، خوش خلقی، وغیرہ۔ عصرِ حاضر میں بعض نیکیوں کے موقعوں پر مبارکباد کے سلسلے میں اعمالِ صالحہ کی اتنی شہرت ہو جاتی ہے کہ عامل کے عمل کے ضائع ہونے کے خطرات و شبہات لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حج و عمرہ کے لیے روانگی اور واپسی کے موقع پر، قرآن مجید کا حفظ مکمل کرنے پر، رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل پر اور اعتکاف سے واپسی پر، عقیقہ کے موقع پر، وغیرہ وغیرہ۔ فی الحال ہمارے ہاں ان مواقع پر جو کچھ ہوتا ہے، شاید وہ روحِ اسلام کے منافی ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَيَبْعَمًا هِيَ وَإِنْ تُخْفَوْهَا وَتَوْتَوْهَا الْفُقَرَاءُ فَهُوَ خَيْرٌ

((۳۶۳۳)) اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابوداؤد: ۱۳۳۳، والترمذی: ۲۹۱۹، والنسائی: ۸۰/۵ (انظر: ۱۷۴۴۴)

لَكُمْ” اگر تم صدقہ و خیرات کو ظاہر کرو تو وہ اچھا ہے اور اگر تم انہیں پوشیدہ طور پر مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہے۔“ معلوم ہوا کہ عام حالات میں خفیہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے، سوائے کسی ایسی صورت کے کہ علانیہ صدقہ دینے میں لوگوں کے لیے ترغیب کا پہلو ہو، اگر ریاکاری کا جذبہ شامل نہ ہو تو ایسے موقعوں پر پہل کرنے والے جو خاص فضیلت حاصل کر سکتے ہیں، وہ احادیث سے واضح ہے، تاہم اس قسم کی مخصوص صورتوں کے علاوہ دیگر مواقع پر خاموشی سے صدقہ و خیرات کرنا ہی بہتر ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مخفی رکھنے کی فضیلت صرف نفلی صدقات تک محدود ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں اظہار بہتر ہے، لیکن قرآن و حدیث کا عموم صدقات نافلہ اور واجبہ دونوں کو شامل ہے، اس لیے اگر اظہار و اعلان میں کوئی بڑی مصلحت نظر نہ آرہی ہو تو سری عمل کو ہی ترجیح دی جائے۔

الصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ

صدقہ جاریہ کا بیان

(۳۶۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ، انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) (مسند احمد: ۸۸۳۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین عمل باقی رہتے ہیں: (۱) صدقہ جاریہ، (۲) ایسا علم، جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور (۳) نیک اولاد، جو اس کے لیے دعا کرے۔“

فوائد: دوسرے لوگوں کی دعائیں بھی فائدہ بخش ہوتی ہیں، نیک اولاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ اولاد زیادہ رغبت کے ساتھ دعا کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ اولاد کو ایسا کرنے پر آمادہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ انھوں نے ہی زیادہ عرصہ تک اپنے والدین کو یاد رکھنا ہے۔

(۳۶۳۵) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَرْبَعٌ تَجْرِي عَلَيْهِمْ أَجُورُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ، رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَأَجْرُهُ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا عَمِلَ بِهِ، وَرَجُلٌ أَجْرَى صَدَقَةً فَأَجْرُهَا يَجْرِي عَلَيْهِ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا))

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار قسم کے آدمیوں کو ان کی موت کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے: (۱) وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا، (۲) وہ آدمی جو لوگوں کو علم سکھائے، تو جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا، اسے اجر ملتا رہے گا، (۳) وہ آدمی جو صدقہ کرے تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے اجر و ثواب ملتا رہے گا اور (۴) وہ آدمی جو نیک اولاد چھوڑے

(۳۶۳۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۶۳۱ (انظر: ۸۸۴۴)

(۳۶۳۵) تخریج: صحيح لغيره - أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۷۸۳۱ (انظر: ۲۲۳۱۸)

يَدْعُو لَهُ..)) (مسند احمد: ۲۲۶۷۴) جائے، جو اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔“

فوائد:..... پہلی صورت یعنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے اثرات بھی عام طور پر آدمی کے بعد باقی رہتے ہیں، اخلاص کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے سے بعد والے لوگوں ایمانی حرارت اور کافروں کے خلاف غیظ و غضب کے جذبات میں تیزی آتی ہے، ایمان والوں کی عملی زندگیوں میں تبدیلیاں آتی ہیں، وہ اسلام کے لیے قربانیاں دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور دعوت و جہاد کے راستے کھلتے ہیں۔

(۳۶۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَنْتَ لِي هَذِهِ؟ فَيَقُولُ: بِإِسْتِغْفَارٍ وَلَدَيْكَ لَكَ..)) (مسند احمد: ۱۰۶۱۸) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند کرے گا، تو وہ پوچھے گا: اے میرے رب! یہ درجہ میرے لیے کہاں سے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے حق میں تمہارے بیٹے کی دعائے مغفرت کی وجہ سے۔“

فوائد:..... اتنی بڑی منفیت کے باوجود عصر حاضر میں غلت پسندی اور مفاد پرستی کا ایسا بھوت رقص کناں ہے کہ لوگوں نے اپنے آباء و اجداد اور امہات و جدات کو بری طرح بھلا دیا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ جن کے لب اپنے باپ اور ماں کی وفات کے دوسرے دن بھی ان کے حق میں حرکت نہیں کر سکتے۔

(۳۶۳۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَنْ بَنَى بُنْيَانًا مِنْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ أَوْ عَرَسَ عَرَسًا فِي غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ، كَانَ لَهُ أَجْرٌ جَارٍ مَا انْتَفَعَ بِهِ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى..)) (مسند احمد: ۱۵۷۰۱) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی آدمی ظلم و زیادتی کے بغیر کوئی عمارت تعمیر کرتا ہے یا ظلم و زیادتی کے بغیر کوئی درخت لگاتا ہے، تو جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی، اسے اجر ملتا رہے گا۔“

(۳۶۳۸) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْ رَجُلٍ يُنْعَشُ لِسَانُهُ حَقًّا يَعْمَلُ بِهِ بَعْدَهُ إِلَّا أَجْرَى اللَّهُ عَلَيْهِ أَجْرَهُ)) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی زبان کو ایسی نیکی کے لیے استعمال کرتا ہے کہ جس پر اس کے بعد بھی عمل کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے

(۳۶۳۶) تخریج: اسنادہ حسن۔ اخرجہ ابن ماجہ: ۳۶۶۰ (انظر: ۱۰۶۱۰)

(۳۶۳۷) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف زبان بن فائد، سهل بن معاذ فی رواية زبان عنه، وابن لهيعة۔

اخرجہ الطبرانی فی ”الکبیر“: ۲۰ / ۴۱۰، والطحاوی فی ”شرح مشکل الآثار“: ۹۵۷ (انظر: ۱۵۶۱۶)

(۳۶۳۸) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجہ البیہقی فی ”الشعب“: ۸۶۸۰ (انظر: ۱۳۸۰۳)

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ وَقَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَوَابَهُ قِيَامَتِ كَے دن تک ثواب سے نوازتا رہتا ہے اور قیامت کے یَوْمِ الْقِيَامَةِ۔) (مسند احمد: ۱۳۸۳۹) روز اسے پورا پورا ثواب عطا کرے گا۔“

فوائد: حافظ سیوطی نے مختلف احادیث سے ثابت ہونے والے دس ایسے اعمال کو نظم کی صورت میں پیش کیا ہے، جن کا ثواب انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، وہ اشعار درج ذیل ہیں:

عَلَيْهِ مِنْ فَعَالٍ غَيْرِ عَشْرِ	إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْزِي
وَعَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجْزِي	عُلُومُ بَنَاهَا وَدُعَاءُ نَجْلِي
وَحَفْرُ الْبَيْتِ أَوْ أَجْرَاءُ نَهْرٍ	وِرَاثَةُ مُضْحَفٍ وَرِبَاطُ نَهْرٍ
إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرِ	وَبَيْتٌ لِلْغَرِيبِ بَنَاهُ يَأْوِي
فَحُذِّهَا مِنْ أَحَادِيثَ بِحَضْرٍ	وَتَعْلِيمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيمٍ

ترجمہ: ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کو صرف دس اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے ایسا علم جو وہ لوگوں کو سکھا جائے، اولاد کی دعا، درخت لگانا، صدقہ جاریہ، قرآن کریم کی وراثت، اللہ کی راہ میں پہرہ دینا، کنواں کھدوانا، نہر کھدوانا، کسی غریب کے لئے مکان بنادینا، تاکہ وہ اس میں پناہ لے سکے یا ذکر الہی کا محل بنادینا قرآن مجید کی تعلیم دینا، لیجیے صرف یہ احادیث سے ثابت ہیں۔ صدقہ جاریہ کی تمام اقسام میت کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔“



کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
ان کی وجہ سے خوش ہوتا ہے، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو
افطاری کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے
ملاقات کرے گا تو روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔“

فوائد: اس حدیث مبارکہ کے شروع کے حصے پر غور کریں، صرف روزے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا، حالانکہ ساری عبادات ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں، اس نسبت کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) کسی دور میں کسی باطل معبود کی تعظیم روزے کی صورت میں نہیں کی گئی، جبکہ مختلف مشرکوں کو نماز، سجدہ، صدقہ اور ذکر وغیرہ کے ذریعے معبودانِ باطلہ کا قرب حاصل کرتے ہوئے پایا گیا۔

(۲) روزہ، ریا کاری جیسی خرابی سے دور ہوتا ہے، جبکہ نماز، حج، صدقہ اور جہاد وغیرہ میں اس عنصر کے پائے جانے کا شبہ رہتا ہے، اس سے ملتی جلتی ایک اور بات بھی ہے کہ ممکن ہے کہ روزہ کے علاوہ دیگر عبادات میں کسی اور کا ڈر اور خوف بھی کارفرما ہو، مثلاً بعض لڑکوں کو دیکھا گیا کہ وہ والدین اور اساتذہ کے ڈر اور پوچھ گچھ کی وجہ سے نماز پڑھتے ہیں، وگرنہ وہ نماز کو ترک کر لینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے، لیکن روزے کا اس قسم کے ڈر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اس چیز کا قطعی طور پر امکان ہے کہ ایسے لوگ بظاہر اپنے آپ کو روزے دار ثابت کرتے رہیں، جبکہ خلوت میں کھانے پینے کی چیزیں استعمال کر لیتے ہوں، اس لیے جو آدمی روزہ پورا کرے گا، اس کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہوگا۔

(۳) اس کے ثواب کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، باقی عبادات کے اجر و ثواب کا تعین کر دیا گیا ہے۔

(۳۶۴۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِي ثَانِ بَنَحْوِهِ
وَفِيهِ:)) (يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلٍ بَنِي
آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ،
إِنَّمَا يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ مِنْ أَجَلِي،
فَصِيَامُهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ
أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضَعِيفٍ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ
لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ)) (مسند احمد: ۱۰۵۴۷)

(دوسری سند) ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے، سوائے روزہ کے، وہ تو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ وہ میری وجہ سے کھانا پینا چھوڑتا ہے، اس لیے اس کا روزہ بھی میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے، لیکن روزہ ایسی عبادت ہے، جو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

فوائد: روزے دار لوگوں سے متعلقہ ایک اہم گزارش یہ ہے کہ روزے کا تعلق صرف کھانے پینے کو ترک کر دینے سے نہیں ہے، غور کریں کہ روزے دار نہ شور مچا سکتا ہے اور نہ جاہلانہ گفتگو کر سکتا ہے، اگر کوئی اسے گالی دیتا ہے یا اس سے لڑتا ہے تو وہ یوں جواب دیتا ہے: میں تو روزہ دار ہوں، میں تو روزہ دار ہوں، اس وجہ سے میں گالی کا گالی کی

صورت میں اور لڑائی کا جواب لڑائی کی صورت میں نہیں دوں گا۔ بھلا کیا ایسے روزہ داروں کا وجود ملتا ہے؟ الا ماشاء اللہ

(۳۶۴۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ حَسَنَةَ ابْنِ آدَمَ بَعَشَرَ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصَّوْمَ، وَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرَحَةٌ عِنْدَ إِفْطَارِهِ وَفَرَحَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلِخُلُوفٍ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ)) (مسند احمد: ۴۲۵۶)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ہر نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک مقرر کر رکھا ہے، ماسوائے روزے کے، کیونکہ روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ افطار کرنے کے وقت ہوتی ہے اور دوسری قیامت کے دن ہو گی، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔“

(۳۶۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ، وَفِيهِ: ((إِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ اللَّهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ)) (مسند احمد: ۷۱۷۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اور وہ اس کو بدلہ دے گا تو یہ خوش ہوگا۔“

فوائد:..... افطاری کے وقت خوشی کا سبب عبادت کا مکمل ہونا، مفادات سے پاک ہونا اور اجر و ثواب کی امید ہونا اور مختلف ماکولات و مشروبات سے بھوک پیاس کو دور کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت خوشی کا سبب اس عمل کی جزا کو دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرنا ہے، جس کی وجہ سے اس عبادت کی توفیق ملی تھی۔

(۳۶۴۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ)) (مسند احمد: ۲۶۵۶۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے۔“

(۳۶۴۱) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجہ من قوله ((الصوم لی)) الطبرانی فی ”الکبیر“: ۱۰۰۷۸، ومن قوله ((لخولوف فم)) البزار: ۹۶۴، ومن قوله ((للصائم فرحتان)) عبد الرزاق: ۷۸۹۸

(۳۶۴۲) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۱۵۱ (انظر: ۷۱۷۴)

(۳۶۴۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجہ النسائی: ۴ / ۱۶۷ (انظر: ۲۶۰۳۵)

سعید بن ابی ہند کہتے ہیں: بنو عامر کے ایک آدمی مطرف نے بیان کیا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی نے اسے پلانے کے لیے دودھ منگوا یا، لیکن مطرف نے کہا کہ وہ تو روزے دار ہے تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”جہنم سے بچنے کے لیے روزہ ایسی ہی ڈھال ہے، جیسے لڑائی میں آدمی ڈھال استعمال کرتا ہے۔“

(۳۶۴۴) عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ مُطَرِّفًا رَجُلًا مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَفْصَعَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَا لَهُ بِلَبَنٍ لِيَسْقِيَهُ، قَالَ مُطَرِّفٌ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((الصَّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَهَجَّتْ أَحَدُكُمْ مِنَ الْقِتَالِ)). (مسند احمد: ۱۶۳۸۷)

فوائد:..... روزہ ڈھال ہے، اس کے ذریعے بندہ دنیا میں بدگوئی، فحش کلامی، گناہوں اور جہنم کے دوسرے اسباب سے اور آخرت میں آگ کے عذاب سے بچتا ہے۔ روزہ جہنم سے بچنے کے لیے اس طرح سے ڈھال بھی ہے کہ جہنم کے ارد گرد شہوات کا گھیرا ہے اور روزہ سرے سے شہوات سے ہی روکتا ہے، اس طرح مسلمان روزے کے سبب سے جہنم سے دور رہ جاتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے رب کا ارشاد ہے: روزہ ایک ڈھال ہے، جس کے ذریعے بندہ جہنم سے بچتا ہے اور یہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔“

(۳۶۴۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَالَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ: الصَّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ وَهُوَ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ)). (مسند احمد: ۱۵۳۳۷)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے ایک دروازے کا نام ریّان ہے، قیامت کے دن یہ اعلان کیا جائے گا کہ روزے دار کہاں ہیں؟ ادھر باب ریّان کی طرف آ جاؤ، جب ان کا آخری بندہ گزر جائے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔“

(۳۶۴۶) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لِلْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرِّيَّانُ، قَالَ: يُقَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: آيْنَ الصَّائِمُونَ، هَلُمُّوا إِلَى الرِّيَّانِ، فَإِذَا دَخَلَ آخِرُهُمْ، أُغْلِقَ ذَلِكَ الْبَابُ)). (مسند احمد: ۲۳۲۰۶)

(۳۶۴۴) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخرجہ النسائی: ۴ / ۱۶۷ وابن ماجہ: ۱۶۳۹ (انظر: ۱۶۲۷۸)

(۳۶۴۵) تخریج: حدیث صحیح بطرقہ و شواہدہ (انظر: ۱۵۲۶۴)

(۳۶۴۶) تخریج: آخرجہ البخاری: ۱۸۹۶، ۳۲۵۷، ومسلم: ۱۱۵۲ (انظر: ۲۲۸۱۸)

فوائد: ”ریان“ کے معانی سیر و سیراب کے ہیں، یہ ”عطشان“ (پیا سے) کی ضد ہے، اس اعتبار سے

روزے داروں کے دروازے کا لفظاً اور معنی یہی نام مناسب تھا۔

(۳۶۴۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيهِ: فَإِذَا دَخَلُوهُ أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ غَيْرُهُمْ۔ (مسند احمد: ۲۳۲۰۷)

(دوسری سند) اس میں ہے: ”جب روزے دار اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اس سے اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔“

(۳۶۴۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لِكُلِّ أَهْلِ عَمَلٍ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ النِّجَةِ يُدْعَوْنَ بِذَلِكَ الْعَمَلِ، وَلَا أَهْلَ الصِّيَامِ بَابٌ يُدْعَوْنَ مِنْهُ يُقَالُ لَهُ انْرِْيَانُ)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ أَحَدٌ يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ۔)) (مسند احمد: ۹۷۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر عمل کرنے والوں کے لئے جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک مخصوص دروازہ ہوگا، کہ ان کو جس سے داخل ہونے کی آواز دی جائے گا، روزے داروں کے لئے بھی ایک ریان نامی مستقل دروازہ ہوگا، اس سے ان کو بلایا جائے گا۔“

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا، جسے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں اور اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو گے۔“

فوائد: چونکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں ہر قسم کی عبادت بدرجہ اتم موجود تھی، اس لیے امید ہے کہ جنت کے ہر

دروازے سے بلائے جانے والوں کی فہرست میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہوگا۔

(۳۶۴۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَصُومُ عَبْدٌ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ أَيَّوْمَ النَّارِ عَنْ وَجْهِهِ سَبْعِينَ خَرِيفًا)) (مسند احمد: ۱۱۲۲۸)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے سبب سے اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دے گا۔“

فوائد: ”فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ (اللہ تعالیٰ کی راہ) سے مراد جہاد ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت؟ حافظ ابن حجر نے

کہا: اول الذکر معنی رائج ہے، کیونکہ میں نے ”فوائد ابی الطاهر الذہلی“ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ

(۳۶۴۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۶۴۸) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ابی شیبہ: ۳/ ۷، ۱۲/ ۲۰ (انظر: ۹۸۰۰)

(۳۶۴۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۸۴۰، ومسلم: ۱۱۵۳ (انظر: ۱۱۲۱۰)

کے ساتھ مروی ایک حدیث دیکھی ہے: ((مَا مِنْ مُرَابِطٍ يُرَابِطُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....)) ”جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحدوں پر مقیم رہتا ہے اور ایک اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے،.....“ ابن دقیق العید نے کہا: عرف اکثر میں اس لفظ کا استعمال جہاد کے لیے ہی ہوتا ہے۔ (فتح الباری: ۵۹/۶) یہ بات علیحدہ ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے والے کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ اس میں ایسی کمزوری پیدا نہ ہو جائے جوڑتے وقت نقصان کا سبب بن سکے، بہر حال جس کو اللہ تعالیٰ نے عزم اور قوت سے نواز رکھا ہو، وہ دونوں فضیلتوں کو جمع کر سکتا ہے کہ شب و روز راہ جہاد میں گزر رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے جان بوجھ کر کھانا پینا بھی چھوڑ رکھا ہو۔

(۳۶۵۰) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: مُرِّنِي بِعَمَلٍ بُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَدَلَ لَهُ..)) ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّيَامِ..)) (مسند احمد: ۲۲۵۰۱)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل کرنے کا حکم دیں کہ جو مجھے جنت میں پہنچا دے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”روزے رکھا کرو، کیونکہ کوئی دوسرا عمل اس کے مثل نہیں ہے۔“ جب میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور (یہی مطالبہ رکھا تو) آپ ﷺ نے فرمایا: ”روزے رکھا کرو۔“

فوائد:..... آپ ﷺ نے اس آدمی کے حق میں روزے کو ہی افضل سمجھا کہ دونوں دفعہ اسی کا حکم دیا، جبکہ اس قسم کے مواقع پر آپ ﷺ نے دوسرے سائلین کے لیے روزوں کے علاوہ دوسرے اعمال کی نشاندہی کی، دراصل آپ ﷺ حکیم تھے اور ایک طبیب کی طرح تھے، ہر انسان کی کیفیت کے مطابق دوا تجویز کرتے تھے۔

(۳۶۵۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ الصَّيَامُ: أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: فَيُشَفِّعَانِ..)) (مسند احمد: ۶۶۲۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن کے اوقات میں کھانے پینے اور شہوات سے روک رکھا تھا، لہذا تو اب اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا: میں نے رات کے وقت اس کو سونے سے روک رکھا تھا، لہذا اب تو اس کے حق میں میری

(۳۶۵۰) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجہ النسائی: ۴/ ۱۶۵ (انظر: ۲۲۱۴۹)

(۳۶۵۱) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابن لہیعہ و حبی بن عبد اللہ کلاهما ضعیف۔ اخرجہ الحاكم: ۱/ ۵۵۴، والبیہقی فی ”الشعب“: ۱۹۹۴، والطبرانی فی ”الکبیر“ (انظر: ۶۶۲۶)

سفارش قبول فرما، نتیجتاً دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

سیدہ ام عمارہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا منگو کر پیش کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم بھی کھاؤ۔“ لیکن انہوں نے کہا: ”جی میں تو روزے سے ہوں۔“ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب روزے دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو جب تک کھانا کھانے والے فارغ نہ ہو جائیں، اس وقت تک فرشتے اس کے حق میں دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔“

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگ ان کے ہاں جمع ہو گئے، انہوں نے ان کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں، جب وہ کھانے لگے تو ایک آدمی ایک طرف کو ہو گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ”اسے کیا ہوا ہے؟“ اس نے کہا: جی میں روزے سے ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی روزہ دار کے پاس دوسرے لوگ کھانا کھاتے ہیں تو ان کے کھانے سے فارغ ہونے تک فرشتے اس کے حق میں رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔“

سیدنا عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سر دیوں کے روزے تو بلا مشقت حاصل ہونے والی غنیمت ہیں۔“

(۳۶۵۲) عَنْ أُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا: ((كُلِّيْ-)) فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الصَّائِمَ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَفْرُغُوا رَبِّمَا قَالَ: حَتَّى يَقْضُوا أَكْلَهُمْ.)) (مسند احمد: ۲۷۶۰۱)

(۳۶۵۳) عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَوْلَانِهِ لَيْلَى عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ عُمَارَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، قَالَ: وَثَابَ إِلَيْهَا رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهَا، قَالَ: فَقَدِمْتُ إِلَيْهِمْ تَمْرًا فَأَكَلُوا فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا شَأْنُهُ؟)) فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَّا إِنَّهُ مَا مِنْ صَائِمٍ يَأْكُلُ عِنْدَهُ فَوَاطِرُ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَقُومُوا.)) (مسند احمد: ۲۷۵۹۹)

(۳۶۵۴) عَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ الْجُمَحِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ الْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ.)) (مسند احمد: ۱۹۱۶۷)

(۳۶۵۲) اسنادہ ضعیف لجهالة لیلی مولاة حبیب۔ أخرجه الترمذی: ۷۸۵، وابن ماجه: ۱۷۴۸ (انظر: ۲۷۰۶۱) (۳۶۵۳) تخريج: انظر الحديث السابق (۳۶۵۴) تخريج: اسنادہ ضعیف، نمیر بن عریب مجهول، وعامر بن مسعود الجمحی لیست له صحبة، فروایتہ عن النبی ﷺ مرسله، ثم انه مجهول الحال۔ أخرجه الترمذی: ۷۹۷ (انظر: ۱۸۹۵۹)

فوائد:..... اس حقیقت کو ہر کوئی سمجھتا ہے کہ سردیوں کے دن بہت چھوٹے ہوتے ہیں، موسم کی وجہ سے آدمی پیاس سے بھی محفوظ رہتا ہے، لیکن اس غنیمت سے مستفید ہونے والے لوگ کم ہیں۔

فَضْلُ صِيَامِ رَمَضَانَ وَ قِيَامِهِ

رمضان کے روزوں اور قیام کی فضیلت کا بیان

(۳۶۵۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: وَمَا تَأَخَّرَ)۔)) (مسند احمد: ۱۰۵۴۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کے حصول کے لئے ماہ رمضان کے روزے رکھے، اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

فوائد:..... کسی نیکی کی قبولیت کے لیے ایمان کا شرط اول ہونا تو واضح ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ ہر نیکی کی بنیاد اجر و ثواب کا حصول ہو، اس سلسلے میں ریا کاری، مفاد پرستی، دنیا پرستی اور خوشامد جیسے امور سے محفوظ رہنا چاہیے

(۳۶۵۶) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةٍ، فَيَقُولُ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)۔)) (مسند احمد: ۷۷۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رمضان کے قیام کی رغبت ضرور دلاتے تھے، البتہ حتمی حکم نہیں دیتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو شخص ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کی خاطر رمضان کا قیام کرے گا، اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

(۳۶۵۷) وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَنْخَوِهُ وَفِيهِ: وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى الْقِيَامِ۔ (مسند احمد: ۷۸۶۸)

(دوسری سند) اس میں ہے: جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خود لوگوں کو قیام کے لیے جمع نہیں کیا تھا۔

فوائد:..... قیام رمضان کے لیے مستقل جماعت کا سلسلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔

(۳۶۵۸) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ)۔)) (مسند احمد: ۷۸۶۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایمان کی حالت میں اور اجر و ثواب کے

(۳۶۵۵) تخریج: بخاری: ۲۰۱۴، ومسلم: ۷۶۰ (انظر: ۱۰۵۳۷)

(۳۶۵۶) تخریج: بخاری: ۲۰۰۸، ومسلم: ۷۵۹ (انظر: ۷۷۸۷)

(۳۶۵۷) تخریج: بخاری: ۱۹۰۱، ومسلم: ۷۶۰ (انظر: ۱۰۱۱۷)

(۳۶۵۸) تخریج: بخاری: ۱۹۰۱، ومسلم: ۷۶۰ (انظر: ۱۰۱۱۷)

حصول کی نیت رمضان کا قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اسی طرح جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی خاطر شب قدر کا قیام کیا تو اس کے بھی پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) (مسند احمد: ۱۰۱۲۱)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس آدمی نے ماہ رمضان کے روزے رکھے، اس کی حدود کا خیال رکھا اور جن امور سے بچنا چاہئے، ان سے بچ کر رہا، تو اس کا یہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔“

(۳۶۵۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُودَهُ، وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِي بِهِ أَنْ يَتَحَفَّظَ فِيهِ، كَفَّرَ مَا كَانَ قَبْلَهُ۔)) (مسند احمد: ۱۱۵۴۴)

فوائد: ”اس کی حدود کا خیال رکھا“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ حصولِ ثواب کی رغبت رکھتے ہوئے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے روزے رکھے۔

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو یہ ایک ماہ کے روزے (اجر میں) دس مہینوں کے روزوں کے برابر جائیں گے، پھر جس نے عبد الفطر کے بعد (شوال کے) چھ روزے رکھے تو یہ سارا عمل سال بھر کے روزوں کے برابر ہو جائے گا۔“

(۳۶۶۰) عَنْ ثَوْبَانَ (مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ فَشَهْرٌ بِعَشْرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ، فَذَلِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ۔)) (مسند احمد: ۲۲۷۷۶)

فوائد: یہ کل پینتیس چھتیس روزے بن جاتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا تو ہوتا ہی ہے، اس اعتبار سے روزوں کی اس مقدار کا ثواب (۳۵۰) یا (۳۶۰) روزوں تک جا پہنچتا ہے، اس اعتبار سے اس حدیث میں سال بھر کے روزوں کے ثواب کی بات کی گئی ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی اس حال میں اللہ تعالیٰ کو ملتا ہے کہ اس نے اس

(۳۶۶۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ لَقِيَ

(۳۶۵۹) تخریج: حدیث حسن۔ اخرجہ ابو یعلیٰ: ۱۰۵۸، وابن حبان: ۳۴۳۳، والبیہقی: ۴/۳۰۴ (انظر: ۱۱۵۲۴)

(۳۶۶۰) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجہ ابن ماجہ: ۱۷۱۵، (انظر: ۲۲۴۱۲)

(۳۶۶۱) تخریج: حدیث صحیح (انظر: ۲۲۰۲۸)

سے جھوٹ اور غیبت اور دوسرے حرام امور سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جائز خواہشات تک کو کنٹرول کرتا ہے، تو اس سے مزید نیکی کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے اور اس سے بندہ کئی برائیوں کو ترک کرنے کا اور کئی نیکیوں کو سرانجام دینے کا عزم کر لیتا ہے۔

فَضْلُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالْعَمَلِ فِيهِ ماہِ رمضان اور اس میں کیے گئے عمل کی فضیلت کا بیان

(۳۶۶۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ جَاءَكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تَفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةُ خَيْرٍ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ)) (مسند احمد: ۹۴۹۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماہِ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ماہِ رمضان شروع ہو چکا ہے، یہ ایک بابرکت مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس ماہ کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بھی قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جو اس رات کی برکت سے محروم رہا، وہ محروم قرار پائے گا۔“

فوائد: جنت کے دروازوں کا کھلنا، جہنم کے دروازوں کا بند ہونا اور شیطانوں کا قید ہو جانا۔ ان الفاظ کو حقیقی معنوں پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ صرف مؤخر الذکر چیز سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے تو پھر ماہِ مقدس میں نافرمانیوں کا سلسلہ کیوں جاری رہتا ہے؟ اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں: مثلاً:

(۱) شیطانوں کے علاوہ بھی شر اور معصیت کے اسباب موجود ہیں، مثال کے طور پر نفوسِ خبیثہ، عاداتِ قبیحہ اور انسانی شیطان۔

(۲) بعض شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے، سب کو نہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ((صُقِدَتْ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ)) ”بڑے سرکش شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے۔“

(۳) شیطانوں کو جکڑنا ان روزے داروں کے حق میں ہے، جو روزے کی شروط، قیود اور آداب کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطانوں کا شر کم ہو جاتا ہے، وہ اس طرح لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکتے، جس طرح کہ دوسرے مہینوں میں کر لیتے ہیں، یا تو ان کے اختیار سلب کر لیے جاتے ہیں یا مومنوں کے ایمان میں قوت پیدا کر دی

جاتی ہے۔ عملی طور پر ہمارے معاشرے کے افراد تیسرے اور چوتھے معنوں کے مصداق نظر آتے ہیں، زیادہ مناسبت تیسرے معنی میں محسوس ہو رہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس حدیث مبارکہ کا آخری جملہ بھی قابل غور ہے کہ شب قدر کا قیام نفلی عبادت ہے، لیکن اس کو ترک کرنے والے محروم اور بد نصیب ہے، مقصود کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرتے ہوئے ایک رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے، لیکن کیا مسلمان کے مزاج میں نیکی کی اتنی رغبت بھی نہیں رہی کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کو وصول کر سکے، پس جس کے مزاج میں اتنی بہتری بھی نہیں ہوگی، وہ محروم اور بد بخت قرار پائے گا، سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے افراد میں نیکی کے مزاج کا شدید فقدان ہے۔

(۳۶۶۵) عَنْ عَرَفَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُبَيْدِ بْنِ قُرَيْدٍ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ رَمَضَانَ قَالَ: فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَلَمَّا رَأَاهُ عُتْبَةُ هَابَهُ فَسَكَتَ، قَالَ: فَحَدَّثَ عَنْ رَمَضَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((فِي رَمَضَانَ تُغْلَقُ أَبْوَابُ النَّارِ وَتُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُصَفَّدُ فِيهِ الشَّيَاطِينُ قَالَ: وَيُنَادِي فِيهِ مَلَكٌ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَبْشِرْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، حَتَّى يَنْقَضِيَ رَمَضَانُ.)) (مسند احمد: ۱۹۰۰۲)

عرفہ کہتے ہیں: میں عتبہ بن قرقد کی مجلس میں موجود تھا، وہ ماہ رمضان کے حوالے سے بیان کر رہے تھے، اتنے میں ایک صحابی تشریف لے آئے، جب عتبہ نے انہیں دیکھا تو وہ مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے اور کہا: آپ ماہ رمضان کے بارے میں بیان کریں، اس صحابی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”ماہ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو مقید کر دیا جاتا ہے اور اس ماہ ایک فرشتہ یہ آواز دیتا رہتا ہے: اے نیکی کے متلاشی! خوش ہو جا اور اے برائی کو چاہنے والے! اب تو باز آ جا، یہاں تک رمضان گزر جاتا ہے۔“

فوائد:..... رمضان المبارک اس اعتبار سے منفرد مہینہ ہے کہ اس میں کئی لوگوں کو ان کے مزاج برائیوں سے دور کر کے نیکیوں کی طرف راغب کر دیتے ہیں۔ نیکی کے متلاشی کو خوشخبری دینے کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ آسانی کے ساتھ نیکیوں کی مقدار میں اضافہ ہو جائے گا، اور دوسری یہ کہ نیکی کا کئی گنا زیادہ ثواب ملے گا، اس پر مستزاد یہ کہ نیکیوں کا ماحول اور معاشرے سے طبعی شرم و حیا بھی راہ راست پر چلنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ برائی کو چاہنے والے کو آواز دینے کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اب تو برائیوں سے رک جا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر، کیونکہ یہ توبہ کی قبولیت کا زمانہ ہے اور مغفرت کے اسباب کے لیے مستعد ہو جانے کا وقت ہے، ایسے موسم میں تجھے زیب نہیں دیتا کہ تو اپنی برائیوں پر اڑا رہے۔

ملا علی قاری نے کہا: ممکن ہے کہ رمضان میں اطاعت کرنے والوں کی اطاعت، گنہگاروں کی توبہ اور نافرمانوں کے

رجوع الی اللہ کا سبب یہی دو ندائیں ہوں، آپ خود دیکھتے ہیں کہ بچوں اور بچیوں سمیت مسلمانوں کی اکثریت رمضان کے روزے رکھنا شروع کر دیتی ہے، حالانکہ ان میں کافی سارے لوگ بے نمازی ہوتے ہیں اور روزہ نماز سے کئی گناہ مشکل بھی ہے، اس سے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، جو عام طور پر عبادت سے سستی اور نیند کی کثرت کا سبب بنتی ہے، لیکن اس کے باوجود قیام اللیل کے وقت مساجد بھری ہوئی نظر آتی ہیں، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۶/۲۵۳)

(۳۶۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَى جِبْرِيلَ، وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، قَالَ: فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ویسے تو رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ نخی تھے ہی سہی، لیکن جب ماہ رمضان میں آپ ﷺ کی ملاقات جبریل علیہ السلام سے ہوتی تو آپ ﷺ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ ماہ رمضان کی ہر رات کو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے، رسول اللہ ﷺ بھیجی ہوئی ہوا سے بھی بڑھ کر مال کی سخاوت کیا کرتے تھے۔

فوائد: ویسے تو سخاوت، آپ ﷺ کا مستقل وصف تھا، لیکن جب سید الملائکہ جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی، نئے علوم و تجلیات سے واسطہ پڑتا، مزاج میں مزید رفعت پیدا ہو جاتی، حُسنِ حقیقی کے مخصوص احسانات وصول ہوتے تو آپ ﷺ میں موجود جو دو سخاوالے عنصر کو ترقی ملتی اور بندگانِ خدا کے ساتھ انعام و احسان کا سلسلہ پہلے سے بڑھ کر شروع ہو جاتا، اس وصف میں اضافے کا سبب خود ماہ رمضان بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبرائیل رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے آپ ﷺ کے احساس اور مزاج میں کیا تبدیلی پیدا ہوتی تھی، اس چیز کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جنسین مختلف ہیں، ایک طرف سے سید البشر ہیں اور دوسری طرف سے سید الملائکہ ہیں، جب کہ ہم صرف اپنے ہم جنسوں سے مانوس ہونے کا تجربہ رکھتے ہیں۔

عام طور پر ہمارے ہاں لوگوں نے زکوٰۃ کے لیے ماہ رمضان کا تعین کر رکھا ہے، اس لیے لوگوں کی اکثریت صرف زکوٰۃ کی ادائیگی کو ہی کافی سمجھتی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے اس وصف کا تعلق نفلی صدقہ و خیرات سے تھا، زکوٰۃ تو اللہ تعالیٰ کا قرض ہے، جو بہر صورت ادا کرنا ہے، سخاوت کا تعلق نفلی صدقہ و خیرات سے ہے۔ دورِ قرآن کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے حفظ و اتقان میں مزید پختگی پیدا ہو جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کو ماہِ رمضان میں پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں تھیں، ان کی تفصیل یہ ہے: (۱) روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے، (۲) روزہ افطار کرنے تک فرشتے ان کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں، (۳) اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو حزمین کرتا ہے اور اس سے فرماتا ہے: قریب ہے کہ میرے نیک بندے اپنی مشقتوں اور تکلیفوں سے دست بردار ہو کر تیری طرف آجائیں، (۴) اس مہینے میں سرکش شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور جس طرح وہ عام دنوں میں کارروائیاں کرتے ہیں، اس مہینے میں نہیں کر سکتے، اور (۵) اللہ تعالیٰ اس مہینے کی آخری رات میں میری امت کو بخش دیتا ہے۔“ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ شبِ قدر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، نہیں، بات یہ ہے کہ مزدور کو اس وقت مزدوری دی جاتی ہے، جو وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جائے، جس نے ماہ رمضان کو پایا، لیکن یہ مہینہ اس کی بخشش سے پہلے گزر گیا۔“

(۳۶۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماہِ رجب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(مسند احمد: ۲۳۴۶)

(٣٦٧٠) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بِمَحْلُوفِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا آتَى عَلَى الْمُسْلِمِينَ شَهْرٌ خَيْرٌ لَهُمْ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَا آتَى عَلَى الْمُنَافِقِينَ شَهْرٌ شَرٌّ لَهُمْ مِنْ رَمَضَانَ، وَذَلِكَ لِمَا يُعَدُّ الْمُؤْمِنُونَ فِيهِ مِنَ الْقُوَّةِ لِلْعِبَادَةِ، وَمَا يُعَدُّ فِيهِ الْمُنَافِقُونَ مِنْ عَقَلَاتِ النَّاسِ وَعَوَرَاتِهِمْ، هُوَ غَنَمٌ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْتَنِمُهَا الْفَاجِرُ.)) (مسند أحمد: ٨٣٥٠)

(٣٦٧١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَطْلَكُمُ شَهْرُكُمْ هَذَا بِمَخْلُوفِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا مَرَّ بِالْمُؤْمِنِينَ شَهْرٌ خَيْرٌ لَهُمْ مِنْهُ وَلَا بِالْمُنَافِقِينَ شَهْرٌ شَرٌّ لَهُمْ مِنْهُ، إِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَكْتُبُ أَجْرَهُ وَتَوَافُلَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُدْخِلَهُ، وَيَكْتُبُ إِصْرَهُ وَشَقَاءَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُدْخِلَهُ وَذَٰكَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يُعِدُّ فِيهِ الْقُوَّةَ لِلْعِبَادَةِ مِنَ النَّفَقَةِ، وَيُعِدُّ الْمُنَافِقُ ابْتِغَاءَ عَقَلَاتِ الْمُؤْمِنِينَ

(٣٦٧٠) تخريج: اسناده ضعيف، كثير بن زيد ليس بالقوى، يكتب حديثه للمتابعات، وعمر بن تميم، قال البخارى عن حديثه هذا: فيه نظر، وابوه تميم مجهول- اخرجه ابن خزيمة: ١٨٨٤، وابن ابى شيبه: ٣/ ٢، والبيهقى: ٤/ ٣٠٤ (انظر: ٨٣٦٨)

(٣٦٧١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

النَّبِيُّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يَصِلِي سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ (الْحَدِيثُ) قَالَ: وَأَمَّا أَحْوَالُ الصِّيَامِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَجَعَلَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَالَ يَزِيدُ: فَصَامَ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ إِلَى رَمَضَانَ، مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَصَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ عَلَيْهِ الصِّيَامَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ) وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ قَالَ: فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَطْعَمَ مِسْكِينًا فَاجْزَأَ ذَلِكَ عَنْهُ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ الْآيَةَ الْآخِرَى: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (إِلَى قَوْلِهِ) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ فَأَثْبَتَ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيمِ الصَّحِيحِ، وَرَخَّصَ فِيهِ لِلْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ وَثَبَّتَ الْإِطْعَامَ لِلْكَبِيرِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الصِّيَامَ فَهَذَانِ حَالَانِ، قَالَ: وَكَانُوا يَأْكُلُونَ وَيَشْرَبُونَ، وَيَأْتُونَ النِّسَاءَ مَا لَمْ يَنَامُوا فَإِذَا نَامُوا امْتَنَعُوا، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ صِرْمَةُ، ظَلَّ يَعْمَلُ صَائِمًا حَتَّى أَمْسَى فَجَاءَ إِلَى أَهْلِهِ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ نَامَ فَلَمْ يَأْكُلْ، وَلَمْ يَشْرَبْ حَتَّى أَصْبَحَ

منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ سترہ ماہ تک بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، (کتاب الصلاة میں مکمل حدیث گزر چکی ہے) روزے کے مراحل یہ ہیں: جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے، یزید راوی کہتا ہے: ربیع الاول سے لے کر ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت تک کل سترہ ماہ کے دوران آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے رہے، نیز آپ ﷺ نے دس محرم کا روزہ بھی رکھا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ماہ رمضان کے روزے فرض کر دیے اور یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح کہ تم سے پہلے والے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔) نیز فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) ان آیات پر عمل کرتے ہوئے جو آدمی چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا اور جو کوئی روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ بطور فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور یہی چیز اس کی طرف سے کافی ہو جاتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (ماہ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں

سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست آدمی پر اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے، البتہ مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دے دی اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ آدمی کے لیے روزہ کا یہ حکم برقرار رکھا کہ وہ بطور فدیہ مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے، یہ دو حالتیں ہو گئیں، تیسری حالت یہ تھی کہ لوگ رات کو سونے سے پہلے تک کھا پی سکتے تھے اور بیویوں سے ہم بستری کر سکتے تھے، لیکن جب نیند آ جاتی تو اس کے بعد یہ سب کچھ ان کے لئے ممنوع قرار پاتا تھا، ایک دن یوں ہوا کہ ایک صرمہ نامی انصاری صحابی روزے کی حالت میں سارا دن کام کرتا رہا، جب شام ہوئی تو اپنے گھر پہنچا اور عشاء کی نماز پڑھ کر کچھ کھائے پئے بغیر سو گیا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس طرح اس کا روزہ بھی شروع ہو چکا تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا کہ وہ کافی نڈھال ہو چکا ہے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ: ”بہت نڈھال دکھائی دے رہے ہو، کیا وجہ ہے؟“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کل سارا دن کام کرتا رہا، جب گھر آیا تو ابھی لیٹا ہی تھا کہ سو گیا (اور اس طرح میرے حق میں کھانا پینا حرام ہو گیا اور) جب صبح ہوئی تو میں نے تو روزے کی حالت میں ہی ہونا تھا۔ اُدھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ایک معاملہ تھا کہ انھوں نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنی بیوی یا لونڈی سے ہم بستری کر لی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ساری بات بتلا دی تھی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ (إِلَى قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ) ثُمَّ آتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ ﴿

فَأَصْبَحَ صَائِمًا، قَالَ: فَرَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ جَهَدَ جَهْدًا شَدِيدًا، قَالَ: ((مَالِي أَرَاكَ قَدْ جَهَدْتَ جَهْدًا شَدِيدًا؟)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي عَمِلْتُ أَمْسٍ فِجْنْتُ جِئْتُ جِئْتُ فَأَلْقَيْتُ نَفْسِي فَنِمْتُ وَأَصْبَحْتُ جِئْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ قَدْ أَصَابَ مِنَ النِّسَاءِ مِنْ جَارِيَةٍ أَوْ مِنْ حُرَّةٍ بَعْدَ مَنَامٍ، وَآتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَاَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ (إِلَى قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ) ثُمَّ آتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ ﴿

(مسند احمد: ۲۲۴۷۵)

پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔)

فوائد: مسلمانوں پر جو روزے فرض ہیں، ان کا موجودہ صورتحال یہ ہے: سال کے بارہ مہینوں میں صرف رمضان کے روزے فرض ہے، روزے کا دورانیہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے، روزہ نہ رکھ سکنے والا مستقل مریض اور کمزور بزرگ ایک روزہ ترک کرنے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، مسافر اور شفا کی امید رکھنے والے مریض کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ اس سفر اور بیماری کے دوران روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں قضائی دے دیں۔ لیکن روزوں کو درج بالا صورت دینے سے پہلے بالترتیب درج ذیل مراحل سے گزرا گیا:

(۱) ہر ماہ میں تین روزے رکھنا اور یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ رکھنا، سترہ مہینوں تک یہ عمل جاری رہا۔
(۲) رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے، لیکن یہ اختیار دیا گیا کہ جو چاہتا ہے، روزے رکھ لے اور جو چاہتا ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(۳) مقیم اور صحت مند آدمی پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے، مریض اور مسافر کو مخصوص رخصت دی گئی، یعنی روزوں کی موجودہ صورت۔ سچ میں ایک تبدیلی یہ بھی ہوئی کہ شروع میں سحری کی رخصت نہیں تھی، بلکہ غروب آفتاب کے بعد افطاری سے لے کر رات کو سونے سے پہلے تک کھانے پینے اور جماعت کی اجازت ہوتی تھی، جو نہی کسی کی آنکھ لگ جاتی، اس کا روزہ شروع ہو جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کھانے پینے اور جماعت کی اجازت دے دی۔

(۳۶۷۴) عَنِ النَّضْرِ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: لَقِيتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ (يَعْنِي ابْنَ عَوْفٍ) قُلْتُ: حَدِّثْنِي عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِيكَ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ: نَعَمْ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ

نضر بن شیبان کہتے ہیں: میں ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے ملا اور ان سے کہا: مجھے ماہ رمضان کے بارے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو تم نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، انھوں نے کہا: جی ہاں، میرے باپ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان

(۳۶۷۴) تخریج: اسنادہ ضعیف، النضر بن شیبان الجرائی، قال ابن معین: ليس حديثه بشيء، وقال البخاری فی حدیثہ هذا: لم یصح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۳۲۸، والنسائی: ۴ / ۱۵۸ (انظر: ۱۶۶۰)

صِيَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ اخْتِسابًا خَرَجَ مِنَ الذُّنُوبِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔)) (مسند احمد: ۱۶۶۰)

کے روزے فرض کئے ہیں اور میں رمضان کے قیام کو مسنون قرار دیتا ہوں، جو کوئی اجر و ثواب کے حصول کی خاطر اس مہینے کے روزے رکھے گا اور اس کا قیام کرے گا تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو جائے گا، جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہے۔“

(۳۶۷۵) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ! مَا الصَّوْمُ؟ قَالَ: ((قَرَضٌ مَجْزِيٌّ)) (مسند احمد: ۲۱۶۹۲)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! روزہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ قرض ہے، جس کا بدلہ دیا جائے گا۔“

فوائد:..... یعنی یہ نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔

ثُبُوتُ الشَّهْرِ بِرُؤْيَا الْهَلَالِ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ وَالْكَمَالِ الْعِدَّةِ ثَلَاثِينَ إِنْ كَانَ غَيْمٌ

ماہ رمضان کا آغاز اور اختتام چاند کو دیکھ کر کرنے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس دن پورے کرنے کا بیان

(۳۶۷۶) عَنْ قَبَسِ بْنِ طَلْحٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ هَذِهِ الْأَهْلَةَ مَوَاقِيتَ لِلنَّاسِ، صُومُوا لِرُؤْيَاهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَاهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ)) (مسند احمد: ۱۶۴۰۳)

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس چاند کو لوگوں کے اوقات کی علامت بنایا ہے، لہذا چاند دیکھ کر روزے شروع کیا کرو اور اسے دیکھ کر ہی روزے چھوڑا کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔“

فوائد:..... رمضان کے روزے، شعبان کے روزے، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، یوم عاشوراء، حج، حج کے مہینوں، عید الفطر، عید الاضحیٰ جیسی مہینوں سے متعلقہ اسلامی عبادات کے وقت کا تعین چاند کے ذریعے کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾..... ”لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (کی عبادات) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لیے ہے۔۔۔“ (سورہ بقرہ: ۱۸۹) وقت سے پہلے اسلامی کیلنڈر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، تعین نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے ہر مہینے سے متعلقہ عبادت کا یہ تقاضا ہے کہ از سر نو اس ماہ کا چاند دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ چاند دیکھنے کا جو طریقہ نبی کریم ﷺ کے دور میں رائج تھا اور جدید مشینوں کی ایجاد سے پہلے تک جاری رہا، آج بھی اسی کے مطابق فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ افق کی

(۳۶۷۵) تخریج: حسن لغیرہ (انظر: ۲۱۳۶۵)

(۳۶۷۶) تخریج: حدیث صحیح لغیرہ۔ آخر جہ الطبرانی فی ”الکبیر“: ۸۲۳۷ (انظر: ۱۶۲۹۶)

فہمیں بنا کر ان میں چاند کو تلاش کرتے رہنا، سمندر کے پانی میں دیکھنے کا اہتمام کرنا، انتہائی حساس دور میں استعمال کرنا اور غروب آفتاب کے دو دو گھنٹے بعد چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کی اطلاع دینا، افق پر بادلوں کے باوجود مختلف طریقوں سے کوشش کرنا، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر ان سب طریقوں میں تکلف پایا جاتا ہے۔

(۳۶۷۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطَرُوا لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ.)) (مسند احمد: ۹۴۵۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے ترک کیا کرو، ہاں اگر بادل کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔“

(۳۶۷۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ ابْنِ مَسْلُومٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. (مسند احمد: ۱۴۵۸۰)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(۳۶۷۹) عَنْ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ قَالَ: أَهْلَلْنَا هِلَالَ رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ، قَالَ: فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ فَسَأَلَهُ قَالَ هَاشِمٌ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ قَدْ مَدَّ رُؤْيَيْهِ قَالَ: هَاشِمٌ لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ.)) (مسند احمد: ۳۰۲۱)

ابو بختری کہتے ہیں: ہم نے ذاتِ عرق کے مقام پر رمضان کا چاند دیکھا، پھر ہم نے ایک آدمی کو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے بارے میں سوال کرنے کے لیے بھیجا، جب اس نے سوال کیا: ہاشم کہتے ہیں تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اس کی رویت کو لمبا کر دیا ہے، اگر بادل ہوں تو (شعبان) کی گنتی پوری کرلو۔“

فوائد: اس حدیث کے پہلے جملے کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعبان کی مدت کو رمضان کا چاند نظر آنے تک لمبا کر دیا ہے، یعنی اگر کسی وجہ سے شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کو اسی ماہ کی ۳۰ تاریخ سمجھ لی جائے۔

(۳۶۸۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: عَجِبْتُ مِمَّنْ يَتَقَدَّمُ الشَّهْرَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، أَوْ قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ.)) (مسند احمد: ۱۹۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی روزے رکھنا شروع کر دیتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو۔“

(۳۶۷۷) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۸۱ (انظر: ۹۴۷۲)

(۳۶۷۸) إسناده صحيح على شرط مسلم- أخرجه أبو يعلى: ۲۲۴۸، والبيهقي: ۴/ ۲۰۶ (انظر: ۱۴۵۲۶)

(۳۶۷۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۸۸ (انظر: ۳۰۲۱)

(۳۶۸۰) تخریج: صحيح لغيره- أخرجه النسائي: ۴/ ۱۳۵ (انظر: ۱۹۳۱)

(۳۶۸۱) عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقْدَمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ أَوْ تَرَوْا الْهَيْلَالَ وَصُومُوا وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ أَوْ تَرَوْا الْهَيْلَالَ)) (مسند احمد: ۱۹۰۳۱)

ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو، بلکہ اس وقت روزہ رکھو جب سابقہ مہینے کی گنتی پوری ہو جائے یا چاند نظر آجائے، پھر روزے جاری رکھو، یہاں تک کہ رمضان کی گنتی پوری کر لو یا چاند دیکھ لو۔“

فوائد: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر (۲۹) تاریخ کو چاند نظر آجائے تو ٹھیک، ورنہ (۳۰) دن مکمل ہو جانے کا انتظار کیا جائے۔

(۳۶۸۲) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَافْذَرُوا لَهُ)) قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) إِذَا مَضَى مِنْ شَعْبَانَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ يَبْعَثُ مَنْ يَنْظُرُ، فَإِنْ رَأَى قَدْ ذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يَرَوْهُ وَلَمْ يَحُلْ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ أَوْ قَتَرٌ، أَصْبَحَ مُفْطِرًا وَإِنْ حَالَ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ أَوْ قَتَرٌ أَصْبَحَ صَائِمًا۔ (مسند احمد: ۴۴۸۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مہینہ تو (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے، لیکن تم اس وقت تک ماہ رمضان کا روزہ نہ رکھو، جب تک چاند کو نہ دیکھ لو، پھر اس وقت تک روزہ ترک نہ کرو، جب تک (شوال کا) چاند نظر نہ آجائے، اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو۔“ نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول یہ تھا کہ جب شعبان کی (۲۹) تاریخ ہوتی تو وہ چاند دیکھنے کے لیے بعض افراد کو بھیجتے، اگر چاند نظر آ جاتا تو بہتر، اور اگر چاند نظر نہ آتا اور کوئی بادل اور غبار وغیرہ بھی نہ ہوتا تو وہ اگلے دن کا روزہ نہ رکھتے، لیکن اگر مطلع غبار آلود یا بادل والا ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتے تھے۔

فوائد: آخر میں بیان شدہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شک والے دن روزہ رکھنے کے قائل تھے، آنے والے تیسرے باب میں اس مسئلہ کی وضاحت کی جائے گی۔

(۳۶۸۳) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فرمایا: ”مہینہ (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے

(۳۶۸۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابوداؤد: ۲۳۲۶، والنسائی: ۴ / ۱۳۵ (انظر: ۱۸۸۲۵)

(۳۶۸۲) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۰۸۰ (انظر: ۴۴۸۸)

(۳۶۸۳) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۰۷، ومسلم: ۱۰۸۰ (انظر: ۴۸۶۶)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ)) وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ صَفَّقَ الثَّالِثَةَ وَقَبَضَ إِبْهَامَهُ، (وَفِي رَوَايَةٍ: فَذَكَرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ) فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا غَفَرَ اللَّهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِنَّهُ وَهَلَ، إِنَّمَا هَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ شَهْرًا، فَنَزَلَ تِسْعٌ وَعِشْرِينَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ نَزَلْتَ تِسْعٌ وَعِشْرِينَ، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ)) (مسند احمد: ٤٨٦٦)

سمجھانے کے لئے دو دفعہ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور تیسری دفعہ انگوٹھا بند کر لیا۔ ایک روایت میں ہے: جب لوگوں نے یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی تو انہوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے، ان کو مغالطہ کر گیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کی تھی، آپ (۲۹) ویں دن (بالا خانے سے) نیچے تشریف لے، لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا: آپ ﷺ تو انیسویں دن نیچے تشریف لے آئے ہیں، (حالانکہ آپ نے تو ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کی تھی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹک یہ مہینہ (۲۹) دنوں کا ہے۔“

فوائد: اس حدیث مبارکہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے محسوس ہو رہا ہے کہ مہینہ صرف (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے، اسی چیز کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر انکار کیا، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ مہینہ کبھی (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے اور کبھی (۳۰) دنوں کا، جیسے کہ اگلی حدیث سے واضح ہو رہا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال بھی یہی تھا۔ بیویوں سے علیحدگی کی وجہ یہ تھی کہ امہات المؤمنین نے نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ کی استطاعت سے بڑھ کر نان و نفقہ کا مطالبہ کیا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ایک ماہ علیحدہ رہنے کی قسم اٹھائی تھی، اس کی تفسیر سورہ احزاب میں آئے گی۔

(۳۶۸۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)) وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ، ((وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)) يَغْنِي تَمَامَ ثَلَاثِينَ۔ (مسند احمد: ۵۰۱۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہم ایک ”اُمّی“ امت ہیں، ہم لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا جانتے ہیں، مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور اتنوں کا اور اتنوں کا۔“ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے انگوٹھا بند کر لیا، (یعنی ۲۹ دنوں کا)۔ پھر فرمایا: ”مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور اتنوں کا اور اتنوں کا۔“ یعنی پورے (۳۰) دنوں کا۔

فوائد: آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر دس کا اشارہ دے رہے تھے۔

مَا جَاءَ خَاصًّا بِاِكْمَالِ شُعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا إِذَا غُمَّ عَلَى هِلَالِ رَمَضَانَ
جب بادلوں کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن
پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان

(۳۶۸۵) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سَحَابٌ فَكَمِّلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا)) قَالَ حَاتِمٌ: يَعْنِي عِدَّةَ شُعْبَانَ. (مسند احمد: ۱۹۸۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے چھوڑا کرو، اگر تمہارے اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جائیں تو سابقہ ماہ کی (تیس کی) گنتی پوری کر لیا کرو، اور (ماہ رمضان کی آمد سے) بالکل پہلے روزے نہ رکھا کرو۔“ حاتم راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ شعبان کی گنتی پوری کی جائے۔

(۳۶۸۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ، مِثْلُهُ وَفِيهِ: فَإِنْ حَالَ دُونَهُ غَيَابَةٌ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ، وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.) يَعْنِي أَنَّهُ نَاقِصٌ. (مسند احمد: ۲۳۳۵)

(دوسری سند) اس میں ہے: ”اگر تمہارے اور چاند کے درمیان کوئی بدلی حائل ہو جائے تو گنتی پوری کر لیا کرو اور مہینہ (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے۔“ یعنی تیس (۳۰) سے ایک دن کم کا بھی ہو جاتا ہے۔

(۳۶۸۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ هِلَالِ شُعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُومُ بِرُؤْيَيْهِ رَمَضَانَ، فَإِنَّ غُمَّ عَلَيْهِ عِدَّةَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ. (مسند احمد: ۲۵۶۷۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے چاند کا جس قدر خیال رکھتے تھے، اتنا کسی دوسرے مہینہ کے چاند کا نہ رکھتے تھے، پھر جب رمضان کا چاند نظر آ جاتا تو روزہ رکھنا شروع کر دیتے اور اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو (شعبان) کی تیس دنوں کی گنتی پوری کر لیتے، اور پھر روزہ شروع کرتے۔

مَا جَاءَ خَاصًّا بِاِكْمَالِ رَمَضَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا إِذَا غُمَّ عَلَى هِلَالِ شَوَّالٍ
جب بادلوں کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن
پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان

(۳۶۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا غُمَّ عَلَى هِلَالِ رَمَضَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا، فَكَمِّلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا، وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا)) (مسند احمد: ۲۳۲۷، والترمذی: ۶۸۸، والنسائی: ۱۳۶ / ۴ (انظر: ۳۶۸۶) (تخریج: صحیح۔ آخرجہ ابوداؤد: ۲۳۲۷، والترمذی: ۶۸۸، والنسائی: ۱۳۶ / ۴ (انظر: ۳۶۸۷) (تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ آخرجہ ابوداؤد: ۲۳۲۵ (انظر: ۲۵۱۶۱) (تخریج: ۳۶۸۸) (تخریج: صحیح۔ آخرجہ مسلم: ۱۰۸۱ (انظر: ۳۶۸۸)

فرمایا: ”تم چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا چھوڑا کرو اور اگر چاند دکھائی نہ دے تو تیس روزے پورے کیا کرو۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے سابق حدیث کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ: ”اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن شمار کر لیا کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے مت رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا دن آجائے جس میں تم میں سے کوئی آدمی روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے، چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا ترک کیا کرو، اگر فضا ابر آلود ہو تو تیس دن پورے کر کے روزہ ترک کیا کرو۔“

فوائد: ماہ رمضان سے متصل پہلے روزے رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت اگلے باب میں ہوگی۔

اِسْتِقْبَالَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ وَحُكْمُ صَوْمِ يَوْمِ الشَّلْثِ

ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزے رکھنے اور شک والے دن کا روزہ رکھنے کا بیان

(۳۶۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقْدَمُوا بَيْنَ يَدَيِ رَمَضَانَ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا رَجُلًا كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ)) (مسند احمد: ۷۱۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رمضان سے پہلے ایک یا دو دنوں کے روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی آدمی کسی متعین دن کا روزہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھ کرے۔“

فوائد: اگر کوئی آدمی پہلے سے عادت کے ساتھ بعض روزے رکھ رہا ہو تو وہ اس مناسبت سے رمضان سے

پہلے روزہ رکھ سکتا ہے، مثلاً ایک آدمی کی یہ عادت ہو کہ وہ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہو، جبکہ جمعرات کا دن (۲۹) یا (۳۰) شعبان کو آجائے تو ایسا آدمی روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۳۶۸۹) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجہ ابو یعلیٰ: ۲۲۴۸، والبیہقی: ۴/ ۲۰۶ (انظر: ۱۴۵۲۶)

(۳۶۹۰) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۱۴، ومسلم: ۱۰۸۲ (انظر: ۱۰۴۵۱)

(۳۶۹۱) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۱۴، ومسلم: ۱۰۸۲ (انظر: ۷۲۰۰)

(۳۶۹۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ الْيَوْمِ الَّذِي يُخْتَلَفُ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَتْ: لَأَنْ أَصُومَ يَوْمًا مِنْ شَعْبَانَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْطِرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابَا هُرَيْرَةَ ﷺ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَالَ: أَزَوَّاجُ النَّبِيِّ ﷺ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنَّا. (مسند احمد: ۲۵۴۵۸)

عبد اللہ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ رمضان کے مشکوک دن میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا؟ انہوں نے کہا: شعبان کا ایک روزہ رکھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں رمضان کا ایک روزہ ترک کر دوں۔ میں یہ سن کر وہاں سے نکل پڑا اور سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے یہی سوال کیا، انھوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بیویاں ان امور کو زیادہ جانتی ہیں۔

فوائد:..... مشکوک دن سے مراد شعبان کی (۳۰) تاریخ والا دن ہے، اس دن کو روزہ رکھنا درست نہیں ہے، اگر شعبان کی (۲۹) تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کو ہر صورت میں شعبان کی (۳۰) تاریخ سمجھی جائے گی، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بطور احتیاط اس دن کو روزہ رکھنے کی قائل تھیں اور درج بال حدیث میں وہ یہی بات کہنا چاہتی ہیں، لیکن اس باب کی پہلی اور درج ذیل دو احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان سے متصل پہلے رمضان کی مناسبت سے یا احتیاط کے طور پر روزہ رکھنا درست نہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَخْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، وَلَا تَخْلُطُوا بَرَمَضَانَ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صِيَامًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، وَصُومُوا الرُّوَيْتَةَ وَأَفْطِرُوا الرُّوَيْتَةَ، فَإِنْ جُمِعَ عَلَيْكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ تُغْمَى عَلَيْكُمْ الْعِدَّةُ.)) ”رمضان کے لیے شعبان کے چاند (کی تاریخ کو) شمار کر کے رکھو اور اس کو رمضان کے ساتھ نہ ملا دو، ہاں اگر کوئی آدمی (باقاعدہ کسی مخصوص) دن کا روزہ رکھتا ہو اور وہ اس دن سے موافقت کر جائے (تو روزہ رکھا جاسکتا ہے)۔ چاند کو دیکھ کر روز رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو، اگر (انیس تاریخ کی شام کو) چاند بادلوں میں یا کہر میں چھپ جائے تو گنتی تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی (اس کا اعتبار کر کے تیس دن پورے کرلو)۔“ (ترمذی: ۱/۱۳۳، صحیحہ: ۵۶۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((صُومُوا الرُّوَيْتَةَ، وَأَفْطِرُوا الرُّوَيْتَةَ، فَإِنْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سَحَابٌ أَوْ ظُلْمَةٌ أَوْ هَبْوَءٌ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ، لَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا وَلَا تَصِلُوا رَمَضَانَ بِيَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ.)) ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تمہارے اور چاند کے درمیان بادل، اندھیرا یا گرد و غبار حائل ہو جائے تو پھر (شعبان کی تیس کی) گنتی پوری کرلو۔ مہینے کا استقبال نہ کرو اور نہ ہی رمضان کو شعبان کے دن کے ساتھ ملاؤ۔“ (نسائی: ۳۰۶/۱، صحیحہ: ۱۹۱۷)

اس باب سے متعلقہ مزید احادیث اور جمع تطبیق کی صورتیں درج ذیل ہیں: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ

زَيْدٌ (وَلَمْ يَقُلِ النَّسَائِيُّ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ) قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْكَ تَصُومُ فِي شَهْرِ لَمْ أَرَكْ تَصُومُ فِي شَهْرِ مِثْلٍ مَاتَصُومُ فِيهِ؟ قَالَ: ((أَيُّ شَهْرٍ؟)) قُلْتُ: شَعْبَانَ. قَالَ: ((شَعْبَانُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، يَغْفِلُ النَّاسُ عَنْهُ، تُرْفَعُ فِيهِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، فَأَجِبُ أَنْ لَا يُرْفَعَ عَمَلِي إِلَّا وَأَنَا صَائِمٌ.)) سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، امام نسائی نے ابو ہریرہ کا نام ذکر نہیں کیا، سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ایک مہینے میں بہت روزے رکھتے ہیں، جبکہ دوسرے کسی ماہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے، (کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سا مہینہ؟“ میں نے کہا: شعبان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شعبان، جو رجب اور رمضان کا درمیانی مہینہ ہے، سے لوگ غافل ہوتے ہیں۔ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال (آسمانوں کی طرف) اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔“ (صحیحہ: ۱۸۹۸، نسائی: ۳۲۲/۱)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ (رمضان کے علاوہ) سال کے کسی دوسرے مکمل مہینے کے روزے نہیں رکھتے تھے، مگر شعبان کے، اس ماہ کو تو آپ ﷺ رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔ (ابوداؤد: ۲۳۳۶، ترمذی: ۷۳۶، نسائی: ۲۱۷۵، ابن ماجہ: ۱۶۴۸) دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ مکمل شعبان سے مراد اس مہینے کے اکثر دنوں کے روزے رکھنے ہیں۔

لیکن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانٌ فَلَا تَصُومُوا.)) ”جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھا کرو۔“ اس حدیث کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کے ساتھ تعارض ہے، اس کی تطبیق یہ دی گئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جس کی پندرہ شعبان سے پہلے سے روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو، ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ شعبان کے دوسرے نصف میں بھی روزے نہ رکھے۔

مَنْ يُكْتَفَى بِشَهَادَتِهِ بِرُؤْيَا الْهَلَالِ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ
روزہ رکھنے اور ترک کرنے کے بارے میں چاند کی رویت کے سلسلے میں کیسے افراد کی گواہی پر اکتفا کیا جائے؟

(۳۶۹۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ الْحَطَّابِ أَنَّهُ خَطَبَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَقَالَ: أَلَا إِنِّي قَدْ جَالَسْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسَأَلْتُهُمْ، أَلَا وَإِنَّهُمْ حَدَّثُونِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

عبد الرحمن بن زید بن خطاب کہتے ہیں: میں نے ایسے دن میں خطبہ دیا کہ جس کے بارے میں یہ شک کیا جا رہا تھا کہ وہ شعبان کا ہے یا رمضان کا، میں نے کہا: میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوں اور ان سے سوالات کیے ہیں، انہوں نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چاند دیکھ کر

روزے رکھا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا ترک کیا کرو اور اسی کے حساب سے دوسری عبادات ادا کرو، اگر کسی وجہ سے چاند چھپ جائے، تو تیس دن پورے کر لو اور اگر دو مسلمان چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کی گواہی دے دیں تو اس بنیاد پر روزہ رکھنا شروع کر دو اور ترک کر دو۔“

ایک صحابی سے روایت ہے کہ لوگوں نے رمضان کی تیس تاریخ کو روزے کی حالت میں صبح کی، اتنے میں دو بدو آئے اور انھوں نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا تھا، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسی وقت روزہ افطار کرنے کا حکم دے دیا۔

ابو عمیر بن انس کہتے ہیں: مجھے میرے انصاری چچوں، جو کہ صحابہ میں سے تھے، نے بیان کیا کہ (۲۹ رمضان کو) ان کو شوال کا چاند نظر نہ آیا، اس لیے لوگوں نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر دن کے پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور اگلے دن عید کے لیے نکلیں۔

نوائید:..... ان احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر چاند کی خبر ملنے پر نماز عید کا وقت ختم ہو چکا ہو تو دوسرے دن یہ نماز ادا کی جائے گی۔

(۲۶۹۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عُمُومَهُ لَهُ شَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رُؤْيِهِ

((صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَنْسَكُوا لَهَا، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا ثَلَاثِينَ، وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ، فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا)) (مسند احمد: ۱۹۱۰۱)

(۳۶۹۴) عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاسٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَصْبَحَ النَّاسُ لِتِمَامِ ثَلَاثِينَ يَوْمًا، فَجَاءَ أَغْرَابِيَانِ فَشَهِدَا أَنَّهُمَا أَهْلَاهُ بِالْأَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا۔ (مسند احمد: ۱۹۰۲۹)

(۳۶۹۵) عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنِي عُمُومَةٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: غَمَّ عَلَيْنَا هَلَالُ شَوَّالٍ فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا، فَجَاءَ رَكَبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُفْطَرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ وَأَنْ يَخْرُجُوا لِعِيدِهِمْ مِنَ الْعَدِّ۔ (مسند احمد: ۲۰۸۶۰)

(۳۶۹۴) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخر جہ ابوداؤد: ۲۳۳۹ (انظر: ۱۸۸۲۳)

(۳۶۹۵) اسنادہ جید۔ آخر جہ ابوداؤد: ۱۱۵۷، والنسائی: ۳/ ۱۸۰، وابن ماجہ: ۱۶۵۳ (انظر: ۲۰۵۸۴)

(۲۶۹۶) صحیح لغیرہ۔ آخر جہ البزار: ۹۷۲، رابن حبان: ۳۴۵۶، والبیہقی: ۴/ ۲۴۹ (انظر: ۱۳۹۷۴)

إِنِّي رَأَيْتُ الْهَلَالَ هَلَالَ شَوَّالٍ - فَقَالَ
عُمَرُ رضي الله عنه: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْطِرُوا - (مسند
احمد: ۱۹۳)

(۳) ابتدائے رمضان کے لیے ایک فرد کی شہادت کافی ہے، لیکن انتہائے رمضان کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، تاکہ جھوٹ کی تہمت کا شبہ دور ہو جائے، کیونکہ طبعی طور پر لوگوں کا میلان یہ ہوتا ہے کہ رمضان (۲۹) تاریخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کی شام کو ہی ختم ہو جائے۔ ہمارے نزدیک پہلا قول رائج ہے، دوسرے مسلک والوں نے ایک فرد کی شہادت والی احادیث کی جو تاویل کی ہے، یہ خواہ مخواہ کا احتمال ہے، ان احادیث کے ظاہری الفاظ اس کی اجازت نہیں دیتے، اسی طرح رمضان کی ابتداء و انتہاء میں فرق کرنا بلا دلیل ہے، جیسے ایک فرد کی شہادت کی بنا پر رمضان کو شروع کیا جاسکتا ہے، اسی طرح ختم بھی کیا جاسکتا ہے۔

عادل: اس شخص کو عادل کہتے ہیں، جو مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو اور فسق و فجور سے محفوظ ہو۔

إِذَا رُؤِيَ الْهِلَالُ فِي بَلَدٍ دُونَ غَيْرِهِ هَلْ يَلْزَمُ بَقِيَّةَ الْبِلَادِ الصَّوْمُ أَمْ لَا؟

اس بات کا بیان کہ جب ایک علاقے میں چاند نظر آ جائے اور دوسرے میں نہ آئے تو کیا دوسرے علاقے والوں کے لیے روزہ رکھنا لازم ہوگا یا نہیں؟

تنبیہ: یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے، بالخصوص اس دور میں، جس میں ملکوں کی تقسیم کو بڑا امتیاز مسئلہ سمجھ لیا گیا ہے، اس معاملے میں ایک ایک ملک کے باشندے حتیٰ فیصلہ نہ کر سکے اور ان کی بڑی بڑی عبادات کے شروع ہونے میں فرق آ گیا۔

(۳۶۹۸) عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْقُضَلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتَهْلَ عَلَى رَمَضَانَ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتَى رَأَيْتُمُوهُ؟ فَقُلْتُ: رَأَيْنَا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، وَرَأَاهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: لِكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالَ نَصُومُ حَتَّى نُكْمَلَ ثَلَاثِينَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ: أَوْ لَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَا مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ: لَا، هَكَذَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ - (مسند احمد: ۲۷۸۹)

کریب کہتے ہیں: سیدہ ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف شام میں بھیجا، میں وہیں تھا کہ ماہ رمضان کا چاند نظر آ گیا، ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا تھا، میں اسی مہینے کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آ گیا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کچھ امور کے بارے میں پوچھا اور پھر چاند کا ذکر ہونے لگا، انھوں نے مجھ سے کہا: تم نے کب چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا: جمعہ کی رات کو دیکھا تھا، انھوں نے کہا: تو نے خود بھی دیکھا تھا، میں نے کہا: جی ہاں اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، پھر سب لوگوں نے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا تھا۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: لیکن ہم نے ہفتہ کی شام کو دیکھا تھا، اس لیے ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے، یہاں تک تیس دن پورے ہو جائیں یا چاند نظر آ جائے، میں نے کہا: کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت اور روزے کو معتبر نہیں سمجھیں گے؟ انھوں نے کہا: یہ بات نہیں ہے، اصل میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

فوائد:..... یہ بات تو سمجھ آ گئی کہ شام میں جمعہ کی شام کو اور مدینہ میں ہفتہ کی شام کو چاند دیکھا گیا تھا، جبکہ اس وقت اور عرصہ دراز سے شام اور سعودی عرب چاند کی تاریخ کے سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ”یہ بات نہیں ہے، اصل میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔“ سے کیا مراد ہے؟ اگرچہ اس کے بارے میں مختلف باتیں کی گئی ہیں، لیکن زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ ان کی مراد آپ ﷺ کی یہ حدیث تھی: ((لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ)) ”تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو، اس طرح اس وقت تک روزہ نہ چھوڑو، جب تک چاند نظر نہ آجائے۔“ اس حدیث سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا کہ ہم خود چاند دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ روایت ہلال کا فیصلہ کیسے کیا جائے؟ ہماری مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملک کے مسلمانوں کو چاند نظر آ جاتا ہے تو ان ممالک کے باشندے کیا کریں گے، جن میں کوشش کے باوجود چاند نہیں دیکھا جا سکا؟

سب سے پہلے دو تنبیہات پیش کرنا ضروری ہیں:

(ا) جن احادیث میں رمضان کی ابتداء و انتہاء کے لیے چاند کو معیار قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۶۷۶) والے باب اور اس کے بعد والے دو ابواب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے، گزارش ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کی جماعت کو دیا گیا ہے، نہ کہ ہر ملک والوں کو علیحدہ علیحدہ، اگر ایک علاقے والے چاند دیکھ لیتے ہیں تو دوسروں پر بھی لازم ہو جائے گا کہ وہ ان مسلمانوں کی شہادت قبول کر کے چاند کے نظر آ جانے کا اعلان کریں۔

(ب) عصر حاضر میں مختلف ممالک کی حد بندی کا روایت ہلال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ انڈیا کے مسلمان تب روزہ رکھیں گے، جب انڈیا میں چاند نظر آئے گا، پاکستان کو لوگ تب عید منائیں گے، جب پاکستان میں چاند نظر آئے اور ایران کے باشندے دس ذوالحجہ کو تب قربانی کریں گے، جب ایران میں چاند نظر آئے گا۔ تقریباً پندرہ سولہ برس پہلے کی بات ہے کہ انڈیا میں عید الفطر کا چاند نظر آ گیا تھا، لیکن اہل پاکستان نے چاند نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے عید الفطر کا اعلان نہیں کیا تھا، اب ۲۰۱۲ء ہے۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ روایت ہلال کے بارے میں زیادہ سے زیادہ درج ذیل دو آراء میں سے کسی ایک کا سہارا لیا جاسکتا ہے:

(اول) مطلع کے فرق کو مد نظر رکھ کر زمین کے خطوں کا تعین کر لیا جائے، مثلاً اگر سعودی عرب میں چاند نظر آ جاتا ہے تو دو چیزیں سامنے آئیں گی، مغرب کی سمت کے تمام ممالک میں چاند کے نظر آ جانے کا اعلان کر دیا جائے، اگرچہ وہاں نظر نہ بھی آئے، لیکن مشرق کی طرف والا معاملہ تھوڑا مختلف ہے، دیکھا جائے کہ چاند نظر آنے کے بعد کتنی دیر کے بعد غروب ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک گھنٹہ تک چاند مطلع پر موجود رہتا ہے، تو سعودی عرب سے مشرق کی طرف جن جن ممالک کا فرق ایک گھنٹے سے کم ہو، وہاں روایت ہلال کا اعلان کر دیا جائے، کیونکہ ان علاقوں میں چاند موجود تھا۔

لیکن وہ دیکھ نہ پائے۔

اس نظریے کا یہ تقاضا بھی ہے کہ پاکستان اور سعودیہ کے مابین چاند کی تاریخ میں دونوں کا فرق نہیں پڑ سکتا، کیونکہ اگر پاکستان میں رمضان کی (۲۸) تاریخ ہو اور سعودی عرب میں (۲۹)، جبکہ سعودی عرب میں اسی تاریخ کو چاند نظر آجائے، تو دوسرے دن اہل پاکستان کو رویتِ ہلال کا اعلان کر دینا چاہیے، کیونکہ سعودی عرب میں چاند نظر آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ چاند افق پر موجود ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ دوسرے دن اہل پاکستان کو نظر آجائے۔

(دوم) جب کسی ایک علاقے کے مسلمان رویتِ ہلال کی شہادت دے دیں، تو تمام اسلامی ممالک چاند کے نظر آنے کا اعلان کر دیں، جیسا کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس بحث سے مسلمانوں کی ایک بڑی مشکل آسان ہو سکتی ہے، اور وہ ہے مختلف مطالع کی وجہ سے ہلال رمضان کے نظر آنے یا نہ آنے میں باہمی اختلاف۔ ظاہر بات ہے کہ اگر چاند ایک علاقے میں نظر آ جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ ہر علاقے والے اس کو دیکھ سکیں۔ مثلاً: اگر چاند مغرب میں نظر آتا ہے تو ناممکن ہوگا کہ تمام مشرق والوں کو بھی نظر آ سکے۔ کچھ علمائے اسلام کا یہ خیال ہے کہ درج ذیل حدیث: ((.....صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَقِطُوا لِرُؤْيَيْهِ.....)) (صحیحہ: ۵۶۵)..... ”چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو۔“

اپنے عموم پر باقی ہے اور مختلف مطالع کے ساتھ اس کو مقید کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ مطالع کا سلسلہ غیر محدود اور غیر معین ہے، شرعاً اور عقلاً یہی بات درست معلوم ہوتی ہے، لہذا اس حدیث کو مقید کرنا دینا درست نہیں ہے، جبکہ عصر حاضر میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ایک ملک میں چاند نظر آ جاتا ہے تو میڈیا کے ذریعے تمام اسلامی ممالک کو مطلع کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں جس کو رویتِ ہلال کی خبر ہوگی، وہ روزہ رکھے گا، اگرچہ یہ خبر یکم رمضان کو غروبِ آفتاب سے کچھ وقت پہلے موصول ہو، اس پر کوئی تقضا نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے اپنی استطاعت کے مطابق اس واجب کو ادا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ وہ کسی کی طاقت سے بڑھ کر اس کو تکلیف نہیں دیتا۔ بہر حال ہمارا خیال ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں روزہ رکھنے اور عید منانے کے دن کو متحد و مربوط کریں، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے، ہم یہ نہ دیکھنے پائیں کہ کسی علاقے والے اپنے ملک کے ساتھ اور دوسرے علاقے والے دوسرے ملک کے ساتھ روزہ رکھ رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے، جو توفیق دیتا ہے۔ (صحیحہ: ۲۶۲۴) مؤخر الذکر نظریہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، یہی سہولت آمیز اور اتحاد بین المسلمین کی علامت ہے، حدیث نمبر (۳۶۹۵) سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب قافلے والوں نے دن کے پچھلے پہر یہ شہادت دی کہ انھوں نے تو کل شام کو چاند دیکھ لیا تھا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو روزہ توڑ دینے کا اور اگلے دن نمازِ عید کے لیے جانے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے اس قافلے سے نہ یہ تفصیل پوچھی کہ انھوں نے کس مقام پر چاند دیکھا تھا اور نہ مطلع کے اختلاف کے مسئلہ کی وضاحت کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حج تو ایک جگہ ہوتا ہے اور تمام مسلمان مکہ میں جا کر حج کرتے ہیں۔ یہ واضح اور ایک وقت میں حج میں کوئی رکاوٹ اور الجھن نہیں۔ لیکن پوری دنیا میں تمام مسلمانوں کا ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ہی چھوڑنا کیسے ممکن ہے۔ جبکہ مختلف

مَا جَاءَ خَاصًّا بِنَقْصِ الشَّهْرِ مَعَ قَوْلِهِ ﷺ: ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ))
 خاص طور پر مہینے کا (۲۹) دنوں کا ہونے اور آپ ﷺ کے فرمان ”دو مہینے ناقص نہیں ہوتے“ کے
 درمیان جمع و تطبیق کا بیان

فوائد: پوری حدیث یوں ہے: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: هَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعٌ وَعَشْرُونَ، آتَاهُ جَبْرِيلُ، فَقَالَ: قَدْ بَرَّتْ يَمِينُكَ وَقَدْ تَمَّ الشَّهْرُ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی تھی، جب (۲۹) دن گزر گئے تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ”آپ کی قسم پوری ہو گئی ہے، کیونکہ مہینہ گزر گیا ہے۔ (مسند احمد: ۱/۲۳۵)

(۳۷۰۰) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ: قِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ رُؤِيَ
هَذَا الشَّهْرُ لِتَسَعِ وَعَشْرِينَ، قَالَتْ: وَمَا

سعید کہتے ہیں: کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام
المؤمنین! اس ماہ کا چاند تو (۲۹) تاریخ کو نظر آ گیا ہے۔ انہوں
نے کہا: تمہیں اس پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ میں نے رسول

(٣٧٠٠) تخريج: استناده صحيح على شرط الشيخين- اخرجه البيهقي: ٤/ ٢٥٠، والدارقطني: ٢/

١٩٨، والطبرانی فی "الاوسط": ٥٢٤٥ (انظر: ٢٤٥١٨)

يُغْجِبُكُمْ مِنْ ذَلِكَ؟ لَمَّا صُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْتُ ثَلَاثِينَ۔ (مسند احمد: ۲۳/۲۵۰)

اللہ ﷺ کے ساتھ جو روزے رکھے، ان میں (۳۰) ایام کی بہ نسبت (۲۹) دن والے رمضان کے مہینے زیادہ تھے۔

(۳۷۰۱) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا صُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْتُ مَعَهُ ثَلَاثِينَ۔ (مسند احمد: ۳۷۷۶)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو روزے رکھے، ان میں (۳۰) دنوں کی بہ نسبت (۲۹) ایام والے رمضان کے مہینے زیادہ تھے۔

فوائد: یوں تو اسلامی مہینہ (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے یا (۳۰) دنوں، درج بالا روایات اور تجربات سے معلوم ہوا کہ رمضان اور ذوالحجہ بھی (۲۹، ۲۹) اور (۳۰، ۳۰) دنوں کے ہوتے رہتے ہیں، تو پھر درج ذیل حدیث کا کیا معنی ہوگا۔

(۳۷۰۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ، فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عِيْدٌ، رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ)) (مسند احمد: ۲۰۷۵۹)

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دو مہینے ناقص نہیں ہوتے، ان میں سے ہر ایک میں عید ہوتی ہے، وہ رمضان اور ذوالحجہ ہیں۔“

فوائد: عید الفطر کا مہینہ شوال ہے، نہ کہ رمضان، چونکہ یہ عید رمضان کی مناسبت کی وجہ سے اور رمضان کے متصل بعد ہوتی ہے، اس لیے رمضان کو عید والا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ رمضان اور ذوالحجہ ناقص نہیں ہوتے، اس جملے کے مختلف مفہیم بیان کیے گئے ہیں، درج ذیل دو اقوال زیادہ معتبر ہیں:

(۱) ان کی بیان شدہ فضیلت اور اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ (۲۹) دنوں کے ہوں یا (۳۰) کے۔

(۲) آپ ﷺ کا مقصود ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے گئے اعمال کی فضیلت بیان کرنا ہے، یعنی ان کا اجر و ثواب بھی ماہ رمضان سے کم نہیں ہوتا۔

(۳۷۰۱) تخریج: حسن لغیرہ۔ اخرجہ ابوداؤد: ۲۳۲۲، والترمذی: ۶۸۹ (انظر: ۳۷۷۶)

(۳۷۰۲) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۱۲، ومسلم: ۱۰۸۹ (انظر: ۲۰۴۸۵)۔ اخرجہ (انظر:)

وُجُوبُ النِّيَّةِ فِي الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ وَحُكْمُ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الصَّوْمُ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ أَوْ الْيَوْمِ

رات کو روزے کی نیت کر لینے کے وجوب اور اس شخص کے حکم کا بیان کہ جس پر رمضان کے مہینے یا اس کے کسی دن کے دوران روزے فرض ہو جاتے ہیں

(۳۷۰۳) عَنْ حَفْصَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ) زَوْجَةُ رَسُولِ سِيدِهِ هَضْمَةُ بَنِي لُثَيْمٍ سَعْدِيَّةٌ مَرُودِيَّةٌ هِيَ كَتَبَتْ لِي عَنْ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ وَكَتَبَتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ مَعَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ)) كَأَنَّكَ لَوْ رَزَعْتَ نَعْلًا لَمْ يَكُنْ لَكَ صِيَامٌ. (مسند احمد: ۲۶۹۸۹)

فوائد: ابو داود اور ترمذی میں ”مَعَ الْفَجْرِ“ کی بجائے ”قَبْلَ الْفَجْرِ“ کے الفاظ ہیں۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کر لے گا، اس کا روزہ نہیں ہوگا، لیکن اگلی روایات اور ان کی شرح سے یہ معلوم ہوگا کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے، جس نے فرضی روزہ رکھنا ہو اور اس کو اس روزے کا علم بھی ہو اور وہ جاگ بھی رہا ہو۔ مزید آپ بغور اگلی روایات اور ان کی شرح کا مطالعہ کریں گے۔

(۳۷۰۴) عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ سِيدَةِ عَائِشَةَ بَنِي لُثَيْمٍ سَعْدِيَّةٌ مَرُودِيَّةٌ هِيَ كَتَبَتْ لِي عَنْ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ رُزَعْتَ نَعْلًا لَمْ يَكُنْ لَكَ صِيَامٌ. اور پوچھتے: ”تمہارے ہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکوں؟ میں کہتی: جی نہیں، ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے، یہ سن کر آپ ﷺ فرماتے: ”تو پھر میں روزے دار ہوں۔“ پھر ایک دن آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میں نے کہا: ہمیں ایک ہدیہ دیا گیا تھا، ہم نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ”وہ کیا ہے؟“ میں نے کہا: حُنْسُ ہے، (یعنی کھجور، کھجور اور خیر کا حلہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آج تو میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے اسے کھالیا۔

فوائد: سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ ﷺ نے وہ کھانا کھالیا، تو سیدہ عائشہ بٹی لیا کو

(۳۷۰۳) تخریج: اسنادہ ضعیف، فیہ ابن لہیعۃ سبیء الحفظ، ثم انه اختلف علیہ۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۵۴، والترمذی: ۷۳۰، والنسائی: ۴/ ۱۹۶، وابن ماجہ: ۱۷۰۰ (انظر: ۲۶۴۵۷) (۳۷۰۴) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۵۴ (انظر: ۲۴۲۲۰)

بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے پاس روزے کی حالت میں تشریف لائے، لیکن آپ ﷺ نے جس کھایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، يَا عَائِشَةُ! إِنَّمَا مَنَزِلَةٌ مِّنْ صَّامٍ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ أَوْ غَيْرِ قَضَاءٍ رَمَضَانَ أَوْ فِي التَّطَوُّعِ بِمَنَزِلَةِ رَجُلٍ أَخْرَجَ صَدَقَةً مَّالِهِ فَعَادَ مِنْهَا بِمَا شَاءَ فَأَمْبَضَاهُ وَبَخَلَ مِنْهَا بِمَا بَقِيَ فَأَمْسَكَهُ۔)) ”جی ہاں، عائشہ! جس آدمی نے رمضان اور قضاے رمضان کے علاوہ کوئی نفلی روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال میں سے صدقہ کے لیے (کچھ رقم) نکالے، لیکن پھر اس میں سے جتنی مقدار چاہے صدقہ کر دے اور جتنی مقدار چاہے روک لے۔“ نسائی کی ایک اور روایت میں ہے: فَكَلَّ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا مِثْلُ صَوْمِ الْمُتَطَوُّعِ مِثْلُ الرَّجُلِ يُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ الصَّدَقَةَ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ حَبَسَهَا۔)) پس آپ ﷺ نے وہ کھانا کھایا اور فرمایا: ”نفلی روزہ رکھنے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال سے صدقہ کے لیے کچھ مال نکالتا ہے، لیکن پھر چاہے تو اسے صدقہ کر دے اور چاہے تو روک لے۔“ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی صدقہ کی نیت سے اپنے مال میں سے کچھ مال علیحدہ کرتا ہے، لیکن ابھی تک اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سارے معین مال کا صدقہ کر دے یا سارے کو روک لے، یا کچھ روک لے اور کچھ صدقہ کر دے۔ بالکل اسی طرح نفلی روزہ رکھنے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روزہ توڑ بھی سکتا ہے اور پورا بھی کر سکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت طلوع فجر کے بعد بھی کسی جاسکتی ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ متعلقہ آدمی نے سحری سے لے کر اس وقت تک کھایا پیا نہ ہو اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نفلی روزہ بلا عذر توڑا جاسکتا ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔

درج ذیل احادیث میں ایک انتہائی مسئلے کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ جس آدمی پر سحری کے وقت کے گزر جانے کے بعد روزہ فرض ہو، مثلاً: سحری کا وقت گزر جانے کے بعد کسی وقت میں پاگل کی دیوانگی کا دور ہو جانا، بچے کا بالغ ہو جانا، کافر کا مشرف باسلام ہونا اور رمضان کے چاند کے نظر آنے کی اطلاع موصول ہونا، ایسی صورتوں میں متعلقہ لوگ کیا کریں گے؟ درج ذیل احادیث میں ان سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۷۰۵) عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ: سَأَلْتُ الرَّبِيعَ بْنَ مُعَوِّذٍ عَنْ عَفْرَاءٍ ۖ عَنْهَا عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: ((مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ صَائِمًا؟)) قَالَ: قَالُوا: مَنَا الصَّائِمُ وَمَنَا الْمُفْطَرُ، قَالَ: ((فَاتِمُوا بِقِيَّةِ يَوْمِكُمْ وَأَرْسِلُوا إِلَى مَنْ

خالد بن ذکوان کہتے ہیں: میں نے سیدہ ربیع بنت معوذہ رضی اللہ عنہا سے یوم عاشور کے روزے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن پوچھا تھا: ”تم میں سے کس کس نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہوا ہے اور کسی نے نہیں رکھا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم بقیہ دن کا روزہ پورا کرو اور مدینہ

حَوْلَ الْمَدِينَةِ فَلْيُتِمُّوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ۔))
(مسند احمد: ۲۷۵۶۶)
منورہ کے گرد و نواح میں بھی اعلان کرا دو کہ وہ بھی بقیہ دن کا روزہ رکھ لیں۔

(۳۷۰۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعُ بْنُ مَعُوذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي قُرَى الْأَنْصَارِ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ صَائِمًا فَلْيُتِمِّمْ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ عَشِيَّةِ يَوْمِهِ۔))
(مسند احمد: ۲۷۵۶۵)
(دوسری سند) سیدہ ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی بستیوں میں یہ اعلان کرنے کے لیے ایک بندے کو بھیجا: ”جس نے روزہ رکھا ہوا ہو، وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے کچھ کھا پی لیا ہو، وہ بھی دن کے پچھلے پہر یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھ لے۔“

(۳۷۰۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ۸۷۰۱)
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث جیسی حدیث بیان کی ہے۔
(۳۷۰۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبِي الْمُنْهَالِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْخُزَاعِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا نَسْلَمَ: ((صُومُوا الْيَوْمَ۔)) قَالُوا: إِنَّا قَدْ أَكَلْنَا قَالَ: ((صُومُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ۔))
(مسند احمد: ۲۰۵۹۵)
یعنی یَوْمَ عَاشُورَاءَ۔ (مسند احمد: ۲۰۵۹۵)
سیدنا ابو منہال عبد الرحمن اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوم عاشورا کو بنو اسلم کے قبیلہ کے لوگوں سے فرمایا: ”آج روزہ رکھو۔“ انہوں نے کہا: ہم نے تو کھا پی لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بقیہ دن کا روزہ رکھ لو۔“

فوائد:..... شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ دو اہم فوائد پر مشتمل ہے:

(اول):..... ابتدائے اسلام میں عاشورا (محرم کی دس تاریخ) کا روزہ فرض تھا، جیسا کہ اس کے لیے کیے گئے اہتمام اور کھانا کھا لینے والوں کو دن کے باقی حصے کا روزہ رکھنے کے حکم سے عیاں ہو رہا ہے، کیونکہ نقلی روزے میں اس قسم کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا کہ صبح کھانا کھا لینے کے بعد اس کی تکمیل کی جائے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے (تہذیب السنن: ۳/۳۲۷) میں اس کی وضاحت کی ہے۔ نیز اس موضوع کی دیگر احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عاشورا کا روزہ فرض تھا، رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشورا کا روزہ مستحب قرار دیا گیا۔

(دوم):..... جس آدمی پر روزہ سحری کے وقت کے گزر جانے کے بعد فرض ہو، مثلاً: سحری کا وقت گزر جانے کے بعد کسی وقت پاگل کی دیوانگی کا دور ہو جانا، بچے کا بالغ ہو جانا، کافر کا مشرف باسلام ہونا اور رمضان کے چاند کے نظر

(۳۷۰۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۶۰، ومسلم: ۱۱۳۶ (انظر: ۲۷۰۲۵)

(۳۷۰۷) تخریج: صحيح لغيره (انظر: ۸۷۱۶)

(۳۷۰۸) تخریج: صحيح لغيره۔ أخرجه ابوداود: ۲۴۴۷، والنسائي: ۲۸۵۰ (انظر: ۲۰۳۲۹)

آنے کی اطلاع موصول ہونا۔ ان تمام صورتوں میں ان تمام افراد پر جب روزہ فرض ہوگا، اسی وقت ان کا نیت کر لینا کافی ہوگا، اگرچہ انھوں نے کھاپی بھی لیا ہو، مجبوری کی یہ حالتیں درج ذیل حدیث سے مستثنیٰ ہوں گی: ((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ)) ”جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا کوئی روزہ نہیں ہوگا۔“ یہ صحیح حدیث ہے، میں نے (صحیح ابی داؤد: ۲۱۱۸) میں اس کی تحقیق پیش کی ہے۔ ہم نے اس حدیث سے جو استدلال پیش کیا ہے، امام ابن حزم، امام ابن تیمیہ امام شوکانی اور دیگر محققین کی بھی یہی رائے ہے۔

اعتراض: اس حدیث کا تعلق تو یوم عاشورا سے ہے، جبکہ اس سے استدلال کر کے رمضان کے بارے میں جو دعویٰ پیش کیا گیا ہے، وہ عام ہے؟

جواب: لفظوں کی حد تک یہ اعتراض درست ہے، حقیقت یہ ہے کہ عاشورا کا روزہ بھی فرض تھا اور رمضان کے روزے بھی فرض ہیں، دونوں کا مشترک وصف فرضیت ہے، اس لیے ہمارا استدلال درست ہے۔ ابوالحسن سندھی نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں کہا: جو احادیث عاشورا کے روزے کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے، جس کے مطابق آپ ﷺ نے اس روزے کا اتنا اہتمام کیا کہ اس سے اس کا فرض ہونا لازم آتا ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ دوسری احادیث اس روزے کے منسوخ ہونے کی شہادت دیتی ہیں اور اس کی منسوجیت پر علمائے امت کا اتفاق ہے۔ لیکن اس روزے کے منسوخ ہونے کے باوجود اس سے یہ استدلال کرنا درست ہے کہ دن کو فرضی روزے کی نیت کی جاسکتی ہے۔ اس استدلال کے جواب میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ عاشورا کا روزہ تو منسوخ ہو چکا ہے، اس لیے اس حدیث سے کوئی استدلال کرنا بے معنی ہوگا، کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دو امور پر دلالت کرتی ہے:

(۱) عاشورا کا روزہ فرض ہے اور

(۲) دن کو بھی فرضی روزے کی نیت کی جاسکتی ہے۔

پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے، لیکن اس کے نسخ سے دوسرے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا۔

ابھی تک ایک مسئلہ باقی ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں پر رات کو روزے کی نیت کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے، جب ان کو روزے کا علم ہو، اگر طلوع فجر کے بعد دن کے کسی حصے میں پتہ چلے کہ آج تو یکم رمضان ہے، تو ایسی صورت میں اسی وقت نیت کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اگر رات کو ہی رمضان کا چاند نظر آنے کا علم ہو جائے تو سحری سے پہلے روزے کی نیت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ مختلف نصوص شرعیہ میں یہی جمع و تطبیق حق ہے۔ امام ابن حزم کی (المحلی: ۱۱۶/۶) میں پیش کی گئی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے، انھوں نے اپنی بحث کے آخر میں کہا: سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے، جیسا کہ عبدالکریم جزری بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یکم رمضان کی صبح ہو جانے کے بعد یہ گواہی دی کہ انھوں نے رات کو چاند دیکھا تھا۔ ان کی اس شہادت کو معتبر سمجھتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز نے یہ حکم نافذ کیا: جس نے کچھ کھاپی لیا

ہے، وہ دن کے بقیہ حصے میں (کھانے پینے سے) رکا رہے اور جس نے کھایا یا نہیں، وہ اس دن کا روزہ پورا کرے۔
(المصنف لابن ابی شیبہ: ۶۹/۳ وسندہ صحیح علی شرط الشیخین)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے، وہ (الاختیارات العلمیۃ: ۶۳/۴) میں کہتے ہیں: دن کو فرض روزے کی نیت کر لینا بھی درست ہے، لیکن یہ حکم اس شخص کے لیے جسے رات کو روزوں کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور طلوع فجر کے بعد دن کے کسی وقت میں شہادتوں کے ذریعے رات کو رمضان کا چاند نظر آنے کا پتہ چلا، ایسا شخص بقیہ دن کا روزہ پورا کرے، اس پر کوئی قضا نہیں ہوگی، اگرچہ اس نے کچھ کھاپی بھی لیا ہو۔“

پھر امام ابن قیم اور امام شوکانی نے بھی یہی مسلک اختیار کیا، تفصیلی بحث کا خواہشمند درج ذیل کتب کا مطالعہ کرے:
مجموع الفتاوی: ۱۰۹/۲۵، ۱۱۷، ۱۱۸، زاد المعاد: ۲۳۵/۱۰، تہذیب السنن: ۳۲۸/۳، نیل الاوطار: ۱۶۷/۴ (صحیحہ: ۲۶۲۴)



الْإِفْطَارُ وَالسَّحُورُ وَآدَابُهُمَا افطار و سحری کے مسائل اور آداب

وَقْتُ جَوَازِ الْإِفْطَارِ روزہ افطار کرنے کا وقت

(۳۷۰۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((انْزِلْ يَا قُلَانُ، فَاجِدْ لَنَا)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَيْكَ نَهَارٌ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجِدْ)) قَالَ: فَفَعَلْ، فَنَاولَهُ فَشَرِبَ، فَلَمَّا شَرِبَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَغْرِبِ فَقَالَ: ((إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ هَهُنَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمَ)) (مسند احمد: ۱۹۶۱۴)

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر پر تھے، جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے فلاں! اتر اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابھی دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ”اتر اور ستو تیار کرو۔“ چنانچہ اس نے یہ کام کیا۔ آپ ﷺ نے ستو لے کر پیئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ سے مغرب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ”جب اس طرف سورج غروب ہو جائے اور اُدھر (مشرق) سے رات آجائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔“

(۳۷۱۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَدَعَا صَاحِبَ شَرَابِهِ بِشَرَابٍ فَقَالَ صَاحِبُ شَرَابِهِ: لَوْ أَمْسَيْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَمْ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: لَوْ أَمْسَيْتَ ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُولُ

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، چونکہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا اس لیے (افطاری کے وقت) آپ ﷺ نے پینے کا انتظام کرنے والے کو بلایا اور مشروب لانے کا حکم دیا۔ آگے سے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! شام تو ہو لینے دیں۔

(۳۷۰۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ومسلم: ۱۱۰۱ (انظر: ۱۹۳۹۵)

(۳۷۱۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

اللہ ﷻ: ((إِذَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هُنَا فَقَدْ حَلَّ الْإِنْفَارُ أَوْ كَلِمَةً هَذَا مَعْنَاهَا (وَفِي لَفْظٍ) إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)) (مسند احمد: ۱۹۶۳۳)

آپ ﷺ نے اسے دوبارہ بلایا، اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! شام تو ہو لینے دیں۔ تین بار ایسے ہوا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب (مشرق) سے رات آجائے تو افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔“ ایک روایت میں ہے: ”جب تم دیکھو کہ (مشرق) سے رات آگئی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔“

فوائد: ابو داؤد کی روایت میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کی یہ خدمت کرنے والے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ ”شام تو ہو لینے دیں۔“ یہ جملہ کہنے والے کا خیال تھا کہ جو روشنی اور سرفی نظر آ رہی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا، لیکن آپ ﷺ نے وضاحت کر دی کہ دن ختم ہو چکا ہے اور رات شروع ہو چکی ہے۔ یہ حدیث مبارکہ یہ درج ذیل تین اہم امور پر دلالت کرتی ہے: رسول اللہ ﷺ نے روزہ افطار کرنے میں غروب آفتاب کے فوراً بعد اس قدر جلدی فرمائی کہ صحابی یہ سمجھ رہا تھا کہ سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی تین دفعہ مراجعت کے باوجود حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا اور ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے نرمی و ملاطفت سے کام لیا۔ اگر کسی آدمی کو یہ اندیشہ ہونے لگے کہ عالم سے نسیان یا غلطی ہو رہی ہے اور اس بنا پر وہ یاد دہانی کرائے تو عالم کو چاہیے کہ اگر اس آدمی کو ہونے والے اشکال کی گنجائش موجود ہو تو اس کی بات محسوس نہ کرے اور اصل مسئلہ کی وضاحت کر دے۔

(۳۷۱۱) عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَقَالَ مَرَّةً جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هُنَا وَذَهَبَ النَّهَارُ مِنْ هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)) (يَعْنِي الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ - (مسند احمد: ۱۹۲)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب رات (مشرق) سے آجائے اور دن (مغرب) کی طرف سے چلا جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔“ آپ ﷺ کی مراد مشرق اور مغرب تھی۔

(۳۷۱۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَادْبَرَ النَّهَارُ وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)) (مسند احمد: ۱۹۲)

(دوسری سند) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب رات آجائے، دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔“

(۳۷۱۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۵۴، ومسلم: ۱۱۰۰ (انظر: ۱۹۲)

(۳۷۱۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

أَفْطَرَ الصَّائِمَ۔)) (مسند احمد: ۳۳۸)

(۳۷۱۳) عَنْ قُطْبَةَ بْنِ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَيِّدُنَا قُتَيْبَةُ بْنُ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَتْ هِيَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْطِرُ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ۱۶۸۳۸)

سیدنا قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب سورج غروب ہو جاتا تو آپ ﷺ روزہ افطار کر لیتے تھے۔

فوائد: ”جب رات آجائے، دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے“ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اور اول الذکر دونوں چیزوں کا اٹھنا غروب آفتاب پر ہے، جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو مشرق سے رات کی آمد شروع ہو جاتی اور دن تو ویسے ہی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جب سورج کی ٹکیہ غروب ہو جائے تو اسی وقت روزہ افطار کر دینا چاہیے اور مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے، وگرنہ یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہت لازم آئے گی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ خفی لوگ سورج غروب ہو جانے کے بعد مزید انتظار کرتے ہیں، بلکہ ایک خفی عالم کو ہم نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مزید انتظار کرنا تقویٰ ہے۔ لیکن یہ عجیب تقویٰ ہے، جو احادیث رسول پر عمل کرنے میں کوتاہی کا سبب بن رہا ہے۔ ہر کوئی یہ کلیہ تو تسلیم کرتا ہے کہ افطاری کا وقت یہی ہے، لیکن معلوم نہیں کہ عملاً تاخیر کرنے کا سبب کیا ہے۔

فَضْلُ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَمَا يُسْتَحَبُّ الْإِفْطَارُ بِهِ

روزہ جلدی افطار کرنے کی فضیلت اور اس امر کا بیان کہ کس چیز سے افطاری کرنا پسندیدہ ہے

(۳۷۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُوَخِّرُونَ)) (مسند احمد: ۹۸۰۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے، دین غالب رہے گا، یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کر دیتے ہیں۔“

(۳۷۱۵) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعَجَّلَهُمْ فِطْرًا)) (مسند احمد: ۷۲۴۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”میرے بندوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو سب سے جلدی روزہ افطار کرتے ہیں۔“

فوائد: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔)) (بخاری: ۱۹۵۷، مسلم: ۱۰۹۸) ”لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہیں گے، جب تک

(۳۷۱۳) تخريج: اسنادہ ضعيف لا بهام الرجل الراوى عن قطبة بن قتاڢة، ومحمد بن بن ثعلبة مستور الحال۔ اخرجه الطبرانى فى ”الكبير“: ۱۹ / ۳۸ (انظر: ۱۶۷۱۸)

(۳۷۱۴) تخريج: صحيح۔ اخرجه ابوداود: ۲۳۵۳، وابن ماجه: ۱۶۹۸ (انظر: ۹۸۱۰)

(۳۷۱۵) تخريج: اسنادہ ضعيف، قرة بن عبد الرحمن المعافى، الجمهور على تضعيفه، وتساھل بعضهم فوثقه۔ اخرجه الترمذی: ۷۰۰، ۷۰۱ (انظر: ۷۲۴۱)

جلدی افطاری کریں گے۔“

اور مسند احمد میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ((وَأَخْرُو السُّحُورَ)) کے الفاظ بھی ہیں، یعنی افطاری میں جلدی کرنے کے ساتھ ساتھ وہ سحری میں تاخیر بھی کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((بَكِّرُوا بِالْإِفْطَارِ، وَأَخْرُو السُّحُورَ)) ”افطاری میں جلدی کرو، لیکن سحری میں تاخیر کرو۔“ (السیوطی فی ”الجامع الكبير“، الدیلمی: ۲ / ۱ / ۳، صحیحہ: ۱۷۷۳)

سومعلوم ہوا کہ غروب آفتاب کے بعد فوراً افطاری کر لینی چاہیے، سحری میں تاخیر کرنے کا یہ معنی ہے کہ اس کو آخری وقت میں کھایا جائے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض فرقوں کی یہ عادت ہے کہ وہ افطاری کو غروب آفتاب سے مؤخر کرتے ہیں اور سحری کے بند ہونے کا اعلان وقت سے پہلے کر دیتے ہیں۔ ان روایات سے معلوم ہوا جو لوگ غروب آفتاب کے فوراً بعد افطاری کرتے ہیں، وہ خیر و بھلائی پر ہیں۔

(۳۷۱۶) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَا أَحْيَانًا يَبْعَثُهُ وَهُوَ صَائِمٌ فَيَقْدِمُ لَهُ عِشَاءً وَ قَدْ نُودِيَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ تَقَامُ وَهُوَ يَسْمَعُ فَلَا يَتْرُكُ عِشَاءَهُ وَلَا يَعْجَلُ حَتَّى يَنْقُضِيَ عِشَاءَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي، قَالَ: وَقَدْ كَانَ يَقُولُ: قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَعْجَلُوا عَنْ عِشَائِكُمْ إِذَا قُدِمَ إِلَيْكُمْ)) (مسند

امام نافع کہتے ہیں: بسا اوقات ایسے ہوتا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روزہ سے ہوتے اور وہ مجھے کھانا لانے کے لیے بھیجتے، مغرب کی اذان اور پھر اقامت بھی ہو جاتی اور وہ سن رہے ہوتے مگر نہ کھانا چھوڑتے تھے اور نہ جلدی کرتے تھے، اطمینان سے کھانا کھانے کے بعد جا کر مغرب کی نماز ادا کرتے، اور وہ کہتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”جب شام کا کھانا پیش کر دیا آجائے تو جلدی نہ کیا کرو۔“

احمد: ۶۳۵۹)

فوائد:..... عہد نبوی میں لوگ شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھاتے تھے۔

(۳۷۱۷) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ، وَفِي لَفْظٍ: فَإِنَّهُ لَهُ طَهُورٌ)) (وَفِي لَفْظٍ آخَرَ) فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ)) (مسند احمد: ۱۶۳۳۵)

سیدنا سلمان بن عامر الضبئی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی روزہ افطار کرے تو وہ کھجور کے ساتھ افطاری کرے، اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پانی سے افطاری کر لے، بیشک یہ خوب پاک کرنے والا ہے۔“

(۳۷۱۶) تخریج: أخرجه البخاري: ۶۷۳، ومسلم: ۵۵۹ (انظر: ۶۳۵۹)

(۳۷۱۷) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة الرباب۔ أخرجه الترمذی: ۶۹۵ (انظر: ۱۶۲۳۱)

فوائد: لیکن یہ ترتیب آپ ﷺ کی فعلی سنت سے ثابت ہے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: كَانَ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رُطَبَاتٍ فَعَلَى تَمْرَاتٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ۔ نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے تازہ کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ (سنن اربعہ، صحیحہ: ۲۸۴۰)

فَضْلُ وَقْتِ الْإِفْطَارِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ وَفَضْلُ مَنْ أَفْطَرَ صَائِمًا

افطار کے وقت کی فضیلت، افطاری کے وقت کی دعا اور روزہ دار کو افطاری کرانے کی فضیلت کا بیان (۳۷۱۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قَالَ: ((إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ فِطْرِ "ہر روز افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے عِتْقَاء۔" (مسند احمد: ۲۲۵۵۵) آزاد فرماتا ہے۔"

فوائد: رمضان کا مہینہ انتہائی باسعادت ہے، اللہ تعالیٰ کے راضی ہو جانے، جنت کے مل جانے اور جہنم سے دور ہو جانے کا اس مہینہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے، جب روزے دار بڑی خوشی کے ساتھ افطاری کر رہے ہوتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ جہنم سے آزادیاں عطا کر رہا ہوتا ہے۔

(۳۷۱۹) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اسے بھی روزے دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوتی۔" (مسند احمد: ۱۷۱۵۸)

فوائد: معلوم ہوا کہ روزے دار کو روزہ افطار کرانا بھی انتہائی مبارک اور فضیلت والا عمل ہے۔ مؤلف نے افطاری کی کسی دعا کا ذکر نہیں کیا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے: بِسْمِ اللَّهِ پڑھ کر افطاری کی جائے جیسا کہ کھانے کے آداب والی احادیث سے پتہ چلتا ہے، پھر افطاری کر کے درج ذیل دعائیں پڑھی جائیں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ((ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔)) جب نبی کریم ﷺ افطاری کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: "ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ

(۳۷۱۸) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۸۰۸۸، والبيهقي في "الشعب": ۳۶۰۵ (انظر: ۲۲۲۰۲)

(۳۷۱۹) تخریج: حسن بالشواهد۔ أخرجه مطولا ومختصرا الترمذی: ۸۰۷، ۱۶۳۰۱، وابن ماجه: ۲۷۵۹ (انظر: ۱۷۰۶۱)

الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔“ (پاس بچھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔) (ابوداؤد، نسائی)
 سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں روزہ افطار کیا اور یہ دعا کی:
 ((أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ الْآبَرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ۔)) (تمہارے ہاں
 روزے دار افطاری کرتے رہیں، نیکوکار لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتوں تمہارے لیے دعائے رست کرتے رہیں۔)
 (ابوداؤد، ابن ماجہ) عوام الناس میں معروف دعا ”اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ.....“ کی تمام اسانید میں ضعف پایا جاتا ہے۔

مَا جَاءَ مُشْتَرِكًا فِي تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَتَأْخِيرِ السُّحُورِ

روزہ جلدی افطار کرنے اور سحری دیر سے کھانے (دونوں چیزوں) کا اکٹھا بیان

(۳۷۲۰) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَزَالُ أُمْتِي بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَآخَرُوا السُّحُورَ۔)) (مسند احمد: ۲۱۶۳۷)
 سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”میری امت اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہے گی، جب تک
 روزہ افطار کرنے میں جلدی اور سحری کھانے میں تاخیر کرتی
 رہے گی۔“

(۳۷۲۱) عَنْ أَبِي عَاطِيَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا بِمَسْرُوقٍ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقُلْنَا لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قُلْنَا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَتْ: كَذَلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَالْآخَرُ أَبُو مُوسَى۔ (مسند احمد: ۲۴۷۱۶)
 ابو عطیہ کہتے ہیں: میں اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور کہا: اے ام المؤمنین! صحابہ کرام میں سے
 دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک روزہ جلدی افطار کرتا ہے اور
 نماز جلدی ادا کرتا ہے اور دوسرا آدمی روزہ بھی دیر سے افطار
 کرتا ہے اور نماز بھی تاخیر سے پڑھتا ہے۔ انہوں نے پوچھا:
 ان میں سے وہ کون ہے جو روزہ افطار کرنے میں اور نماز ادا
 کرنے میں جلدی کرتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ سیدنا عبد اللہ بن
 مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ بھی اسی
 طرح کیا کرتے تھے، دوسرا (تاخیر کرنے والا صحابی) سیدنا ابو
 موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہے۔

(۳۷۲۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: قُلْنَا لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ

(۳۷۲۰) تخریج: متن الحدیث صحیح بالا حدیث الاخری، وهذا اسناد ضعیف (انظر: ۲۱۳۱۲)

(۳۷۲۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۹۹ (انظر: ۲۴۲۱۲)

(۳۷۲۲) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول.

مُحَمَّدٌ ﷺ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ فَذَكَرَهُ۔ (مسند احمد: ۲۴۷۱۸)

جلدی کرتا ہے، اور دوسرا صبحائی نماز مغرب بھی تاخیر سے پڑھتا ہے اور روزہ بھی دیر سے افطار کرتا ہے،.....۔

فوائد:..... حدیث نمبر (۳۷۱۳) والے باب میں اس باب کے مسئلے کی وضاحت ہو چکی ہے۔

فَضْلُ السُّحُورِ وَالْأَمْرِ بِهِ سحری کی فضیلت اور اس کا حکم

(۳۷۲۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَهً))۔ (مسند احمد: ۱۰۱۸۸) ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سحری کھایا کرو، بیشک سحری کے کھانے میں برکت ہے۔“

(۳۷۲۴) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْبَرَكَهَةِ فِي السُّحُورِ وَالثَّرِيدِ۔ (مسند احمد: ۷۷۹۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سحری اور ثرید میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔

فوائد:..... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن درج ذیل حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے:

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((الْبَرَكَهَةُ فِي ثَلَاثٍ: الْجَمَاعَاتِ وَالثَّرِيدِ وَالسُّحُورِ))۔ ”تین چیزوں میں برکت ہے، جماعتوں میں، ثرید میں اور سحری کے کھانے میں۔“ (الشعب للبيهقي: ۲/۴۲۶/۲، المعجم الكبير، صحیحہ: ۱۰۴۵) روٹی کو چور کر شوربے میں بھگو کر بنائے ہوئے کھانے کو ثرید کہتے ہیں، یہ زود ہضم ہوتا ہے اور کھانے کی زیادہ مقدار سے کفایت کرتا ہے، مثلاً ایک انسان دو روٹیوں کی بھوک محسوس کر رہا ہے، لیکن ایک روٹی کا بنا ہوا ثرید اسے سیر کر سکتا ہے۔ اسی طرح سحری کا کھانا بھی بابرکت چیز ہے۔ کھانے میں ”برکت“ کے معانی اس میں زیادہ خیر کے ہونے کے ہیں۔

(۳۷۲۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَهً))۔ (مسند احمد: ۱۰۱۸۵) ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت گئے، جب آپ ﷺ سحری کا کھانا کھا رہے تھے،

(۳۷۲۳) تخریج: حدیث صحیح بطرقہ وشواہدہ۔ أخرجه النسائي: ۴ / ۱۴۱ (انظر: ۱۰۱۸۵)

(۳۷۲۴) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف ابن ابی لیلی۔ أخرجه عبد الرزاق: ۱۹۵۷۱، وابو یعلی:

۶۳۶۷ (انظر: ۷۸۰۷)

(۳۷۲۵) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه النسائي: ۴ / ۱۴۵ (انظر: ۲۳۱۱۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ برکت والا کھانا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے، پس اس کو نہ چھوڑو۔“

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ فَقَالَ: ((إِنَّهُ بَرَكَتُهُ، أَعْطَاكُمْوَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَلَا تَدَعُوهُ.)) (مسند احمد: ۱/۲۳۵)

سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں مجھے سحری کی دعوت دی اور فرمایا: ”اس بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔“

(۳۷۲۶) عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: ((هَلُمَّ إِلَى هَذَا الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ.)) (مسند احمد: ۱۷۲۷۳)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سحری کا کھانا بابرکت ہے، اس لیے اس کو نہ چھوڑا کرو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں۔

(۳۷۲۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((السَّحُورُ أَكَلُهُ بَرَكَتُهُ فَلَا تَدَعُوهُ وَلَوْ أَنْ يَجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ.)) (مسند احمد: ۱۱۴۱۶)

فوائد: عجیب بات ہے کہ بندہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیج رہا ہے اور فرشتے اس پر نزول رحمت کی دعا کر رہے ہیں، دراصل یہ روزے کی برکات ہیں اور روزے سے متعلقہ ہر چیز میں برکت آجاتی ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہو تو وہ کسی نہ کسی چیز کے ساتھ سحری کیا کرے۔“

(۳۷۲۸) عَنْ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَرَادَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَتَسَحَّرْ بِشَيْءٍ.)) (مسند احمد: ۱۵۰۱۳)

ابوقیس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے، وہ شام کو رات کے ابتدائی حصہ میں کھانا کم ہی کھاتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زیادہ تر سحری ہی

(۳۷۲۹) عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ وَقَلَّمَا يُصِيبُ مِنَ الْعِشَاءِ أَوَّلَ اللَّيْلِ

(۳۷۲۶) حَدِيثُ حَسَنِ الشَّوَاهِدِ - أَخْرَجَهُ ابُو دَاوُدَ: ۲۳۴۴، وَالنَّسَائِيُّ: ۱۴۵ / ۴ (انظر: ۱۷۱۴۳)

(۳۷۲۷) تَخْرِيجُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ (انظر: ۱۱۳۹۸)

(۳۷۲۸) تَخْرِيجُ: حَسَنٌ لغيره - أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۳ / ۸، وَابُو يَعْلَى: ۱۹۳۰، وَالطَّبْرَانِيُّ فِي "الْأَوْسَطِ": ۳۷۶۹ (انظر: ۱۴۹۵۰)

(۳۷۲۹) تَخْرِيجُ: أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ: ۱۰۹۶ (انظر: ۱۷۷۷۱)

فوائد:..... معلوم ہوا کہ اگر طبیعت کھانا کھانے پر آمادہ نہ ہو رہی ہو تو پھر بھی کھانے پینے کی معمولی مقدار استعمال کر کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

سحری کے وقت اور اس کو تاخیر سے کھانے کے مستحب ہونے کا بیان

(۳۷۳۰) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ (الطَّائِي) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ، قَالَ: ((صَلِّ كَذَا وَكَذَا وَصُمْ، فَإِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ فَكُلْ وَاشْرَبْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ، وَصُمْ ثَلَاثِينَ يَوْمًا إِلَّا أَنْ تَرَى الْهَيْلَالَ قَبْلَ ذَلِكَ.)) فَأَخَذْتُ خَيْطَيْنِ مِنْ شَعْرِ اسْوَدَّ وَأَبْيَضَ، فَكُنْتُ أَنْظُرُ فِيهِمَا فَلَا يَتَبَيَّنُ لِي، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ: ((يَا ابْنَ حَاتِمٍ إِنَّمَا ذَاكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ.)) (مسند احمد: ۱۹۵۹۳)

فوائد: مسند احمد کی ایک روایت اس طرح ہے: سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ (اور سحری کے وقت کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ سیاہ دھاگے سے سفید دھاگہ واضح ہو جائے) (سورہ بقرہ: ۱۸۷) تو میں نے دو رسیاں لیں، ایک سیاہ تھی اور دوسری سفید، میں نے ان کو اپنے تنکے کے نیچے رکھا، پھر ان کو دیکھنے لگا، لیکن نہ تو میرے لیے سفید سے سیاہ رسی اور نہ سیاہ سے سفید رسی واضح ہو رہی تھی، جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کیے کے

(٣٧٣٠) تخريج: حديث صحيح- أخرجه الترمذی: ٢٩٧٠، ٢٩٧١ (انظر: ١٩٣٧٥)

بارے میں بتلایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنْ كَانَ وَ سَادُكَ لَعَرِيضًا، اِنَّمَا ذَالِكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ)) ”تیرا تکیہ تو پھر بڑا وسیع ہوا، ارے اس سے مراد تو رات کی سیاہی سے دن کی سفیدی کا واضح ہونا ہے۔“ اس کو امام بخاری (۱۹۱۶) اور امام مسلم (۱۰۹۰) نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو سمجھنے کیلئے صرف عقل کافی نہیں ہے، بلکہ دوسری آیات و احادیث کی طرف رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔

(۳۷۳۱) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبِيتَ عِنْدَكَ اللَّيْلَةَ فَأُصَلِّيَ بِصَلَاتِكَ، قَالَ: ((لَا تَسْتَطِيعُ صَلَاتِي)) فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فَيُسْتَرُ بِثَوْبٍ وَأَنَا مَحَوَّلٌ عَنْهُ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ فَعَلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَفُتُّ مَعَهُ حَتَّى جَعَلْتُ أَضْرِبُ بِرَأْسِي الْجُذْرَانَ مِنْ طَوْلِ صَلَاتِهِ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ فَقَالَ: ((أَفَعَلْتُ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((يَا بِلَالُ! إِنَّكَ لَتَوُذِّنُ إِذَا كَانَ الصُّبْحُ سَاطِعًا فِي السَّمَاءِ وَلَيْسَ ذَلِكَ الصُّبْحُ، إِنَّمَا الصُّبْحُ هَكَذَا مُعْتَرِضًا)) ثُمَّ دَعَا بِسُحُورٍ فَتَسَحَّرَ. (مسند احمد: ۲۱۸۳۵)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں آج رات آپ کے ہاں بسر کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ ﷺ کی اقتدا میں رات کی نماز پڑھ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میرے والی نماز کی استطاعت نہیں رکھتے۔“ بہر حال رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور کپڑے کی اوٹ میں غسل کیا، جبکہ میرا رخ دوسری جانب تھا، پھر میں نے بھی اسی طرح کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز شروع کر دی، (اور اتنا لمبا قیام کیا کہ) میں (تھکاوٹ یا نیند کے غلبہ کی وجہ) سے اپنا سر دیوار پر مارتا تھا، پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان کہی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اذان دے چکے ہو؟“ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلال! تم جس وقت اذان کہتے ہو اس وقت روشنی آسمان کی طرف سیدھی جا رہی ہوتی ہے اور اس وقت صبح صادق نہیں ہوتی، صبح صادق تو اس وقت ہوتی ہے کہ جب روشنی (افق کے کناروں پر) پھیلتی ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے کھانا منگوا کر سحری کھائی۔

فوائد:..... یہ روایت تو ضعیف ہے، بہر حال آپ ﷺ واقعی طویل قیام کرتے تھے اور فجر کی بھی دو ہی اقسام ہیں: فجر کاذب اور فجر صادق۔ نماز فجر اور روزہ کے وقت کی ابتدا فجر صادق سے ہوتی ہے، فجر کاذب تو رات کا ہی حصہ ہے، جس میں سحری کرنا جائز ہوتا ہے اور نماز فجر ادا کرنا حرام، درج ذیل دو احادیث میں ان دو اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْفَجْرُ فَجْرَانِ، فَجْرٌ يُقَالُ لَهُ: ذَنْبُ السَّرْحَانِ، وَهُوَ الْكَاذِبُ يَذْهَبُ طَوْلًا، وَلَا يَذْهَبُ عَرْضًا، وَالْفَجْرُ الْآخَرُ يَذْهَبُ

(۳۷۳۱) تخریج: اسنادہ ضعیف، رشیدین بن سعد ضعیف، وسليمان بن ابی عثمان و حاتم بن ابی

عدی مجهولان (انظر: ۲۱۵۰۳)

عَرَضاً وَلَا يَذْهَبُ طَوَّلاً)) ”فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک فجرِ کاذب ہے، جس میں روشنی بھیڑیے کی دم کی طرح اوپر کواٹھتی ہے، نہ کہ چوڑائی میں اور دوسری فجر (صادق) ہے جس میں روشنی پھیلتی ہے، نہ کہ طولاً۔“

(بیہقی: ۳۷۷/۱، صحیحہ: ۲۰۰۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْفَجْرُ فَجْرَانِ: فَجْرٌ يَحْرُمُ فِيهِ الطَّعَامُ، وَتَحِلُّ فِيهِ الصَّلَاةُ، وَفَجْرٌ تَحْرُمُ فِيهِ الصَّلَاةُ، وَيَحِلُّ فِيهِ الطَّعَامُ۔)) ”فجر کی دو قسمیں ہیں: (۱) فجر (صادق) ہے، جس میں (سحری کا کھانا) کھانا حرام ہوتا ہے اور نماز (فجر) پڑھنا درست ہوتا ہے اور (۲) فجر (کاذب) ہے، جس میں نماز (فجر) کی ادائیگی حرام ہوتی ہے اور (سحری کا کھانا) کھانا درست ہوتا ہے۔“ (صحیح

ابن خزيمة: ۲/۵۲/۱، حاکم: ۴۲۵/۱، بیہقی: ۳۷۷/۱، ۴۵۷، ۲۱۶/۴، صحیحہ: ۶۹۳)

(۳۷۳۲) عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: تَسَحَّرْتُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَرَرْتُ بِمَنْزِلِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَأَمَرَ بِسَلْقَةِ، فَحُلِبْتُ وَبِقَدْرِ فُسَخَنْتُ ثُمَّ قَالَ: أَذُنُ فُكُلٍ فَقُلْتُ: إِنِّي أُرِيدُ الصَّوْمَ، فَقَالَ: وَأَنَا أُرِيدُ الصَّوْمَ، فَآكَلْنَا وَشَرَبْنَا ثُمَّ أَتَيْنَا الْمَسْجِدَ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ قَالَ حُذَيْفَةُ: هَكَذَا فَعَلَ بِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (وَفِي رِوَايَةٍ) هَكَذَا صَنَعْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَصَنَعَ بِي النَّبِيُّ ﷺ - قُلْتُ: أَبْعَدُ الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُوَ الصُّبْحُ غَيْرَ أَنْ لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ - (مسند احمد: ۲۳۷۵۳)

زیر بن حبیش کہتے ہیں: میں نے سحری کا کھانا کھایا اور اس کے بعد مسجد کی طرف چل دیا، میرا گزر سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے ہوا، میں ان کے ہاں چلا گیا، انہوں نے حال میں ہی بچہ جنم دینے والی ایک اونٹنی کا دودھ دوہنے اور ہنڈیا کو گرم کرنے کا حکم دیا اور مجھ سے کہا: قریب آؤ اور کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا: میں آج روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں، سو ہم نے کھانا کھایا اور دودھ پیا اور پھر ہم مسجد کی طرف چلے گئے، اتنے میں نماز کی اقامت کہہ دی گئی (اور ہم نے نماز پڑھی)، پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایسے ہی کیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ نے میرے ساتھ ایسے ہی کیا تھا۔ میں نے کہا: کیا صبح ہو جانے کے بعد؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، صبح ہو چکی تھی، بس ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

فوائد: ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اس حدیث کا مذکورہ بالا آخری جملہ، حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے، بلکہ

(۳۷۳۲) تخریج: رجالہ ثقات غیر عاصم بن بہدلہ، فہو صدوق حسن الحدیث، لکنہ قد خولف فی

رفع الحدیث، فقد رواہ من ہو اوثق منہ فوقہ۔ اخرجہ النسائی: ۴/ ۱۴۲، ورواہ ابن ماجہ: ۱۶۹۵

مختصراً (انظر: ۲۳۳۶۱)

(۳۷۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُوَمَّلٌ ثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ نَضْرٍ عَنْ حَدِيفَةَ بْنِ الَيْمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ يَلَالُ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ وَإِنِّي لَأُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبَلِي، قُلْتُ: أَبْعَدُ الصُّبْحِ؟ قَالَ: بَعْدُ الصُّبْحِ إِلَّا أَنَّهَُا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔ (مسند

سیدنا حدیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ اس وقت سحری کھا رہے ہوتے تھے، جبکہ میں اس وقت اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کبھی دیکھ سکتا تھا، میں (نصر) نے کہا: کیا صبح کے بعد؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، صبح کے بعد، البتہ ابھی سورج طلوع نہ ہوا ہوا تھا۔

(احمد: ۲۳۷۸۴)

(۳۷۳۴) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: قُلْتُ لِحَدِيثَةٍ: أَيُّ سَاعَةٍ تَسَحَّرْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ. (مسند

(دوسری سند) عامم نے کہا: میرا، نے سیدنا حدیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ انہوں نے کہا: بس دن ہو چکا تھا، البتہ سورج طلوع نہ ہوا تھا۔

(احمد: ۲۳۷۹۲)

فوائد:..... ان احادیث کی سندوں میں کچھ کلام ہے، بہر حال ان کے ظاہری مفہوم کا ادراک نہیں کیا جا رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ممکن ہے کہ سحری کے آخری وقت کھانے کو مبالغہ اس انداز سے بیان کر دیا ہو کہ بس سمجھو کہ سورج ہی جڑھ چکا تھا جبکہ حقیقت میں سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۷۳۵) عَنْ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَوْذَنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ:

سیدنا بلال بن رباع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو
نماز کی اطلاع دینے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں

(۳۷۳۳) تخريج: انظر الحديث السابق

(٣٧٣٤) تخريج: انظر الحديث السابق

(٣٧٣٥) تخريج: رجاله ثقات رجال الشيخين، الا ان عبيد الله بن معقل المزني لا يعرف له سماع من يلال.

اخرجه الطبراني: ١٠٨٢ (انظر: ٢٣٨٨٩)

ابُو أَحْمَدَ، وَهُوَ يُرِيدُ الصِّيَامَ فَدَعَا بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَسَقَانِي، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لِلصَّلَاةِ فَقَامَ يُصَلِّي بِغَيْرِ وُضوءٍ يُرِيدُ الصَّوْمَ۔ (مسند احمد: ۲۴۳۸۶)

حاضر ہوا، جبکہ آپ کا روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے پیالہ منگوا کر خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا، اس کے بعد آپ ﷺ نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وضو کے بغیر نماز پڑھنے لگے، آپ ﷺ روزے کا ارادہ رکھتے تھے۔

فوائد:..... وضو کے بغیر نماز پڑھنا، یہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اپنا فہم ہے، وگرنہ آپ ﷺ نے یا تو سونے سے پہلے وضو کیا ہوا ہوگا، جبکہ نیند سے آپ ﷺ کا وضو متاثر نہیں ہوتا تھا، یا ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے بیدار ہونے کے بعد وضو کیا ہو، لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ نہ چل سکا ہو۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ روزے کی ابتداء و انتہاء سے متعلق انتہائی واضح احکام موجود ہیں، ان کی روشنی میں ہی اس قسم کی احادیث کی تاویل کی جائے گی، مثلاً اس حدیث کی یہ تاویل ممکن ہے کہ آپ ﷺ روزہ رکھنے کا قصد رکھتے ہوں، لیکن وقت پر بیدار نہ ہو سکے ہوں، اس لیے جب آنکھ کھلی تو چونکہ وقت ختم ہو چکا تھا، لیکن اس رخصت سے مستفید ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے مختصر سی سحری کھالی، جس رخصت کا ذکر حدیث نمبر (۳۷۳۷) اور اس کے فوائد میں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۷۳۶) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَذَلِكَ فِي السَّحْرِ: ((يَا أَنَسُ! إِنِّي أُرِيدُ الصِّيَامَ فَأَطْعِمْنِي شَيْئًا)) قَالَ: فَجِئْتُهُ بِتَمْرٍ وَإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ بَعْدَ مَا أَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ: ((يَا أَنَسُ! أَنْظِرْ إِنْسَانًا يَأْكُلُ مَعِيَ)) قَالَ: فَدَعَوْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي شَرِبْتُ شَرْبَةً سَوِيقِي فَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ)) فَتَسَحَّرَ مَعَهُ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ۔ (مسند احمد: ۱۳۰۶۴)

سیدنا قتادہ سے روایت ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سحری کے وقت فرمایا: ”انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں، مجھے کوئی چیز کھلاؤ۔“ میں آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور پانی کا برتن لے کر حاضر ہوا، جبکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان کہہ چکے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”انس! کوئی آدمی ڈھونڈ کر لاؤ جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔“ میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر لایا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو ستویں چکا ہوں اور میرا روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔“ چنانچہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں ادا کی، اس کے بعد نکلے اور نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی۔

فوائد:..... اذان بلال سے مراد پہلی اذان ہے، جو فجر صادق کے طلوع ہونے سے کچھ وقت پہلے دی جاتی تھی۔

(۳۷۳۷) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الرَّجُلُ يُرِيدُ الصِّيَامَ وَالْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ لِيَشْرَبَ مِنْهُ فَيَسْمَعَ السِّدَاءَ؟ قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا نَحْدُثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لِيَشْرَبَ..)) (مسند احمد: ۱۴۸۱۴)

ابو زبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی روزہ رکھنا چاہتا ہے اور کوئی چیز پینے کے لیے برتن اس کے ہاتھ میں ہے، لیکن اسی وقت اذان کی آواز آ جاتی ہے (تو وہ کیا کرے)؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں یہ بیان کیا جاتا تھا کہ (ایسی صورت حال کے بارے میں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”وہ پی لے۔“

فوائد: اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل روایت زیادہ واضح ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمْ الْآذَانَ وَالْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ، فَلَا يَدْغُهُ حَتَّى يَقْضِيَ مِنْهُ..)) ”جب تم میں سے سحری کھانے والا اذان سنے، جبکہ پیالہ اس کے ہاتھ پر ہو، تو وہ ضرورت پوری کرنے تک اسے نہ رکھے۔“ (مسند احمد: ۲/۴۲۲، ابوداؤد: ۲۳۵۰)

(۳۷۳۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَدَّانَ الْمُؤَذِّنُ، صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَحَرَّمَ الطَّعَامَ، وَكَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔ (مسند احمد: ۲۶۹۶۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی موزن اذان کہتا تو آپ ﷺ دو رکعتیں ادا فرماتے اور (روزے دار کے لیے) کھانا حرام کر دیتے، اور جب تک صبح (صادق) طلوع نہ ہو جاتی تھی، اس وقت تک اذان نہیں دی جاتی تھی۔

صِفَةُ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَالْفَجْرِ الْكَاذِبِ وَمَا جَاءَ فِي آذَانَ بِلَالٍ وَابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ

صبح صادق اور کاذب کی کیفیت اور سیدنا بلال اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذانوں کا بیان

(۳۷۳۹) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ آذَانُ بِلَالٍ، وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ، وَلَكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيرَ فِي الْأَقْي..)) (مسند احمد: ۲۰۴۲۰)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اور صبح کاذب تم کو سحری کھانے سے نہ روکے، ہاں جب افق میں پھیلنے والی روشنی یعنی صبح صادق ہو جائے (تو کھانے سے رک جاؤ)۔“

فوائد: کیونکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیتے تھے، جو طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے رات کو دی جاتی ہے۔

(۳۷۳۷) تخریج: حسن لغیرہ (انظر: ۱۴۷۵۵)

(۳۷۳۸) حدیث صحیح۔ أخرجه البخاری: ۱۱۸۱، ومسلم: ۷۲۳ دون ذکر تحریم الطعام (انظر: ۲۶۴۳۰)

(۳۷۳۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۰۹۴ (انظر: ۲۰۱۵۸)

سُحُورِهَا فَتَقُولُ لِبَلَالٍ: اَمْهَلْ حَتَّى اَفْرُغَ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہتی: ذرا رک جاؤ، تاکہ میں سحری سے
مِنْ سُحُورِي۔ (مسند احمد: ۲۷۹۸۶) فارغ ہو جاؤں۔

فوائد: ان احادیث کا مفہوم تو یہی ہے کہ ان دو اذانوں میں معمولی وقفہ ہوتا تھا، لیکن الفاظ ایسے ہیں کہ
اس وقفے کی مقدار کا تعین نہیں کیا جاسکتا، البتہ درج ذیل حدیث، جس میں اس اذان کا مقصد بیان کیا گیا ہے، اس سے
اس وقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا
يَمْنَعَنَّ أَحَدُكُمْ إِذَا نُبِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدِّنُ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ فَأَتِيَكُمْ وَلِيُنَبِّئَكُمْ نَائِمَكُمْ))۔ ”سیدنا
بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کسی کو سحری سے نہ روکنے پائے، کیونکہ وہ تو رات کو اس لیے اذان دیتے ہیں، تاکہ قیام کرنے والے کو
لوثا دے اور سونے والوں کو بیدار کر دے۔“ (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ اذان اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ قیام کرنے والے قیام بند کر دیں اور سونے
والے نماز فجر کی تیاری کے لیے جاگ جائیں۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ فجر کی دو اذانوں کے مؤذن سیدنا بلال
اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے، اس باب کی اکثر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سحری والی اذان دیتے تھے،
لیکن سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا سحری والی اذان دینا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا فجر والی اذان دینا بھی ثابت ہے۔

مِقْدَارُ مَا بَيْنَ الْفَرَاغِ مِنَ السُّحُورِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ

سحری سے فراغت اور نماز فجر کے درمیان کے وقفہ کی مقدار کا بیان

(۳۷۴۶) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور
ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی، پھر جب وہ سحری سے
فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُورِهِمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔
إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَقُلْنَا لَأَنَسٍ: كَمْ كَانَ قَتادہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان کا سحری
بَيْنَ فَرَغِهِمَا مِنْ سُحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا سے فارغ ہونے اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا وقفہ
فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدَرُ مَا يَقْرَأُ رَجُلٌ تھا؟ انھوں نے کہا: ایک آدمی کا پچاس آیات پڑھ لینے کے
خَمْسِينَ آيَةً۔ (مسند احمد: ۱۲۷۶۹) برابر وقفہ تھا۔

فوائد: سحری سے فراغت اور نماز فجر کے آغاز کے درمیان پچاس آیتوں کے برابر وقفہ تھا، تقریباً (۱۲، ۱۳)
منٹوں میں اتنی تلاوت کی جاسکتی ہے، دوسری نصوص کی روشنی میں سحری اور نماز کے اوقات معین ہیں، لیکن اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان اور جماعت میں تھوڑا سا وقفہ ہوتا تھا اور یہ اس وقت ممکن ہے جب لوگ اس نماز کے وقت
سے پہلے بیدار ہو چکے ہوں اور اسی مقصد کے لیے پہلی اذان دی جاتی تھی۔

(۳۷۴۷) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، قُلْتُ: (وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ لَزَيْدٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدَّرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً - (مسند احمد: ۲۱۹۱۸) میں ایک آدمی پچاس آیات پڑھ لیتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کی، اس کے بعد ہم مسجد میں چلے گئے اور وہاں نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ میں نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان دونوں کاموں کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے کہا: اتنا کہ جتنی دیر

مَا يُبْطِلُ الصَّوْمَ وَمَا يُكْرَهُ وَمَا يُبَاحُ

روزے کو باطل کر دینے والے اور دورانِ روزہ مکروہ اور مباح امور کا بیان

ان امور کے ابواب جن سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور ان امور کا بیان جو روزہ کی حالت میں مکروہ یا مباح ہیں۔

الْحَجَامَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کا بیان

(۳۷۴۸) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ زَمَنَ الْفَتْحِ عَلَى رَجُلٍ يَخْتَجِمُ بِالْبَقِيعِ لَثْمَانِي عَشْرَةَ خَلْتٍ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي فَقَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ الْمَخْجُومُ)) (مسند احمد: ۱۷۲۴۱)

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بقیع مقام پر سینگی لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کا واقعہ تھا اور آپ ﷺ نے میرا ہاتھ بھی پکڑا ہوا تھا، (اسے دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔“

(۳۷۴۹) وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ: قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ وَأَنَا أَخْتَجِمُ فِي ثَمَانِي عَشْرَةَ خَلْوَنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَخْجُومُ)) (مسند احمد: ۱۷۲۵۹)

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، جبکہ میں سینگی لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کی بات تھی، آپ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔“

(۳۷۵۰) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ سِنَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سَيْدَنَا مَعْقِلَ بْنَ سِنَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

(۳۷۴۷) تَخْرِيج: أخرجه البخاری: ۱۹۲۱، ومسلم ۱۰۹۷ (انظر: ۲۱۵۸۵)

(۳۷۴۸) تَخْرِيج: إسناده صحيح على شرط مسلم - أخرجه أبو داود: ۲۳۶۹ (انظر: ۱۷۱۱۲)

(۳۷۴۹) تَخْرِيج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۵۰) تَخْرِيج: صحيح لغيره - أخرجه ابن أبي شيبة: ۴۹ / ۳، والطبرانی في "الكبير": ۵۴۷ / ۲۰، والنسائي في "الكبرى": ۳۱۶۷، والبخاري: ۱۰۰۱ (انظر: ۱۵۹۴۴)

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ لَثْمَانِي عَشْرَةَ، قَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)) (مسند احمد: ۱۶۰۴۰)

اس کے پاس سے گزرے، جبکہ وہ سینگی لگوار رہا تھا، اس دن ماہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ افطار ہو گیا۔“

(۳۷۵۱) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى عَلَى رَجُلٍ يَحْتَجِمُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)) (مسند احمد: ۲۲۷۴۱)

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو ماہ رمضان میں سینگی لگوار رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔“

(۳۷۵۲) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)) (مسند احمد: ۱۵۹۲۲)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔“

(۳۷۵۳) وَعَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ (مسند احمد:)

سیدنا بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

(۳۷۵۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ (مسند احمد: ۲۲۶۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(۳۷۵۵) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ (مسند احمد: ۹۵۷۶)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ سے یہی حدیث بیان کی ہے۔

فوائد:..... یہ حدیث متواتر ہے، اٹھارہ صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے، جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اس حدیث کے درج ذیل دو معانی میں سے ایک معنی مراد لیا جاسکتا ہے:

(۱) یہ منسوخ ہو گئی ہے، اس دعوے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے، جو ۸ھ میں پیش آیا تھا اور اگلے باب کی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا واقعہ حجة الوداع کے موقع کا ہے، جو ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سینگی لگوانے کی کراہت والا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگوار رہے تھے، وہاں سے نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ”ان دو افراد نے تو روزہ توڑ دیا ہے۔“ لیکن پھر

(۳۷۵۱) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجه ابو داود: ۲۳۶۷، وابن ماجه: ۱۶۸۰ (انظر: ۲۲۳۸۲)

(۳۷۵۲) تحريج: حديث صحيح۔ اخرجه الترمذی: ۷۷۴ (انظر: ۱۵۸۲۸)

آپ ﷺ نے روزے دار کو سبکی لگانے کی اجازت دے دی تھی۔ اسی لیے سیدنا انس روزے کی حالت میں سبکی لگوا لیتے تھے۔ (سنن دارقطنی)

(۲) یہ حدیث محکم ہے، لیکن اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے دو آدمی روزہ توڑنے کے درپے ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح کہ سبکی لگانے والے کے پیٹ میں خون اتر سکتا ہے اور لگوانے والا اتنا کمزور ہو سکتا ہے کہ بعد میں ممکن ہے کہ اسے روزہ توڑنا پڑے۔ اگلے باب کی پہلی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرا معنی رائج ہے اور اگر مفادات روزہ پر غور کیا جائے تو پھر بھی یہی معنی مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک آدمی کا خون نکالا جا رہا ہے اور نکالنے والا منہ کے ذریعے چوس کر باہر پھینک دیتا ہے اور ان دونوں چیزوں کا روزہ کے ٹوٹ جانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

الرخصة في ذالک

روزے کی حالت میں سبکی لگوانے کی رخصت کا بیان

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے انہیں روزے میں وصال کرنے اور روزہ دار کو سبکی لگوانے سے منع تو فرمایا ہے، لیکن آپ ﷺ نے ان کاموں کو حرام نہیں کیا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کو اپنے کسی صحابی پر حرام نہیں فرمایا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے روزے اور احرام کی حالت میں سبکی لگوائی، پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی تھی، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے روزے دار کے لیے سبکی لگوانے کو ناپسند کیا ہے۔

(دوسری سند) انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے روزہ اور احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سبکی لگوائی، (جبکہ آپ ﷺ سفر پر تھے)۔

(۳۷۵۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ وَالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ إِنْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا (وَفِي لَفْظٍ): وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ۔ (مسند احمد: ۲۳۴۵۹)

(۳۷۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اخْتَجَمَ صَائِمًا مُحْرَمًا، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَلِذَا لِكَ كَرِهَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ۔ (مسند احمد: ۲۲۲۸)

(۳۷۵۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ۱۹۴۳)

(۳۷۵۶) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخر جہ ابوداؤد: ۲۳۷۴ (انظر: ۲۳۰۷۱)

(۳۷۵۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، نصر بن ضعیف، والحجاج بن ارطاة مدلس وقد عنعن۔ آخر جہ بویعلی: ۲۴۴۹، والطبرانی: ۱۱۳۲۰، والبخاری: ۱۰۱۵ (انظر: ۲۲۲۸)

(۳۷۵۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد۔ آخر جہ الترمذی: ۷۷۷ (انظر: ۱۹۴۳)

(۳۷۵۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اخْتَجَمَ بِالْفَاحَةِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۱۸۶)

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ”قاحہ“ مقام پر سیٹگی لگوائی، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

فوائد:..... مدینہ کے جنوب مغرب میں (۹۵) کلومیٹر فاصلے پر ”قاحہ“ مقام واقع ہے۔

(۳۷۶۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) قَالَ: اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اخْتِجَامَةً فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۲۴۳)

(چوتھی سند) رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں سر پر سیٹگی لگوائی تھی۔

فوائد:..... تمام روایات کا حکم آپ کے سامنے ہے، صحیح بخاری کی روایت کا درج ذیل متن اس معاملے میں فیصلہ کن ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ، وَاخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں سیٹگی لگوائی اور احرام کی حالت میں سیٹگی لگوائی۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں علیحدہ اور روزے کی حالت میں علیحدہ سیٹگی لگوائی، ان دو چیزوں کو ایک حالت پر محمول کرنا وہم ہے۔

(۳۷۶۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَحَسَنٌ قَالَا ثَنَا ثَابِتٌ ثَنَا هَلَالُ بْنُ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عِكْرِمَةَ عَنِ الصَّائِمِ اِيَحْتَجِمُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا كُرِهَ لِلضَّعْفِ، ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ أَكْلَةٍ أَكَلَهَا مِنْ شَاةٍ مَسْمُومَةٍ سَمَنَهَا امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ۔ (مسند احمد: ۳۵۴۷)

ہلال بن عکرمہ کہتے ہیں: میں نے عکرمہ سے پوچھا کہ کیا روزے دار سیٹگی لگوا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناپسند کیا گیا ہے، پھر انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں سیٹگی تو لگوائی تھی، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے زہریلی بکری کا گوشت کھالیا تھا، جو خیر والوں کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو کھلائی تھی۔

فوائد:..... دونوں ابواب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ روزے دار سیٹگی لگوا سکتا ہے۔

(۳۷۵۹) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه الطبرانی: ۱۲۰۵۳ (انظر: ۲۱۸۶)

(۳۷۶۰) تخریج: اخرجه البخاری: ۵۷۰۰ (انظر: ۲۲۴۳)

(۳۷۶۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه الطبرانی: ۱۱۶۹۹ (انظر: ۳۵۴۷)

الْقِيَاءُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کو قے آ جانے کا بیان

معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور اس طرح روزہ افطار کر دیا۔ اس کے بعد میں دمشق کی جامع مسجد میں مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کو ملا اور ان سے کہا: ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آ گئی تھی، اس طرح آپ ﷺ نے روزہ افطار کر دیا تھا۔ انھوں نے کہا: جی، انھوں نے درست کہا، پھر میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی بہایا تھا۔

(دوسری سند) سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے از خود قے کی تھی، اس طرح آپ ﷺ نے روزہ افطار کر لیا، اس کے بعد پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس روزے دار پر قے غالب آ جائے تو اس پر کوئی قضائی نہیں، لیکن جو از خود قے کرے تو وہ روزے کی قضائی دے۔“

سیدنا فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ایک ایسے دن میں تشریف لائے، جس کا آپ ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن ہوا یوں کہ آپ ﷺ نے پانی والا برتن منگوایا اور پانی پی لیا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو اس دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے

(۳۷۶۲) عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاءَ فَأَفْطَرَ، قَالَ: فَلَقِيتُ ثُوبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ أَخْبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ: صَدَقَ، أَنَا صَبَّيْتُ لَهُ وَضُوءَهُ۔ (مسند احمد: ۲۲۷۴۰)

(۳۷۶۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَقَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَفْطَرَ فَأَتَى بِمَاءٍ فَوَضَّأَ۔ (مسند احمد: ۲۸۰۸۷)

(۳۷۶۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قِضَاءٌ وَمَنْ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ))۔ (مسند احمد: ۱۰۴۶۸)

(۳۷۶۵) عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ فَصَّالَةَ الْإِنصَارِيِّ سَمِعَتْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي يَوْمٍ كَانَ يَصُومُهُ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ فَشَرِبَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ كُنْتَ تَصُومُهُ، قَالَ: ((أَجَلُ

(۳۷۶۲) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۲۳۸۱، والترمذی: ۸۷، (انظر: ۲۲۳۸۱)

(۳۷۶۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۶۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه ابوداود: ۲۳۸۰، والترمذی: ۷۲۰، ابن ماجہ: ۱۶۷۶، (انظر: ۱۰۴۶۳)

(۳۷۶۵) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابن ماجہ: ۱۶۷۵، (انظر: ۲۳۹۳۵)

وَلَكِنْ قَنْتُ) (مسند احمد: ۲۴۴۳۲) فرمایا: ”جی ہاں، لیکن میں نے تے کر دی تھی۔“

(۳۷۶۶) عَنْ أَبِي الْجَوْدِيِّ عَنْ بَلَجٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ وَكَانَ قَاصَّ النَّاسِ بِقُسْطَنْطِينِيَّةَ، قَالَ: قِيلَ لثَوْبَانَ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاءَ فَأَفْطَرَ - (مسند احمد: ۲۲۷۳۰)

ابو شیبہ مہری، جو قسطنطنیہ میں لوگوں کے واعظ (معتبر قصہ گو) تھے، کہتے ہیں: کسی نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کریں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تے کی اور اس طرح روزہ افطار کر دیا۔

فوائد:..... جن روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تے مطلق طور پر روزے کو توڑ دیتی ہے، ان کو حدیث نمبر (۳۷۶۳) کی روشنی میں سمجھیں گے، یعنی اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر تے کر دیتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور وہ قضائی دے گا، لیکن جس آدمی پر تے غالب آجائے تو اس کا روزہ سالم رہے گا۔

جَوَازُ السَّوَالِ وَالْمَضْمُضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ وَالْإِغْتِسَالِ مِنَ الْحَرِّ لِلصَّائِمِ
روزے دار کے لیے مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی چڑھانے اور گرمی کی وجہ سے غسل کرنے کے جواز کا بیان

(۳۷۶۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا لَا أَعُدُّ وَلَا أَحْصِي، يَسْتَاكُ (وَفِي لَفْظٍ يَتَسَوَّكُ) وَهُوَ صَائِمٌ - (مسند احمد: ۱۵۷۷۶)

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے بے شمار مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے۔

(۳۷۶۸) عَنْ (عَمْرِو) بْنِ عَبْسَةَ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَضْمُضَ وَاسْتَنْشَقَ فِي رَمَضَانَ - (مسند احمد: ۱۷۱۴۲)

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہِ رمضان میں کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

(۳۷۶۹) عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْكُبُ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ سقیم مقام پر آپ کے سر پر گرمی یا پیاس کی وجہ سے پانی ڈالا جا رہا تھا، جبکہ آپ ﷺ روزے دار تھے، پھر آپ ﷺ

(۳۷۶۶) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه الطيالسي: ۹۹۳، وابن أبي شيبة: ۳/ ۳۹، والبيهقي: ۴/ ۲۲۰ (انظر: ۲۲۳۷۲)

(۳۷۶۷) تخریج: حسن لغیرہ - أخرجه ابوداود: ۲۳۶۴، والترمذی: ۷۲۵ (انظر: ۱۵۶۸۸)

(۳۷۶۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لا تقطاعہ، کثیر بن زیاد لم یدرک عمرو بن عبسہ (انظر: ۱۷۰۱۷)

(۳۷۶۹) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه ابوداود: ۲۳۶۵ (انظر: ۲۳۱۹۰)

عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ بِالسُّفْيَا، إِمَّا مِنَ الْحَرِّ وَإِمَّا مِنَ الْعَطَشِ، وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ صَائِمًا حَتَّى آتَى كَدِيدًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَافْطَرَ وَافْطَرَ النَّاسُ وَهُوَ عَامُ الْفَتْحِ - زَادَ فِي رِوَايَةٍ: قَالَ الَّذِي حَدَّثَنِي فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ - (مسند احمد: ۲۳۵۷۷)

نے روزہ قائم رکھا، یہاں تک کہ کدید مقام تک پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے پانی منگوا یا اور روزہ افطار کر دیا اور لوگوں نے بھی روزہ توڑ دیا، یہ فتح مکہ (کے سفر کے دوران کا) واقعہ ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مجھے بیان کرنے والے نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی شدت کی وجہ سے سر پر پانی ڈال رہے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

فوائد:..... نہانا، سر پر پانی ڈالنا، کلی کرنا، مسواک کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، ان سب امور کا روزہ کے ٹوٹنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ نہیں کرنا چاہیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ پانی حلق میں اتر جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَبَالِغٌ فِي الْأَسْتِشْقَاءِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا))۔ ”ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کر، مگر یہ کہ تو روزے دار ہو۔“ (سنن اربعہ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کلی اور مسواک کرتے وقت بداحتیاطی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح آنکھوں میں سرمہ ڈالنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کسی شرعی دلیل کے ذریعے روزے دار پر اس کی پابندی نہیں لگائی گئی اور جن احادیث میں سرمہ ڈالنے کی ترغیب دلائی گئی، ان کو کسی تخصیص یا قید کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا، البتہ ایسے قطروں کے ڈالنے سے بچنا جائے جن کے حلق پر اتر جانے کا خطرہ ہو۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ چونکہ روزے دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور محبوب ہوتی ہے، اس لیے روزہ کی حالت میں مسواک نہیں کرنا چاہیے، تاکہ وہ بوزاکی نہ ہو جائے، تو گزارش ہے کہ اس بو کا تعلق معدے کے خالی ہو جانے سے ہے، مسواک وغیرہ کے ذریعے منہ کی صفائی اور بات ہے اور معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے منہ کی بو کا متغیر ہو جانا اور بات ہے۔

الْقُبْلَةُ لِلصَّائِمِ

روزے دار کا (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا

(۳۷۷۰) عَنْ مَيْمُونَةَ (بِنْتِ سَعْدٍ) نَبِيَّ كَرِيمٍ ﷺ كِي خَادِمَةٍ سِيدَةٍ مَيْمُونَةٍ بِنْتِ سَعْدٍ بَنِي نَهْجٍ سَعْدِيٍّ مَرْوِيٍّ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَ: ((قَدْ أَفْطَرَ)) - (مسند احمد: ۲۸۱۷۷)

نبی کریم ﷺ کی خادمہ سیدہ میمونہ بنت سعد بنی نہج سعدی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس نے تو روزہ افطار کر دیا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی آیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا کہ وہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ یہ جواب سن کر ہم نے (ازراہ تعجب) ایک دوسرے کی طرف دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں کہ تم نے ایک دوسرے کی طرف کیوں دیکھا ہے، بات یہ ہے کہ بوڑھا آدمی اپنے اوپر کنٹرول کر سکتا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری رضی اللہ عنہ، جن کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا تھا اور انہوں نے بہت سے صحابہ کو پایا تھا، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: صحابہ کرام اس اندیشہ کی بناء پر مجھے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینے سے منع کیا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے اگلی چیز کی طرف تجاوز کر جاؤں اور آج کے مسلمان (تابعین) بھی اس سے (مطلق طور پر) منع کرتے ہیں اور (بطور دلیل) یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حفاظت حاصل تھی، وہ کسی دوسرے کے لیے تو نہیں ہے۔

(۳۷۷۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَ شَابٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَقْبِلْ وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ: ((لَا۔)) فَجَاءَ شَيْخٌ فَقَالَ: أَقْبِلْ وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) فَنَظَرَ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ عَلِمْتُ لِمَ نَظَرَ بَعْضُكُمْ إِلَيَّ بَعْضٍ إِنَّ الشَّيْخَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ۔)) (مسند احمد: ۷۰۵۴)

(۳۷۷۲) عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ الْعَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ مَسَحَ عَلَى وَجْهِهِ وَأَذْرَكَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كَانُوا يَنْهَوْنِي عَنِ الْقُبْلَةِ تَخَوُّفًا أَنْ أَتَقَرَّبَ لِأَكْثَرِ مِنْهَا، ثُمَّ الْمُسْلِمُونَ الْيَوْمَ يَنْهَوْنَ عَنْهَا وَيَقُولُونَ قَائِلُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَهُ مِنْ حِفْظِ اللَّهِ مَا لَيْسَ لِأَحَدٍ۔ (مسند احمد: ۲۴۰۶۹)

(۳۷۷۱) صححه الالبانی بالشواهد (صحیحہ: ۱۶۰۶)۔ أخرجه الطبرانی في "الكبير" (انظر: ۷۰۵۴)

(۳۷۷۲) تخريج: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔ أخرجه بنحوه الطحاوی في "شرح معانی الآثار":

۲/ ۹۵ (انظر: ۲۳۶۶۹)

الرَّخْصَةُ فِي الْقُبْلَةِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ إِلَّا لِمَنْ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ

روزے دار کے لیے (بیوی کا) بوسہ لینے اور اس کے ساتھ مباشرت کرنے کی رخصت ہے، ماسوائے اس شخص کے جسے اپنے نفس پر کوئی اندیشہ ہو

مباشرت: مباشرت کا اصل معنی ہے مرد کے چمڑے کا عورت کے چمڑے کو چھونا، وہ میاں بیوی کا مل کر بیٹھ جانے کی صورت میں ہو یا اکٹھا لیٹ جانے کی صورت میں، اس باب میں اس لفظ کا یہی معنی مراد ہے، اگرچہ اس کا اطلاق ”جماع“ پر بھی ہوتا ہے، جو کہ یہاں مراد نہیں ہے۔

(۳۷۷۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: هَشَشْتُ يَوْمًا فَقَبِلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا فَقَبِلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضَّمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ؟)) قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَفَيْمٍ)) (مسند احمد: ۱۳۸)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن مجھے راحت اور نشاط محسوس ہوا، سو میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، جبکہ میں روزے کی حالت میں تھا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آج میں نے ایک بہت بڑا کام کر بیٹھا ہوں اور وہ یہ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کر لو تو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہو گا؟“ میں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو (پھر اس بوسے کے بارے میں) کیا پوچھتے کیا ہو؟“ یعنی بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

فوائد:..... کوئی بھی مشروب ہو، اس کو نوش کرنے کے لیے اسے منہ میں ڈالا جاتا ہے، گویا منہ میں پانی ڈالنا پانی پینے کا داعیہ اور چابی ہے، لیکن کلی کے لیے منہ میں یہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا، یہی معاملہ بیوی کا بوسہ لینے کے حکم ہے، کہ یہ جماع کا داعیہ اور چابی ہے، لیکن صرف بوسہ لینے سے روزہ متاثر نہیں ہو گا۔

(۳۷۷۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ يَجْعَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا تَغْنِي الْفَرْجَ۔ (مسند احمد: ۲۴۸۱۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کے ساتھ) مباشرت کرتے یعنی جسم کے ساتھ جسم ملا لیتے تھے، البتہ اپنے اور اس کی شرمگاہ کے درمیان کپڑا رکھ لیتے تھے۔

(۳۷۷۳) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجہ ابوداؤد: ۲۳۸۵ (انظر: ۱۳۸)

(۳۷۷۴) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجہ مسلم: ۱۱۰۶ بلفظ ان رسول اللہ ﷺ کان یبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ (انظر: ۲۴۳۱۴)

علقہ اور ان کے ساتھی حج کے لیے روانہ ہوئے، کسی نے کہا: روزے دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی دو سال کے قیام اور روزوں کا اہتمام کر چکا تھا، اس نے یہ سن کر کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنی کمان لے کر تمہیں دے ماروں۔ علقہ نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچنے تک اس مسئلہ سے رک جاؤ۔ بالآخر وہ سارے لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ بھی لے لیتے تھے اور مباشرت بھی کر لیا کرتے تھے، بہر حال آپ ﷺ تم سب لوگوں سے زیادہ اپنی حاجت پر قابو پانے والے تھے۔ ساتھیوں نے کہا: ابوہل! اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود پوچھ لو۔ لیکن اس نے کہا: میں آج ان کے ہاں اس قسم کی گفتگو نہیں کروں گا۔ پھر انھوں نے سوال کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ بھی لے لیتے اور مباشرت بھی کر لیا کرتے تھے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے بوسہ دینے کے لیے میری طرف جھکے، میں نے کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔“ پھر آپ ﷺ میری طرف جھکے اور میرا بوسہ لیا۔

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بوسہ لیا، جب کہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں تھے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔

(۳۷۷۵) عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ: خَرَجَ عَلْقَمَةُ وَأَصْحَابُهُ حُجَّاجًا فَذَكَرَ بَعْضُهُمُ الصَّائِمَ يَقْبَلُ وَيُبَاشِرُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، قَدْ قَامَ سَتَتَيْنِ وَصَامَهُمَا هَمَمْتُ أَنْ أَخَذَ قَوْسِي فَأَضْرِبَكَ بِهَا قَالَ: فَكُفُّوا حَتَّى تَأْتُوا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَدَخَلُوا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَأَلُوهَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ وَيُبَاشِرُ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِارِزِيهِ، قَالُوا: يَا أَبَا شَيْبَةَ اسْأَلْهَا، قَالَ: لَا أَرَفْتُ عِنْدَهَا الْيَوْمَ، فَسَأَلُوهَا فَقَالَتْ: كَانَ يَقْبَلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۴۶۳۱)

(۳۷۷۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَهْوَى إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَقْبِلَنِي فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ: وَأَنَا صَائِمٌ، قَالَتْ: فَأَهْوَى إِلَيَّ فَقَبَّلَنِي۔ (مسند احمد: ۲۵۵۳۶)

(۳۷۷۷) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبَلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ صَحَّحَتْ۔ (مسند احمد: ۲۶۲۵۱)

(۳۷۷۵) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۰۶ (انظر: ۲۴۱۳۰)

(۳۷۷۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ومسلم: ۱۱۰۶ (انظر: ۲۵۰۲۲)

(۳۷۷۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۷۸) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَظْلُ صَائِمًا ثُمَّ يُقْبِلُ مَا شَاءَ مِنْ وَجْهِ حَتَّى يُفِطَرَ۔ (تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ روزہ رکھتے اور پھر افطار کرنے تک جس قدر چاہتے میرے چہرے کے بوسے لیتے۔

(مسند احمد: ۲۵۲۰۶)

(۳۷۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا عَفَّانُ قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ مُصَدِّعِ أَبِي يَحْيَى الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا۔ قُلْتُ: سَمِعْتُهُ مِنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے اور ان کی زبان کو چوس لیا کرتے تھے۔ عفان کہتے ہیں: میں نے محمد بن دینار سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ حدیث سعد بن اوس سے خود سنی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

(مسند احمد: ۲۵۴۲۹)

فوائد: اگر کوئی خاوند روزے کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان کو چوس لے تو ضروری ہے کہ ایک کالعب دوسرے کے پیٹ میں نہ جائے۔

(۳۷۸۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ: أَسَمِعْتُ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ فَسَكَتَ هُنَيْئَةً، ثُمَّ قَالَ: نَعَمْ۔ (مسند امام سفیان نے عبد الرحمن بن قاسم سے کہا: کیا تو نے اپنے باپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے دار ہوتے تھے؟ یہ سن کر عبد الرحمن بن القاسم کچھ دیر خاموش رہے، پھر کہا: جی ہاں۔

(احمد: ۲۴۶۱۱)

(۳۷۸۱) عَنْ أَبِي قَيْسٍ قَالَ: أَرْسَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ أَسْأَلُهَا، ابوقیس کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طرف بھیجا تاکہ میں ان سے سوال کروں کہ

(۳۷۷۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۷۹) تخریج: حدیث صحیح دون قولہ: ويمص لسانها، وهذا اسناد ضعيف لضعف محمد بن دينار۔

اخرجه ابوداود: ۲۳۸۶ (انظر: ۲۴۹۱۶)

(۳۷۸۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ومسلم: ۱۱۰۶ (انظر: ۲۴۱۱۰)

(۳۷۸۱) تخریج: اسنادہ ضعیف، فقد تفرد به موسى بن عُلَيَّ اللخمي وهو ليس بحجة اذا انفرد۔

اخرجه النسائي في "الكبرى": ۳۰۷۲، والطبرانی في "الكبير": ۲۳ / ۳۸۹ (انظر: ۲۶۵۳۳)

کیا رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے؟ اگر وہ نفی میں جواب دیں تو ان کو یہ کہو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں کو یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پس میں گیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں، میں نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں کو یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: ممکن ہے کہ آپ ﷺ ان کا بوسہ لے لیتے ہوں، کیونکہ آپ ﷺ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی، رہا مسئلہ میرا تو آپ ﷺ نے اس حالت میں میرا بوسہ نہیں لیا تھا۔

عبد اللہ بن فروخ کہتے ہیں کہ ایک خاتون نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا شوہر اس کا بوسہ لے لیتا ہے، جب کہ وہ دونوں روزے دار ہوتے ہیں، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ بھی میرا بوسہ لے لیا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ بھی روزے کی حالت میں ہوتے اور میں بھی روزے دار ہوتی۔

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ فَإِنْ قَالَتْ: لَا، فَقُلْ لَهَا إِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُخْبِرُ النَّاسَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ قَالَتْ: فَسَأَلَهَا أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ قَالَتْ: لَا، قُلْتُ: إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُخْبِرُ النَّاسَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ: لَعَلَّهُ إِيَّاهَا، كَانَ لَا يَتِمَّاكَ عَنْهَا حُبًّا، أَمَا إِيَّايَ فَلَا۔ (مسند احمد: ۲۷۰۶۸)

(۳۷۸۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ فَرْوَخٍ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: إِنْ زَوْجِي يَقْبَلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَأَنَا صَائِمَةٌ، فَمَا تَرَيْنِ؟ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَأَنَا صَائِمَةٌ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۳۳)

(۳۷۸۳) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۹۷۸)

(۳۷۸۴) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنَالُ مِنْ وَجْهِ بَعْضِ نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۹۷۷)

(۳۷۸۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۲۲، ومسلم: ۲۹۶، ۲۳۴ (انظر: ۲۶۵۰۰)

(۳۷۸۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۰۷ (انظر: ۲۶۴۴۶)

(۳۷۸۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۸۵) عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ) وَرَضِيَ عَنْهَا) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ - (مسند احمد: ۲۷۲۹۸)

زوجہ رسول سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

(۳۷۸۶) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ بَنِي سَدُوسٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْقُبْلَةَ لِلصَّائِمِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصِيبُ مِنَ الرُّؤُوسِ وَهُوَ صَائِمٌ - (مسند احمد: ۳۳۹۱)

بنو سدوس کے ایک شیخ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روزے دار کے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں سروں (والے اعضاء) کو استعمال کر لیتے تھے۔

(۳۷۸۷) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَ عَطَاءً: أَنَّهُ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِنَبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ ذَلِكَ)) فَأَخْبَرْتُهُ امْرَأَتَهُ فَقَالَ: إِنَّ لِنَبِيِّ ﷺ يُرَخِّصُ لَهُ فِي أَشْيَاءَ، فَارْجِعِي إِلَيْهِ، فَقَوْلِي لَهُ، فَارْجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُرَخِّصُ لَهُ فِي أَشْيَاءَ، فَقَالَ: ((أَنَا أَنْتَاكُمُ لِلَّهِ وَأَعْلَمُكُمْ بِحُدُودِ اللَّهِ)) (مسند احمد: ۲۴۰۸۲)

عطاء بن یسار کہتے ہیں: ایک انصاری آدمی نے مجھے بیان کیا کہ اس نے عہد رسالت میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا تھا، جب اس کی بیوی نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ کا رسول بھی ایسے کر لیتا ہے۔“ جب اس کی بیوی نے اسے جا کر بتایا تو اس نے کہا: نبی کریم ﷺ کو تو بعض چیزوں کی (خصوصی طور پر) رخصت دی جاتی ہے، تو جا اور دوبارہ پوچھ۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹی اور جا کر کہا: میرا شوہر کہتا ہے کہ آپ کو ﷺ کو تو بعض امور میں خصوصی اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کی حدود کو جاننے والا ہوں۔“

فوائد: درج بالا دو ابواب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خاوند روزے کی حالت میں اپنی بیوی

کا بوسہ لے سکتا ہے، اس ضمن میں حدیث نمبر (۳۷۷۱) اور (۳۷۷۵) سب سے زیادہ فیصلہ کن ہیں، یعنی بوسہ لینے

(۳۷۸۵) تخریج: حدیث صحیح، والصواب فیہ شتیر بن شکل عن حفصة، وهو الحديث السابق - اخرجہ النسائی فی "الکبریٰ": ۳۰۸۴، والطبرانی فی "الکبیر": ۲۳ / ۴۹۲ (انظر: ۲۶۷۶۲)

(۳۷۸۶) تخریج: صحیح، وهذا اسناد ضعیف لجهالة الشيخ من بنی سدوس - اخرجہ الطحاوی: ۲ / ۹۰ (انظر: ۳۳۹۱)

(۳۷۸۷) اسنادہ صحیح - اخرجہ عبد الرزاق: ۷۴۱۲، ومالك فی "الموطأ": ۱ / ۲۹۱ (انظر: ۲۳۷۳۲)

کا جواز تو ہر خاوند کے لیے ہے، لیکن جو شخص اپنی شہوت پر کنٹرول نہ کر سکتا ہو اور بوسے کی وجہ سے جماع تک معاملہ پہنچ جانے کا خطرہ ہو، وہ ہر صورت میں بوسہ لینے سے گریز کرے۔

مَنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا أَوْ مُتَاوِلًا
بھول کر یا تاویل کر کے کھاپی لینے والے کا بیان

(۳۷۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
وَعَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا
صَامَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا فَتَنَسَّى فَأَكَلَ وَشَرِبَ
فَلَيْتَمَ صَوْمُهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ))
(مسند احمد: ۹۱۲۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی آدمی نے روزہ رکھا ہوا ہو اور وہ بھول کر کھاپی لے لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔“

فوائد:..... اس حکم کا تعلق فرضی اور نفلی دونوں روزوں سے ہے۔

(۳۷۸۹) عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ دِينَارٍ عَنْ
مَوْلَاتِهَا أُمِّ إِسْحَاقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَتْ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَتْ بِقِصْعَةٍ مِنْ ثَرِيدٍ
فَأَكَلَتْ مَعَهُ وَمَعَهُ ذُو الْيَدَيْنِ فَنَاولَهَا رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ عَرَقًا، فَقَالَ: ((يَا أُمَّ إِسْحَاقَ!
أَصْبَبِي مِنْ هَذَا)) فَذَكَرْتُ أَنِّي كُنْتُ صَائِمَةً
فَبَرَدَتْ يَدِي لَا أَقْدِمُهَا وَلَا أُؤَخِّرُهَا فَقَالَ:
النَّبِيُّ ﷺ: ((مَالِكٍ؟)) قَالَتْ: كُنْتُ صَائِمَةً
فَنَسِيتُ فَقَالَ ذُو الْيَدَيْنِ: الْآنَ بَعْدَ مَا شَبِعْتَ؟
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَسَمَى صَوْمِكَ فَإِنَّمَا هُوَ
رِزْقٌ سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ)) (مسند احمد: ۲۷۶۰۹)

ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ سیدہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی، آپ ﷺ کے پاس ثرید کا پیالہ لایا گیا، میں نے اور سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ وہ کھانا کھایا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے گوشت والی ایک ہڈی دی اور فرمایا: ”ام اسحاق! یہ بھی کھا لو۔“ اس وقت مجھے یاد آیا کہ میرا تو روزہ تھا۔ میرا ہاتھ تو وہیں رک گیا، میں اسے آگے کر سکتی تھی نہ پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے کیا ہو گیا ہے؟“ میں نے کہا: ”میرا تو روزہ تھا اور میں بھول گئی تھی۔ سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: اب یاد آیا تجھے، سیر ہونے کے بعد۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنا روزہ پورا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ رزق تم کو مہیا کیا ہے۔“

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: رسول

(۳۷۸۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۶۶۶۹، ومسلم: ۱۱۵۵ (انظر: ۹۱۳۶)

(۳۷۸۹) تخریج: إسناده ضعيف لجهالة أم حكيم بنت دينار وبنار بن عبد الملك ضعيف۔ أخرجه الطبرانی فی

”الكبير“: ۲۵ / ۴۱۱ (انظر: ۲۷۰۶۹)

(۳۷۹۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۵۹ (انظر: ۲۶۹۲۷)

قَالَتْ: أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي يَوْمٍ غَيْمٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قُلْتُ لِهَشَامٍ: أُمِرُوا بِالْقَضَاءِ قَالَ: وَبُذِّ مِنْ ذَلِكَ - (مسند احمد: ۲۷۴۶۶)

اللہ ﷻ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں ایک دن بادل چھا گئے، (ہم نے سمجھا کہ سورج غروب ہو گیا) اس لیے ہم نے روزہ افطار کر لیا، لیکن بعد میں سورج نظر آنے لگ گیا۔ میں (ابو اسامہ) نے ہشام سے کہا: تو پھر لوگوں کو اس روزہ کی قضاء کا حکم دیا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: کیا اس کے بغیر بھی کوئی چارہ ہے؟

فوائد: حدیث کا آخری جملہ ”کیا اس کے بغیر بھی کوئی چارہ ہے؟“ ہشام بن عروہ کا اپنا استدلال ہے، ورنہ ایسی صورتحال میں ایسی خطا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ فوراً اپنی خطا سے باز آ کر روزہ مکمل کریں، کیونکہ یہ بھی بھولنے کی ہی ایک قسم ہے، ہم نے حدیث نمبر (۳۷۹۱۱ یا ۳۷۹۰۸) میں جس مسئلے پر بحث کی ہے، اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کسی آدمی کو سحری کا وقت گزر جانے کے بعد دن میں کسی وقت رمضان کا چاند نظر آنے کی خبر ملتی ہے تو وہ اسی وقت سے روزہ کی نیت کر لے گا اور اس پر کوئی قضائی نہیں ہوگی، اس حدیث میں مذکورہ مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے۔

حُكْمُ مَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا وَهُوَ صَائِمٌ

جنابت کی حالت میں صبح کرنے والے، جبکہ وہ روزے دار بھی ہو، کا بیان

(۳۷۹۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُوْدِيَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ وَأُحْدِثُكُمْ جُنُبٌ فَلَا يَصُومُ يَوْمَئِذٍ -)) (مسند احمد: ۸۱۳۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب صبح کی اذان ہو جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے۔“

فوائد: اس باب کی دیگر احادیث سے پتہ چلے گا کہ آپ ﷺ جنابت کی حالت میں روزہ رکھ کر بعد میں غسل کر لیا کرتے تھے، تو پھر اس حدیث کا کیا معنی ہوا؟ امام خطابی کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو منسوخ سمجھ جائے، دراصل یہ حکم ابتدائے اسلام میں اس وقت تھا، جب رات کو سونے کے بعد کھانے پینے کی طرح جماع حرام ہو جاتا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے طلوع فجر تک جماع کو جائز قرار دیا تو جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا بھی جائز ہو گیا، اس لیے اس حدیث کے اس حصے کہ ”جو جنابت کی حالت میں صبح کرے، وہ روزہ نہ رکھے“ کی یہ تاویل کی جائے گی کہ جو آدمی سونے کے بعد روزے کی حالت میں جماع کر لے، تو اس دن کا روزہ اسے کفایت نہیں کرے گا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی روایت کے مطابق فتویٰ دیا تھا، دراصل اس وقت ان کو نسخ کا علم نہیں تھا، پھر جب ان کو سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا پتہ چلا تو انھوں نے پہلے قول سے رجوع کر لیا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۱۰۹) سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ابن ابی شیبہ (۸۱/۳) میں ہے کہ سعید

بن مہدی نے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا کہ جو آدمی اس حال میں صبح کرے کہ وہ جنبی ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔

رجاء بن حیوہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ بن مہدی نے رمضان میں شادی کی، اس طرح اس کی جناب والی حالت میں ہی صبح ہو گئی، پس وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے یہ سوال کیا، انہوں نے جواباً کہا: روزہ افطار کر دو۔ یعلیٰ نے کہا: کیا اس طرح نہ ہو جائے کہ میں آج کا روزہ بھی مکمل کر لوں اور اس کے عوض ایک اور روزہ بھی رکھ لوں۔ انہوں نے کہا: افطار کر کر دے۔ یعلیٰ، مروان کے پاس پہنچ گیا اور یہ واقعہ ذکر کیا، مروان نے ابوبکر بن عبدالرحمن کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، پس انھوں نے سیدہ سے سوال کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا: رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے اور آپ ﷺ کا روزہ بھی ہوتا تھا اور آپ ﷺ یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، ابوبکر بن عبدالرحمن نے واپس جا کر مروان کو یہ حدیث بیان کی۔ اس نے کہا: جا کر یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتاؤ۔ ابوبکر بن عبدالرحمن نے کہا: وہ تو میرے ہمسائے ہیں، میرے ہمسائے ہیں (اس لیے میں ان کو یہ بات نہیں بتلا سکوں گا)۔ لیکن مروان نے کہا: میں تمہیں حتمی حکم دیتا ہوں کہ جا کر ان کو ملو اور (انہیں یہ حدیث بیان کرو)، پس وہ گیا اور ان سے جا ملا اور ان کو یہ حدیث بیان کر دی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خود تو یہ بات نبی کریم ﷺ سے نہیں سنی تھی، البتہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلائی تھی۔ ابن عوف کہتے ہیں: اس کے بعد جب میری ملاقات رجاء سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ سے یعلیٰ والی حدیث کس نے بیان کی تھی؟ انہوں نے کہا: خود یعلیٰ نے مجھے بیان کی تھی۔

(۳۷۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي نَنَا إِسْمَاعِيلُ أَنبَانَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيَوَةَ قَالَ: بَنِي يَعْلَى بْنُ مَتْبَهٍ فِي رَمَضَانَ فَأَصْبَحَ هُوَ جُنُبٌ، فَلَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: أَفْطِرُ، قَالَ: أَقْلًا أَصُومُ هَذَا الْيَوْمَ وَأَجْزُهُ مِنْ يَوْمٍ آخَرَ، قَالَ: أَفْطِرُ، فَأَتَى مَرْوَانَ فَحَدَّثَهُ فَأَرْسَلَ أَبَا بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ: قَدْ كَانَ يُصْبِحُ فِينَا جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يُصْبِحُ صَائِمًا فَرَجَعَ إِلَى مَرْوَانَ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ: أَلَوْ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ: جَارٌ جَارٌ، فَقَالَ: أَعَزُّمُ عَلَيْكَ، لِيَتْلُقَ بِهِ، فَلَقِيَهُ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَسْمَعُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّمَا أَنْبَأْنِيهِ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَقِيتُ رَجَاءً فَقُلْتُ: حَدِّثْ يَعْلَى مَنْ حَدَّثَكَ، فَقَالَ: إِنِّي حَدَّثْتُ.

(مسند احمد: ۱۸۲۶)

(۳۷۹۳) عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَتَّابٍ قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ: مَنْ أَصْبَحَ جُنْبًا فَلَا صَوْمَ لَهُ، قَالَ: فَأَرْسَلَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ أَنَا وَرَجُلًا آخَرَ إِلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ ۖ نَسْأَلُهُمَا عَنِ الْجُنُبِ يُصْبِحُ فِي رَمَضَانَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ، قَالَ: فَقَالَتْ إِحْدَاهُمَا: قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنْبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيُتِمُّ صِيَامَ يَوْمِهِ، وَقَالَتِ الْآخَرَى: كَانَ يُصْبِحُ جُنْبًا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَحْتَلِمَ ثُمَّ يَتِمُّ صَوْمَهُ، قَالَ: فَرَجَعَا فَأَخْبَرَا مَرْوَانَ بِذَلِكَ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَخْبِرْ أَبَا هُرَيْرَةَ بِمَا قَالَتَا، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: كَذَا كُنْتُ أَحْسِبُ وَكَذَا كُنْتُ أَظُنُّ قَالَ: فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: بِأَظُنُّ وَبِأَحْسِبُ تُفْتِي النَّاسَ - (مسند احمد: ۲۶۰۲۴)

(۳۷۹۴) عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ ۖ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنْبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يَغْدُو إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ ثُمَّ يَصُومُ ذَلِكَ الْيَوْمَ، فَأَخْبَرْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ بِقَوْلِهَا فَقَالَ

عبدالرحمن بن عتاب کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی، اس کا کوئی روزہ نہیں۔ مروان بن حکم نے مجھے اور ایک اور آدمی کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تاکہ ہم ان سے ماہ رمضان میں غسل جنابت سے قبل جنابت کی حالت میں صبح کرنے والے کے بارے میں سوال کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا: رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، لیکن بعد میں غسل کر کے اس دن کا روزہ پورا کرتے تھے۔ دوسری نے کہا: آپ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، لیکن یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، پھر آپ ﷺ اپنا روزہ پورا کرتے تھے۔ وہ دونوں لوگ اور مروان کو یہ حدیث بیان کی۔ مروان نے عبدالرحمن سے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوان دونوں (امہات المؤمنین) کی حدیث بتلاؤ، یہ سن کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا تو یہی گمان تھا، میرا تو یہی خیال تھا۔ مروان نے ان سے کہا: کیا آپ گمان اور ذاتی خیال کی روشنی میں لوگوں کو فتوے دیتے ہیں۔

عبدالرحمن بن حارث کہتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر آپ ﷺ غسل کر کے مسجد کی طرف تشریف لے جاتے، جبکہ آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہوتے اور آپ ﷺ اس دن کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ جب میں نے مروان بن حکم کو یہ حدیث

(۳۷۹۳) تخريج: حديث صحيح بغير هذه السياقة، وهذا اسناد ضعيف لضعف علي بن عاصم الواسطي - أخرجه النسائي في "الكبرى": ۲۹۴۳ (انظر: ۲۵۵۰۹)
(۳۷۹۴) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۹۲۶، ۱۹۳۰، ومسلم: ۱۱۰۹، وهو حديث بعضهم روه مطرولا وبعضهم مختصرا (انظر: ۲۴۶۸۱)

لِی: أَخْبَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِقَوْلِ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ لِي صَدِيقٌ فَأَحِبُّ أَنْ تُعْفِيَنِي، فَقَالَ: عَزَمْتُ عَلَيْكَ لَمَّا انْطَلَقْتَ إِلَيْهِ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَهُوَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهَا، فَقَالَ: عَائِشَةُ إِذْنًا أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ (مسند احمد: ۲۵۱۸۸)

بیان کی تو انھوں نے مجھ سے کہا: جاؤ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتلا کر آؤ۔ میں نے کہا: وہ تو میرے دوست ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس سلسلے میں معاف کر دیں۔ لیکن انھوں نے کہا: میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم جاؤ۔ چنانچہ میں اور وہ دونوں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ان کو بتلائی، وہ کہنے لگے: (اس کا مطلب ہے کہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زیادہ جانتی ہے۔

(۳۷۹۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَتَا إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَصُومُ۔ (مسند احمد: ۲۴۵۶۳)

(دوسری سند) ابوبکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں: میں اور میرے والد ہم دونوں سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے اور روزہ بھی رکھ لیتے تھے۔

(۳۷۹۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ): قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ زَوْجَا النَّبِيِّ ﷺ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُضْبِحُ مِنْ أَهْلِهِ جُنُبًا فَيَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الْفَجْرَ ثُمَّ يَصُومُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: لَا أَذْرى أَخْبَرَنِي ذَلِكَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ (مسند احمد: ۱۸۰۴)

(تیسری سند) وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی بیویوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی کے ساتھ جماعت کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر نماز فجر ادا کرنے سے پہلے غسل کرتے اور اس دن کا روزہ بھی رکھتے۔ وہ کہتے ہیں: جب میں نے یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی تو انہوں نے کہا: ”میرے علم میں تو یہ حدیث نہیں ہے، البتہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے وہ حدیث بیان کی تھی۔“

فوائد: صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ،

یعنی: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے اسی طرح بیان کیا تھا اور وہی اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

پچھے حدیث گزر گئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا تھا کہ جو آدمی جنبی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے اور یہ بات ان کو فضل بن عباس نے بیان کی تھی یہی بات ادھر مراد ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث

(۳۷۹۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۹۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

ملنے پر اپنے پہلے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ (عبد اللہ رقیق)

(۳۷۹۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) بَنَحُوهُ وَفِيهِ: كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ الْإِحْتِلَامِ ثُمَّ يَصُومُ وَقَالَتْ فِي حَدِيثِ عَبْدِ رَيْثِهِ: فِي رَمَضَانَ - (مسند احمد: ۲۴۵۷۵)

(۳۷۹۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ! مَا أَنَا قُلْتُ: مَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا فَلَا يَصُومُ، مُحَمَّدٌ ﷺ وَرَبِّ الْبَيْتِ قَالَهُ، مَا أَنَا نَهَيْتُ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، مُحَمَّدٌ ﷺ نَهَى عَنْهُ وَرَبِّ الْبَيْتِ! (مسند احمد: ۷۳۸۲)

(چوتھی سند) گزشتہ حدیث کی مانند ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ جماع کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح کرتے، نہ کہ احتلام کی وجہ سے، پھر اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ عید ربہ کی حدیث میں رمضان کا ذکر بھی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اس گھر کے رب کی قسم! میں نے نہیں کہا کہ ”جو آدمی جنابت کی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے۔“ رب کعبہ کی قسم! یہ بات تو محمد ﷺ نے فرمائی ہے۔ رب کعبہ کی قسم! میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

فوائد:..... اس باب کی پہلی حدیث کے فوائد میں اس حدیث کا مفہوم بیان کیا جا چکا ہے۔

(۳۷۹۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تُذَرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَأَنَا تُذَرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ فَأَغْتَسِلُ ثُمَّ أَصُومُ.)) فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّا لَسْنَا مِثْلَكَ، فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((وَاللَّهِ! إِنِّي لَا رَجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَقَى.)) (مسند احمد: ۲۴۸۸۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور مجھے نماز فجر پالیتی ہے، جبکہ میرا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(میرے ساتھ بھی ایسے ہوتا ہے کہ) میں جنبی ہوتا ہوں اور مجھے نماز پالیتی ہے، جبکہ روزہ رکھنے کا ارادہ بھی ہوتا ہے، تو میں غسل کرتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔“ اس بندے نے کہا: ہم تو آپ ﷺ جیسے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے

(۳۷۹۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۷۹۸) تخریج: صحيح - أخرجه ابن ماجه: ۱۷۰۲ (انظر: ۷۳۸۸)

(۳۷۹۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۱۰ (انظر: ۲۴۳۸۵)

ڈرنے والا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ مجھے
کن باتوں سے بچنا چاہیے۔“

فوائد:..... ”مجھے نماز فجر پالیتی ہے“ کا مفہوم یہ ہے کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ اس آدمی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے ساتھ احکام میں نرمی کی جاسکتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ آپ ﷺ تو اس فضیلت و منقبت کے باوجود تقویٰ کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر کام میں رسول اللہ ﷺ کے افعال کی اقتدا کرنی چاہیے، ماسوائے ان امور کے جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہوں۔

(۳۸۰۰) وَعَنْهَا رَوَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الصُّبْحُ وَهُوَ جُنُبٌ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ۔ (مسند احمد: ۲۴۶۰۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب صبح ہوتی تو نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔“

(۳۸۰۱) وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ، بَنَحْوِهِ وَفِيهِ) كَانَ تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يَغْدُو إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْمَعُ قِرَاءَتَهُ وَيَصُومُ۔ (مسند احمد: ۲۴۹۳۳)

(دوسری سند) اسی طرح حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر آپ ﷺ غسل کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے (اور لوگوں کو نماز پڑھاتے اور) میں آپ ﷺ کی قراءت کی آواز سن رہی ہوتی اور آپ ﷺ اس دن روزہ بھی رکھ لیتے تھے۔

فوائد:..... تمام احادیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آدمی جنابت کی حالت میں روزے کی نیت کر کے روزہ بند کر کے طلوع فجر کے بعد غسل جنابت کر سکتا ہے۔ روزے کے دوران جماع حرام ہے، لیکن جنابت والی حالت میں روزے کی ابتداء کی جاسکتی ہے، جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

تَحْذِيرُ الصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَالْعِيبَةِ وَأَنَّ ذَلِكَ مُبْطِلٌ لِثَوَابِ الصَّوْمِ
روزے دار کو لغو، فحش کلامی اور غیبت سے متنبہ کرنے اور ان امور کا روزے کے ثواب کو ضائع کر

دینے کا بیان

(۳۸۰۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ سِدْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَان كَرْتِے هِے كَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی آدمی روزے سے ہو تو وہ اس دن

(۳۸۰۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۲۶، ۱۹۳۰، ومسلم: ۱۱۰۹ (انظر: ۲۴۱۰۴)

(۳۸۰۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۰۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۰۴، ومسلم: ۱۱۵۱ (انظر: ۲۶۰۶۹)

أَحَدِكُمْ فَلَا يَرُقُثُ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَضْحَبُ، فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ أَحَدٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ)) (مسند احمد: ۲۶۵۹۷)

نہ بخش گوئی کرے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی آدمی اسے گالی دے یا اس سے لڑے ہے تو وہ اسے جواباً اتنا کہے کہ میں روزے دار ہوں۔“

(۳۸۰۳) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((رُبَّ صَائِمٍ حَظَّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ وَرُبَّ قَائِمٍ حَظَّهُ مِنْ قِيَامِهِ السَّهَرُ)) (مسند احمد: ۸۸۴۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جن کو روزے کے عوض صرف بھوک پیاس نصیب ہوتی ہے اور قیام کرنے والے بھی کئی لوگ ایسے ہیں، جن کو قیام کے عوض صرف بیداری ملتی ہے۔“

فوائد: یعنی وہ مشقت اٹھانے کے باوجود اجر و ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو کوئی مسلمان عبادت والے امور سرانجام دینا چاہے تو وہ اس کے تمام تقاضے پورا کرنے کی کوشش کرے، ورنہ وہ ایسا پیچارہ بن جائے گا کہ جو بڑا صبر کر کے دن کو روزہ رکھتا ہے، رات کو قیام کرتا ہے، لیکن تقسیم اجر کے وقت اس کو خالی ہاتھ واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

(۳۸۰۴) وَعَنْهُ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ وَلَا جَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدْعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)) (مسند احمد: ۹۸۳۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی جھوٹی بات، اس پر عمل اور جہالت کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“

(۳۸۰۵) عَنْ عُبَيْدِ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّ امْرَأَتَيْنِ صَامَتَا وَأَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ هَاتَيْنِ امْرَأَتَيْنِ قَدْ صَامَتَا وَأَتَاهُمَا قَدْ كَادَتَا أَنْ تَمُوتَا مِنَ الْعَطَشِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ أَوْ سَكَتَ، ثُمَّ عَادَ، وَرَأَاهُ قَالَ: بِأَلْهَاجِرَةِ؟ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنَّهُمَا وَاللَّهِ أَقْدَمَتَا أَوْ

مولائے رسول سیدنا عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور ایک آدمی نے ان کے بارے میں یہ بتلایا: اے اللہ کے رسول! یہاں دو عورتیں ہیں، انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے لیکن وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے منہ موڑ لیا یا خاموش ہو رہے۔ اس نے اپنی بات دہرائی، اور میرا خیال ہے کہ وہ دوپہر

(۳۸۰۳) تخریج: اسنادہ جید۔ اخرجہ ابن ماجہ: ۱۶۹۰ (انظر: ۸۸۵۶)

(۳۸۰۴) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۰۳، ۶۰۵۷ (انظر: ۹۸۳۹)

(۳۸۰۵) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة الراوی عن عبید۔ اخرجہ البخاری فی "تاریخہ": ۵ / ۴۴۰،

وابو یعلیٰ: ۱۵۷۶ (انظر: ۲۳۶۵۳)

کی شدت کی گری کا وقت تھا۔ اس نے کہا: اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! وہ دونوں مر چکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”انہیں بلاؤ۔“ وہ دونوں آگئیں اور ایک پیالہ بھی لایا گیا، آپ ﷺ نے ایک خاتون سے فرمایا: ”اس میں تے کرو۔“ اس نے خون، پیپ اور گوشت ملی تے کی، آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری عورت سے فرمایا: ”تم بھی تے کرو۔“ اس نے بھی پیپ، خون اور تازہ گوشت کے لتھڑوں وغیرہ کی تے کی، اب کی بار پیالہ بھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے جس چیز کو حلال کیا ہے، انہوں نے اسے تو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان پر حرام کیا ہے، اس کے ساتھ انہوں نے روزے کو ضائع کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ دونوں بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں یعنی غیبت کرتی رہیں۔“

مولائے رسول سیدنا سعد یا سیدنا عبید بن جراح بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا، ایک آدمی دن کے دوران آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں مرد اور عورت روزہ کی وجہ سے بڑی مشقت میں ہیں۔ اس سے آگے سلیمان والی حدیث کا مفہوم بیان کیا۔

كَادَتَا أَنْ تَمُوتَا ، قَالَ : ((اذْعُمُہمَا)) قَالَ : فَجَاءَتَا ، قَالَ : فَجِئَا بِقَدَحٍ أَوْ عُسٍّ ، فَقَالَ لِأَخْدَاهُمَا : ((فَبِئْسَ)) فَقَاءَتْ فَبَحَا أَوْ دَمًا وَ صَدِيدًا وَلَحْمًا ، حَتَّى قَاءَتْ نِصْفَ الْقَدَحِ ، ثُمَّ قَالَ لِلْأُخْرَى : ((فَبِئْسَ)) فَقَاءَتْ نِصْفَ قَدَحٍ وَ دَمًا وَ صَدِيدًا وَلَحْمًا عَبِيطًا وَغَيْرِهِ حَتَّى مَلَأَتْ الْقَدَحَ ، ثُمَّ قَالَ : ((إِنَّ هَاتَيْنِ صَامَتَا عَمَّا أَحَلَّ اللَّهُ وَأَفْطَرْنَا عَلَى مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمَا ، جَلَسْتُ إِخْدَاهُمَا إِلَى الْآخِرَى فَجَعَلْنَا بِأَكْثَلَانِ لِحُومِ النَّاسِ)) (مسند احمد: ۲۴۰۵۳)

(۳۸۰۶) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ثَنَا سَعْدُ أَوْ عَبِيدٌ، (عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ الَّذِي يَشْكُ) مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُمْ أُمِرُوا بِصِيَامٍ، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْضَ النَّهَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فُلَانًا وَفُلَانَةً قَدْ بَلَغَهُمَا الْجَهْدُ، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ يَزِيدَ وَابْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ۔ (مسند احمد: ۲۴۰۵۵)

فوائد: پچھلی روایت میں شک کے بغیر عبید بن جراح سے روایت مروی ہے اور ظاہر ہے کہ شک کے بغیر والی

روایت ہی زیادہ اہمیت والی ہوتی ہے۔

(۳۸۰۷) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُمْ أُمِرُوا بِصِيَامِ يَوْمٍ فَجَاءَ رَجُلٌ بَغْضَ النَّهَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ فُلَانَةً وَفُلَانَةً بَلَغَهُمَا الْجَهْدُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔ (مسند احمد: ۲۴۰۵۶)

مولائے رسول بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو ایک دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا، دن کے کسی حصہ میں ایک آدمی نے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں فلاں عورتیں (روڑے کی جہ سے) بڑی مشقت سے دو چار ہیں، لیکن آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا،.....

فوائد:..... بخش گوئی، شور شرابا، گالی گلوچ، سب و شتم، لعن طعن، چغلی و غیبت، لڑائی جھگڑے، کذب بیانی، جہالت والے امور، بلاشبہ ان برے کاموں سے روزہ باطل تو نہیں ہوتا ہے، لیکن اس کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ سارا اجر ضائع ہو جائے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۸۰۳) سے معلوم ہوتا ہے۔



إِنَّكَ تَفْعَلُهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ إِنِّي أَظْلُ، يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي)) (مسند احمد: ٤٧٥٢)

خود تو وصال کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میری صورتحال تو یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔“

(٣٨١٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصِلَ النَّاسِ فَنَهَاهُمْ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ تَوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُسْقَى)) (مسند احمد: ٥٧٩٥)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں وصال کیا، سولوگوں نے بھی وصال شروع کر دیا، لیکن جب آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا تو کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم جیسا نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا پلایا بھی جاتا ہے۔“

(٣٨١١) عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ امْرَأَةً عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَأَنَا شَاهِدَةٌ عَنْ وَضْعِ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ لَهَا: اتَّعْمَلِينَ كَعَمَلِهِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَكَانَ عَمَلُهُ نَافِلَةً لَهُ. (مسند احمد: ٢٦٦٥٤)

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے بلا افطار کے تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، میں بھی وہاں موجود تھی، تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تم آپ ﷺ کی طرح کا عمل کر لو گی؟ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے تھے اور آپ ﷺ کا عمل تو نفلی ہوتا تھا۔

(٣٨١٢) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوَاصِلُ مِنَ السَّحَرِ إِلَى السَّحَرِ. (مسند احمد: ١١٩٥)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سحری سے دوسری سحری تک وصال کرتے تھے۔

(٣٨١٣) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ. (مسند احمد: ٢٥١٣١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا ہے۔

(٣٨١٤) عَنْ لَيْسَى امْرَأَةَ بَشِيرٍ، قَالَتْ: أَرَدْتُ أَنْ أَصُومَ يَوْمَيْنِ مُوَاصِلَةً فَمَنَعَنِي سَيِّدُهُ لِي زَوْجُهُ بَشِيرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَكِنْ مَرَّ شَوْهَرُ بَشِيرٍ فَمَنَعَنِي

سیدہ لیسٰی زوجہ بشیر رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: میں نے دو دن کا بلا افطار متواتر روزہ رکھنا چاہا، لیکن میرے شوہر بشیر نے مجھے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

(٣٨١٠) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨١١) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه ابويعلى: ٤٥٨٠ (انظر: ٢٦١٢٥)

(٣٨١٢) تخریج: حسن لغيره۔ اخرجه عبد الرزاق: ٧٧٥٢ (انظر: ١١٩٥)

(٣٨١٣) تخریج: اخرجه البخاری: ١٩٦٤، ومسلم: ١١٠٥ (انظر: ٢٤٦٢٤)

(٣٨١٤) اسنادہ صحیح۔ اخرجه الطيالسی: ١١٢٥، والطبرانی فی "الكبير": ١٢٣١ (انظر: ٢١٩٥٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بَشِيرٌ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْهُ،
وَقَالَ: ((يَفْعَلْ ذَلِكَ النَّصَارَى وَلَكِنْ
صُومُوا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّمُوا
الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَلِذَا كَانَ اللَّيْلُ
فَافْطِرُوا)) (مسند احمد: ۱/۲۲۳)

سے روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا
ہے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اس طرح تو عیسائی
کرتے ہیں، تم اسی طرح روزے رکھا کرو، جیسے اللہ تعالیٰ نے
تمہیں حکم دیا ہے، یعنی رات تک روزہ مکمل کیا کرو، جب رات
ہو جائے تو افطاری کر لیا کرو۔“

مُواصَلَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِأَصْحَابِهِ يَوْمَيْنِ وَلَيْلَتَيْنِ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَتَنَهَوْا كَمَا لَمْ يَكُنْ بِهِمْ
صحابہ کے وصال سے باز آنے سے انکار کرنے پر ان کو عبرت سکھانے کے لیے یا ان کے کُحل پر انکار
کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے ان کے ساتھ دو دنوں اور دو راتوں تک وصال کرنے کا بیان

(۳۸۱۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تُوَاصِلُوا)) قَالُوا: يَا
رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ تُوَاصِلُ، إِنِّي لَسْتُ
مِثْلَكَ، إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي
وَيَسْقِينِي)) قَالَ: فَلَمْ يَتَنَهَوْا عَنِ الْوَصَالِ،
فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَيْنِ وَلَيْلَتَيْنِ ثُمَّ
رَأَوْا الْهَلَالَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَأَخَّرَ
الْهَلَالُ لَزِدْتُكُمْ)) كَمَا لَمْ يَكُنْ بِهِمْ (مسند
احمد: ۷۷۷۳)

سیدنا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: ”وصال نہ کرو۔“ لیکن صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول!
آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
”میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا
ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔“ بہر حال لوگ تو وصال
سے باز نہ آئے۔ (جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) نبی کریم ﷺ نے
ان کے ساتھ مسلسل دو دنوں اور دو راتوں تک وصال کیا، اس
کے بعد چاند نظر آ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر چاند
نظر نہ آتا تو میں مزید وصال کرتا۔“ دراصل آپ ﷺ اس کو
ان کے لیے عبرت کا سزا بنا رہے تھے۔

فوائد: سوال یہ ہے کہ اس حدیث سے وصال کے جواز کا استدلال کیا جائے یا عدم جواز کا؟ اگر اس نقطے کو
سامنے رکھا جائے کہ اگر یہاں نہی حرمت کے لیے ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ کو وصال پر برقرار نہ رکھتے تو جواز کا
استدلال کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ جس چیز کی اجازت اس لیے دی گئی ہے، تاکہ اس کو
عبرت کا سزا بنا دیا جائے تو عدم جواز کا مفہوم کشید کیا جائے گا۔ زیادہ رحمان پہلے خیال کی طرف جاتا ہے، جیسا کہ ایک
صحابی کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے سبکی اور وصال سے منع کیا، اپنے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کو حرام قرار
نہیں دیا۔ (ابوداؤد: ۲۳۷۴)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں وصال کیا، پس صحابہ نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا، جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مہینہ مزید لمبا ہوتا تو میں وصال کو مزید لمبا کرتا، تاکہ غلو کرنے والے متعبدہ دلوگ اپنے غلو اور تشدد سے باز آ جاتے، میری صورتحال تو یہ ہے کہ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔“

عبداللہ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وصال کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے کہا: احد کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے وصال کیا تھا، لیکن ان کو اس سے مشقت ہوئی، جب چاند نظر آیا تو تب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مہینہ مزید لمبا ہوتا تو میں بھی وصال کو لمبا کر دیتا۔“ کسی نے کہا: آپ ﷺ خود بھی وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔“

الرُّخْصَةُ فِي الْوَصَالِ إِلَى السَّحَرِ

سحری تک وصال کرنے کی رخصت

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم وصال نہ کرو اور جو آدمی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری تک وصال کر لیا کرے۔“ صحابہ نے کہا: آپ ﷺ خود تو وصال کر لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے

(۳۸۱۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ، فَأَوَّصَلَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ مُدِّلِيَ الشَّهْرُ، لَوَاصَلْتُ وَصَالًا يَدْعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ، إِنِّي أَظَلُّ يَطْعُمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي.)) (مسند احمد: ۱۳۶۹)

(۳۸۱۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ الْوَصَالِ فَقَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أَحَدٍ وَاصَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْا الْهَلَالَ أَخْبَرُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ زَادَ لَزِدْتُ.)) فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ أَوْ شَيْئًا نَحْوَهُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ يَطْعُمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي.)) (مسند احمد: ۲۵۴۵۸)

(۳۸۱۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُوَاصِلُوا، فَإِيَّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصَلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ)) فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ، لِي مُطْعَمٌ

(۳۸۱۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۷۲۴۱، ومسلم: ۱۱۰۴ (انظر: ۱۳۶۵۶)

(۳۸۱۷) تخریج: حدیث صحیح (انظر: ۲۴۹۴۵)

(۳۸۱۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۶۳، ۱۹۶۷ (انظر: ۱۱۰۵۵)

يُطْعِمُنِي وَسَاقِ يَسْقِينِي)) (مسند احمد: ۱۱۰۷۰) ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا پلاتا ہے۔“
فوائد: اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل حدیث، جو پہلے گزر چکی ہے، بھی قابل توجہ ہے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّيَامِ وَالْحَجَامَةِ لِلصَّائِمِ إِنْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمْ (وَفِي لَفْظٍ:) وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ۔

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے انہیں روزے میں وصال کرنے اور روزہ دار کو سینگ لگوانے سے منع تو فرمایا، لیکن آپ ﷺ نے ان کاموں کو حرام نہیں کیا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کو اپنے کسی صحابی پر حرام نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد: ۲۳۷۳، ملاحظہ ہو: حدیث نمبر ۳۷۵۶) مذکورہ بالا تین ابواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اصل پسند اور رغبت یہ ہے کہ لوگ وصال نہ کریں، اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ حدیث نمبر (۳۸۱۸) کی روشنی میں سحری تک وصال کر لے، اس سے زیادہ وصال کرنے کی گنجائش تو مل سکتی ہے، لیکن کرنا نہیں چاہیے۔ ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وصال کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی احادیث کی فوراً تعمیل کیوں نہیں کی، جبکہ وہ تو آپ ﷺ کے اشاروں پر جان تک بچھاؤ کر دینے والے تھے؟ جواب یہ ہے کہ اس قسم کے مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ اصل حکم وصال کا ہی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ عمل کرتے تھے، لیکن چونکہ آپ ﷺ اُن کے حق میں تخفیف، نرمی اور عدم مشقت کو پسند کرتے تھے، لیکن صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ وہ بھی اجر و ثواب کے حصول کے لیے مشکل سے مشکل امور میں آپ ﷺ کی پیروی کریں گے، پھر آپ ﷺ نے اپنے اور صحابہ کے مابین فرق کی وضاحت کر کے مسئلہ کو واضح کر دیا۔

كَفَّارَةٌ مَنْ جَامَعَ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ

رمضان کے دن میں مجامعت کرنے والے کے کفارہ کا بیان

(۳۸۱۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ يَلْطُمُ وَجْهَهُ وَيَنْتِفِ شَعْرُهُ، وَيَقُولُ: مَا أَرَانِي إِلَّا قَدْ هَلَكْتُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَمَا أَهْلَكَ؟)) قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے اور بالوں کو نوچتے ہوئے ایک بد مذہبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا: میرا خیال تو یہی ہے کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا ہے؟“ اس نے کہا: میں ماہ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ایک گردن (غلام یا

((أَسْتَطِيعُ أَنْ تَطْعَمَ سِتِينَ مَسْكِينًا؟)) قَالَ لَا، وَذَكَرَ الْحَاجَّةَ، قَالَ: فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِزَنْبِلٍ، وَهُوَ الْمَكْتَلُ فِيهِ خَمْسَةُ عَشَرَ صَاعًا أَحْسَبُهُ تَمْرًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: ((أَيْنَ الرَّجُلُ؟)) قَالَ: ((أَطْعِمُ هَذَا.)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا أَحَدٌ أَخْوَجُ مِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ. قَالَ: فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْبَابُهُ، قَالَ: ((أَطْعِمُ أَهْلَكَ.)) (مسند احمد: ۱۰۶۹۹)

لوٹدی) آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟“ اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟“ اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟“ اس نے کہا: جی نہیں، پھر اس نے اپنے فقرو فاقہ کا بھی ذکر کیا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک نوکر لایا گیا، جس میں پندرہ صاع کھجور تھی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”وہ آدمی کہاں ہے؟“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کھجوریں (مسکینوں کو) کھلا دو۔“ آگے سے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینہ کے دو حروں (سیاہ پتھروں والے میدان) کے درمیان کوئی بھی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں اور پھر فرمایا: ”تو پھر اپنے اہل خانہ کو کھلا دو۔“

فوائد:..... آپ ﷺ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ جب یہ آدمی، آپ ﷺ کے پاس آیا تھا تو اپنے آپ کو ہلاک ہونے والا سمجھ رہا تھا، چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے اور بال نوچتے ہوئے آیا، اپنے نفس کے بارے میں ڈر رہا تھا اور جیسے ممکن ہو اس جرم کی تلافی کرنا چاہتا تھا، لیکن جب اس کو رخصت والا معاملہ نظر آیا تو کفارے کے لیے دیئے گئے مال کو خود کھا جانے کا حریص بن گیا۔

((وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ)) قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ يَنْتِفُ شَعْرَهُ وَيَدْعُو وَنِلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا لَكَ؟)) قَالَ: قَدْ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((أَعَيْتَ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا أَجِدُهَا، قَالَ: ((صُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ.)) قَالَ: لَا أَستَطِيعُ، قَالَ: ((أَطْعِمَ سِتِينَ مَسْكِينًا.)) قَالَ: لَا

(دوسری سند) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی اپنے بالوں کو نوچتا ہوا اور اپنی ہلاکت کی خبر دیتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”تجھے ہوا کیا ہے؟“ اس نے کہا: میں ماہ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک غلام یا لونڈی آزاد کرو۔“ اس نے کہا: میں یہ نہیں کر سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔“ اس نے کہا: مجھ میں اتنی طاقت

اَجِدُ، قَالَ: فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِعَرَقٍ، فِيهِ خَمْسَةُ عَشَرَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، قَالَ: ((خُذْ هَذَا فَأَطْعِمْهُ عَنْكَ سِتِّينَ مَسْكِينًا)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا. قَالَ: ((كُلُّهُ أَنْتَ وَعِيَالُكَ)) (مسند احمد: ٦٩٤٤)

بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھاؤ۔“ اس نے کہا: میں تو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، اس میں پندرہ صاع کھجور تھی، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”یہ لے جاؤ اور ساٹھ مساکین کو کھلا دو۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینہ منورہ کے ان دو حروں (سیاہ پتھروں والے میدان) میں کوئی بھی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم اور تمہارا اہل خانہ ہی کھالے۔“ (تیسری سند) اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ایک اونٹ کا صدقہ کرنے کے حکم کا اضافہ ہے۔ عمرو نے اپنی روایت میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس کے عوض ایک روزہ بھی رکھے۔

(٣٨٢١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَالِثِ) بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَزَادَ بَدَنَةً، وَقَالَ: عَمْرُو فِی حَدِيثِهِ: وَأَمَرَهُ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا مَكَانَهُ. (مسند احمد: ٦٩٤٥)

فوائد: موطا امام مالک کی روایت کے مطابق اس زیادتی کی وضاحت یہ ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، لیکن جب اس نے عدم استطاعت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے ایک اونٹ صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد روزوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی بات ہوئی۔

(٣٨٢٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ رَابِعٍ) بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَفِيهِ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِكَتَلُ فِيهِ تَمْرٌ، قَالَ: ((إِذْهَبْ فَتَصَدَّقْ بِهَا.....)) الْحَدِيثُ. (مسند احمد: ٧٧٧٢)

(چوتھی سند) اس میں ہے: نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا، اس میں کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ اور یہ صدقہ کر دو،.....۔“

فوائد: ”عَرَق“ اور ”زَنْبِيل“ ایک پیانہ ہے، جس میں پندرہ صاع کھجوریں آتی ہیں، ہم نے آسانی کے لیے اس کا معنی ”ٹوکرا“ کیا ہے، ایک صاع کا وزن دو کلو گرام ہوتا ہے۔

(٣٨٢٣) وَعَنْهُ أَيْضًا ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ سَيِّدَنَا ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رمضان

(٣٨٢١) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٢٢) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٢٣) تخریج: انظر الحديث السابق

رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعَيِّقَ رَقَبَةً أَوْ
يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِينَ مَسْكِينًا۔
(مسند احمد: ۷۶۷۸)

میں روزہ توڑ دیا تھا، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک
غلام یا لونڈی آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ
مساکین کو کھانا کھلائے۔

فوائد: دوسری روایات میں ان تین چیزوں کو ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا، اس حدیث میں ”اَوْ“ کا لفظ تقسیم
کے لیے ہے، نہ کہ تخیر کے لیے۔

مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ غلام یا لونڈی آزاد کر یا دو ماہ کے روزے رکھ یا
ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ لیکن دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اسے فرمایا ایک گردن آزاد کر۔ جب اس نے کہا
میرے پاس اس کی طاقت نہیں تو آپ نے فرمایا، دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ۔ اس نے اس کی طاقت بھی نہ ہونے کی
بات کی تو آپ نے فرمایا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا گویا رمضان کے روزے کی حالت میں کوئی جماعت کر لے تو وہ ایک
گردن آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا
کھلائے۔ یہ کفارہ ہیں کہ ان تین کاموں میں سے جو چاہے ایک کام کر لے۔ (عبد اللہ رفیق)

(۳۸۲۴) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ
فِي ظِلِّ فَارِعَ أَجْمَ حَسَّانَ، جَاءَ رَجُلٌ
فَقَالَ: احْتَرَقْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((مَا
شَأْنُكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا
صَائِمٌ، قَالَ: وَذَاكَ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اجْلِسْ)) فَجَلَسَ فِي
نَاحِيَةِ الْقَوْمِ فَأَتَى رَجُلٌ بِحِمَارٍ عَلَيْهِ
غَرَارَةٌ، فِيهَا تَمْرٌ. قَالَ: هَذِهِ صَدَقَتِي يَا
رَسُولَ اللَّهِ!، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَيْنَ
الْمُحْتَرِقُ آتِفًا؟)) فَقَالَ: هَا هُوَ ذَا أَنَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((خُذْ هَذَا، فَتَصَدَّقْ
بِهِ)) قَالَ: وَأَيْنَ الصَّدَقَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَّا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعہ کے سائے میں تشریف فرماتھے،
ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو جل
گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”بات کیا ہے؟“ اس نے کہا:
میں ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم
بستری کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”بیٹھ جاؤ۔“ وہ لوگوں کی ایک طرف بیٹھ گیا، اتنے میں ایک
آدمی اپنے گدھا پر ایک بورا لاد کر لایا، اس میں کھجوریں تھیں
اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میری طرف سے صدقہ
ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ جلنے والا کہاں ہے، جو
ابھی بات کر رہا تھا؟“ وہ خود بولا: جی اے اللہ کے رسول! وہ یہ
میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ لے جاؤ اور صدقہ کر
دو۔“ اس نے کہا: اللہ کے رسول! صدقہ کہاں ہوگا، مگر مجھ پر
اور میرے لیے، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے

عَلَى وَلِيٍّ، فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ سَاحِدًا مَعَهُ كَيْفَ هُوَ! ميرے اور میرے گھر والوں کے پاس
 أَنَا وَعِيَالِي شَيْئًا، قَالَ: ((فَحْذَهَا.)) کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر اس کو لے
 فَأَحْذَهَا۔ (مسند احمد: ۲۶۸۹۱) جاؤ۔“ پس وہ لے کر چلا گیا۔

فوائد: یہ روایت یہاں مختصر ہے، صحیح بخاری میں غلام کو آزاد کرنے اور دو ماہ کے روزے رکھنے کا ذکر موجود ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہونے والے احکام درج ذیل ہیں:

(۱) جو آدمی روزے کی حالت مجامعت کرے گا، اس پر یہ کفارہ لازم آئے گا: ایک غلام آزاد کرنا، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا اور اگر ان کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ حدیث نمبر (۳۸۲۱) سے معلوم ہوا کہ غلام کو آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھنے والا اونٹ کا صدقہ کر دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزوں والا حکم اختیار کرے، حسن بصری نے اس کفارے میں اونٹ کے ثبوت کا فتویٰ دیا ہے۔

(۲) یہ کفارہ روزے کی حرمت کو پامال کرنے کا ہے، اس لیے اس کی ادائیگی کے باوجود روزے کی قضائی دینا پڑے گی۔

(۳) اگر کسی آدمی میں کفارہ کی کوئی شق پوری کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کچھ کیے بغیر بری الذمہ ہو جائے گا، اس حدیث مبارکہ سے بھی اسے چیز کا ثبوت ملتا ہے اور ﴿لَا يَكْتَلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ میں بیان کیے گئے قانون کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(۴) ایک انتہائی مسئلہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت پر کفارہ پڑے گا یا نہیں؟ اور اگر کفارہ پڑے گا تو اس حدیث میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ بلا شک و شبہ جس جرم کی وجہ سے خاوند کو یہ کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے، وہی جرم عورت میں بھی پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زانی مرد و زن، وہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے، سب کی سزا برابر برابر ہے (یعنی مرد اور عورت کی حیثیت میں زنا کی سزا ایک ہے، مختلف نہیں، ہاں یہ بات الگ ہے کہ کنوارے اور شادی شدہ کی سزا میں فرق ہے)، اس لیے روزے کی حالت میں مجامعت کرنے والی خاتون الگ سے اپنا کفارہ ادا کرے گی، رہا یہ سوال اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بیوی کے کفارے کا ذکر کیوں نہیں کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جو مجرم آپ ﷺ کے دربار میں کھڑا ہوتا تھا، آپ ﷺ اپنی توجہ کو اسی پر مرکوز کرتے تھے اور اس سے متعلقہ دوسرے مجرم کی تفتیش از خود نہیں کرتے تھے، کتاب الحدود میں زنا سے متعلقہ اس قسم کی مثالوں کا ذکر آئے گا، کتاب الحدود کا آغاز حدیث نمبر (۶۶۲۱) سے ہوگا، ہاں اگر دوسرے مجرم کا واضح الفاظ میں ذکر کر دیا جاتا تو پھر آپ ﷺ اس کی بھی تفتیش کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے سیدنا انیس رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر ایک خاتون کی طرف بھیجا کہ اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اسے رجم کر دینا۔ اس تحقیق کی وجہ یہ تھی کہ اس موقع پر دو دفعہ اس خاتون کا بطور مجرمہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تذکرہ کیا گیا، ایسے میں حاکم کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ دوسرے مجرم کے معاملے کو بھی سنجیدگی سے لے۔ اب چونکہ روزے کی حالت میں مجامعت کرنے والے اس مرد نے اپنی بیوی کا بطور مجرمہ کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ ایک روایت کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اس بندے نے کہا: ”میں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے، جبکہ میں روزے دار تھا۔“ جبکہ اس چیز کا بھی احتمال ہے کہ بیوی نے کسی عذر کی بنا پر روزہ ہی نہ رکھا ہو، یا خاوند کے سامنے مجبور ہو گئی ہو، یا وقتی طور پر روزے کو بھول گئی ہو، امام خطابی نے بھی یہ وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام ابو ثور اور امام ابن منذر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد اسی نظریے کے قائل ہیں کہ بیوی پر الگ سے کفارہ ہوگا۔

(۵) ان احادیث سے یہ بھی اندازہ لگالینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرعی حدود کی کتنی اہمیت ہے کہ جب خاوند روزے کا پاس و لحاظ رکھے بغیر اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھتا ہے تو اسے اتنا بڑا کفارہ دینے کا مکلف بنایا جاتا ہے۔

مَا يُبِيحُ الْفِطْرَ وَأَحْكَامُ الْقَضَاءِ

روزہ چھوڑنے کو جائز کر دینے والے امور اور قضاء کے احکام کا بیان

جَوَازُ الْفِطْرِ وَالصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

سفر میں روزہ چھوڑنے اور روزہ رکھنے کے جواز کا بیان

(۳۸۲۵) عَنْ عَائِشَةَ ۓ قَالَتْ: جَاءَ حَمْرَةَ (بْنُ عَمْرِو) الْأَسْلَمِيُّ ۓ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ۓ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي رَجُلٌ أَسْرَدُ الصَّوْمَ، أَفَأَصُومُ فِي الْمَسَفَرِ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۓ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفِطْرْ)) (مسند احمد: ۲۶۱۸۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں، آیا میں سفر میں روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔“

(۳۸۲۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ۓ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ۓ فِي سَفَرٍ، وَإِنْ أَحَدُنَا لَبِضَعُ يَدِهِ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ۓ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ. (مسند احمد: ۲۲۰۳۹)

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اس قدر شدید گرمی تھی کہ ہم میں سے بعض اپنے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم میں کوئی بھی روزے دار نہیں تھا۔

(۳۸۲۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ومسلم: ۱۱۲۱ (انظر: ۲۵۶۶۵)

(۳۸۲۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۴۵، ومسلم: ۱۱۲۲ (انظر: ۲۱۶۹۶)

سیدنا سلمہ بن محقق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس آدمی کے پاس ایسی سواری ہو جو اسے کھانے کی جگہ تک پہنچا سکتی ہو تو رمضان جہاں بھی اسے پالے، وہ روزہ رکھے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ کرتے تھے، ہم میں سے کوئی روزہ رکھ لیتا تھا اور کوئی نہیں رکھتا تھا، روزہ دار، روزہ نہ رکھنے والوں پر اور روزہ نہ رکھنے والے، روزہ دار پر کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا تھا، ان کا یہ خیال تھا کہ جو شخص سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور وہ روزہ رکھ لے تو یہ اچھا ہے اور جو کمزوری محسوس کرتا ہو اور وہ روزہ نہ رکھتے تو یہ اس کے لیے اچھا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہ تو سفر میں روزہ رکھنے والے پر کوئی عیب لگا اور نہ روزہ چھوڑنے والے پر، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور ترک بھی کیا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا، جبکہ ہم روزہ کی حالت میں تھے، ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم دشمن کے قریب پہنچ چکے ہو، تمہارے لیے زیادہ طاقت روزہ نہ رکھنے میں ہے۔“ چونکہ یہ رخصت تھی، اس لیے ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، اس کے بعد جب ہم نے ایک دوسرے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو پھر آپ ﷺ

(۳۸۲۷) عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْمَحْبِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ حِمْلَةٌ تَأْوِي إِلَيْهِ شَبَعَ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ.)) (مسند احمد: ۱۶۰۰۷)

(۳۸۲۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَامَ الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّائِمَ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ، يُرَوْنَ أَنَّهُ يَعْنِي أَنَّهُ مَنْ وَجَدَ قُوَّةَ فَصَامَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ، وَيُرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَافْطَرَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ. (مسند احمد: ۱۱۰۹۹)

(۳۸۲۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَا تَعِبْ عَلَى مَنْ صَامَ فِي السَّفَرِ وَلَا عَلَى مَنْ أَفْطَرَ، قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ. (مسند احمد: ۲۰۵۷)

(۳۸۳۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَكَّةَ، وَنَحْنُ صِيَامٌ، قَالَ: فَتَرَلْنَا مَنَزِلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَذْوِكُمْ وَالْفِطْرِ أَقْوَى لَكُمْ، فَكَانَتْ رُخْصَةً، فَمِمَّا مَنْ صَامَ وَمِمَّا مَنْ أَفْطَرَ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنَزِلًا آخَرَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ مُصْبِحُوا

(۳۸۲۷) تخريج: اسنادہ ضعیف لجهالة حبيب بن عبد الله، وابنه عبد الصمد قال البخاری: لين الحديث، وضعفه احمد، وقال ابن معين: ليس به بأس۔ اخرجہ ابوداود: ۲۴۱۰ (انظر: ۱۵۹۱۲)

(۳۸۲۸) تخريج: اخرجہ مسلم: ۱۱۱۶ (انظر: ۱۱۰۸۳)

(۳۸۲۹) تخريج: اخرجہ مسلم: ۱۱۱۳ (انظر: ۲۰۵۷)

(۳۸۳۰) تخريج: اخرجہ مسلم: ۱۱۲۰ (انظر:)

نے فرمایا: ”تم صبح کو دشمنوں پر حملہ کرنے والے ہو اور تمہارے لیے زیادہ قوت روزہ نہ رکھنے میں ہے، لہذا تم روزہ نہ رکھو۔“ یہ آپ ﷺ کا لازمی حکم تھا اس لیے ہم سب نے روزہ رکھنا ترک کر دیا، بہر حال میں نے دیکھا کہ اس کے بعد بھی ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

(دوسری سند) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ مرا الظہر ان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ہمیں دشمن کے مقابلہ کی خبر دی اور روزہ ترک کرنے کا حکم دیا، پس ہم سب نے روزہ چھوڑ دیا۔

(۳۸۳۱) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): قَالَ: لَمَّا سَلَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مَرَّ الظُّهْرَانَ ذَنَنَّا بِلِقَاءِ الْعَدُوِّ، فَأَمَرَنَا بِالْفِطْرِ فَأَفْطَرْنَا أَجْمَعُونَ۔ (مسند احمد: ۱۱۲۶۲)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال دوران سفر روزہ رکھا، لیکن صحابہ کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”تم دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہو، لہذا (روزہ ترک کر کے) قوت حاصل کرو۔“ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کے روزہ رکھنے کی بنیاد پر لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے، پس جب آپ ﷺ کدید مقام پر پہنچے تو روزہ توڑ دیا۔ مجھے بیان کرنے والے نے یہ بھی کہا: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالتے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

(۳۸۳۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَامَ فِي سَفَرٍ عَامَ الْفَتْحِ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالْإِفْطَارِ، وَقَالَ: ((إِنَّكُمْ تَلْقَوْنَ عَدُوَّكُمْ فَتَقَوُّوا)) فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَامُوا لِحَصْبَائِكَ فَلَمَّا آتَى الْكَدِيدَ أَفْطَرَ، قَالَ الَّذِي حَدَّثَنِي فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ۱۶۷۱۹)

فوائد:..... ان تین احادیث میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مجاہدین کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے۔

(۳۸۳۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سَيِّدَنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ صَامَ فِي سَفَرٍ فِي رَمَضَانَ، فَأَتَى

(۳۸۳۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول
(۳۸۳۲) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۲۳۶۵ (انظر: ۱۶۶۰۲)
(۳۸۳۳) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه ابو یعلی: ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، وابن خزيمة: ۲۰۳۹، والطحاوی: ۲/ ۶۶ (انظر: ۱۲۲۶۹)

بِإِنَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ فَلَمَّا رَأَاهُ النَّاسُ
أَفْطَرُوا۔ (مسند احمد: ۱۲۲۹۴)

برتن پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا، جب
لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے بھی روزہ توڑ دیا۔

(۳۸۳۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
عَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ،
وَالْفَتْحُ فِي رَمَضَانَ فَأَفْطَرْنَا فِيهَا۔ (مسند
احمد: ۱۴۰)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان میں غزوہ کے لیے
گئے، اور فتح مکہ بھی ماہ رمضان میں ہوئی تھی، بہر حال ہم نے
ان دونوں غزوں میں روزہ نہیں رکھا تھا۔

مَنْ رَأَى أَفْضَلِيَّةَ الْفِطْرِ فِي السَّفَرِ سفر میں روزہ نہ رکھنے کو افضل قرار دینے والوں کے دلائل کا بیان

(۳۸۳۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا
قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ طُلِّلَ عَلَيْهِ،
قَالُوا: هَذَا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تَصُومُوا فِي
السَّفَرِ۔)) (مسند احمد: ۱۴۲۴۲)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے سفر کے دوران ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد
جمع تھے، اس کے اوپر سایہ کیا گیا تھا اور لوگ بتا رہے تھے کہ یہ
روزے دار آدمی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ نیکی
نہیں ہے کہ تم لوگ سفر میں روزہ رکھو۔“

فوائد: اگر روزے کی وجہ سے روزے دار کو سفر میں اس قدر تکلیف ہونے لگ جائے تو یہ روزہ باعثِ اجر
نہیں گا۔

(۳۸۳۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ بَنَحُوهُ
وَزَادَ) فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُفْطِرُ فَقَالَ: ((أَمَّا
يَكْفِيكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
حَتَّى تَصُومَ۔)) (مسند احمد: ۱۴۵۶۲)

(دوسری سند) یہی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ
زائد ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو بلوایا، اسے روزہ
افطار کرنے کا حکم دیا اور اس سے فرمایا: ”کیا تیرے لیے اتنا
کافی نہیں ہے کہ تو اللہ کے رسول کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلا
ہو ابے کہ تو پھر روزہ بھی رکھ رہا ہے۔“

(۳۸۳۷) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ سَيِّدِنَا كَعْبُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، جَوَّاهِبِ سَقِيقَةٍ مِنْ سَفَرٍ

(۳۸۳۴) تخریج: حدیث قوی۔ أخرجه الترمذی: ۷۱۴ (انظر: ۱۴۰)

(۳۸۳۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۴۶، ومسلم: ۱۱۱۵ (انظر: ۱۴۱۹۳)

(۳۸۳۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۳۷) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۶۶۴، والنسائی: ۱۷۴ / ۴ (انظر: ۲۳۶۷۹)

ﷺ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ السَّقِيْفَةِ، قَالَ: تَحْتَهُ، كَهْتِهِ هِيَ كَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَے فرمایا: ”سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔“
(امیرِ امصیام فی امسفر) (مسند احمد: ۲۴۰۷۹)

فوائد:..... بعض اہل یمن کی لغت کے مطابق حدیث کے الفاظ میں تین دفعہ آنے والے لام تعریف کو میم سے بدلہ گیا ہے۔

(۳۸۳۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ)) (مسند احمد: ۲۴۰۸۱)

(۳۸۳۹) عَنْ أَبِي طُعْمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّي أَقْوَى عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ لَمْ يَقْبَلْ رُخْصَةَ اللّٰهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ جِبَالِ عَرَفَةَ)) (مسند احمد: ۵۳۹۲)

(۳۸۴۰) عَنْ بَشْرِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: مَا تَقُولُ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ إِنْ حَدَّثَتْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنْ هَذِهِ الْمَدِيْنَةِ قَصَرَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يَصُمْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهَا. (مسند احمد: ۵۷۵۰)

ابوطعمہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک آدمی نے آ کر کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں (تو کیا میں روزہ رکھ لیا کروں)؟ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کرتا، اسے عرفہ کے پہاڑوں جتنا گناہ ملتا ہے۔“

بشر بن حرب کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: اگر میں تم کو بیان کروں تو تسلیم کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب اس مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو واپس آنے تک نماز بھی قصر کرتے تھے اور روزہ بھی ترک کر دیتے تھے۔

(۳۸۳۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول - اخرجه (انظر:)

(۳۸۳۹) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف ابن لهیعة (انظر: ۵۳۹۲)

(۳۸۴۰) تخریج: اسنادہ ضعیف، الحارث بن عبید، وبشر بن حرب فیہما ضعیف - اخرجه العیالیسی: ۱۸۶۳ (انظر: ۵۷۵۰)

فوائد: مزید کچھ احادیث اور ان کی فقہ ملاحظہ فرمائیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يُقَلِّبُ ظَهْرَهُ لِبَطْنِهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ؟ فَقَالُوا: صَائِمٌ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُفْطِرَ فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَصُومَ)) رسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں پوچھا؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ روزے دار ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”کیا تجھے یہ (نیک عمل) کافی نہیں ہے کہ تو رسول اللہ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے کہ تو نے روزہ رکھنا بھی شروع کر دیا۔“ (احمد: ۳/۳۲۷، ولہ طرق اخرى عن جابر بنحوه في "الصحيحين" وغيرهما، الصحيحه: ۲۵۹۵)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں بڑی واضح دلالت موجود ہے کہ اس وقت سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہوگا، جب مسافر کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوگی، اسی پر آپ ﷺ کی درج ذیل دو احادیث کو محمول کیا جائے گا: ((لَيْسَ مِنَ النَّبْرِ الصَّيَامُ فِي السَّفَرِ)) "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔" اور آپ ﷺ نے سفر میں روزہ نہ توڑنے والوں کے بارے میں کہا تھا: ((أُولَئِكَ الْعَصَاةُ)) "یہی لوگ نافرمان ہیں۔" جس آدمی کو دورانِ سفر روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف نہ ہو رہی ہو تو اسے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے، یہ اس باب کی مختلف احادیث کا خلاصہ اور جمع و تطبیق ہے۔ (صحیحہ: ۲۵۹۵) سیدنا حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَيُّ ذَلِكَ عَلَيْكَ أَيْسَرُ فَأَفْعَلْ)) "جو تمہارے لیے آسان ہے وہ کرلو۔" (تمام فی "الفوائد" ق ۱/۱۶۱، صحیحہ: ۲۸۸۴)

اس حدیث مبارکہ میں مسافر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی رخصت دینے کا سبب بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے لوگوں کو آسانی فراہم کرنا۔ بلا شک و شبہ لوگوں کی قدرتوں اور طبیعتوں کو دیکھا جائے تو "آسانی" کا کوئی معین کلمہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں لوگوں کے ساتھ روزہ رکھ لینا آسان ہے اور بعد میں قضائی دینا مشکل ہے، اسی لیے وہ دورانِ سفر بھی روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ بعض کا خیال ہے کہ بعد میں قضائی دینا کوئی پریشان کن معاملہ نہیں ہے، اس لیے وہ رخصت پر عمل کرتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۵۸)..... "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتے ہیں، نہ کہ مشکل کا۔"

شیخ البانی نے کہا: سفر میں رمضان کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں علماء و فقہاء کے اقوال معروف ہیں۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ دورانِ سفر روزہ ترک کرنا رخصت ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہی عمل محبوب ہے، الا یہ کہ روزے کی قضا دینا مشکل سمجھی جاتی ہو، ایسی صورت میں روزہ رکھ لینا ہی پسندیدہ عمل ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اس موضوع پر وسیع مطالعہ کے خواہش مندوں کو نیل الاوطار اور اہل علم و تحقیق کی دوسری کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صحیحہ: ۹۳۲) سیدنا حمزہ بن عمرو سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، (اگر میں ایسے کروں تو) کیا مجھ پر

کوئی گناہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب فرمایا: ((هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللَّهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ)) ”یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس کو قبول کرے گا، سوا چھی بات ہو گی اور جو روزہ رکھنا چاہے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔“ (صحیح مسلم)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (المفتی) میں کہا: اس حدیث میں قوی دلالت پائی جاتی ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(روزہ رکھنے والے پر) کوئی گناہ نہیں ہوگا۔“ ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ دوران سفر روزہ رکھنے کی بہ نسبت روزہ نہ رکھنا رائج اور افضل ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس حدیث کا یہ ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے، کیونکہ یہاں گناہ کی نفی سے مراد یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ایسا کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ درج ذیل حدیث سے یہ استدلال کرنا ممکن ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخْصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ- وَفِي رِوَايَةٍ: كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ)) ”بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جیسے وہ ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانیوں کا ارتکاب کیا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے: جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لازمی امور پر عمل کیا جائے۔“

اس حدیث سے یہ استدلال کرنا بالکل درست ہے کہ دوران سفر روزہ نہ رکھنا افضل ہے، لیکن ممکن ہے کہ حکم اس آدمی کے بارے میں ہو جو قضا دیتے وقت تنگی محسوس نہ کرتا ہو اور سفر میں روزہ کی وجہ سے اسے کوئی مشقت پیش آتی ہو، ورنہ رخصت کا مقصود فوت ہو جائے گا۔ مزید آپ خود سوچ لیں۔ آپ تقریباً سترہ اٹھارہ احادیث اور بعض کے فوائد کا مطالعہ کر چکے ہیں، ہر قاری کے لیے فیصلہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، اگر سفر کے موجودہ ذرائع اور سہولیات کو دیکھا جائے تو روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے، الایہ کہ کوئی بڑی مشقت لاحق ہونے کا خطرہ ہو، بہر حال ہر سفر میں بندے کو روزہ ترک کرنے کا اختیار حاصل ہے، اور اگر کوئی آدمی حضر کی بہ نسبت سفر کے روزہ میں بہت زیادہ تکلیف محسوس کرے، تو اس کا یہ عمل (سفر میں روزہ رکھنا) قابل مذمت ہوگا۔

مَنْ شَرَعَ فِي الصَّوْمِ ثُمَّ أَفْطَرَ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ

جو آدمی روزہ تو رکھ لے، لیکن پھر اسی دن اس کو سفر کی وجہ سے توڑ دے، اس کا بیان

(۳۸۴۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ (وَفِي لَفْظٍ لِّعَشْرِ مَضِينَ مِنْ رَمَضَانَ) فَصَامَ حَتَّى مَرَّ بِغَدِيرٍ فِي الطَّرِيقِ سَيِّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال ماہ رمضان میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ ماہ رمضان کے دس دن گزر چکے تھے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، عین، دوپہر

کے وقت آپ ﷺ پانی کے ایک تالاب کے پاس سے گزرے، چونکہ لوگ پیاسے تھے، اس لیے وہ گردنیں لمبی کر کے دیکھ رہے تھے اور ان کے نفس پانی کو چاہ رہے تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھ لیا، پھر آپ ﷺ اسے نوش فرمایا اور لوگوں نے بھی پانی پی لیا۔

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال ماہ رمضان میں سفر پر روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے اور دوسرے مسلمانوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب کدید کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے لکڑی کے پیالے میں پانی منگوا لیا، جبکہ آپ ﷺ سواری پر تھے، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی پی اور لوگ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے، دراصل آپ ﷺ لوگوں کو یہ بتلاتا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ نے تو روزہ توڑ دیا ہے، پھر آپ ﷺ کو دیکھ کر لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا۔

فوائد: کدید مقام، مدینہ منورہ سے سات دنوں کی مسافت پر ہے، اس کے قریب ہی قدید مقام ہے اور یہ دونوں عسفان کے ماتحت انتظامی علاقے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے (سفر میں) دن روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ قدید مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس سے روزہ توڑ دیا اور لوگوں کو بھی افطار کرنے کا حکم دے دیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

وَذَا لِكَ فِي نَحْرِ الظَّهْمَةِ، قَالَ: فَعَطَشَ النَّاسُ وَجَعَلُوا يَمْدُونُ أَغْنَاهُمْ وَتَنَوُّوا أَنْفُسُهُمْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَأَمْسَكَهُ عَلَى يَدِهِ حَتَّى رَأَاهُ النَّاسُ ثُمَّ شَرِبَ فَشَرِبَ النَّاسُ۔ (مسند احمد: ۳۴۶۰)

(۳۸۴۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَصَامَ وَصَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْكَدِيدِ دَعَا بِمَاءٍ فِي قَعْبٍ، وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَشَرِبَ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، يُعْلِمُهُمْ أَنَّهُ قَدْ أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ الْمُسْلِمُونَ۔ (مسند احمد: ۲۳۶۳)

(۳۸۴۳) وَعَنْهُ أَيْضًا: قَالَ: صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ حَتَّى أَتَى قُدَيْدًا فَأَتَى بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَأَفْطَرَ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يُفْطَرُوا۔ (مسند احمد: ۳۲۷۹)

(۳۸۴۴) عَنْ طَاوُوسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

(۳۸۴۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۴۳) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۹۵۳، ومسلم: ۱۱۱۳ (انظر: ۳۲۷۹)

(۳۸۴۴) تخریج: اخرجه البخاری: ۴۲۷۹، ومسلم: ۱۱۱۳ (انظر: ۲۳۵۰)

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ ﷺ کو اس طرح دیکھ لیا، پھر آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا۔ اسی لیے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ (سفر میں) جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کر لے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ والے دن سفر پر روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ کدید مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا۔ (قانون یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔ کسی نے سفیان سے پوچھا: یہ الفاظ ”رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔“ امام زہری کے ہیں یا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے؟ انہوں نے کہا: اسی طرح اس حدیث میں ہے۔

فوائد:..... صحیح بخاری کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہیں کہ یہ آخری الفاظ امام زہری کے ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ (سفر کے دوران) بارانی پانی کی ایک نہر پر پہنچے، گرمی سخت تھی اور لوگ روزے سے تھے اور پیدل سفر کر رہے تھے، البتہ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! پانی پی لو۔“ لیکن لوگوں نے پانی نہ پیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تم میں سب سے زیادہ آسانی والا ہوں، میں تو سوار ہوں۔“ لیکن لوگ (روزہ نہ توڑنے پر) اڑے رہے، آپ ﷺ نے اپنی ران موڑی، نیچے اترے

قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ يُرِيدُ مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى آتَى عُسْفَانَ، قَالَ: فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ أَفْطَرَ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔ (مسند احمد: ۲۳۵۰)

(۳۸۴۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَصَامَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْكَدِيدِ أَفْطَرَ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ قِيلَ لِسُفْيَانَ: قَوْلُهُ ”إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ“ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: كَذًا فِي الْحَدِيثِ۔ (مسند احمد: ۱۸۹۲)

(۳۸۴۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: آتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَهْرٍ مِنَ السَّمَاءِ، وَالنَّاسُ صِيَامٌ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ مُشَاءَ وَنَبِيُّ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ فَقَالَ: ((اشْرَبُوا أَيُّهَا النَّاسُ!)) قَالَ: فَابْوَأَ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ إِنِّي آيسُرُكُمْ، إِنِّي رَاكِبٌ۔)) فَابْوَأَ، قَالَ: فَتَنَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَذَهُ فَتَزَلَّ فَشَرِبَ وَشَرِبَ النَّاسُ وَمَا

(۳۸۴۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۴۴، ۲۹۵۳، ۴۲۷۵، ومسلم: ۱۱۱۳ (انظر: ۱۸۹۲)

(۳۸۴۶) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه ابویعلی: ۱۰۸۰، وابن حبان: ۳۵۵۶ (انظر: ۱۱۴۲۳)

كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَشْرَبَ - (مسند احمد: اور پانی پی لیا اور (یہ منظر دیکھ کر) لوگوں نے بھی پانی پی لیا، دراصل آپ ﷺ کا ارادہ پانی پینے کا نہیں تھا۔ (۱۱۴۴۳)

فوائد:..... اس باب کے دو مسائل تو بالکل واضح ہیں، ایک یہ کہ دوران رمضان سفر کے لیے جانا درست ہے، آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر رمضان کی گیارہ تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے تھے اور بیس تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے، دوسرا یہ کہ رمضان کا دوران سفر رکھا ہو اور روزہ توڑا جاسکتا ہے، درج بالا احادیث کے مطابق آپ ﷺ نے جس روزے کو توڑا ہے، اس کی ابتداء بھی سفر سے ہوئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ ایک آدمی حضر میں روزے کا آغاز کرتا ہے، پھر وہ دن کے کسی حصے میں سفر پر چلا جاتا ہے، کیا ایسے شخص کو روزہ توڑنے کا یا پورا کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ ظاہر بات تو یہی ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے، امام احمد اور امام اسحق کی یہی رائے ہے، اس مسلک پر دلالت کرنے والی درج ذیل دلیلیں ہیں:

(۱) نصوص شرعیہ میں سفر اور مرض کو مطلق طور پر روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر قرار دیا گیا ہے، اب یہ قید لگانا درست نہیں ہے کہ یہ رخصت اس شخص کے لیے ہے جو سحری سے پہلے سفر شروع کر دے، کیونکہ یہ تو بلا دلیل مطلق کو مقید کرنے والی بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس رخصت کا سبب مشقت ہے اور وہ اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

(۲) جیسے روزے کے دوران بیمار ہو جانے والے کو روزہ چھوڑنے کا اختیار ہوتا ہے، اسی طرح کا معاملہ سفر شروع کرنے والے کا ہے۔ اب اس میں یہ فرق کرنا درست نہیں ہے کہ مرض کا روزے دار کے اختیار کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جبکہ سفر تو اختیاری چیز ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ سفر اختیاری ہی ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ شریعت نے مرض اور سفر کو عذر قرار دیا ہے اور اختیار و اجبار کا کوئی فرق نہیں کیا۔

(۳) محمد بن کعب کہتے ہیں: آتیتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيدُ سَفَرًا ، وَقَدْ رُحِلَتْ لَهُ رَاحِلَتُهُ ، وَلَبَسَ ثِيَابَ السَّفَرِ ، فَذَعَا بِطَعَامٍ فَأَكَلَ - فَقُلْتُ لَهُ: سُنَّةٌ؟ قَالَ: سُنَّةٌ ، ثُمَّ رَكِبَ - میں ماہ رمضان میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، جبکہ وہ سفر پر جانا چاہتے تھے، ان کی سواری تیاری کی گئی تھی اور وہ سفر کے کپڑے پہن چکے تھے، پس انھوں نے کھانا منگوا کر کھایا۔ میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، سنت ہے، پھر وہ سوار ہو کر سفر کے لیے نکل پڑے۔ (ترمذی: ۷۹۹)

(۴) جعفر بن جبر کہتے ہیں: میں صحابی رسول سیدنا ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ماہ رمضان میں وہ کشتی میں سوار ہو کر فسطاط سے نکلے، ابھی تک انھوں نے اس شہر کے گھروں سے تجاوز نہیں کیا تھا کہ انھوں نے دسترخوان منگوا لیا اور مجھے کہا: قریب آ جاؤ (اور کھانا کھاؤ)۔ میں نے کہا: کیا آپ کو گھر نظر نہیں آ رہے؟ انھوں نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بے رغبتی کرنا چاہتے ہو۔ پس انھوں نے کھانا کھالیا۔ (ابوداؤد: ۲۴۱۲) اگلے باب کی پہلی حدیث یہی ہے۔

جب مسافر (اپنے علاقے سے) باہر نکل جائے تو کب روزہ چھوڑ سکتا ہے، نیز افطار کو جائز قرار

دینے والی مسافت کی مقدار کا بیان

عبدالبن جبیر کہتے ہیں: میں سیدنا ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فسطاط سے اسکندریہ جانے کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوا، جب ہم اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوئے تو انہوں نے دسترخوان منگوا لیا، پس وہ ان کے قریب کیا گیا، پھر انہوں نے مجھے کھانے کی دعوت دی، یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ میں نے کہا: ابوبصرہ! اللہ کی قسم! ابھی تو ہمارے مکانات ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے؟ یہ سن کر انہوں نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ انہوں نے کہا: تو پھر کھاؤ، پھر ہم نے اپنی منزلی مقصود پر پہنچنے تک کوئی روزہ نہ رکھا۔

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: میں ابو بصرہ کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہوا، وہ اسکندریہ جا رہے تھے،.....۔

(٣٨٤٧) عَنْ عَبْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: رَكِبْتُ
مَعَ أَبِي بَصْرَةَ (الْغَفَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) مِنَ الْفُسْطَاطِ
إِلَى الإسْكَندَرِيَّةِ فِي سَفِينَةٍ فَلَمَّا دَفَعْنَا مِنْ
مَرَسَانَا أَمَرَ بِسُفْرَتِهِ، فَقَرَّبْتُ ثُمَّ دَعَا إِلَى
الْغَدَاءِ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا
بَصْرَةَ! وَاللَّهِ! مَا تَغَيَّبْتَ عَنَّا مَنَازِلُنَا
بَعْدُ؟ فَقَالَ: أَتَرَعْبُ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَكُلْ، فَلَمْ نَزَلْ
مُفْطِرِينَ حَتَّى بَلَّغْنَا مَاحُوزَنَا. (مسند
احمد: ٢٧٧٧٥)

(٣٨٤٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ:
رَكِبْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ السَّفِينَةَ وَهُوَ يُرِيدُ
الْإِسْكَندَرِيَّةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. (مسند
احمد: ٢٧٧٧٦)

فوائد: اس حدیث اور پچھلے باب کی حدیث (۳۸۴۶) کے فوائد میں مذکورہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی طلوع فجر کے بعد کسی وقت سفر کا قصد رکھتا ہو تو وہ اس دن کا روزہ ترک کر سکتا ہے، یہ بات بالکل ایسے ہی ہے، جیسے روزے کی صلاحیت رکھنے والے ایک آدمی کے بارے میں ڈاکٹر حضرات نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ فلاں دن اس شخص کا آپریشن کیا جائے گا، تو اس دن نہ وہ آدمی روزہ رکھے گا اور نہ کوئی اسے رکھنے دے گا۔

(۳۸۴۹) عَنْ مَنْصُورِ الْكَلْبِيِّ عَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْ قَرْيَتِهِ إِلَى مَنْصُورٍ كَلْبِيٍّ كَقَبْتِهِ هِيَ: سَيِّدَنَا دَحْيَةُ بْنُ خَلِيفَةَ رضی اللہ عنہ مَآهِ رَمَضَانَ فِي

(۳۸۴۷) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه ابوداود: ۲۴۱۲ (انظر: ۲۷۲۳۳)

(۳۸۴۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۴۹) تخريج: حسن لغیرہ۔ اخراجہ ابو داود: ۲۴۱۳ (انظر: ۲۷۲۳۱)

ہوئے، انہوں نے بھی روزہ رکھنا ترک کر دیا اور ان کے ساتھ والے بعض لوگوں نے بھی، جبکہ بعض نے روزہ چھوڑنے کو پسند نہ کیا، جب وہ اپنی بستی میں واپس پہنچے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آج ایسی چیز دیکھی ہے کہ مجھے جس کو دیکھنے کی توقع نہ تھی، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عمل سے اعراض کیا ہے۔ دراصل وہ یہ بات ان لوگوں کے متعلق کہہ رہے تھے جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، پھر یہ دعا کرنے لگے: اے اللہ! مجھے اپنی طرف اٹھالے۔

قَرِيبٍ مِنْ قَرْيَةٍ عُقَبَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ إِنَّهُ أَفْطَرَ وَأَفْطَرَ مَعَهُ النَّاسُ، وَكَرِهَ آخِرُونَ أَنْ يُفْطَرُوا، قَالَ: فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قَرْيَتِهِ قَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ أَرَاهُ، إِنْ قَوْمًا رَغِبُوا عَنْ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ وَأَصْحَابِهِ، يَقُولُ ذَلِكَ لِلَّذِينَ صَامُوا، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: أَلْسَلَهُمْ أَفْضَنِي إِلَيْكَ - (مسند احمد: ۲۷۷۷۳)

فوائد: ہم حدیث نمبر (۲۳۵۷) کے باب میں قصر کی مسافت پر سیر حاصل بحث کر آئے ہیں، یہ مسئلہ بھی اسی مسافت سے متعلق ہے، اس لیے قارئین کو اس بحث کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

حُكْمُ الصَّيَامِ لِلْمَرِيضِ وَالْكَبِيرِ وَالْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ مریض، بوڑھے، حاملہ اور مرضعہ کے روزے کے حکم کا بیان

بنو عبد اللہ بن کعب کے ایک آدمی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جو کہ انصاری نہیں ہیں، کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سواروں نے ہمارے قبیلے پر چڑھائی کر دی، ایک روایت میں ہے: میرے ہمسائے کا اونٹ لوٹ لیا گیا تھا، میں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔“ میں نے عرض کیا: میں تو روزے سے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ، میں تمہیں روزے کے متعلق بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز کی اور مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی کو روزوں کی رخصت دی ہے۔“ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے حاملہ اور مرضعہ دونوں کا یا کسی ایک کا ذکر کیا تھا، ہائے افسوس! میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا تھا۔

(۳۸۵۰) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: وَلَيْسَ بِأَنْصَارِي) قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (وَفِي لَفْظٍ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي إِبِلٍ لِحَجَارِي أُخِذَتْ) فَاتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَغَدَّى، فَقَالَ: ((أَذُنْ فَكُلْ-)) قُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: ((اجْلِسْ أُحَدِّثُكَ عَنِ الصَّوْمِ أَوِ الصَّيَامِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْمُسَافِرِ وَالْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوِ الصَّيَامَ-)) وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كِلَاهُمَا أَوْ أَحَدُهُمَا، فَيَالَهُفَ نَفْسِي، هَلَّا كُنْتُ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - (مسند احمد: ۱۹۲۵۶)

فوائد: اس حدیث کے راوی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ انس بن مالک نہیں ہیں، جو رسول اللہ ﷺ

کے خادم تھے اور عام روایات میں جن کا نام آتا ہے۔

(۳۸۵۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدِيثٌ طَوِيلٌ تَقَدَّمَ فِي بَابِ الْأَحْوَالِ الَّتِي عَرَضْتُ لِلصِّيَامِ رَقْمَ (۳۱) صَفْحَةٍ (۲۳۹) مِنَ الْجُزْءِ التَّاسِعِ قَالَ: ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ آيَةَ الْأُخْرَى ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ قَالَ: فَاتَّبَعَ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيمِ الصَّحِيحِ وَرَخَّصَ فِيهِ لِمَرِيضٍ وَالْمُسَافِرِ، وَبَيَّنَّ الْإِطْعَامَ لِلْكَبِيرِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الصِّيَامَ. (مسند احمد: ۲۲۴۷۵)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے، جو جز نمبر ۹، حدیث نمبر (۳۱) اور صفحہ نمبر (۲۳۹) میں ”باب الاحوال البتی عرضت للصيام“ میں گزر چکی ہے، اس میں ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي... شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۸۵) یعنی: ”ماہ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔“ تو اللہ نے تندرست اور مقیم آدمی پر روزہ فرض کر دیا اور مریض اور مسافر کو رخصت دے دی اور جو عمر رسیدہ آدمی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے (مسکین کو) کھانا کھانا مشروع ٹھہرا۔

فوائد: یہ حوالہ مصنف کا ہے، آپ اگر پوری حدیث پڑھنا چاہیں تو کتاب الصيام کی حدیث نمبر (۳۶۷۳) کا مطالعہ کریں۔ مسافر، شفاء کی امید رکھنے والے مریض، مستقل مریض اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والا عمر رسیدہ آدمی، ان چاروں افراد کے احکام واضح ہیں کہ اول الذکر دو افراد قضائی دیں گے اور مؤخر الذکر ہر روزے کے عوض ایک ایک مسکین کھانا کھانا کفارہ دیں گے۔ ہماری مراد وہ مریض ہے، جس کے لیے روزہ رکھنا بہت مشکل ہو یا روزے کی وجہ سے اس کی بیماری بڑھ سکتی ہو یا شفا میں زیادہ تاخیر ہو سکتی ہو۔

حَامِلَه (حمل والی) اور مُرَضِعَه (دودھ پلانے والی) خواتین کے بارے میں سوال یہ ہے کہ وہ روزوں کی قضائی دیں گی یا کفارہ ادا کریں گی؟ اس مسئلے کا دارومدار اس بات پر بھی ہے کہ درج ذیل آیت منسوخ ہے یا محکم: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ ”اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھانا دیا کریں۔“ اس کے بارے میں دو آراء ہیں، ایک رائے یہ کہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور درج ذیل آیت اس کی ناسخ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ”اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔“

اس دعویٰ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں: سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ تو جو چاہتا (روزہ رکھ لیتا اور) جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا اور فدیہ دے دیتا، یہاں تک کہ اس سے بعد والی آیت کے نازل اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔ (بخاری: ۴۵۰۷، مسلم: ۱۱۳۵) بعد والی آیت سے مراد ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کے الفاظ ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت الفاظ اس طرح پڑھے ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينٍ﴾ اور کہا: یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ماہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے اور یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح کہ تم سے پہلے والے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔) نیز فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) ان آیات پر عمل کرتے ہوئے جو آدمی چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا اور جو کوئی روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ بطور فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور یہی چیز اس کی طرف سے کافی ہو جاتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (ماہ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست آدمی پر اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے، البتہ مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دے دی اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ آدمی کے لیے روزہ کی جگہ یہ حکم برقرار رکھا کہ وہ بطور فدیہ مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔ (یہ حدیث تفصیل کے ساتھ اس نمبر (۳۶۷۳) میں گزر چکی ہے)

لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں ہوئی، جیسا کہ عطاء کہتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت یوں پڑھی: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ (اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے سے کلفت و مشقت ہوتی ہو، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) اور پھر کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے، یہ عمر رسیدہ مرد اور بڑی عمر کی خاتون کے بارے میں ہے، جو روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے، ان کو چاہیے کہ وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ (صحیح بخاری: ۴۵۰۵) اسی نظریے کو سامنے رکھ کر ہی سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اَلْحَامِلُ وَ الْمُرْضِعُ تُفْطِرُونَ وَلَا تَقْضِيْنَ۔ حاملہ اور مرضعہ روزہ ترک کر دیں گی اور قضا بھی نہیں دیں گی، (یعنی کفارہ ادا کریں گی)۔ (سنن دارقطنی: ۲/۲۰۷)

لیکن درج ذیل تین وجوہات کی بنا پر اول الذکر یعنی اس آیت کے منسوخ ہو جانے کی رائے قوی معلوم ہوتی ہے:

(۱) اکثر کی قراءت ”یُطِيقُونَهُ“ ہے، نہ کہ ”یُطَوُّقُونَهُ“

(۲) ابن منذر نے کہا: اگر یہ الفاظ روزے کی طاقت نہ رکھنے والے لوگوں کے بارے میں ہوتے تو اسی آیت کے آخری کلمات ﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (اور تمہارا روزہ رکھ لینا بہتر ہے) کی کوئی مناسبت باقی نہ رہتی۔ اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کیا ہوا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کا روزہ رکھنا بہتر ہے، دراصل شروع شروع میں یہ رخصت تھی کہ جو لوگ روزہ کی صلاحیت ہونے کے باوجود روزہ نہیں رکھنا چاہتے تھے، وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے، ان کو کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ کفارے کی بجائے روزہ رکھ لیں تو بہتر ہے۔

(۳) اول الذکر رائے رکھنے والوں کی روایات بڑی واضح ہیں، جن سے واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ منسوخ ہو گئے ہیں: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ اس باب کی پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے حاملہ اور مرضعہ کو مسافر کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان کا حکم بھی مسافر والا ہے۔ ابراہیم نخعی اور حسن بصری نے کہا: جب حاملہ اور مرضعہ کو اپنی جانوں کا یا اپنے بچوں کا ڈر ہو تو وہ روزہ چھوڑ دیں، لیکن پھر قضائی دیں۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۴۵۰۵ سے پہلے) اس بحث کا خلاصہ یہ کہ حاملہ اور مرضعہ کا حکم مسافر اور شفا کی امید رکھنے والے مریض کا ہے، کسی نقصان سے بچنے کے لیے وہ روزہ ترک کر سکتی ہیں، لیکن بعد میں قضائی دیں گی۔ اگر کسی خاتون کی یہ صورتحال ہو کہ وہ ایک رمضان میں حاملہ ہوتی ہے اور اگلے رمضان میں مرضعہ، اگر اس کا لگاتار چھ سات سالوں تک یہی مسئلہ بنتا رہے اور اتنے برسوں کے روزے رہ جائیں تو وہ کیا کرے؟ اسے چاہیے کہ وہ اہل علم سے رابطہ کرے، اپنی صورت حال سے آگاہ کرے اور اہل علم غور کریں کہ کیا اتنے روزوں کی قضائی دینا اس کے بس کی بات ہے یا نہیں، اس مجلس میں قضائی یا کفارے کا فیصلہ کر دیا جائے۔

اہم تنبیہ: اس بحث میں حاملہ اور مرضعہ سے مراد وہ خواتین ہیں کہ اگر وہ روزہ رکھیں تو ان کو یا ان کے بچوں کو کوئی نقصان ہونے کا خطرہ ہو یا عام روزے داروں کی بہ نسبت کوئی بڑی مشقت اٹھانا پڑتی ہے، ہم نے کئی ایسی خواتین کو دیکھا کہ آرام سے اپنا روزہ پورا کر لیتی ہیں، بہر حال بعض شہری خواتین ضرورت سے زیادہ نرم مزاج والی بن جاتی ہیں اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کفارے والی رخصت ان کو مل جائے، ان سے گزارش ہے کہ کم از کم ان میں اتنا عذر ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو معذور ثابت کر سکیں۔

مسکین کو کھانا کھلانا، اس کے بارے میں دو سوالات باقی ہیں:

(۱) یہ بات معلوم ہے کہ ایک روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، لیکن کیا ایک وقت کا کھانا کافی ہے یا دو وقتوں کا؟

(۲) اس کھانے کی مقدار کیا ہونی چاہیے؟ رہا مسئلہ ایک یا دو وقت کے کھانے کا، تو نصوص کے الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک روزے کے عوض ایک مسکین کا ایک وقت کا کھانا مطلوب ہے۔ ایوب بن ابی تمیمہ کہتے ہیں: جب

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو انھوں نے ایک بڑے برتن میں شرید کا کھانا تیار کر دیا اور تیس مساکین کو بلا کر ان کو کھلا دیا۔ (ابو یعلیٰ: ۷/ ۲۰۴، واسنادہ منقطع)

قنادہ کہتے ہیں: جب سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے ایک سال قبل روزے رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور ہر روز کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا۔ (معجم کبیر: ۱/ ۲۴۲)

ایوب بن ابی تیمہ ہی کہتے ہیں: جب ایک سال سیدنا انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے ایک بڑے برتن میں کھانا بنوایا اور تیس مسکینوں کو بلا کر ان کو سیر و میراب کر دیا۔ (سنن دارقطنی: ۲/ ۲۰۷)

کھانے کی مقدار معلوم کرنے کے لیے درج ذیل بحث کو سمجھنا ضروری ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٌ أَوْ نُسْكَ﴾ ”البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۹۶) اس آیت میں حج و عمرہ سے متعلقہ احکام بیان کیے جا رہے ہیں، جب ایک صحابی کو جوؤں کی وجہ سے تکلیف ہوئی، جبکہ اس نے عمرے کا احرام پہن رکھا تھا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ((اَحْلِقْ ثُمَّ اَذْبَحْ شَاةً نُّسْكَاً أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعَمْ ثَلَاثَةَ أَصْعٍ مِّن تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينٍ۔)) (بخاری: ۱۸۱۴، ۱۸۱۶، مسلم: ۱۲۰۱، واللفظ لابی داود، وفی رواۃ للبخاری: ((أَوْ أَطْعَمْ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ لِحُلِّ مَسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ۔)) ”تو اپنا سر موٹہ دے اور بطور قربانی ایک بکری ذبح کر دے، یا تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھجوروں کے تین صاع کھلا دے۔“ ایک روایت میں ہے: ”یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دے، ہر مسکین کو نصف صاع۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بطور کفارہ کسی مسکین کو کھانا کھلانا پڑ جائے تو اس کی مقدار نصف صاع (تقریباً ایک کلو پچاس گرام) ہونی چاہیے، لیکن حدیث نمبر (۳۸۱۹) والے باب کے مطابق جس آدمی نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا تھا، آپ ﷺ نے اس کو یہ مقصد پورا کرنے کے لیے پندرہ صاع کھجوریں دیں تھیں، اس طرح سے ہر مسکین کو صاع کا چوتھائی حصہ (تقریباً ۵۲۵ گرام) آتا ہے، جبکہ ہمارے ہاں کھانا کھلانے کا معیار ہی اس سے مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، دیے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم میں سے کسی پر اس قسم کا کوئی کفارہ پڑ جائے تو وہ مردہ کھانوں میں سے کوئی کھانا مساکین کو اس طرح کھلائے کہ وہ خوب سیر و میراب ہو جائیں، بعض صحابہ کے عمل سے یہی بات ثابت ہوتی ہے، ہمارے ہاں روٹی اور سالن کو ترجیح دینی چاہیے۔ اگر کسی کا ذہن اس بات پر مطمئن نہ ہو تو وہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ”یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دے، ہر مسکین کو نصف صاع“ پر عمل کرتے ہوئے ہر مسکین کو نصف صاع کے بقدر کھانا کھلا دے۔ باقی مذکورہ بالا دو احادیث مبارکہ آپ کے سامنے ہیں، آپ خود فیصلہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنْ رَمَضَانَ وَوَقْتُهُ

رمضان کے روزوں کی قضاء اور اس کے وقت کا بیان

(۳۸۵۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ وَعَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ شَيْءٌ لَمْ يَقْضِهِ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ صَامَ تَطَوُّعًا وَعَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ شَيْءٌ، لَمْ يَقْضِهِ فَإِنَّهُ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ حَتَّى يَصُومَهُ)) (مسند احمد: ۸۶۰۶)

(۳۸۵۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا كُنْتُ أَقْضِي مَا يَكُونُ عَلَيَّ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ حَتَّى تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. (مسند احمد: ۲۵۵۱۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ماہ رمضان کو پالے، جبکہ سابقہ رمضان کے روزوں کی قضاء اس کے ذمے باقی ہو تو اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہیں ہوں گے، اسی طرح جو آدمی نفلی روزے رکھ رہا ہو، جبکہ اس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو تو اس وقت تک یہ نفلی روزے قبول نہیں ہو گے جب تک وہ اُن کی قضائی نہ دے لے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میرا معمول یہ تھا کہ میں ماہ رمضان کے روزوں کی قضا شعبان میں دیا کرتی تھی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے۔

فوائد: رمضان میں رہ جانے والے روزوں کی قضائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ”دوسرے دنوں میں گنتی کو پورا کرنا ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۸۴) یہ آیت مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں لگائی گئی، جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دس ماہ کے بعد شعبان میں روزوں کی قضائی دیا کرتی تھیں، اس لیے کسی وقت بھی قضائی دی جاسکتی ہے، اگلے رمضان کے بعد تک تاخیر کی جاسکتی ہے، لیکن اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے اگلے رمضان کے بعد تک تاخیر کر دینا مکروہ ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ کئی آیات اور احادیث یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ اس قسم کی ذمہ داریوں کو جلدی جلدی ادا کر لینا چاہیے، کیونکہ موت اور بیماری کا کوئی علم نہیں۔

قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنْ أَلَمِيَّتِ

فوت شدہ کی طرف سے روزوں کی قضاء دینے کا بیان

(۳۸۵۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا مَيِّتٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ فَلْيَصُمْهُ عَنْهُ وَلِيِّهُ)) (مسند احمد: ۲۴۹۰۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ میں روزے ہوں تو اس کا رشتہ دار اس کی طرف سے روزے رکھے۔“

(۳۸۵۲) اسنادہ ضعیف، ابن لہیعہ سیء الحفظ۔ اخرجه الطبرانی في ”الوسط“: ۳۳۰۸ (انظر: ۸۶۲۱)

(۳۸۵۳) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹۵۰، ومسلم: ۱۱۴۶ (انظر: ۲۴۹۹۹)

(۳۸۵۴) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹۵۲، ومسلم: ۱۱۴۷ (انظر: ۲۴۴۰۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری امی فوت ہو گئی ہے، جبکہ اس کے ذمہ میں ایک مہینہ کے روزے تھے، کیا اب میں اس کی طرف سے روزوں کی قضائی دے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری والدہ پر قرضہ ہوتا تو کیا تم نے وہ ادا کرنا تھا؟“ اس نے کہا: جی کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس امر کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔“

(۳۸۵۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِي عَنْهَا؟ قَالَ: فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَمَا كُنْتَ تَقْضِيهِ؟)) قَالَ: بَلَى، قَالَ: ((فَدَيْنُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَقُّ -)) (مسند احمد: ۱۹۷۰)

فوائد: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ اس خاتون پر نذر کے روزے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، جبکہ اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے، تو کیا میں اس کی طرف سے قضائی دے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمہاری والدہ کے ذمے قرض ہوتا تو کیا تم نے اسے ادا کرنا تھا؟“ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔“

(۳۸۵۶) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ فَقَالَ: ((لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتُ قَاضِيَهُ عَنْهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى -)) (مسند احمد: ۲۳۳۶)

فوائد: ابن قیم کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد نذر کے روزے ہیں، لیکن صحیحین کی روایت عام ہے، اس لیے اس سے مراد ہر وہ روزہ ہے، جو میت کے ذمے ہو، وہ نذر کا ہو یا رمضان کا۔ جیسا کہ خطابی نے کہا: اس حدیث میں میت کا وہ روزہ مراد ہے، جو اس پر فرض تھا، وہ نذر کی صورت میں ہو یا رمضان کے روزوں کی قضا دینے کی صورت میں۔

(۳۸۵۵) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۴۸، وعلقه البخاری: ۱۹۵۳ (انظر: ۱۹۷۰)

(۳۸۵۶) تخریج: انظر الحديث السابق (انظر: ۲۳۳۶)

الْأَيَّامُ الْمَنْهِيَّةُ عَنْ صِيَامِهَا ان دنوں کا بیان جن میں روزہ رکھنا منع ہے النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِي الْعِيدَيْنِ عیدین کے دو دنوں کا روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

ابوعبید کہتے ہیں: عید کے موقع پر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھا، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے عید کے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) عید الفطر (ایک ماہ کے) روزوں سے تمہاری افطاری کا دن ہوتا ہے اور عید الاضحیٰ ویسے قربانی کا دن ہے، اس لیے اس میں قربانی کا گوشت کھایا کرو۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

زیاد بن جبیر کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں چل رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان سے ایک سوال کرتے ہوئے کہا: میں نے نذر مانی ہوئی ہے کہ ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھا کروں گا، لیکن اب یہ دن عید الاضحیٰ کے دن آرہا ہے، اس کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔ اس آدمی کو یہ خیال آیا کہ شاید انھوں نے اس کا سوال نہیں سنا تھا، اس لیے اس نے دوبارہ کہا: میں نے ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی ہے، لیکن اس دفعہ یہ دن عید الاضحیٰ کے

(۳۸۵۷) عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ (بْنِ الْخَطَّابِ) فَقَبِدَا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ، أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَيَفْطِرُكُمْ مِنْ صَوْمِكُمْ؛ وَأَمَّا يَوْمُ الْأَضْحَىٰ فَكُلُوا مِنْ نُسُكِكُمْ۔ (مسند احمد: ۱۶۳)

(۳۸۵۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَ يَوْمِ الْأَضْحَى۔ (مسند احمد: ۱۱۸۲۶)

(۳۸۵۹) عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ يَمْشِي بِمَنَى، فَقَالَ: نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَاءَ أَوْ أَرْبَعَاءَ، فَوَاقَفْتُ هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ النَّحْرِ، فَمَا تَرَى؟ قَالَ: أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ قَالَ: نَهَيْنَا أَنْ نَصُومَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: فَظَنَّ الرَّجُلُ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَاءَ أَوْ أَرْبَعَاءَ، فَوَاقَفْتُ هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ النَّحْرِ۔ فَقَالَ: أَمَرَ اللَّهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَانَا

(۳۸۵۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۹۰، ۵۵۷۱، ومسلم: ۱۱۳۷ (انظر: ۱۶۳)

(۳۸۵۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۱۹۷، ۱۸۶۴، ۱۹۹۵، ومسلم: ۸۲۷ (انظر: ۱۱۸۰۴)

(۳۸۵۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۶۷۰۵، ۶۷۰۶، ومسلم: ۱۱۳۹ (انظر: ۶۲۳۵)

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ قَالَ: نُهَيْتَا أَنْ نَصُومَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: فَمَا زَادَهُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى أَسْنَدَ فِي الْجَبَلِ - (مسند احمد: ۶۲۳۵)

دن آرہا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے، انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا حتیٰ کہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔

فوائد:..... عید الاطر اور عید الاضحیٰ کو ہر قسم کا روزہ رکھنا منع ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ آخری حدیث میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نذر کو پورا کرنے والا حکم عام ہے اور عید کے دن کا روزہ رکھنے سے ممانعت کا حکم خاص ہے، اور قانون یہ ہے کہ خاص کو عام پر مقدم کیا جاتا ہے۔

النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت

ایام تشریق: ان سے مراد عید الاضحیٰ کے بعد والے تین دن ہیں، یعنی ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ، حاجی لوگ ان دنوں میں مٹی میں قیام کرتے ہیں، اس لیے ان کو ایام مٹی بھی کہتے ہیں۔

(۳۸۶۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ: بَيْنَمَا نَحْنُ بِمِنًى إِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي ظَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَذِهِ أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ، فَلَا يَصُومُهَا أَحَدٌ)) وَاتَّبَعَ النَّاسُ عَلَى جَمَلِهِ يَصْرُخُ بِذَلِكَ - (مسند احمد: ۵۶۷)

ام عمرو کہتی ہیں: ہم منیٰ میں تھے، اچانک سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ کھانے پینے کے دن ہیں، لہذا کوئی آدمی ان دنوں کا روزہ نہ رکھے۔“ وہ اونٹ پر سوار تھے، لوگوں کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا اور باوازا بلند یہ اعلان کرتے جا رہے تھے۔

(۳۸۶۱) عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ بَنِي سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ (سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أُنَادِيَ أَيَّامَ مِنًى (وَفِي لَفْظٍ: ((يَا سَعْدُ! قُمْ فَأَذِّنْ بِمِنًى) أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ فَلَا صَوْمَ فِيهَا)) يَغْنَى أَيَّامَ التَّشْرِيقِ - (مسند احمد: ۱۴۵۶)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرید ہے، وہ کہتے ہیں: منیٰ کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا یا آپ ﷺ نے فرمایا: ”سعد! اٹھو اور منیٰ میں یہ اعلان کرو کہ یہ کھانے کے پینے کے دن ہیں، اس لیے ان دنوں میں کوئی روزہ نہیں ہے۔“ آپ ﷺ کی مراد ایام تشریق تھے۔

(۳۸۶۰) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه النسائي في "الكبرى": ۲۸۹۰ (انظر: ۵۶۷)

(۳۸۶۱) تخریج: صحیح لغیر۔ أخرجه البزار: ۱۰۶۷ (انظر: ۱۴۵۶)

ابوشعراء کہتے ہیں: ہم ایام تشریق کے درمیانی دن کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اتنے میں کھانا لایا گیا اور لوگ کھانے کے قریب ہوئے، لیکن ان کا ایک بیٹا ذرا دور ہو گیا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: قریب ہو کر کھانا کھاؤ۔ لیکن اس نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”یہ کھانے پینے اور ذکر کے دن ہیں۔“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔“

(۳۸۶۲) عَنْ أَبِي الشَّعْنَاءِ قَالَ: أَتَيْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْيَوْمِ الْاَوْسَطِ مِنْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، قَالَ: فَأَتَيْتَ بَطْعَامٍ فَذَنَا الْقَوْمُ وَتَنَحَّى ابْنُ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: أَذُنُ فَاطَعَمَ، قَالَ: فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّهَا أَيَّامُ طَعْمٍ وَذِكْرِ)) (مسند احمد: ۴۹۷۰)

(۳۸۶۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَوْمٌ عَرَفَةٌ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلُ الْإِسْلَامِ وَهُنَّ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ)) (مسند احمد: ۱۷۵۱۴)

فوائد: اس حدیث مبارکہ میں عرفہ کے دن یعنی (۹) ذوالحجہ کو بھی عید کا دن قرار دیا گیا ہے، لیکن اس دن کو روزہ رکھنا افضل ہے، اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ منی میں گھوم پھر کر یہ اعلان کریں کہ ”لوگو! ان دنوں کا روزہ نہ رکھو، کیونکہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔“

(۳۸۶۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حُذَافَةَ يَطُوفُ فِي مَنَى: ((أَنْ لَا تَصُومُوا هَذِهِ الْأَيَّامَ فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (مسند احمد: ۱۰۶۷۴)

ایک صحابی رسول کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ منی والے دنوں میں اپنی

(۳۸۶۵) عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ (الزُّرَقِيِّ) الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَجْلِيٍّ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

(۳۸۶۲) تخریج: حسن بالمتابعات والشواهد۔ أخرجه النسائي في "الكبرى": ۲۹۰۳، وابن أبي شيبة: ۲۰ / ۴، وابن خزيمة: ۲۱۴۸ (انظر: ۴۹۷۰)

(۳۸۶۳) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه ابو داود: ۲۴۱۹، والنسائي: ۲۵۲ / ۵، والترمذی: ۷۷۳ (انظر: ۱۷۳۷۹)

(۳۸۶۴) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه النسائي في "الكبرى": ۲۸۸۳، ومالك في "الموطأ": ۱ / ۳۷۶ (انظر: ۱۰۶۶۴)

(۳۸۶۵) تخریج: مرفوعہ صحیح لغیرہ۔ أخرجه النسائي في "الكبرى": ۲۸۸۰، والطحاوی: ۲ / ۲۴۶، ومالك في "الموطأ": ۱ / ۳۷۶، والدارقطني: ۲ / ۲۱۲ (انظر: ۲۱۹۵۰)

قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حُذَافَةَ السَّهْمِيَّ أَنْ يَرْكَبَ رَاحِلَتَهُ أَيَّامَ مَنْى فَيَصْبِحُ فِي النَّاسِ: ((لَا يَصُومَنَّ أَحَدٌ فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ)). قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ عَلَى رَاحِلَتِهِ يُنَادِي بِذَلِكَ. (مسند احمد: ٢٢٢٩٦)

(٣٨٦٦) عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيَةَ أَنَّ
دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَلَى أَبِيهِ
عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا
طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ:
عَمْرٍو: كُلْ فَهَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِفِطْرِهَا وَيَنْهَى عَنْ
صِيَامِهَا. قَالَ: مَا لِكَ: وَهِيَ آيَاتُ التَّشْرِيقِ -
(مسند احمد: ١٧٩٢٠)

(۳۸۶۷) عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ
رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
أَنَّهُ بَعَثَ بِشَرَبِنَ سَحِيمٍ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ:
((أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنٌ
(وَفِي لَفْظٍ: إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَفِي لَفْظٍ
آخَرَ: إِلَّا مُؤْمِنٌ) وَإِنَّهَا أَيَّامٌ أَكَلٍ وَشُرْبٍ))
يَعْنِي أَيَّامَ التَّشْرِيقِ - (مسند احمد: ۱۵۵۰۷)

(۳۸۶۸) عَنْ يُونُسَ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ صَوْمِ أَيَّامِ
التَّشْرِيقِ - (مسند احمد: ۱۶۸۲۶)

(۳۸۶۶) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ آخرجہ ابوداؤد: ۲۴۱۸ (انظر: ۱۷۷۶۸)
 (۳۸۶۷) تخریج: اسنادہ صحیح۔ آخرجہ ابن ماجہ: ۱۷۲۰ (انظر: ۱۵۴۲۹)
 (۳۸۶۸) تخریج: حدیث صحیح لغيره۔ آخرجہ البزار: ۱۰۶۸ (انظر: ۱۶۷۰۶)

فوائد: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حج تمتع میں ایک ہدی (یعنی ایک بکری یا پھرانٹ یا گائے کے ساتویں حصے) کی قربانی دینی پڑتی ہے، لیکن جس حاجی کو قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو، وہ کل دس روزے رکھے، تین ایام حج میں اور سات واپس گھر لوٹ کر، جبکہ ایام حج، جن میں روزے رکھنے ہیں، وہ ذوالحجہ کی (۹) تاریخ اور ایام تشریق ہیں۔ اس لیے ایسا حاجی ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، امام مالک، امام احمد، امام اوزاعی اور امام اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کتاب الحج میں آئے گی۔

النَّهْيُ عَنْ إِفْرَادِ يَوْمِي الْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ بِالصِّيَامِ صرف جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

(۳۸۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ عِيدٌ، فَلَا تَجْعَلُوا يَوْمَ عِيدِكُمْ يَوْمَ صِيَامِكُمْ إِلَّا أَنْ تَصُومُوا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.))
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک جمعہ کا دن، عید کا دن ہے، پس تم اس عید کے دن روزہ نہ رکھو کرو، الا یہ کہ اس سے پہلے ایک دن روزہ رکھ لو یا بعد صیامکم إِلَّا أَنْ تَصُومُوا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.“
(مسند احمد: ۸۰۱۲)

فوائد: صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وَلَا تَخْتَصِمُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَا تَخْتَصِمُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ.))
”جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ اور جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص نہ کرو، الا یہ کہ جمعہ کا دن کسی کی عادت والے روزے میں آجائے۔“

اس موضوع سے متعلقہ تمام احادیث کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس آدمی کے لیے جمعہ کا روزہ رکھنا جائز ہے، جو جمعرات یا ہفتہ کو بھی روزہ رکھے، اسی طرح وہ شخص بھی جمعہ کے دن کا روزہ رکھ سکتا ہے، جس کی عادت میں جمعہ کا دن آجائے، مثلاً ایک آدمی ہر سال عرفہ کے دن یعنی (۹) ذوالحجہ کا روزہ رکھتا ہے، اگر اتفاق سے یہ دن جمعہ کا بھی ہو تو اس کیلئے روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ جمعہ کا دن اس اعتبار سے عید ہے کہ اس میں ہفتے کے باقی دنوں کی بہ نسبت کئی خصوصیات پائی جاتی ہیں، لوگ نماز عید کی طرح نماز جمعہ میں جمع ہوتے ہیں اور عید کے خطبے کی طرح اس میں خطبہ جمعہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نہانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور اچھے کپڑے پہننا، یہ امور بھی عید سے مشابہت پیدا کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۶۹) تخریج: اسنادہ حسن۔ آخر جہ الحاکم: ۱/ ۴۳۷، وابن خزيمة: ۲۱۶۱ (انظر: ۸۰۲۵)

(۳۸۷۰) تخریج: صحیح لغیرہ۔ آخر جہ الطحاوی: ۱/ ۵۱۱، وابن راهويه: ۲۳۷ (انظر: ۸۷۷۲)

(۳۸۷۰) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، الا یہ کہ دوسرے آیام۔ (مسند احمد: ۸۷۵۷) دنوں کی عادت چل رہی ہو۔

فوائد:..... صحیح بخاری (۱۹۷۵) اور صحیح مسلم (۱۱۳۳) میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے، لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: ((لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ)) ”تم میں سے کوئی آدمی جمعہ کے روز کا روزہ نہ رکھے، الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔“

(۳۸۷۱) عَنْ إِبَادِ بْنِ لَقِيطٍ قَالَ: سَمِعْتُ سیدہ لیلیٰ زوجہ بشیر کہتی ہیں کہ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اور اس دن کسی سے کلام نہیں کروں گا، (یہ جائز ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”صرف جمعہ کے دن روزہ نہیں رکھنا، الا یہ کہ دوسرے دنوں میں یا مہینے میں (ایک عادت کے ساتھ) روزے رکھے جارہے ہوں اور یہ جمعہ کا دن بھی ان میں سے ایک ہو جائے، باقی رہا مسئلہ تمہارے خاموش رہنے کا تو میری عمر کی قسم! تمہارا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے لیے بولنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔“ (۲۲۳۰۰)

(۳۸۷۲) عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاتَاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! أَنْتَ نَهَيْتَ النَّاسَ أَنْ يَصُومُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: لَا، لَعَنَ اللَّهُ غَيْرَ آتَى وَرَبِّ هَذِهِ الْحُرْمَةِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِي أَيَّامٍ يَصُومُ فِيهَا.)) (مسند احمد: ۹۴۴۸)

بنو حارث بن کعب کے ایک فرد سے روایت ہے، وہ کہتا ہے: میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک آدمی نے آکر پوچھا: ابو ہریرہ! آپ نے لوگوں کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی عمر کی قسم! البتہ اس حرمت کے رب کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے دن روزہ ہرگز نہ رکھے، الا یہ کہ یہ دن ایسے دوسرے دنوں میں آ جائے، جن کے وہ روزے رکھ رہا ہو۔“

(۳۸۷۱) اسنادہ صحیح۔ أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۱۲۳۲، والبيهقي: ۱۰ / ۷۵ (انظر: ۲۱۹۵۴)

(۳۸۷۲) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه الطحاوي: ۱ / ۵۱۱، وابن راهويه: ۲۳۷ (انظر: ۹۴۶۷)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟“ انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟“ انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر روزہ توڑ دو۔“

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے، جبکہ وہ روزہ سے تھی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟“ انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”کیا تمہارا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟“ انھوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر روزہ افطار کر لو۔“

(۳۸۷۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَهِيَ صَائِمَةٌ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، فَقَالَ لَهَا: ((أَصُمْتَ أَمْسِ؟)) فَقَالَتْ: لَا، قَالَ: ((أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟)) فَقَالَتْ: لَا، قَالَ: ((فَافْطِرِي إِذَا)) (مسند احمد: ۶۷۷۱)

(۳۸۷۴) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْهَجْرِيِّ عَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى جُوَيْرِيَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ لَهَا: ((أَصُمْتَ أَمْسِ؟)) قَالَتْ: لَا، قَالَ: تَصُومِينَ (وَفِي لَفْظِ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي) غَدًا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: ((فَافْطِرِي)) (مسند احمد: ۲۷۲۹۱)

فوائد: ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنے کی بھی نیت رکھتا ہو، بصورت دیگر جب اس کو اس مسئلے کا پتہ چلے گا، تو وہ روزہ توڑ دے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھا کرو۔“

(۳۸۷۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَصُومُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَخَذَهُ)) (مسند احمد: ۲۶۱۵)

محمد بن عباد سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، کہ کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کو جمعہ کے دن روزہ

(۳۸۷۶) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ: أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ

(۳۸۷۳) تخريج: حديث صحيح - أخرجه ابن أبي شيبة: ۴۳ / ۳، وابن خزيمة: ۲۱۶۲، وابن حبان: ۳۶۱۱، والنسائي في "الكبرى": ۲۷۵۳ (انظر: ۶۷۷۱) (۳۸۷۴) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۹۸۶ (انظر: ۲۶۷۵۵) (۳۸۷۵) تخريج: حسن لغيره (انظر: ۲۶۱۵) (۳۸۷۶) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۹۸۴، ومسلم: ۱۱۴۳ (انظر: ۱۴۱۵۴)

يَنْهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ رُكْنٌ مِّنْ رُّكْنَيْهِ مَنَعَ كَرْتَهُ هُوَ سَنَاءٌ؟ أَنَهُمْ لَمْ يَكُنْ جِ هَا، وَرَبِّ هَذَا النَّبِيِّ! (مسند احمد: ۱۴۲۰۱) اس گھر کے رب کی قسم!

فوائد: ان روایات کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے، البتہ درج ذیل روایت قابل غور ہے: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: إِنْ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ - بیشک نبی کریم ﷺ ہر مہینے کے ہر ماہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھتے تھے اور جمعہ کے دن تو کم ہی افطار کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، نسائی) اگر درج بالا روایات کی روشنی میں یہ فیملہ کر لیا جائے کہ آپ ﷺ صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہیں رکھتے ہوں گے، بلکہ اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملاتے ہوں گے، تو بہتر ہوگا اور اس سے ساری نصوص پر عمل ہو جائے گا۔

(۳۸۷۷) عَنْ حَسَّانَ بْنِ نُوحٍ الْجَمَّصِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: تَرَوْنَ كَيْفِي هَذِهِ؟ فَأَشْهَدُ أَنِّي وَضَعْتُهَا عَلَى كَفِّ مُحَمَّدٍ ﷺ (وَفِي رِوَايَةٍ: بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَنَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ إِلَّا فِي فَرِيضَةٍ، وَقَالَ: ((إِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ...)) (مسند احمد: ۱۷۸۴۲)

حسان بن نوح حمصی کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن بسر کو دیکھا، انھوں نے کہا: لوگو! تم میری یہ ہتھیلی دیکھ رہے ہو؟ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس کو اپنے نبی محمد ﷺ کی ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کی بیعت کی تھی، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کر دیا ہے الّا یہ کہ فرضی روزہ ہو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کھانے کے لیے کچھ نہ ملے، ماسوائے درخت کے چھلکے کے، تو وہی کھا کر (روزہ نہ ہونے کی نشاندہی کر دینی چاہیے)۔“

(۳۸۷۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أُخْتِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا عُودَ عِنَبٍ أَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهَا...)) (مسند احمد: ۲۷۶۱۵)

سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”ہفتہ کا روزہ نہ رکھا کرو، الّا یہ کہ یہ ان دنوں میں آجائے کہ جن کے روزے تم پر فرض ہیں، اگر اس دن کو کسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو، ماسوائے انگور کی لکڑی یا درخت کے چھلکے کے، تو اسی کو چبائے۔“

فوائد: ان دو احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسے نہ ہو کہ ہفتہ کا دن کھائے پئے بغیر گزر جائے۔

(۳۸۷۹) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ أَعْرَجٍ كَيْتَ هِيَ: مَجْهِي مِيرِي دَادِي نِي بِيَانِ كِيَا كِه وَه رَسُول

(۳۸۷۷) قال الالباني: صحيح، أخرجه ابوداود: ۱۷۲۶، وابن ماجه: ۱۷۲۶، والترمذي: ۷۴۴ (انظر: ۱۷۶۹۰)

(۳۸۷۸) قال الالباني: صحيح - أخرجه ابوداود: ۲۴۲۱، وانظر الحديث السابق (انظر: ۲۷۰۷۵)

(۳۸۷۹) تخریج: اسنادہ ضعیف للاختلاف فیہ علی ابن لہیعۃ (انظر: ۲۷۰۷۶)

جَدَّتِي أَنَّهُ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَتَعَدَّى وَذَلِكَ يَوْمَ السَّبْتِ ، فَقَالَ : ((تَعَالَى فَكُلِّي)) فَقَالَتْ : إِنِّي صَائِمَةٌ ، فَقَالَ لَهَا : ((صُمْتِ أَمْسِ ؟)) فَقَالَتْ : لَا ، قَالَ : ((فَكُلِّي فَإِنَّ صِيَامَ يَوْمِ السَّبْتِ لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ)) (مسند احمد: ۲۷۶۱۶)

اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، یہ ہفتہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”آؤ کھانا کھاؤ۔“ لیکن انہوں نے کہا: میں تو روزے سے ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟“ اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر کھا لو، کیونکہ ہفتہ کے دن کے روزہ کا نہ ثواب ملتا ہے اور نہ گناہ ہوتا ہے۔“

فوائد:..... ثواب اور گناہ کا نہ ملنا اس صورت میں ہے، جب آدمی جہالت کی وجہ سے روزہ رکھ لے، وگرنہ اگر علم ہونے کے بعد یا بطور تعظیم ہفتہ کا روزہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے، لیکن حدیث نمبر (۳۸۶۹) اور (۳۸۷۳) وغیرہ سے معلوم ہوا کہ جمعہ اور ہفتہ، دونوں کا لگا تار روزہ رکھا جاسکتا ہے، اس رخصت سے یہ استدلال کرنا بھی ممکن ہے کہ ہفتہ اور اتوار کا لگا تار روزہ رکھنا جائز ہے، حدیث نمبر (۳۹۶۸) سے بھی یہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے، جیسے آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے ساتھ (۹) محرم کا روزہ رکھنے کا بھی عزم کیا تھا، آپ ﷺ کا مقصد یہودیوں کی مخالفت کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے آئندہ سال نو محرم کا روزہ رکھنے کا عزم ظاہر کیا تھا نہ کہ دس کے ساتھ نو محرم کا بھی۔ اس کی مزید وضاحت عاشوراء کے روزے کے بارے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ (عبداللہ رفیقی)

النَّهْيُ عَنْ صَوْمِ الْأَبَدِ يَعْنِي الدَّهْرَ

ہمیشہ کے روزے رکھنے سے ممانعت کا بیان

(۳۸۸۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ)) (مسند احمد: ۶۵۲۷)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمیشہ کے روزے رکھے، اس نے حقیقت میں کوئی روزہ نہیں رکھا۔“

(۳۸۸۱) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِشَرَابٍ فَدَارَ عَلَى الْقَوْمِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ صَائِمٌ ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ، لَهُ : إِشْرَبْ ، فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّهُ لَيْسَ

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”جس نے ہمیشہ کے روزے رکھے، اس نے حقیقت میں کوئی روزہ نہیں رکھا۔“

سیدہ اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کو لوگوں کو پلانے کے لیے پیش کیا، ان میں ایک آدمی روزے دار تھا، جب وہ مشروب اس کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

(۳۸۸۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۷۹، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ۶۵۲۷)

(۳۸۸۱) تخریج: مرفوعه صحيح لغيره۔ أخرجه الطبرانی في ”الكبير“: ۴۵۳ / ۲۴ (انظر: ۲۷۵۷۶)

يُفْطِرُ الدَّهْرَ، فَقَالَ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْآبَدَ.)) (مسند احمد: ۲۸۱۲۸)

”پو۔“ لیکن کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو روزہ ترک ہی نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمیشہ روزے رکھے، اس نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔“

(۳۸۸۲) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ عَنْ أَبِيهِ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَاسْتُئْذِنَ عَنْ رَجُلٍ يَصُومُ الدَّهْرَ، قَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ.)) (مسند احمد: ۱۶۴۱۷)

سیدنا عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ اس کو ترک کیا۔“

(۳۸۸۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَوْمِ الدَّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ.)) أَوْ قَالَ: ((لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يَفْطِرْ.)) (مسند احمد: ۱۶۴۲۷)

(دوسری سند) ان کے باپ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ اسے ترک کیا۔“

(۳۸۸۴) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ الدَّهْرَ ضَيِّقَتْ عَلَيْهِ جَهَنَّمُ هَكَذَا.)) وَقَبَضَ كَفَّهُ. (مسند احمد: ۱۹۹۵۱)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمیشہ روزے رکھے، اس کے اوپر جہنم کو اس طرح تنگ کر دیا جائے گا۔“ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ہتھیلی کو بند کر کے کیفیت بیان کی۔

(۳۸۸۵) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ فَلَانًا لَا يُفْطِرُ نَهَارًا الدَّهْرَ، فَقَالَ: ((لَا أَفْطَرَ وَلَا صَامَ.)) (مسند احمد: ۲۰۰۶۳)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں آدمی کسی دن کے روزے کا ناغہ نہیں کرتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ اس نے افطار کیا اور نہ اس نے روزہ رکھا ہے۔“

فوائد: ”نہ اس نے افطار کیا اور نہ اس نے روزہ رکھا۔“ افطار نہ کرنے کا مفہوم تو واضح ہے کہ وہ کھانے پینے سے رکا رہا، روزہ نہ رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے اس معاملے میں مسنون طریقے کی مخالفت کی، اجر و ثواب کا مستحق نہیں ٹھہرا اور اپنے آپ کو ایسے تکلیف دینے کے درپے ہو گیا کہ ممکن ہے کہ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالے اور جہاد اور کئی

(۳۸۸۲) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجہ ابن ماجہ: ۱۷۰۵ (انظر: ۱۶۳۰۸)

(۳۸۸۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۸۴) تخریج: موقوفہ صحیح۔ اخرجہ النسائي (انظر: ۱۹۷۱۳)

(۳۸۸۵) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشيخين۔ اخرجہ النسائي: ۴ / ۲۰۶ (انظر: ۱۹۸۲۵)

دوسرے حقوق سے عاجز آجائے۔

اس مسئلہ سے متعلقہ ایک فقہی بحث

اگلے باب کی پہلی اور اس موضوع سے متعلقہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے نبی داود علیہ السلام کے روزوں کو سب سے زیادہ فضیلت والا قرار دیا، یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔ سوال یہ ہے کہ اس باب میں مذکورہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیشہ کے روزے ناجائز ہیں۔ امام اسحاق، اہل ظاہر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی رائے یہ ہے کہ ان روزوں کا حکم کراہت کا ہے۔ ابن حزم اس انداز کے حرام ہونے کے قائل ہے اور قاضی عیاض نے کہا: جمہور اہل علم کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور تین ایام تشریق کے روزے نہ رکھے تو اس کے لیے باقی تمام دنوں کے روزے رکھنا جائز ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا: جب آدمی دونوں عیدوں اور ایام تشریق کے روزے نہ رکھے تو اس کے لیے باقی دنوں کے لگاتار روزے رکھنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نہ اسے کوئی ضرر لاحق ہو اور کوئی دوسرا حق فوت ہو، بصورت دیگر اس کے لیے یہ روزے مکروہ ہوں گے، ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ، أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَافْطِرْ۔)) اے اللہ کے رسول! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں، آیا میں سفر میں روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔“ (بخاری: ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، مسلم: ۱۱۲۱) وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس صحابی کو لگاتار روزے رکھنے پر برقرار رکھا، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوطلمحہ رضی اللہ عنہم اور کئی سلف بھی لگاتار روزے رکھا کرتے تھے۔

اس رائے کے قائلین نے اس باب کی احادیث کے درج ذیل جوابات دیئے:

(۱) ان احادیث کو ان کے حقیقی معانی پر محمول کیا جائے گا، یعنی ان سے مراد یہ ہے کہ دونوں عیدوں اور ایام تشریق سمیت ہمیشہ کے روزے رکھے جائیں۔

(۲) یا ان احادیث کا مصداق وہ شخص ہے، جس کو اس طرح روزے رکھنے سے کوئی ضرر لاحق ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی حق فوت ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْآبَدَ۔)) ”اس نے روزہ نہیں رکھا، جس نے ہمیشہ روزے رکھے۔“ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ یہ صحابی ان روزوں سے عاجز آجائیں گے اور ایسے ہی ہوا کہ آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جن روزوں کی اجازت دی تھی، وہ بھی ان کے لیے مشکل ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے وہ اس بات پر ندامت کا اظہار کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کیوں نہیں کی تھی۔

جبکہ آپ ﷺ نے سیدنا حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لگاتار روزے رکھنے کی اجازت دے دی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کو یہ اندازہ تھا کہ یہ صحابی ضرر سے محفوظ رہے گا۔

(۳) ”لَا صَامَ“ کے الفاظ اس آدمی کے حق میں بمعنی خبر ہیں، نہ کہ بمعنی دعا، جو ان روزوں سے بڑی مشقت محسوس کرتا ہے۔ رہا اس آدمی کا مسئلہ جو نہ مشقت محسوس کرتا اور نہ کوئی دوسرا حق فوت ہونے دیتا ہے اور نہ ممنوعہ دنوں کے روزے رکھتا ہے تو اس کے لیے تو لگاتار روزے مستحب ہوں گے، جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انھوں نے کہا: کنا نعد اولک فینا من السابقین۔..... ہم اپنے اندر ایسے لوگوں کو آگے بڑھ جانے والوں میں شمار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی)

عروہ کہتے ہیں: سفر ہو یا حضر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے روزے رکھتی تھیں۔ (سنن بیہقی) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا ابوطحہ رضی اللہ عنہ جہاد کی وجہ سے عہد نبوی میں روزے نہیں رکھتے تھے، جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے ان کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ روزہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری) امام نووی نے ”المجموع“ میں دو عیدوں اور ایام تشریق کے علاوہ ہمیشہ کے روزے رکھنے والوں کے نام ذکر کیے ہیں، ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوطحہ انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوامامہ اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ سعید بن مسیب، ابو عمرو بن حماس، سعید بن ابراہیم، اسود بن یزید وغیرہ نے بھی ہمیشہ کے روزے رکھے، سعید بن ابراہیم نے چالیس سال لگاتار روزے رکھے تھے۔ جمہور اہل علم کا مسلک رائج معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

جَامِعٌ لِبَعْضِ مَا يُسْتَحَبُّ صَوْمُهُ وَمَا يُكْرَهُ

ان ایام کا بیان کہ جن میں روزہ رکھنا مستحب یا مکروہ ہے

(۳۸۸۶) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَوْمِهِ فَقَضَبَ، فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: رَضِيتُ أَوْ قَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، قَالَ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَدْ قَالَ: وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً، قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَجُلٌ صَامَ الْآبَدَ، قَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمَيْنِ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ((وَمَنْ سَيَدُنَا الْبُقَادَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)) سَيَدُنَا الْبُقَادَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)) قَالَ: سَيَدُنَا الْبُقَادَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)) قَالَ: سَيَدُنَا الْبُقَادَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ))

”یُطَيَّقُ ذَٰلِكَ؟“ قَالَ: لَيْتَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَوَّانًا لِّذَٰلِكَ، قَالَ: صَوْمُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ذَٰكَ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ، قَالَ: صَوْمُ الْإِسْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ؟ قَالَ: ذَٰكَ يَوْمٌ وَلِدْتُ فِيهِ، وَأَنْزَلَ عَلَيَّ فِيهِ، قَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ؟ قَالَ: ((صَوْمُ الذَّهْرِ وَإِفْطَارُهُ)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمٍ عَرَفَةَ؟ قَالَ: ((يُكْفَرُ السَّنَةُ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ؟ قَالَ: ((يُكْفَرُ السَّنَةُ الْمَاضِيَةَ)) (مسند احمد: ۲۲۹۰۵)

”اس کی استطاعت کون رکھتا ہے؟ کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی طاقت دے دیتا۔“ اس نے پوچھا: ایک دن روزہ اور ایک دن نائمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ اسی طرح ہوتا تھا۔“ اس نے پوچھا: سوموار اور جمعرات کے روزے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس دن کو میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔“ اس نے پوچھا: ہر مہینہ میں تین روزے اور رمضان کے روزے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ہمیشہ کے روزے بھی ہیں اور ہمیشہ کا افطار بھی ہے۔“ اس نے پوچھا: عرفہ کے دن کا روزہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔“ اس نے پوچھا: یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔“

نوائد:..... حدیث کے شروع والے حصے پر غور کریں، دراصل سائل کو اس طرح سوال کرنا چاہیے تھا کہ وہ کتنے اور کیسے روزے رکھے، تاکہ آپ ﷺ اس کی ذات کا اندازہ کر کے اس کے بارے میں کسی لائحہ عمل کی خبر دیتے۔ اس کا براہ راست یہ سوال کر دینا کہ اس معاملے میں آپ ﷺ کی عادت کیا ہے، جس کی وضاحت میں مصلحتیں نہیں ہیں، مثلاً آپ ﷺ بسا اوقات وصال کر رہے ہوتے ہیں، جو امت کے لیے ناپسندیدہ ہے، بسا اوقات آپ ﷺ لگاتار روزے رکھ رہے ہوتے ہیں، جو عام آدمی کے مشکل ہیں اور بسا اوقات آپ ﷺ تسلسل کے ساتھ روزے ترک کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس کی وضاحت سے سائل کو یہ نقصان ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ زندگی بھر آپ ﷺ کی اسی رخصت کو اپنائے رکھے، جبکہ آپ ﷺ تو اس وقت مسلمانوں، مہمانوں اور اپنی بیویوں کے دوسرے حقوق اور مصلحتوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے رات کے قیام کو دیکھیں، جس میں آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ تیرہ اور کم از کم سات رکعتیں ادا کی ہیں، کم رکعتوں کی وجہ آپ ﷺ کی عمر رسیدگی تھی، اس لیے ہر خواہش مند کو دیکھنا یہ چاہیے کہ آپ ﷺ نے فلاں مسئلے کے بارے میں مختلف احادیث کے ذریعے کون سا شرعی قانون پیش کیا ہے، اس میں رخصت و عزیمت اور اختیار و اجبار کی صورتوں کو کیسے مد نظر رکھا گیا، ان امور کو سامنے رکھ کر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

(۳۸۸۷) عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَأَتِهِ اِيكَ امِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الثَّيْبِ بَيَانِ كَرْتِي هِيْنَ كِه رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(۳۸۸۷) ضعيف لا ضرابه۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۳۷، والنسائي: ۴/ ۲۰۵، ۲۲۰ (انظر: ۲۶۴۶۸)

نوز و الحجہ، یوم عاشورا اور ہر ماہ کے تین روزے رکھا کرتے تھے، یعنی ہر ماہ کا پہلا سوموار اور دو جمعراتیں۔

عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ. قَالَ: عَفَّانُ: أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمْسَيْنِ. (مسند احمد: ۲۷۰۰۱)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار کاموں کو ترک نہیں کرتے تھے: یوم عاشوراء، عشرہ ذوالحجہ اور ہر ماہ میں سے تین دنوں کے روزے اور نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں۔

(۳۸۸۸) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: أَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدْعُهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ صِيَامَ عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. (مسند احمد: ۲۶۹۹۱)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔“

(۳۸۸۹) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَيَا أَيُّهَا التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهُنَّ أَيَّامٌ أَكَلٍ وَشُرْبٍ.)) (مسند احمد: ۱۷۵۱۴)

نوٹ:..... عرفہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے، بلکہ افضل ہے، اس کی وضاحت آگے آرہی ہے، کھانے پینے کے دن عید اور تشریق کے دن ہیں، اعلیٰ طور پر اس کو بھی ساتھ ذکر کر دیا گیا۔ یہ دن بھی جمعہ کی طرح مسلمانوں کے لیے عید ہے، اگر حجاج کرام کو دیکھا جائے تو وہ اس دن کو عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں، دوسرے لوگ عید اور قربانیوں کی تیاری میں عجیب فرحت و مسرت کے ساتھ یہ دن گزارتے ہیں، نیز یہ دن کئی فضائل سے بھی مصطف ہے۔ نبی کریم ﷺ کئی انداز اور ترتیب کے ساتھ نفلی روزے رکھا کرتے تھے، احادیث کی دوسری کتابوں میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

(۳۸۸۸) تخريج: حديث ضعيف دون الركعتين قبل الغداة، فهو صحيح بالشواهد، ابو اسحاق الاشجعي مجهول۔ اخرجه النسائي: ۴ / ۲۲۰ (انظر: ۲۶۴۵۹)

(۳۸۸۹) تخريج: اسنادہ صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۱۹، والنسائي: ۵ / ۲۵۲ (انظر: ۱۷۳۷۹)

(۳۸۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: "مَنْ مَرَّ بِالطَّهْرَانِ" کے مقام پر نبی

(٣٨٩٢) تخريج: قال الالباني: صحيح (نسائي: ٢٢٦٤) - أخرجه النسائي: ٤ / ١٧٧ (انظر: ٨٤٣٦)

بَطْعَامٍ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَقَالَ لَا بِيْ بَكْرٍ وَعُمَرُ: ((أَذْنِبَا فَكَلَا)) قَالَا: إِنَّا صَائِمَانِ، قَالَ: ((أَرْحِلُوْا لِصَاحِبَيْكُمْ، إِعْمَلُوْا لِصَاحِبَيْكُمْ)) (مسند احمد: ۸۴۱۷)

کریم ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ”قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ۔“ انہوں نے کہا: ہم تو روزے دار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! اپنے ان ساتھیوں کو سواریاں دو اور ان کے حصے کا کام بھی کرو۔“

فوائد: آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما روزے سے تھے، اس لیے دوسرے صحابہ کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت کریں۔

(۳۸۹۳) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيدُ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ يَزِيدُ يَصُومُ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِرَارًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا مَرَضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَفْعَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا)) (مسند احمد: ۱۹۹۱۵)

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں اکٹھے ہو گئے، یزید تو سفر میں روزے رکھتا تھا، سیدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں نے سیدنا ابوبکر اشعری رضی اللہ عنہ کو کوئی بار یہ بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اسے اتنا ہی اجر ملتا رہتا ہے، جتنا اجر اسے اس عمل کا ملتا تھا، جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔“

فوائد: جس آدمی کی نفلی عبادت اس کی بیماری یا سفر کی وجہ متاثر ہو جائے، تو بغیر عمل کے اس کو اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ تَطَوُّعًا وَزَوْجُهَا حَاضِرٌ بَغَيْرِ إِذْنِهِ

خاوند کی موجودگی میں بیوی کا اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھنے کا بیان

(۳۸۹۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ يَوْمًا وَاحِدًا وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، إِلَّا رَمَضَانَ)) (مسند احمد: ۹۷۳۲)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر ایک روزہ بھی نہ رکھے، الا یہ کہ رمضان ہو۔“

(۳۸۹۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۹۹۶ (انظر: ۱۹۶۷۹)

(۳۸۹۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۱۹۵، ومسلم: ۱۰۲۶ (انظر: ۹۷۳۴)

(۳۸۹۵) وَعَنْهُ أَيْضًا يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ لَا أَنْ أَشَنَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَالسَّوَالِكِ مَعَ الصَّلَاةِ، وَلَا تَصُومُ امْرَأَةٌ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا وَاحِدًا غَيْرَ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ)) (مسند احمد: ۷۳۳۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے اپنی امت پر مشقت ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حکم دے دیتا کہ عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کی جائے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی جائے اور جس عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر ایک دن کا روزہ بھی نہ رکھے،

إِلَّا يَدَّيْهِ مَا رَمَضَانَ هُوَ“

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب بیوی نفلی روزہ رکھنا چاہے یا فرضی روزے کی قضائی دینا چاہے، دونوں صورتوں میں اس کو چاہیے کہ وہ خاوند سے اجازت لے، کیونکہ خاوند کا حق ان حقوق میں سے ہے، جو فوراً واجب ہو جاتے ہیں، جبکہ نفلی روزوں کو ترک کیا جاسکتا ہے اور فرض روزوں کی قضائی کو مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ اس سے بیویوں کو اندازہ کر لینا چاہیے کہ ان کے خاوندوں کا ان پر کتنا حق ہے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے کی ممانعت کی وجہ وظیفہ زوجیت ہے۔

إِنَّ صَوْمَ التَّطَوُّعِ لَا يُلْزَمُ بِالشَّرْوَاعِ فِيهِ نفلی روزہ شروع کر دینے سے اس کے واجب نہ ہو جانے کا بیان

(۳۸۹۶) عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ (بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ شَرَابًا فَنَاولَهَا لِتَشْرَبَ، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ وَلَكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَرُدَّ سُورَكَ، فَقَالَ: يَعْنِي ((إِنْ كَانَ قَضَاءٌ مِنْ رَمَضَانَ فَأَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ، وَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَإِنْ شِئْتَ فَأَقْضِي وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَقْضِي)) (مسند احمد: ۲۷۴۴۹)

سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مشروب پیا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے بعد میں کہا: میں تو روزے سے تھی، لیکن آپ کے جوٹھے کو چھوڑنا گوارا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ روزہ ماہ رمضان کی قضاء کا تھا تو اس کے عوض ایک روزہ رکھ لینا اور اگر یہ نفلی تھا تو تمہاری مرضی ہے کہ قضائی دو یا نہ دو۔“

(دوسری سند) سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: فتح مکہ والے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا آ کر دائیں جانب بیٹھ گئیں، اتنے میں ایک لونڈی کوئی مشروب لائی، پہلے آپ ﷺ نے

(۳۸۹۷) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمٌ فَتُفْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ حَتَّى قَعَدَتْ عَنْ يَسَارِهِ، وَجَاءَتْ أُمُّ هَانِيَةَ

(۳۸۹۵) تخریج: انظر الحديث السابق (انظر: ۷۳۴۲، ۷۳۴۳)

(۳۸۹۶) تخریج: قال الالبانی: صحيح (صحیحہ: ۲۸۰۲)۔ أخرجه الترمذی: ۷۳۱ (انظر: ۲۶۹۱۰)

(۳۸۹۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

خود پیا اور پھر سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیا، اس نے (پینے کے بعد) کہا: میرا تو روزہ تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”کیا یہ قضاء کا روزہ تھا؟ اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر یہ تجھے نقصان نہیں دے گا (یعنی کوئی حرج نہیں ہے)۔“

فَقَعَدَتْ عَنْ يَمِينِهِ وَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِشَرَابٍ فَتَنَاوَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَشَرِبَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَتْ: لَقَدْ كُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ لَهَا: ((أَشَىءُ تَقْضِيَنَّهُ عَلَيْكَ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: ((لَا يَضُرُّكَ إِذَا...)) (مسند احمد: ۲۷۴۳۶)

(تیسری سند) سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے میرے ہاں تشریف لائے، آپ کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور پھر مجھے دے دیا، میں نے کہا: میں تو روزے دار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نفلی عبادت کرنے والا اپنا امیر خود ہوتا ہے، اس لیے اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو افطار کر دو۔“

(۳۸۹۸) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْفَتْحِ فَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِي، فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمَتَطَوِّعَ أَمِيرٌ عَلَى نَفْسِهِ، فَإِنْ شِئْتَ فَصُومِي وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرِي...)) (مسند احمد: ۲۷۴۴۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا، جبکہ ہم دونوں روزے سے تھیں، انہوں نے میرا روزہ افطار کرا دیا، آخر وہ اپنے (عظیم باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) ہی کی بیٹی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے عوض ایک ایک روزہ رکھ لینا۔“

(۳۸۹۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَهْدَيْتُ لِحِفْصَةَ شَاةً وَنَحْنُ صَائِمَتَانِ، فَفَطَّرَنِي فَكَانَتْ ابْنَةُ أَبِيهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: ((أَبْدِلَا يَوْمًا مَكَانَهُ...)) (مسند احمد: ۲۶۵۳۵)

فوائد: اس مسئلہ سے متعلق مزید احادیث: سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ کے لیے کھانا تیار کیا، جب کھانا لگا دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا: میرا تو روزہ ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ذَالِكُمْ أَخْوَكُمْ وَتَكَلَّفَ لَكُمْ...)) ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((أَفْطِرْ، وَصُمْ مَكَانَهُ يَوْمًا إِنْ شِئْتَ...)) یہ تمہارا بھائی ہے اور اس نے تمہارے لیے تکلف کیا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا: ”تو اب روزہ

(۳۸۹۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۹۹) اسنادہ ضعیف، سفیان بن حسین الواسطی ضعیف فی الزہری، وقد اختلف علی الزہری فی وصلہ وارسالہ، وارسالہ هو الصواب۔ اخرجه ابوداؤد: ۲۴۵۷، والترمذی: ۷۳۵ (انظر: ۲۶۰۰۷)

توڑ دے اور اگر تیری چاہت ہو تو اس کی جگہ پر ایک دن روزہ رکھ لینا۔“ (سنن بیہقی: ۲۷۹/۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْتِيهَا وَهُوَ صَائِمٌ، فَيَقُولُ: ((أَصْبَحَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ تَطْعُمُونِيهِ؟)) فَيَقُولُ: لَا، مَا أَصْبَحَ عِنْدَنَا شَيْءٌ كَذَاكَ، فَيَقُولُ: ((إِنِّي صَائِمٌ--)) ثُمَّ جَاءَهَا بَعْدَ ذَلِكَ (وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا آخَرَ) فَقَالَتْ: أَهْدَيْتَ لَنَا هَدِيَّةً فَخَبَأْنَا هَا لَكَ، قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قَالَتْ: حَيْسٌ، قَالَ: ((قَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا--)) فَآكَلَ۔ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں میرے ہاں تشریف لاتے اور پوچھتے: ”تمہارے ہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکوں؟ میں کہتی: جی نہیں، ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے، یہ سن کر آپ ﷺ فرماتے: ”تو پھر میں روزے دار ہوں۔“ پھر ایک دن آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میں نے کہا: ہمیں ایک ہدیہ دیا گیا تھا، ہم نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ”وہ کیا ہے؟“ میں نے کہا: حیس ہے، (یعنی کھجور، گھی اور پنیر کا حلہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آج تو میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے اسے کھالیا۔ (مسلم: ۱۱۵۴، مسند احمد: ۲۴۷۲۴)

سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ ﷺ نے وہ کھانا کھالیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے پاس روزے کی حالت میں تشریف لائے، لیکن آپ ﷺ نے حیس کھالیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، يَا عَائِشَةُ! إِنَّمَا مَنَزَلُهُ مَنْ صَامَ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ أَوْ غَيْرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ أَوْ فِي التَّطَوُّعِ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ أَخْرَجَ صَدَقَةً مَالِهِ فَجَادَ مِنْهَا بِمَا شَاءَ فَأَمَضَاهُ وَبَخَلَ مِنْهَا بِمَا بَقِيَ فَأَمْسَكَهُ--)) ”جی ہاں، عائشہ! جس آدمی نے رمضان اور قضائے رمضان کے علاوہ کوئی نفل روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال میں سے صدقہ کے لیے (کچھ رقم) نکالے، لیکن پھر اس میں سے جتنی مقدار چاہے صدقہ کر دے اور جتنی مقدار چاہے روک لے۔“

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے: فَآكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا مِثْلُ صَوْمِ الْمُتَطَوِّعِ مِثْلُ الرَّجُلِ يُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ الصَّدَقَةَ فَإِنْ شَاءَ أَمَضَاهَا وَإِنْ شَاءَ حَبَسَهَا--)) پس آپ ﷺ نے وہ کھانا کھالیا اور فرمایا: ”نفلی روزہ رکھنے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال سے صدقہ کے لیے کچھ مال نکالتا ہے، لیکن پھر چاہے تو اسے صدقہ کر دے اور چاہے تو روک لے۔“

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی صدقہ کی نیت سے اپنے مال میں سے کچھ مال علیحدہ کرتا ہے، لیکن ابھی تک اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سارے معین مال کا صدقہ کر دے یا سارے کو روک لے، یا کچھ روک لے اور کچھ صدقہ کر دے۔ بالکل اسی طرح نفلی روزہ رکھنے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روزہ توڑ بھی سکتا ہے اور پورا بھی کر سکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت طلوع فجر کے بعد بھی کسی جاسکتی ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ متعلقہ آدمی نے سحری سے لے کر اس وقت تک کھایا پیا نہ ہو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ نفلی روزہ بلا عذر توڑا جاسکتا

ہے اور اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہے، مستحب ہے، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اور امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ نفلی روزے کو پورا کرنا ضروری ہے اور بلا عذر اس کو افطار نہیں کر سکتا اور اس نے کسی عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو اس کی قضائی لازم ہوگی۔ لیکن یہ مسلک مرجوح ہے۔

صَوْمُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ وَفَضْلُهُ

اللہ کے مہینے محرم کے روزے اور ان کی فضیلت

(۳۹۰۰) عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا سَأَلَ عَنْ هَذَا بَعْدَ رَجُلٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ ﷺ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا شَهْرًا بَعْدَ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمِ فَإِنَّهُ شَهْرُ اللَّهِ، وَفِيهِ يَوْمٌ تَابَ عَلَى قَوْمٍ، وَيَتُوبُ فِيهِ عَلَى قَوْمٍ)) (مسند احمد: ۱۳۲۲)

نعمان بن سعد کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیں گے؟ انہوں نے کہا: میں نے کسی کو یہ سوال کرتے ہوئے نہیں سنا، ماسوائے ایک آدمی کے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! ماہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہ محرم کے روزے رکھو، یہ اللہ کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی ماہ میں ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور ایک قوم کی توبہ قبول کرے گا۔“

فوائد:..... تعظیم کے لیے ماہ محرم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) کعبہ کے لیے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے لیے اور روح اللہ (اللہ کی روح) عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بولتے ہیں۔ (عبد اللہ رفیق)

(۳۹۰۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ)) قِيلَ: أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”رات کے کسی بھی وقت میں نماز۔“ پھر کسی نے کہا: رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟

(۳۹۰۰) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی وجہالة النعمان بن سعد۔

اخرجه الترمذی: ۷۴۱ (انظر: ۱۳۲۲)

(۳۹۰۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۶۳ (انظر: ۸۰۲۶)

رَمَضَانَ؟ قَالَ: ((شَهْرُ اللَّهِ الَّذِي تَدْعُوهُ أَپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے اس مہینے کے، جسے تم الْمُحَرَّم۔)) (مسند احمد: ۸۰۱۳) محرم کہتے ہو۔“

فوائد:..... سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، وَأَفْضَلُ الصَّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الَّذِي تَدْعُوهُ الْمُحَرَّم۔)) ”بیشک فرضی نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کے کسی بھی حصے میں پڑھی جانے والی نماز ہے اور رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ تعالیٰ کے اس ماہ کے روزے ہیں، جس کو تم محرم کہتے ہیں۔“ (معجم کبیر: ۱۶۹/۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ رمضان کے بعد ماہ محرم کے روزے افضل ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ محرم کی بہ نسبت ماہ شعبان میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟ اس سوال کا جواب اس درج ذیل حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے: سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْكَ تَصُومُ فِي شَهْرِ لَمْ أَرَكْ تَصُومُ فِي شَهْرِ مِثْلَ مَا تَصُومُ فِيهِ؟ قَالَ: ((أَيُّ شَهْرٍ؟)) قُلْتُ: شَعْبَانَ. قَالَ: ((شَعْبَانُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، تُرْفَعُ فِيهِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، فَأَجِبُ أَنْ لَا يُرْفَعَ عَمَلِي إِلَّا وَأَنَا صَائِمٌ۔)) اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ایک مہینے میں بہت روزے رکھتے ہیں، جبکہ دوسرے کسی بھی ماہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے، (کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سا مہینہ؟“ میں نے کہا: شعبان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شعبان، جو رجب اور رمضان کا درمیانی مہینہ ہے، سے کئی لوگ غافل ہیں۔ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال (آسمانوں کی طرف) اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔“ (صحیحہ: ۱۸۹۸، نسائی: ۳۲۲/۱)

آپ ﷺ نے ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی وجوہ بیان فرمائی ہے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں شعبان اور ذوالحجہ کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے، یعنی اپنی جگہ پر ہر ایک کی فضیلت مسلم ہے، لیکن مطلق طور پر ذوالحجہ کی فضیلت زیادہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ ذوالحجہ میں کسی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھتے ہوں۔

بنیادی طور پر اس حدیث میں دن کے مقابلہ میں رات کی نفلی نماز کی فضیلت بیان ہو رہی ہے یہ بات الگ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں نفلی نماز پڑھنا زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔ وہ احادیث سے ثابت ہے کہ رات کا آخری تہائی حصہ اس حوالہ سے زیادہ اہمیت و فضیلت والا ہے۔ (عبداللہ رفیق)

یَوْمُ عَاشُورَاءَ

یوم عاشوراء

فَضْلُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَتَأْكِيدُ صَوْمِهِ قَبْلَ نَزُولِ رَمَضَانَ

یوم عاشوراء کی فضیلت اور فرضیتِ رمضان سے قبل اس کے روزے کی تاکید کا بیان

(۳۹۰۲) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَفَّارَةٌ سَنَتَيْنِ، سَنَةِ مَاضِيَةٍ وَسَنَةِ مُسْتَقْبَلَةٍ، وَيَوْمُ عَاشُورَاءَ كَفَّارَةٌ سَنَةٍ)) (مسند احمد: ۲۲۹۵۸)

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کا کفارہ ہے اور عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کا کفارہ ہے۔“

(۳۹۰۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَرَأَيْتَ صِيَامَ عَرَفَةَ؟ قَالَ ﷺ: ((أَخْتَسِبُ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ صَوْمَ عَاشُورَاءَ؟ قَالَ ﷺ: ((أَخْتَسِبُ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ)) (مسند احمد: ۲۲۹۹۷)

(دوسری سند) ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: عرفہ کے روزہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزے کو گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنائے گا۔“ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! عاشوراء کے روزے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزے کو گزشتہ ایک سال کا کفارہ بنائے گا۔“

فوائد: یوم عاشوراء سے مراد محرم کا دسواں دن ہے، ابتدائے اسلام میں یہ روزہ فرض تھا اور صرف ایک سال یعنی دو سن ہجری کی ابتداء میں اس کی فرضیت کا مسئلہ پیش آیا تھا، کیونکہ اسی سن کے رمضان میں روزے فرض ہو گئے تھے اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کا روزہ مستحب قرار دیا گیا تھا، اس کی مزید وضاحت اگلی احادیث میں آرہی ہے۔

(۳۹۰۲) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۶۲ (انظر: ۲۲۵۸۸)

(۳۹۰۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

عرفہ کے دن سے مراد (۹) ذوالحجہ کا دن ہے، جس دن حجاج کرام عرفہ کے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔

(۳۹۰۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنَاسٍ مِنَ الْيَهُودِ قَدْ صَامُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا مِنَ الصَّوْمِ؟)) قَالُوا: هَذَا الْيَوْمَ الَّذِي نَجَّى اللَّهُ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْغَرَقِ وَغَرَّقَ فِيهِ فِرْعَوْنَ، وَهَذَا يَوْمٌ اسْتَوَتْ فِيهِ السَّفِينَةُ عَلَى الْجُودِيِّ فَصَامَهُ نُوحٌ وَمُوسَى شُكْرًا لِلَّهِ تَعَالَى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى وَأَحَقُّ بِصَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ)) فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالصَّوْمِ۔ (مسند احمد: ۲/۸۷۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہودی لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، انہوں نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کیسا روزہ ہے؟“ انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا اور اسی دن کونوح علیہ السلام کی کشتی جودی پر آ کر ٹھہری تھی، اس لیے نوح اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا تھا، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں موسیٰ علیہ السلام اور اس دن کے روزے کا زیادہ حقدار ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔

(۳۹۰۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا الْيَوْمَ الَّذِي تَصُومُونَ؟)) قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى وَمِنْكُمْ)) قَالَ: فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصَوْمِهِ۔ (مسند احمد: ۲/۸۷۱)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور دیکھا کہ یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا: ”یہ دن کون سا ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ بڑا مبارک دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلایا تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حقدار ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی صادر فرمایا۔

فوائد:..... رسالت، دینی بھائی چارے اور ظاہری قرابت کے اعتبار سے آپ ﷺ، موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس مسئلے میں آپ ﷺ نے یہودیوں کی مخالفت کیوں نہیں کی؟ اس کا بہترین جواب یہی ہے کہ اس مسئلے میں آپ ﷺ کو مخالفت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری سال میں اس خواہش کا اظہار کر دیا تھا کہ اگر آپ ﷺ زندہ رہے تو (۹) ذوالحجہ کو روزہ رکھیں گے۔ آپ ﷺ

(۳۹۰۴) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف عبد الصمد بن حبيب و جهالة ابیه (انظر: ۸۷۱۷)

(۳۹۰۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۰۴، ومسلم: ۱۱۳۰ (انظر: ۲۸۳۱)

ربیع الاول کے مہینے میں مدینہ منورہ پہنچے تھے، پھر جب محرم کا مہینہ آیا تو یہ صورتحال پیدا ہوئی۔

(۳۹۰۶) عَنْ ثَوْبِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: هَذَا يَوْمٌ عَاشُورَاءَ فَصُومُوهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِصَوْمِهِ۔ (مسند احمد: ۱۶۲۳۱)

ثوبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا: یہ یوم عاشوراء ہے، تم اس دن کا روزہ رکھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(۳۹۰۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَوْمٍ عَاشُورَاءَ أَنْ نَصُومَهُ، وَقَالَ: هُوَ يَوْمٌ كَانَتْ الْيَهُودُ تَصُومُهُ۔ (مسند احمد: ۱۴۷۱۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس محرم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، اس دن کو یہودی روزہ رکھا کرتے تھے۔

تنبیہ: آنے والی آٹھ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں یہ روزہ فرض تھا، کیونکہ دن کے کچھ حصے میں کھانا کھا لینے کے بعد پھر روزہ رکھ لینا، یہ تصور نقلی روزے میں نہیں پایا جاتا، نیز ہم ان احادیث کی فقہ پر حدیث نمبر (۳۷۰۸) میں بحث کر آئے ہیں۔

(۳۹۰۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَهْلِ قَرْيَةِ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعَةِ فَرَاسِخَ، أَوْ قَالَ: فَرَسَخَيْنِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَمَرَ مَنْ أَكَلَ أَنْ لَا يَأْكُلَ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ أَنْ يُتِمَّ صَوْمَهُ۔ (مسند احمد: ۲۰۵۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کو چار چار یا دو دو فرسخ تک بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جس آدمی نے کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے اور جس نے تا حال کچھ نہیں کھایا وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

فوائد:..... اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرضیت رمضان سے قبل یوم عاشوراء کے روزے کا خاصا اہتمام کیا تھا، ایک فرسخ تقریباً سات آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے۔

(۳۹۰۹) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ يُؤَدِّنَ فِي

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن بنو اسلم قبیلے کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ

(۳۹۰۶) تخریج: اسنادہ ضعیف جدا لضعف ثوبیر بن ابی فاخثہ۔ أخرجه البزار: ۱۰۵۰، والطحاوی فی

"شرح معانی الآثار": ۷۶ / ۲، والطبرانی فی "الکبیر": ۲۹۳ (انظر: ۱۶۲۳۰)

(۳۹۰۷) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ۲۵۰۱ (انظر: ۱۴۶۶۳)

(۳۹۰۸) تخریج: حسن لغیرہ۔ أخرجه الطبرانی: ۱۱۸۰۴ (انظر: ۲۰۵۸)

(۳۹۰۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۹۲۴، ۲۰۰۷، ومسلم: ۱۱۳۵ (انظر: ۱۶۵۰۷)

لوگوں میں یہ اعلان کرے: ”جس نے آج روزہ رکھا ہوا ہے، وہ اسے پورا کرے اور جو کچھ کھاپی چکا ہے، وہ بھی اب کچھ نہ کھائے پئے اور اس طرح روزہ مکمل کرے۔“

سیدنا محمد بن صلی النصارى ؑ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء کو ہمارے ہاں تشریف لائے اور پوچھا: ”کیا تم لوگوں نے آج روزہ رکھا ہے؟ بعض نے کہا: جی ہاں، اور بعض نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بہر حال بقیہ دن کا روزہ پورا کرو۔“ نیز آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی عروض کو بھی اطلاع کر دیں کہ وہ بھی اس دن کا روزہ مکمل کریں۔

النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: ((مَنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ أَكَلَ فَلَا يَأْكُلْ شَيْئًا وَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ.)) (مسند احمد: ۱۶۶۲۱)

(۳۹۱۰) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: ((أَصُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هَذَا؟)) فَقَالَ: بَعْضُهُمْ نَعَمْ، وَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا، قَالَ: ((فَاتِمُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هَذَا.)) وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُؤْذِنُوا أَهْلَ الْعَرُوضِ أَنْ يُتِمُّوا يَوْمَهُمْ ذَلِكَ. (مسند احمد: ۱۹۶۸۰)

فوائد: ”عروض“ کے تعین کے بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) اس کا اطلاق مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ان کے پڑوس والے شہروں پر ہوتا ہے اور (۲) مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن کو عرض کہتے ہیں۔

سیدنا ہند بن اسماء ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے قبیلہ بنو اسلم کی طرف بھیجا اور فرمایا: ”اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ آج یوم عاشوراء کا روزہ رکھیں، اگر ان میں سے کوئی آدمی کھاپی چکا ہو تو وہ بھی دن کے آخری یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھے۔“

(۳۹۱۱) عَنْ هِنْدِ بْنِ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى قَوْمِي مِنْ أَسْلَمَ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُومُوا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ وَجَدْتَهُ مِنْهُمْ قَدْ أَكَلَ فِي أَوَّلِ يَوْمِهِ فَلْيَصُمْ آخِرَهُ.)) (مسند احمد: ۱۶۰۵۸)

سیدنا اسماء بن حارثہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیتے ہوئے فرمایا: ”اپنی قوم کو آج کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دو۔“ انھوں نے کہا: اگر وہ کھانا کھا چکے ہوں تو

(۳۹۱۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ هِنْدٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَهُ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ بِصِيَامِ هَذَا الْيَوْمِ.))

(۳۹۱۰) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۷۳۵، والنسائی: ۴/ ۱۹۲ (انظر: ۱۹۴۵۱)

(۳۹۱۱) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه الطبرانی فی ”الکبیر“: ۲۲/ ۵۴۵ (انظر: ۱۵۹۶۲)

(۳۹۱۲) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه الطبرانی فی ”الکبیر“: ۸۶۹، والبخاری: ۱۰۴۸، وابن حبان: ۳۶۱۸،

والحاکم: ۳/ ۵۹۲ (انظر: ۱۵۹۶۳)

قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ وَجَدْتُهُمْ قَدْ طَعِمُوا، قَالَ: ((فَلْيُتِمُوا آخِرَ يَوْمِهِمْ)) (مسند احمد: ۱۶۰۵۹)

پھر آپ کی رائے کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر بھی وہ دن کے آخری یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھ لیں۔“

(۳۹۱۳) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ أَسْمَاءَ بِنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَهُ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُومُوا هَذَا الْيَوْمَ.)) قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ وَجَدْتُهُمْ قَدْ طَعِمُوا؟ قَالَ: ((فَلْيُتِمُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ.)) (مسند احمد: ۱۶۸۳۶)

(دوسری سند) سیدنا اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھیجا اور فرمایا: ”اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ آج کے دن کا روزہ رکھیں۔“ انھوں نے کہا: اگر وہ کھانا کھا چکے ہوں تو آپ کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر وہ بقیہ دن کا روزہ رکھ لیں۔“

فوائد: ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا اسماء بن حارثہ کو ان کے بیٹے سیدنا ہند کے ساتھ ان کی قوم کی طرف بھیجا ہو اور ہر ایک نے صرف اپنا اپنا تذکرہ کر دیا ہو۔

پہلے ایک حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہند بن اسماء کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے ہند کے باپ اسماء کو بھیجا تھا۔ فوائد میں اس ظاہری تعارض کی توجیہ پیش کی گئی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۹۱۴) عَنْ بَعْجَةَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُمْ يَوْمًا: ((هَذَا يَوْمٌ عَاشُورَاءَ فَصُومُوا.)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي تَرَكْتُ قَوْمِي مِنْهُمْ صَائِمٌ، وَمِنْهُمْ مُفْطِرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذْهَبْ إِلَيْهِمْ فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ.)) (مسند احمد: ۲۸۱۹۸)

بھجہ کے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان سے فرمایا: ”آج یوم عاشوراء ہے، اس دن کا روزہ رکھو۔“ بنو عمرو بن عوف کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان میں سے کسی نے روزہ رکھا ہوا ہے اور کسی نے نہیں رکھا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کی طرف جاؤ اور ان کو کہو کہ جس نے روزہ نہیں رکھا ہوا وہ بقیہ دن کا روزہ رکھ لے۔“

(۳۹۱۵) عَنْ مَرْيَدَةَ بِنِ جَابِرٍ قَالَتْ: قَالَتْ أُمِّي: كُنْتُ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلَيْنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مزیدہ بن جابر کہتے ہیں: میری والدہ نے بیان کیا ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کی مسجد میں تھیں، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں کے حاکم تھے، انھوں نے ایک دن کہا:

(۳۹۱۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۱۴) اسنادہ صحیح۔ اخرجه البزار: ۱۰۴۹، والطبرانی فی "الاوسط": ۵۶۷۹ (انظر: ۲۷۶۴۶)

(۳۹۱۵) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ۲۶۴۲، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۷۶/۲ (انظر: ۱۹۷۲۱)

قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِصَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَصُومُوا۔ (مسند احمد: ۱۹۹۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، اس لیے تم اس دن کا روزہ رکھو۔

(۳۹۱۶) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَيَأْمُرُ بِهِ۔ (مسند احمد: ۱۰۶۹)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء کا خود بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔

(۳۹۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُيَيْنَةُ بْنُ أَبِي يَزِيدَ مِنْدُ سَبْعِينَ سَنَةً، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَامَ يَوْمًا يَتَحَرَّى فَضْلَهُ عَلَى الْأَيَّامِ غَيْرَ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَعْنِي عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ شَهْرَ رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۱۹۳۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے دنوں کی بہ نسبت کسی مخصوص دن کی فضیلت کو تلاش کرتے ہوئے روزہ رکھا ہو، ماسوائے یوم عاشوراء کے اور ماہ رمضان کے۔

عَدَمُ تَأْكُدِ صَوْمِهِ بَعْدَ نَزُولِ رَمَضَانَ

ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد یوم عاشوراء کے روزے کے غیر مؤکد ہو جانے کا بیان

(۳۹۱۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا يَصُومُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ۔ (مسند احمد: ۲۵۸۰۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ دورِ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور قریش بھی دورِ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہاں بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس روزے کا حکم دیا، لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو وہی روزے فرض ٹھہرے اور یوم عاشوراء کے روزے کو ترک کر دیا گیا۔

(۳۹۱۶) تخریج: حسن لغیرہ۔ أخرجه البزار: ۶۰۲ (انظر: ۱۰۶۹)

(۳۹۱۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۰۶، ومسلم: ۱۱۳۲ (انظر: ۱۹۳۸)

(۳۹۱۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۰۲، ومسلم: ۱۱۲۵ (انظر: ۲۵۲۹۴)

فوائد: اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یوم عاشوراء کی فرضیت کا مسئلہ صرف ایک سال پیش آیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ ہجرت کے سفر میں ربیع الاول میں مدینہ منورہ پہنچے تھے، (۹) مہینوں کے بعد محرم کا مہینہ آیا اور عاشوراء کے دن کے روزے کا مسئلہ پیدا ہوا، پھر اسی سال کے رمضان میں روزے فرض ہو گئے تھے اور یوم عاشوراء کی حیثیت مستحب کی رہ گئی تھی۔

(۳۹۱۹) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِي ثَانِ بَنَحْوِهِ وَفِيهِ) فَلَمَّا نَزَلَتْ فَرِيضَةُ شَهْرِ رَمَضَانَ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الَّذِي يَصُومُهُ، وَتَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَهُ۔ (مسند احمد: ۲۴۵۱۲)

(دوسری سند) اسی طرح کی حدیث ہے، البتہ اس میں ہے: جب ماہ رمضان کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ اسی کے روزے رکھا کرتے تھے اور یوم عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا تھا، اب جو چاہے اس دن کا روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ نہ رکھے۔

(۳۹۲۰) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهُوَ يَتَغَدَّى، فَقَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! أَذُنٌ لِلْغَدَاءِ، قَالَ: أَوَلَيْسَ الْيَوْمَ عَاشُورَاءَ؟ قَالَ: وَتَذَرِي مَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ؟ إِنَّمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُهُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا أُنْزِلَ رَمَضَانُ تَرَكَ۔ (مسند احمد: ۴۰۲۴)

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: اشعث بن قیس عاشوراء والے دن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے کہا: ابو محمد! کھانا کھانے کے لیے قریب آ جاؤ۔ اشعث نے کہا: کیا آج یوم عاشوراء نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ عاشوراء ہے کیا؟ رسول اللہ ﷺ فرضیت رمضان کے نزول سے قبل اس دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب ماہ رمضان کا حکم نازل ہوا تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا۔

(۳۹۲۱) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي عَاشُورَاءَ: صَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصَوْمِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ عَلَى صَوْمِهِ۔ (مسند احمد: ۴۴۸۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یوم عاشوراء کے بارے میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس دن کو خود بھی روزہ رکھا تھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تھا، لیکن جب ماہ رمضان فرض ہوا تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا۔ پس سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس دن کا روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، الا یہ کہ ان کے معمول کا دن اس روز کو آ جاتا۔

(۳۹۱۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۲۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۲۷ (انظر: ۴۰۲۴)

(۳۹۲۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۹۲، ومسلم: ۲۲۱۶ (انظر: ۴۴۸۳)

فوائد: بہر حال یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت باقی ہے، لیکن اب اس کے ساتھ (۹) محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ کے عزم سے معلوم ہوتا ہے۔

عاشوراء کے حوالہ سے روزہ صرف نو محرم کا یا ساتھ ہی دس محرم کا بھی ہوگا اس کی بحث آگے آرہی ہے۔

(۳۹۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَوْمًا يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ سُئِلَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هُوَ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللَّهِ تَعَالَى مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.)) (مسند احمد: ۵۲۰۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: دور جاہلیت والے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن جب ماہ رمضان کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے اس روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے، جو چاہے اس کا روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“

(۳۹۲۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ عَاشُورَاءَ وَيَحْتَنُوا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ، فَلَمَّا فَرَضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ. (مسند احمد: ۲۱۲۱۵)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں یوم عاشوراء کو روزہ رکھنے کا حکم فرماتے، اس کی ترغیب دلاتے اور جب یہ دن قریب ہوتا تو ہمیں اس کی توجہ بھی دلاتے، لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دیا، نہ اس سے منع کیا اور نہ اس دن کی آمد پر توجہ دلائی۔“

(۳۹۲۴) عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ بَنِي عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَصُومَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يَنْزَلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ. (مسند احمد: ۱۵۵۵۶)

سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ماہ رمضان کی فرضیت سے قبل یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے نہ تو اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا، البتہ ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

(۳۹۲۵) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ (بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خطبہ دیا اور کہا: مدینہ والو! تمہارے علماء

(۳۹۲۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۵۰۱، ومسلم: ۱۱۲۶ (انظر: ۵۲۰۳)

(۳۹۲۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۲۸ (انظر: ۲۰۹۰۸)

(۳۹۲۴) اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابن ابی شیبہ: ۵۶ / ۳، والنسائی فی "الکبریٰ": ۲۸۴۱ (انظر: ۱۵۴۷۷)

(۳۹۲۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۰۳، ومسلم: ۱۱۲۹ (انظر: ۱۶۸۶۷)

یَحْطُبُ بِالْمَدِينَةِ، يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ
 آيَنَ عَلِمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
 يَقُولُ: ((هَذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ، وَلَمْ يُفْرَضْ
 عَلَيْنَا صِيَامُهُ، فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَ
 فَلْيَصُمْ فَإِنِّي صَائِمٌ)) فَصَامَ النَّاسُ۔
 کہاں ہیں؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے
 سنا تھا کہ ”یہ یوم عاشوراء ہے، اس دن کا روزہ ہم پر فرض نہیں
 کیا گیا، اس لیے تم میں سے جو آدمی اس کا رکھنا چاہتا ہو، وہ
 رکھے، البتہ میں تو روزے سے ہوں۔“ پھر لوگوں نے بھی
 روزہ رکھ لیا۔

(مسند احمد: ۱۶۹۹۲)

فوائد:..... سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ۴۳ھ میں پہلا اور ۵۷ھ میں آخری حج کیا تھا، حافظ ابن حجر
 کارحمان اس طرف ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری حج کے موقع پر مدینہ منورہ آ کر یہ حدیث بیان کی تھی، چونکہ ذوالحجہ
 اسلامی سال کا آخری اور محرم پہلا مہینہ ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اداۓ حج کے بعد یوم عاشوراء تک ٹھہریں ہوں گے۔

مَنْ قَالَ: إِنَّ عَاشُورَاءَ الْيَوْمِ التَّاسِعُ وَمَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ قَبْلِهِ أَوْ بَعْدَهُ

محرم کی (۹) تاریخ کو یوم عاشوراء قرار دینے والوں اور اس سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے کا بیان

(۳۹۲۶) عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ:
 أَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَكِيٌّ عِنْدَ
 زَمْرَمَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيسُ،
 فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ۔ قَالَ:
 عَنْ أَبِي بَالِغٍ تَسْأَلُ؟ قُلْتُ: عَنْ صَوْمِهِ، قَالَ:
 إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَأَعْدُدْ، فَإِذَا
 أَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعِهِ فَأَصْبَحْ مِنْهَا صَائِمًا،
 قُلْتُ: أَكَذَلِكَ كَانَ يَصُومُهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔
 حکم بن اعرج کہتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے
 پاس گیا، جبکہ وہ زمزم کے کنویں کے قریب ٹیک لگا کر بیٹھے
 ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا، وہ بہترین ہم نشین
 تھے۔ میں نے پوچھا: آپ مجھے یوم عاشورہ کے بارے میں
 بتائیں۔ انھوں نے کہا: اس کی کون سی حالت کے بارے میں
 پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اس دن کے روزے کے بارے
 میں، انھوں نے کہا: جب ماہ محرم کا چاند دیکھو، تو تاریخ کو شمار
 کرتے رہو، جب ۹ محرم کی صبح ہو جائے تو اس دن روزہ
 رکھو۔ میں نے پوچھا: کیا محمد ﷺ اسی طرح روزہ رکھا کرتے
 تھے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔
 (مسند احمد: ۲۱۳۵)

(۳۹۲۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ، بَنَحْوِهِ
 وَفِيهِ) إِذْ أَنْتَ أَهْلَلْتَ الْمُحَرَّمِ فَأَعْدُدْ تِسْعًا
 ثُمَّ أَصْبَحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا۔ الْحَدِيثُ
 (دوسری سند) اس میں ہے: جب تم ماہ محرم کا چاند دیکھو تو (۹)
 محرم تک شمار کرتے رہو اور نویں محرم کی صبح روزہ کی حالت میں
 کرو۔ باقی حدیث اوپر والی ہی ہے۔

(۳۹۲۶) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۳۳ (انظر: ۲۱۳۵)

(۳۹۲۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

کَمَا تَقَدَّمَ۔ (مسند احمد: ۲۲۱۴)

فوائد:..... سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصود یہ نہیں ہے کہ (۹) محرم یوم عاشوراء ہے، وہ درج ذیل حدیث اور اس کی تشریح میں مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محرم کی (۹) اور (۱۰) تاریخوں کا روزہ رکھا جائے۔ امام شوکانی نے کہا: زیادہ مناسب یہی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس نے اس دن کی طرف سائل کی رہنمائی کی ہے، جس میں روزہ رکھا جاتا ہے اور اس کے لیے یوم عاشوراء کا تعین نہیں کیا کہ وہ محرم کا دسواں دن ہے، کیونکہ اس کے بارے میں تو سوال ہی نہیں کیا گیا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ سائل کا مقصود یہ ہے کہ اس دن کا تعین کیا جائے جس کو روزہ رکھا جائے گا، اس لیے انھوں نے (۹) محرم کی بات کی۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہنا کہ ”جی ہاں، محمد ﷺ اسی طرح روزہ رکھتے تھے۔“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ زندہ رہتے تو اسی طرح روزے رکھتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ کی قولی حدیث میں اسی چیز کی وضاحت کی تھی۔ (نبیل الاوطار: ۴/ ۳۲۶)

درج ذیل حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اگر آئندہ سال زندہ رہا تو نو (تاسع) محرم کا روزہ رکھوں گا۔ اس سے نو اور دس محرم کے دو روزے رکھنے کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ عاشوراء (دس محرم) کی جگہ صرف نو محرم کے روزے کی تائید ہوتی ہے، ورنہ آپ فرماتے میں نو اور دس محرم کا روزہ رکھوں گا۔

(۳۹۲۸) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ اللہ ﷻ: ((لَنْ يَقْبَلَ إِلَيَّ قَابِلٌ لَأَصُومَنَّ (اَلْيَوْمَ التَّاسِعَ)) (مسند احمد: ۱۹۷۱) روزہ رکھوں گا۔“

فوائد:..... آپ ﷺ کے اس عزم کے دو مطلب لیے جاسکتے ہیں: (۱) آئندہ دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو۔ (۲) آئندہ صرف نو محرم کا روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اس لیے سلف صالحین کے ہاں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہی ہے کہ یوم عاشوراء دس محرم ہی ہے، جبکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ یوم عاشوراء نو محرم ہے۔ جمہور کی رائے رائج معلوم ہوتی ہے، اس صورت میں آپ ﷺ کے عزم کا یہ معنی ہوگا کہ ہم دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ہفتہ والے دن روزہ رکھنے سے منع کیا، آپ ﷺ کا مقصود یہودیوں کی مشابہت سے بچنا تھا، جیسا کہ شارح ابوداؤد علامہ عظیم آبادی نے کہا، لیکن پھر اس صورت میں اجازت دے دی کہ اگر اس کے ساتھ جمعہ کے دن کا روزہ رکھا جائے تو ہفتہ کے دن کا روزہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔ ایک اور مثال سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے: سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:..... صحابہ نے کہا: اے اللہ رسول! بیشک اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور جو تے نہیں پہنتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اتَّعِلُّوْا وَتَحَقَّقُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ

(۳۹۲۸) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۳۴ (انظر: ۱۹۷۱)

الکِتَابِ۔)) ”تم جوتے بھی پہنوا اور موزے بھی پہنوا اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔“ (صحیحہ: ۱۲۴۵، أحمد: ۲۶۴/۵، الشعب للبيهقي: ۲/۲۵۹)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اہل کتاب کی مخالفت کے لیے موزوں کو ترک کی تعلیم نہیں دی، بلکہ ان کے ساتھ جوتوں کے استعمال کا اضافہ کر دیا۔ مخالفت کی صورت یہ ہو گئی کہ وہ صرف موزے پہنتے ہیں اور ہم موزے بھی پہنتے ہیں اور جوتے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا بھی اہل کتاب کے ساتھ مخالفت کرنے کی ایک صورت ہے۔ واللہ اعلم

آپ ﷺ کے عزم کا پہلا معنی ہی رائج ہے، درج ذیل روایات سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہودی اور عیسائی بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صُمْنَا النَّاسِعَ)) قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ۔ ”اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جب اگلا سال ہوگا، ہم نو کا روزہ رکھیں گے۔“ لیکن ہوا یوں کہ ابھی تک اگلا سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تھے۔

مجمع کبیر طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ إِلَى قَابِلٍ صُمْتُ النَّاسِعَ، مَخَافَةَ أَنْ يَقُوْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ)) ”اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ رکھوں گا، تاکہ یوم عاشوراء کا روزہ فوت ہو جانے کا خطرہ (ختم ہو جائے)۔“ (صحیحہ: ۳۵۰) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: صُومُوا النَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ۔ نو اور دس کو روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔ (سنن بیہقی: ۲۸۷/۴)

ہفتہ کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھنا اور جوتے اور موزے اکٹھے پہننا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اس لیے یہ تو ٹھیک ہے اور مخالفت کی یہ بھی ایک صورت ہے اسی طرح نو اور دس محرم کے اکٹھے روزے اگر آپ سے ثابت ہوتے تو ہم کہتے یہ بھی مخالفت کی ایک شکل ہے۔ یہ چونکہ ثابت نہیں اس لیے اس جگہ اصل مخالفت یہ ہے کہ جس دن (دس محرم) کا یہودی روزہ رکھتے ہیں، اس کا روزہ نہ رکھا جائے اور مسلم کی حدیث کا مطلب یہی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی مطلب سمجھا ہے، اس لیے وہ یہ عاشورہ کے بارے سوال کرنے والے کو بتا رہے ہیں کہ نو محرم صبح کو تمہارا روزہ ہونا چاہیے۔ اس حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر دس کا روزہ رکھیں، یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور اگر نو کا روزہ بھی نہ رکھا جائے تو یوم عاشوراء کا روزہ بالکل رہ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عاشوراء کا روزہ بالکل رہ جانے کے خوف سے میں نو کا روزہ رکھوں گا تاکہ مخالفت بھی ہو جائے اور روزہ بھی رکھ لیا جائے۔ (عبد اللہ رفیق)

(۳۹۲۹) وَعَنْهُ عَلَيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ وَصُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا)) (مسند احمد: ۲۱۵۴) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یوم عاشوراء کو روزہ رکھا کرو، البتہ اس کے معاملے میں یہودیوں کی مخالفت کیا کرو اور وہ اس طرح کہ اس سے ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو یا اس کے بعد۔“

فوائد: یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس کا مفہوم درست معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہلے ایک روزہ رکھ کر مشابہت کو ختم کیا جاسکتا ہے، اسی طرح بعد میں بھی رکھا جاسکتا ہے، جیسے جمعہ کے دن کے روزے کا مسئلہ ہے۔ ضعیف حدیث سے استدلال کی شرعی کوئی حیثیت نہیں۔ (عبداللہ رفیق)

الصَّوْمُ فِي رَجَبِ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

رجب اور حرمت والے باقی مہینوں کے روزوں کا بیان

(۳۹۳۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبٍ كَيْفَ تَرَى فِيهِ؟ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ. (مسند احمد: ۳۰۰۹) عثمان بن حکیم کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے ماہ رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا کہ اس بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی وقت اس قدر کثرت سے روزے رکھنا شروع کر دیتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ ﷺ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنے عرصے کے لیے روزے ترک کرنا شروع کر دیتے کہ ہم یہ سمجھتے اب آپ ﷺ کبھی بھی روزہ نہیں رکھیں گے۔

فوائد: سعید بن جبیر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نہ تو رجب میں روزے رکھنے سے منع کیا گیا اور نہ اس اعتبار سے اس کی کوئی فضیلت اور خصوصیت بیان کی گئی۔ آپ ﷺ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزوں کا معین اور مقرر اوقات سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے بسا اوقات آپ ﷺ کئی روزے رکھ لیتے اور بسا اوقات یہ سلسلہ ترک کر دیتے۔

(۳۹۳۱) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بسا اوقات تو اس قدر کثرت سے روزے رکھتے کہ

(۳۹۲۹) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابن ابی لیلی، سنیء الحفظ وداود بن علی الهاشمی، قال الامام الذہبی: ولیس حدیثہ بحجة، وذكره ابن حبان فی "الثقات" اخرجہ ابن خزيمة: ۲۰۹۵، والبيهقي: ۲۸۷ (انظر: ۲۱۵۴)

(۳۹۳۰) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۷۱، ومسلم: ۱۱۵۷ (انظر: ۳۰۰۹)

(۳۹۳۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

ہم یہ کہنے لگ جاتے کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنا طویل عرصہ روزہ نہ رکھتے کہ ہمیں یہ خیال آنے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے اور جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے۔

مُحَبِّہ کے باپ یا چچا سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ کسی کام کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے نہیں پہچانتے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”تم ہو کون؟“ اس نے کہا: میں باہلہ قبیلہ کا دی آدمی ہوں، جو گزشتہ سال آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم اس وقت آئے تھے، تو تمہارا جسم، رنگت اور ہیئت بہت اچھی تھی، اب تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے پاس سے جانے کے بعد میں نے ایک دن بھی روزہ ترک نہیں کیا، وگرنہ مسلسل روزے رکھتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں کس نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو تکلیف دو؟ تمہیں کس نے حکم دیا کہ تم اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرو؟ کس نے تمہیں یہ کہا کہ خود کو تکلیف دو؟ تم صرف ماہ صبر یعنی رمضان کے روزے رکھ لیا کرو۔“ میں نے کہا: میرے اندر طاقت ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اس سے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا تم ایک مہینہ میں ایک دن روزہ رکھ لیا کرو۔“ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ رکھ سکتا ہوں، مجھ میں طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر مہینہ میں دو دن روزے

اللہ ﷻ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَفْطُرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا تَامًا (وَفِي لَفْظٍ مُتَّبِعًا) مُنْذُ قَدِيمِ الْمَدِينَةِ إِلَّا رَمَضَانَ - (مسند احمد: ۱۹۹۸)

(۳۹۳۲) عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَبِّبَةُ، عَجُوزٌ مِنْ بَاهِلَةَ عَنْ أَبِيهَا، أَوْ عَمِّهَا، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِحَاجَةٍ مَرَّةً، فَقَالَ: ((مَنْ أَنْتَ؟)) قَالَ: أَوْمًا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ: ((وَمَنْ أَنْتَ؟)) قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِي أَتَيْتُكَ عَامَ أَوَّلِ، قَالَ: ((فَإِنَّكَ أَتَيْتَنِي وَجِسْمُكَ وَلَوْنُكَ وَهَيْئَتُكَ حَسَنَةً فَمَا بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى)) فَقَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا أَفْطَرْتُ بَعْدَكَ إِلَّا لَيْلًا، قَالَ: ((مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ؟ مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، صُمَّ شَهْرَ الصَّبْرِ، رَمَضَانَ)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيدَنِي، فَقَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا مِنَ الشَّهْرِ)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيدَنِي، قَالَ: ((فَيَوْمَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيدَنِي، قَالَ: ((وَمَا تَبْتَغِي عَنْ شَهْرِ الصَّبْرِ وَيَوْمَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ؟)) قَالَ: قُلْتُ:

(۳۹۳۲) تخريج: قال الالباني: ضعيف (سنن ابی داود: ۲۴۲۸)۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۲۸، وابن ماجه:

رکھ لیا کرو۔“ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ مجھے مزید روزے رکھنے کی اجازت دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ماہ صبر یعنی رمضان اور اس کے علاوہ ہر مہینے میں دو روزوں کے علاوہ مزید کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے آپ کو طاقت والا سمجھتا ہوں، لہذا آپ ﷺ مجھے اس سے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”چلو ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔“ آپ ﷺ اس پر رک گئے اور قریب تھا کہ آپ ﷺ اس سے زیادہ اجازت نہیں دیں گے، میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، مزید کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور ترک بھی کر دیا کرو۔“

فوائد:..... حرمت والے مہینے چار ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ اس باب میں ان کے روزے خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں ہوئے، البتہ محرم کے بارے میں احادیث گزر چکی ہیں اور (۹) ذوالحجہ کی فضیلت پر مشتمل احادیث آگے آئیں گی۔ بنا ساعاتی نے کہا: اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رجب میں روزے رکھنا دوسرے حرمت والے مہینوں کی طرح مستحب ہیں۔

صِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ وَكَثْرَةُ الصَّوْمِ فِي شَعْبَانَ وَفَضْلُ الصِّيَامِ فِيهِ

نبی کریم ﷺ کے ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھنے اور اس مہینے میں روزوں کی فضیلت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: بعض اوقات رسول اللہ ﷺ اس قدر کثرت سے روزے رکھنا شروع کر دیتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر اس قدر طویل عرصہ تک روزہ چھوڑ دیتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ ﷺ نفلی روزے نہیں رکھیں گے، آپ ﷺ نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے تھے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے شعبان

(۳۹۳۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَفْطِرُ، وَيَنْفُطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ، وَمَا اسْتَكْمَلَ شَهْرًا قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ۔ (مسند احمد: ۲۵۷۱۰)

کی بہ نسبت کسی دوسرے مہینے میں زیادہ روزے رکھے ہوں۔

(دوسری سند) اس میں یہ اضافہ ہے: آپ ﷺ ماہ شعبان میں شاذ و نادر ہی کسی دن کا روزہ چھوڑتے تھے، بلکہ یوں کہہ دینا چاہیے کہ آپ ﷺ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سال کے کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے، آپ ﷺ گویا پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

(۳۹۳۴) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانَ، بِنَحْوِهِ) وَزَادَتْ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ - (مسند احمد: ۲۵۶۱۴)

(۳۹۳۵) (وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ مِنْ شَهْرِ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ - (مسند احمد: ۲۵۰۴۹)

فوائد:..... ان روایات میں ”کُلُّ“ اور اس کے معانی پر دلالت کرنے والے دوسرے الفاظ مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، ان سے مراد اکثر دنوں کے روزے رکھنا ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات تو اس قدر کثرت سے روزے رکھتے کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ ﷺ روزے نہ چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنے لمبے عرصے کے لیے روزے چھوڑ دیتے کہ ہمیں یہ خیال آنے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزے نہیں رکھیں گے اور آپ ﷺ ہر رات کو سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

(۳۹۳۶) (وَعَنْهَا رَوَاهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ ، وَكَانَ يَفْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالزُّمَرِ - (مسند احمد: ۲۵۴۲۰)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نفلی روزے رکھنے کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ شعبان کا مہینہ تھا، آپ ﷺ اس ماہ میں روزے رکھ کر اسے ماہ رمضان کے ساتھ ملا دیتے۔

(۳۹۳۷) (عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَصُومَهُ شَعْبَانُ، ثُمَّ يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ - (مسند احمد: ۲۶۰۶۴)

(۳۹۳۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۳۵) تخریج: انظر الحديث السابق

(۳۹۳۶) حديث صحيح - أخرجه الترمذی: ۲۹۲۰، ۳۴۰۵، والنسائی: ۴/ ۱۹۹ (انظر: ۲۴۹۰۸)

(۳۹۳۷) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه ابوداود: ۲۴۳۱، والنسائی: ۴/ ۱۹۹ (انظر: ۲۵۵۴۸)

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے نقلی روزوں کے متعلق پوچھا گیا، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ماہ شعبان میں روزے رکھتے تھے اور سوموار اور جمعرات کے دنوں کے روزے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان اور رمضان کے مہینوں میں روزے رکھا کرتے تھے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے ہوں، ماسوائے اس صورت کے کہ آپ ﷺ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ بغیر نامہ کیے اس انداز میں نقلی روزے رکھنا شروع کر دیتے، کہ ہم کہنے لگتے کہ اس سال تو آپ ﷺ کا ارادہ کوئی روزہ ترک نہ کرنے کا ہے، لیکن پھر آپ ﷺ (اس تسلسل کے ساتھ) روزے چھوڑنا شروع کر دیتے کہ ہم کہنے لگتے کہ اس سال آپ ﷺ نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔ ماہ شعبان کے روزے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا ہے کہ آپ ماہ شعبان میں باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ

(۳۹۳۸) عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَلْتُ عَنْ صَوْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ وَيَتَحَرَّى الْإِثْنِينَ وَالْخَمِيسَ۔ (مسند احمد: ۲۵۰۱۳)

(۳۹۳۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۵۲)

(۳۹۴۰) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۹۷)

(۳۹۴۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ فَلَا يُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: مَا فِي نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُفْطِرَ الْعَامَ، ثُمَّ يُفْطِرُ فَلَا يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: مَا فِي نَفْسِهِ أَنْ يَصُومَ الْعَامَ، وَكَانَ أَحَبُّ الصَّوْمِ إِلَيْهِ فِي شَعْبَانَ۔ (مسند احمد: ۱۳۴۳۶)

(۳۹۴۲) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَمْ أَرَكَ تَصُومُ مِنْ شَهْرِ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ؟

(۳۹۳۸) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه الترمذی: ۷۴۵، والنسائی: ۴/ ۲۰۳ (انظر: ۲۴۵۰۸)

(۳۹۳۹) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۶۴۸، والنسائی: ۴/ ۲۰۰ (انظر: ۲۶۵۱۷)

(۳۹۴۰) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه الترمذی: ۷۳۶، والنسائی: ۴/ ۱۵۰ (انظر: ۲۶۵۶۲)

(۳۹۴۱) تخریج: اسنادہ ضعیف، عثمان بن رشید ضعفه یحیی بن معین۔ أخرجه الطبرانی فی "الوسط": ۴۷۶۳ (انظر: ۱۳۴۰۳)

(۳۹۴۲) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه النسائی: ۴/ ۲۰۱ (انظر: ۲۱۷۵۳)

قَالَ: ((ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأَحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ)) (مسند احمد: ۲۲۰۹۶) مہینہ، جو رجب اور رمضان کے وسط میں ہے، اس سے لوگ غافل ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اوپر جائیں کہ میں روزہ سے ہوں۔“

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں شعبان میں روزے رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ اس باب کی احادیث سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ نے شعبان کے دوسرے نصف میں روزے رکھنے سے منع بھی کیا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے معلوم ہوگا۔ جمع تطبیق کے لیے حدیث نمبر (۳۶۹۲) دیکھیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال کے پیش ہونے کے بارے میں تین قسم کی احادیث مروی ہیں: (۱) ہر روز، (۲) ہر سوموار اور جمعرات کو اور (۳) شعبان میں۔ یہ تینوں احادیث برحق ہیں، ہر روز کا اور پھر تین تین دنوں کا علیحدہ علیحدہ ریکارڈ پیش کیا جاتا ہے، پھر سال کے بعد سال کا حساب و کتاب پیش کیا جاتا ہے، جبکہ اس نظام کی حکمتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

النَّهْيُ عَنِ الصَّوْمِ فِي النِّصْفِ الثَّانِي مِنْ شَعْبَانَ وَالرُّخْصَةُ فِي ذَالِكَ

شعبان کے دوسرے نصف میں روزہ رکھنے کی ممانعت اور اس کی رخصت کا بیان

(۳۹۴۳) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ، فَأَمْسِكُوا عَنِ الصَّوْمِ حَتَّى يَكُونَ رَمَضَانُ)) (مسند احمد: ۹۷۰۵)

فوائد:..... آپ ﷺ ماہ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے، جبکہ اس حدیث میں اس مہینے کے دوسرے نصف میں روزے رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے، جمع تطبیق کے لیے حدیث نمبر (۳۶۹۲) دیکھیں۔

(۳۹۴۴) عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سَيْدَا عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ سَمِعَ مَرْوِيَّ عَنْ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نَهَى عَنْ

(۳۹۴۳) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه ابوداود: ۲۳۳۷، وابن ماجه: ۶۱۵۱، والترمذی: ۷۳۸ (انظر: ۹۷۰۷)

(۳۹۴۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۸۲۱ (انظر: ۱۹۸۸۲)

حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ أَوْ لِعِيزِهِ: ((هَلْ صُمْتَ سَرَارَ هَذَا الشَّهْرِ (وَفِي لَفْظٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هَذَا الشَّهْرِ شَيْئًا؟))
 سے یا کسی اور سے پوچھا: ”کیا تم نے ماہ شعبان کے وسط کے روزے رکھے تھے؟“ اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم لوگ (رمضان کے روزوں سے) فارغ ہو جاؤ تو اس وقت دو دن کے روزے رکھ لینا۔“
 يَغْنَى شَعْبَانَ - قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَإِذَا أَفْطَرْتَ أَوْ أَفْطَرَ النَّاسُ، فَصُمْ يَوْمَيْنِ -))
 (مسند احمد: ۲۰۱۲۳)

فوائد: اس حدیث کے الفاظ ”سَرَارَ“ کے معانی میں اختلاف ہے، ایک معنی ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد مہینے کا وسط ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ”سَرَر“، ”سَرَّة“ کی جمع ہے، اور ”سَرَّةُ اِشْيَاء“ چیز کے وسط کو ہی کہتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ مہینے کے وسط یعنی ایام بیض کے روزوں کی فضیلت بیان کی گئی، تیسری وجہ یہ ہے کہ مہینے کے آخری ایام میں روزوں کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہے، بلکہ شعبان کے آخر میں تو روزے رکھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔
 دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد مہینے کا آخر یعنی (۲۸) اور (۲۹) تاریخیں ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان تاریخوں میں چاند چھپ جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ معنی کیا جائے تو وہ دو دنوں سے روزے ہیں، جن کا یہاں حکم دیا جا رہا ہے؟ اس کے دو جوابات دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ اس آدمی کی مہینہ کے آخر میں یہ روزے رکھنے کی عادت تھی اور دوسرا یہ کہ اس نے یہ روزے اپنے اوپر واجب کر رکھے تھے۔ جو معنی بھی کیا جائے، بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ جو آدمی عادت کے ساتھ روزے رکھ رہا ہو یا اس نے نذر مانی ہوئی ہو تو دونوں صورتوں میں شعبان میں روزے رکھ سکتا ہے، اگر وہ کسی وجہ سے یہ روزے نہ رکھ سکے تو شوال میں قضائی دے دے۔ جو آدمی شعبان کے پہلے نصف میں روزے نہ رکھ سکے اور نہ ہی ماہوار یا ہفتہ وار روزہ رکھنے کی اس کی عادت ہو تو وہ شعبان کے دوسرے نصف میں روزہ نہ رکھے۔

صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

ماہ صبر یعنی (رمضان) اور باقی مہینوں میں ہر ماہ کے غیر متعین تین روزے رکھنے کا بیان

(۳۹۴۵) عَنْ أَبِي عَثْمَانَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا نَزَلُوا أَرْسَلُوا إِلَيْهِ، وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَلَمَّا وَضَعُوا اِطْعَامًا وَكَادُوا أَنْ يَفْرُغُوا جَاءَ، فَقَالُوا: هَلَمْ فَكُلْ فَكَأَلَ، فَتَنَظَرُ الْقَوْمُ إِلَى الرَّسُولِ
 ابو عثمان سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے، جب وہ ایک مقام پر ٹھہرے تو لوگوں نے ان کی طرف کھانا کھانے کا پیغام بھیجا، جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ لوگوں نے کھانا لگایا اور جب وہ فارغ ہونے کے قریب تھے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں آئے

(۳۹۴۵) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ أخرجه الطيالسي: ۲۳۹۳، والبيهقي: ۲۹۳/۴ (انظر: ۱۰۶۶۳)

فَقَالَ: مَا تَنْظُرُونَ؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: صَدَقَ، وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ، وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرِ صَوْمِ الدَّهْرِ كُلِّهِ)) فَقَدْ صُمْتُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ فَأَنَا مُفْطِرٌ فِي تَخْفِيفِ اللَّهِ، صَائِمٌ فِي تَضْعِيفِ اللَّهِ. (مسند احمد: ۱۰۶۷۳)

گئے، لوگوں نے دوبارہ کھانے کی دعوت دی، تو اس بار انھوں نے کھانا شروع کر دیا، یہ صورتحال دیکھ کر لوگوں نے پہلے والے قاصد کی طرف ازراہ تعجب دیکھنا شروع کر دیا، کیونکہ اسی نے روزے کا پیغام دیا تھا، لیکن اس نے کہا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! انہوں نے کہا تھا کہ وہ روزے سے ہیں۔ اس وقت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سچ کہہ رہا ہے، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: ”ماہ رمضان کے روزے اور پھر ہر ماہ کے تین روزے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں۔“ میں نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس مہینے کے آغاز میں تین روزے رکھ لیے تھے، اب میں اللہ تعالیٰ کی رعایت کی بنیاد پر روزہ افطار کر رہا ہوں، جبکہ میں نے اللہ سے کئی گنا اجر پانے کے لیے روزہ رکھا تھا۔

فوائد:..... چونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، اس طرح ایک ماہ میں رکھے گئے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کی صورت میں ملے گا، اگر کوئی آدمی ایک ماہ میں تین روزوں کی عادت سے زندگی گزارتا ہے، تو اس کو ساری زندگی کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ یہ تین روزے مہینے میں کسی وقت بھی رکھے جاسکتے ہیں، لیکن اگر ان کے لیے سوموار اور جمعرات یا ایام بیض یا دوسرے مسنون معین دنوں کو تلاش کر کے تین روزے پورے کر لیے جائیں تو فضیلت میں اضافہ ہو جائے گا، جیسا کہ اگلے باب کی بعض احادیث سے پتہ چلے گا۔ لیکن جن دنوں کے روزوں سے منع کیا گیا، وہ پابندی برقرار رہے گی، مثلاً صرف جمعہ کا روزہ۔

(۳۹۴۶) عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ بَابِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَفِينَا أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرِ صَوْمِ الدَّهْرِ، وَيَذْهَبُ مَغْلَةً الصَّذِرِ)) قَالَ: قُلْتُ: وَمَا مَغْلَةُ الصَّذِرِ؟ قَالَ: ((رَجَسُ الشَّيْطَانِ)) (مسند احمد: ۲۱۶۹۱)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ صبر یعنی رمضان کے روزے اور پھر ہر ماہ کے تین روزے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں، ان سے سینہ کی کدورت زائل ہو جاتی ہے۔“ میں نے پوچھا: سینے کی کدورت سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: شیطان کی پلیدی۔

فوائد: اجر و ثواب کے علاوہ نیک عمل کی وجہ سے عامل کی روح اور جسم میں بھی برکت آتی ہے اور آدمی کو آلائشوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ روزے دار کو سوچنا چاہیے کہ جہاں وہ بڑا صبر کر کے روزے جیسا عظیم عمل کرتا ہے، وہاں اسے ایسی نیکیوں کو سرانجام دینے کے لیے اور ایسی برائیوں سے بچنے کے لیے بھی ہمت کرنی چاہیے کہ جن کے لیے روزے سے کم صبر درکار ہوتا ہے۔

(۳۹۴۷) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَيِّدُنَا قُرَّةُ بْنُ لُؤْلُؤٍ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ يَقُولُ: ((صِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِفْطَارُهُ)) (مسند احمد: ۱۵۶۷۹)

سیدنا قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر ماہ میں تین روزے رکھ لینا، یہ سال بھر کے روزے بھی ہیں اور سال بھر کا افطار بھی ہے۔“

فوائد: سال بھر کا افطار اس طرح ہے کہ ایک ماہ میں ستائیس دنوں کو روزہ نہیں رکھا جاتا اور سال بھر کے روزے اس طرح کہ ثواب پورے سال کے روزوں کا مل جاتا ہے۔

(۳۹۴۸) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((صِيَامُ حَسَنٍ: صِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ)) (مسند احمد: ۱۶۳۸۸)

سیدنا عثمان بن ابی عاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر ماہ میں تین روزے رکھ لینا بہترین روزے ہیں۔“

(۳۹۴۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ)) (مسند احمد: ۲۱۶۲۶)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہر ماہ میں تین روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر روزے رکھے۔“

(۳۹۵۰) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَحْوَهُ. (مسند احمد: ۶۷۶۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(۳۹۵۱) عَنْ أَبِي نُوْقَلٍ بْنِ أَبِي عَقْرَبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّوْمِ، فَقَالَ: ((صُمْ مِنَ الشَّهْرِ يَوْمًا..))

سیدنا ابو عقرب سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے روزوں کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر ماہ ایک روزہ رکھ لیا کرو۔“ میں نے کہا: اے اللہ

(۳۹۴۷) اسنادہ صحیح۔ اخرجہ الطیالسی: ۱۰۷۴، والدارمی: ۱۹ / ۲، وابن حبان: ۳۶۵۳ (انظر: ۱۵۵۹۴)

(۳۹۴۸) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ النسائی: ۴ / ۲۱۹ (انظر: ۱۶۲۷۹)

(۳۹۴۹) صحیح لغیرہ۔ اخرجہ ابن ماجہ: ۱۷۰۸، والترمذی: ۷۶۲، والنسائی: ۴ / ۲۱۹ (انظر: ۲۱۳۰۱)

(۳۹۵۰) تخریج: اخرجہ البخاری: ۱۹۷۹، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ۶۷۶۶)

(۳۹۵۱) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ النسائی: ۴ / ۲۲۵ (انظر: ۱۹۰۵۱)

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَقْوَى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنِّي أَقْوَى، إِنِّي أَقْوَى، صُمْ يَوْمَ مَنْ كُلَّ شَهْرٍ)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! زِدْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((زِدْنِي، زِدْنِي، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ)) (مسند احمد: ١٩٢٦١)

کے رسول! بیشک میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، چلو پھر ہر ماہ دو روزے رکھ لیا کرو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، تو پھر ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔“

فوائد: آخر حدیث میں آپ کا دودفعہ کہا ”مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں۔“ یہ دراصل آپ ﷺ اس صحابی پر طنز کر رہے ہیں اور اس کو ڈانٹ رہے ہیں۔

دراصل آپ تعجب کے انداز میں ساتھی کی بات کو دہرا رہے ہیں کہ یہ اپنے اندر زیادہ قوت محسوس کر کے اپنے اوپر مشقت ڈال رہا ہے اور زیادہ کام کرنے کی اجازت مانگ رہا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ اس کو آسانی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ (بلوغ الامانی)۔ (عبداللہ رنتی)

(٣٩٥٢) عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ؟ فَقَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ كَانَ۔ (مسند احمد: ٢٥٦٤٠)

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے، سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ مہینے کے کون سے تین دن تھے؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ اس چیز کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے کہ کون سے دن ہیں۔

فوائد: ہم اس باب کی پہلی حدیث کے بعد اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ پیش کر چکے ہیں۔

صَوْمُ أَيَّامِ الْبَيْضِ

ایام بیض کے روزوں کا بیان

ایام بیض: چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو ایام بیض کہتے ہیں، بیض کے معانی سفیدی کے ہیں، چونکہ ان دنوں کی راتوں میں چاند کی سفیدی واضح ہوتی ہے، اس مناسبت سے ان کو ایام بیض کہتے ہیں۔

(٣٩٥٣) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى سَيِّدَنَا ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَانٌ كَرْتِے هِے كِه اِیَك بَدُو رَسُولِ اَعْرَابِیُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأَرْتَبٍ قَدْ شَوَّاهَا اللَّهُ ﷺ کی خدمت میں اِیَك خُروْشُ بھون کر لایا اور اس کے

(٣٩٥٢) تخریج: اخرجه مسلم: ١١٦٠ (انظر: ٢٥١٢٧)

(٣٩٥٣) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه النسائی: ٤ / ٢٢٢ (انظر: ٨٤٣٤)

ساتھ رائی اور کشمش کی چٹنی اور سالن بھی تھا، اس نے لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے خود تو نہ کھایا، البتہ اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ کھائیں، بدو نے کھانے سے ہاتھ روک رکھے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے کہا: میں ہر ماہ تین دن روزے رکھتا ہوں، (ایک روزہ آج رکھا ہوا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم نے روزے رکھنے ہوں تو ایام بیض کے روزے رکھا کرو۔“

ابن حوئلہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، انھوں نے ایک آدمی کو کھانے کی دعوت دی، لیکن اس نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ انہوں نے کہا: تم کن دنوں میں روزے رکھتے ہو؟ اگر کی بیشی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سناتا، جس کے مطابق ایک بدو آپ کی خدمت میں ایک خرگوش لے کر حاضر ہوا تھا، البتہ تم سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ جب وہ آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ اس روز موجود تھے، جس دن ایک بدو ایک خرگوش لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، اس بدو نے کہا تھا: میں نے دیکھا کہ اسے خون آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کو کھالو۔“ اس بدو نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”تم مہینے کے کون سے دنوں میں روزے رکھتے ہو؟“ اس نے کہا: مہینے کے شروع اور آخر میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم نے روزے رکھنے ہوں تو چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخوں کا رکھا کرو۔“

وَمَعَهَا صِنَابُهَا وَأُدْمُهَا، فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَأْكُلْ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَأْكُلُوا فَأَمْسَكَ الْأَعْرَابِيُّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَأْكُلَ؟)) قَالَ: إِنِّي أَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمْ الْآيَّامَ الْغُرَّ)). (مسند احمد: ۸۴۱۵)

(۳۹۵۴) عَنْ ابْنِ الْحَوَنَكِيِّ قَالَ: أَتَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ بِطَعَامٍ فَدَعَا إِلَيْهِ رَجُلًا، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: وَأَيُّ الصَّيَامِ تَصُومُ؟ لَوْلَا كَرَاهِيَةُ أَنْ أَزِيدَ أَوْ أَنْقُصَ لَحَدَّثْتُكُمْ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ جَاءَهُ الْأَعْرَابِيُّ بِالْأَرْبِ، وَلَكِنْ أَرْسَلُوا إِلَى عَمَّارٍ، فَلَمَّا جَاءَهُ عَمَّارٌ، قَالَ: أَشَاهِدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جَاءَهُ الْأَعْرَابِيُّ بِالْأَرْبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ بِهَا دَمًا. فَقَالَ: ((كُلُّوْهَا)). قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: ((وَأَيُّ الصَّيَامِ تَصُومُ؟)) قَالَ: أَوَّلَ الشَّهْرِ وَآخِرَهُ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمْ الثَّلَاثَ عَشْرَةَ وَالْأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَالْخَمْسَ عَشْرَةَ)). (مسند احمد: ۲۱۰)

(۳۹۵۴) تخريج: حسن بشواهد۔ أخرجه الطيالسي: ۴۴، والنسائي في "الكبرى": ۴۸۲۳، وعبد الرزاق: ۷۸۷۴، وابن خزيمة: ۲۱۲۷ (انظر: ۲۱۰)

فوائد:..... شرعی قواعد کے مطابق خرگوش حلال ہے، بدو یہ کہنا چاہتا تھا کہ جیسے خاتون کو حیض کا خون آتا ہے، اس طرح اس کو بھی خون آتا ہے، لیکن اس سے اس جانور کے حلال ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، بہر حال آپ ﷺ کی طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔

(۳۹۵۵) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِيهِ ﷺ قَالَ: أَمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَيَّامِ الْبَيْضِ فَهُوَ صَوْمُ الشَّهْرِ - (مسند احمد: ۱۷۶۵۴)
(۳۹۵۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِصَبَامِ اللَّيَالِي الْبَيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالَ: ((هِيَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ)) - (مسند احمد: ۲۰۵۸۲)

سیدنا منہال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا، یہ ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہیں۔
(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سفیدی والی راتوں یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”یہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں۔“

(۳۹۵۷) عَنْ أَبِي ذَرٍّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ صَائِمًا مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلْيَصُصْهُمِ الثَّلَاثَ الْبَيْضَ -)) (مسند احمد: ۲۱۶۷۷)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو آدمی ایک مہینہ میں تین روزے رکھنا چاہے تو وہ ایام بیض کے تین دنوں کے روزے رکھا کرے۔“

صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ہر مہینے میں تین متعین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان

(۳۹۵۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، الْخَمِيسَ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ وَالْإِثْنَيْنِ الَّذِي يَلِيهِ وَالْإِثْنَيْنِ الَّذِي يَلِيهِ - (مسند احمد: ۵۶۴۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ماہ کو ان تین دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے: مہینے کی پہلی جمعرات، اس کے بعد والا سوموار اور پھر اس کے بعد والا سوموار۔

(۳۹۵۵) حسن لغیرہ۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۴۹، وابن ماجه: ۱۷۰۷، والنسائي: ۴ / ۲۲۴ (انظر: ۱۷۵۱۳)

(۳۹۵۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۵۷) تخریج: اسنادہ حسن۔ اخرجه الترمذی: ۷۶۱، والنسائي: ۴ / ۲۲۲ (انظر: ۲۱۳۵۰)

(۳۹۵۸) تخریج: اسنادہ ضعیف، شریک بن عبد اللہ النخعی سبیء الحفظ، وقد اختلف عليه في لفظ الحديث۔ اخرجه النسائي: ۴ / ۲۱۹ (انظر: ۵۶۴۳)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے: (پہلے ہفتے میں) سوموار اور جمعرات کو اور دوسرے ہفتے میں سوموار کو۔

ایک زوجہ رسول ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (۹) ذوالحجہ اور یوم عاشوراء کو اور ہر ماہ میں تین دنوں کا روزہ رکھتے تھے، (ان تین دنوں کی تفصیل یہ ہے): ہر ماہ کا پہلا سوموار اور دو جمعراتیں۔

بہیدہ اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں، کہ وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے روزوں کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ہر ماہ کے پہلے سوموار، جمعہ اور جمعرات کو روزہ رکھا کروں۔

صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ هِلَالٍ

ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے اور آپ ﷺ جمعہ کے روز تو کم ہی افطار کرتے تھے۔

(۳۹۵۹) عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَيَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرَى۔ (مسند احمد: ۲۶۹۹۵)

(۳۹۶۰) عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَأَتِهِ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلَ اِثْنَيْنٍ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمِيسَيْنِ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۰۱)

(۳۹۶۱) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنْ اُمِّهِ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى اُمِّ سَلَمَةَ ﷺ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنِي اَنْ اَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، اَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْجُمُعَةُ وَالْخَمِيسُ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۱۳)

(۳۹۶۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ) ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ هِلَالٍ، وَقَلَمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (مسند احمد: ۳۸۶۰)

(۳۹۵۹) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة حال سواء الخزاعي، ثم ان هذا الاسناد منقطع بين عاصم وسواء الخزاعي، بينهما المسيب بن رافع او معبد بن خالد، وعاصم تكلموا في حفظه وقد اضطرب في هذا الاسناد۔ اخرجہ ابوداود: ۲۴۵۱ (انظر: ۲۶۴۶۳)

(۳۹۶۰) حديث ضعيف لا اضطرابه۔ اخرجہ ابوداود: ۲۴۳۷، والنسائي: ۴/ ۲۰۵ (انظر: ۲۶۴۶۸)

(۳۹۶۱) ضعيف لا اضطرابه، انظر الحديث السابق۔ اخرجہ ابوداود: ۲۴۵۲، والنسائي: ۴/ ۲۲۱ (انظر: ۳۹۶۲) اسنادہ حسن۔ اخرجہ ابوداود: ۲۴۵۰، وابن ماجه: ۱۷۲۵، والترمذی: ۷۴۲ (انظر: ۳۸۶۰)

فوائد: جمعہ کے روز کی یہ تاویل کی جائے گی کہ آپ ﷺ اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی روزہ رکھتے ہوں گے، کیونکہ آپ ﷺ نے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ مہینے کے شروع میں ہی تین دنوں کے روزے رکھ لینا، نیکی کی رغبت رکھنے کا یہی تقاضا ہے۔ مختلف آیات و احادیث یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داریوں کو جلدی جلدی ادا کر لے، کیونکہ مصروفیت، موت اور بیماری کا کوئی علم نہیں۔

صَوْمُ سِتِّ مِنْ شَوَّالٍ ماہ شوال کے چھ روزوں کا بیان

(۳۹۶۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا)) (مسند احمد: ۱۴۵۳۱)

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہ رمضان کے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر روزے رکھے۔“

(۳۹۶۴) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ)) (مسند احمد: ۲۳۹۵۲)

سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہ رمضان کے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے۔“

(۳۹۶۵) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، فَشَهْرٌ بِعَشْرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ، فَذَلِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ)) (مسند احمد: ۲۲۷۷۶)

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے، تو یہ ایک مہینہ ثواب میں دس مہینوں کے برابر ہو جائے گا اور پھر افطاری یعنی عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو یہ ثواب کے لحاظ سے پورے سال کے روزے ہو جائیں گے۔“

فوائد: رمضان کے مکمل اور شوال کے چھ، کل (۳۶) روزے بنتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس اعتبار سے ایسے آدمی کو (۳۶۰) یعنی ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ شوال کے چھ روزوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ عید الفطر کے فوراً بعد شروع کئے جائیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ لگاتار رکھے جائیں، پورے مہینے میں جیسے آسانی ہو، چھ کی گنتی پوری کر لی جائے۔

(۳۹۶۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه البيهقي: ۴ / ۲۹۲ (انظر: ۱۴۴۷۷)

(۳۹۶۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۶۴ (انظر: ۲۳۵۵۶)

(۳۹۶۵) تخریج: حديث صحيح۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۷۱۵ (انظر: ۲۲۴۱۲)

صِيَامُ شَوَّالٍ وَالْأَرْبَعَاءِ وَالْخَمِيسِ وَالْجُمُعَةِ

شوال، بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزوں کا بیان

(۳۹۶۶) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَرِيفٌ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَيْشٍ حَدَّثَنِي بَنِي أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ فُلْقٍ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالًا وَالْأَرْبَعَاءِ وَالْخَمِيسَ وَالْجُمُعَةَ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) (مسند احمد: ۱۵۵۱۳)

ایک قریشی سردار کے باپ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے یہ کلمات سنے تھے: ”جس نے رمضان اور شوال کے مہینوں اور پھر بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزے رکھے، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔“

فوائد: ”فُلْقٍ“ میں ”فُلْقٍ“ کے معانی پھن اور شکاف کے اور ”فُلْقٍ“ کے معانی منہ کے ہیں، صحابی کا مقصود یہ ہے کہ اس نے یہ الفاظ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں۔

(۳۹۶۷) ((وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ)) قَالَ: حَدَّثَنِي عَرِيفٌ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَيْشٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعَهُ مِنْ فُلْقٍ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالًا وَالْأَرْبَعَاءِ وَالْخَمِيسَ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) (مسند احمد: ۱۶۸۳۴)

(دوسری سند) ایک قریشی سردار کے باپ نے بیان کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے یہ حدیث سنی: ”جس نے ماہ رمضان اور ماہ شوال اور پھر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

فوائد: شوال کے روزوں کی فضیلت پچھلے باب میں گزر چکی ہے، جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے کا بیان دوسرے نمبر پر اگلے باب میں آ رہا ہے، بدھ کے روزے کی خاص فضیلت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بہر حال اس دن کو روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

صِيَامُ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ

ہفتہ اور اتوار کے روزوں کا بیان

(۳۹۶۸) عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ سَلَمَةَ سَيِّدَةَ امْرَأَتِي سَمِعَتْ مَرْوَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى (رُوحَ النَّبِيِّ ﷺ) فَقَالَ: تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ. (تخریج: اسنادہ ضعیف، فیہ راو لم یسم، وهو شیخ عکرمۃ بن خالد۔ أخرجه البیهقی فی ”الشعب“: ۳۸۷۰ (انظر: ۱۵۴۳۴))

(۳۹۶۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۹۶۸) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه النسائی فی ”الکبری“: ۲۷۷۶، وابن حبان: ۳۶۴۶، وابن خزيمة: ۲۱۶۷، والحاکم: ۱/ ۴۳۶، والبیہقی: ۴/ ۳۰۳ (انظر: ۲۶۷۵۰)

اللّٰهُ ﷻ يَصُومُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ
اَكْثَرَ مِمَّا يَصُومُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُولُ: ((اِنَّهُمَا
عِنْدَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَانَا احَبُّ اَنْ
اُخَالِفَهُمْ)) (مسند احمد: ۲۷۲۸۶)

بکثرت روزہ رکھتے تھے، نیز آپ ﷺ نے ان کے بارے
میں فرمایا: ”یہ مشرکوں یعنی یہود و نصاریٰ کی عیدوں کے دن ہیں
اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔“

فوائد: آپ ﷺ نے بڑی سختی کے ساتھ صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، پہلے یہ
احادیث گزر چکی ہیں، اس حدیث کے مطابق آپ ﷺ ان دو دنوں کا اکٹھا روزہ رکھتے ہوں گے، حدیث نمبر
(۳۸۶۹) کے باب میں اس موضوع سے متعلقہ احادیث گزر چکی ہیں۔

اِسْتِحْبَابُ صِيَامِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ سوموار اور جمعرات کے روزوں کے مستحب ہونے کا بیان

(۳۹۶۹) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ الْاَيَّامَ يَسْرُدُ، حَتّٰى
يُقَالَ: لَا يَفْطِرُ، وَيُفْطِرُ الْاَيَّامَ حَتّٰى لَا يَكَادَ
اَنْ يَصُومَ اِلَّا يَوْمَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ اِنْ كَانَ فِي
صِيَامِهِ، وَاِلَّا صَامَهُمَا، وَلَمْ يَكُنْ يَصُومُ
مِنْ شَهْرِ مِنَ الشُّهُورِ مَا يَصُومُ مِنْ
شَعْبَانَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تَصُومُ
لَا تَكَادُ اَنْ تُفْطِرَ وَتُفْطِرُ حَتّٰى لَا تَكَادَ اَنْ
تَصُومَ اِلَّا يَوْمَيْنِ، اِنْ دَخَلَا فِي صِيَامِكَ
وَاِلَّا صُمْتُهُمَا، قَالَ: ((اَيُّ يَوْمَيْنِ؟)) قَالَ:
قُلْتُ: يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، قَالَ:
((ذَائِكَ يَوْمَانِ تُعْرِضُ فِيْهِمَا الْاَعْمَالُ
عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاَحَبُّ اَنْ يُعْرِضَ
عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ)) قَالَ: قُلْتُ: وَلَمْ اَرَكَ
تَصُومُ مِنْ شَهْرِ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ
شَعْبَانَ، قَالَ: ((ذَاكَ شَهْرٌ يَعْقُلُ النَّاسُ عَنْهُ

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
کثرت اور تسلسل کے ساتھ اس قدر روزے رکھتے کہ کہا جاتا
کہ اب آپ ﷺ کسی روزے کا ناغہ نہیں کریں گے، لیکن
پھر جب آپ ﷺ ناغے شروع کرتے تو اس قدر کثرت
سے کرتے کہ ایسے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں
گے، ماسوائے ہفتہ کے دو دنوں کے کہ اگر آپ ﷺ مسلسل
روزوں میں ان کے روزے رکھ چکے ہوتے تو ٹھیک، وگرنہ
افطاری والے دنوں میں ان کا روزہ رکھ لیتے تھے، اور آپ
ﷺ باقی مہینوں کی بہ نسبت شعبان کے زیادہ روزے رکھتے
تھے۔ ایک دن میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات
آپ اس انداز میں لگاتار روزے شروع کر دیتے ہیں کہ لگتا
ہے کہ اب آپ ناغہ نہیں کریں گے، لیکن پھر آپ یوں روزے
ترک کرنا شروع کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اب آپ روزہ نہیں
رکھیں گے، ماسوائے دو دنوں کے کہ اگر وہ آپ کے روزے
میں داخل ہو چکے ہوں تو ٹھیک، وگرنہ صرف ان کے روزہ
رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ”کون سے دو دن؟“ میں نے کہا:

سوموار اور جمعرات کے دن، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان دنوں میں لوگوں کے اعمال جہاں کے پروردگار کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ کی حالت میں ہوں۔“ میں نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ باقی مہینوں کی بہ نسبت شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مہینہ، جو رجب اور رمضان کے درمیان آتا ہے، لوگ اس سے غافل ہیں، حالانکہ اس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں۔“

مولائے اسامہ سے روایت ہے کہ وہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادی قرئی کی طرف اپنے مال کی تلاش کے لیے جا رہے تھے، وہ سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ غلام نے ان سے کہا: آپ سوموار اور جمعرات کے روزے کیوں رکھتے ہیں، جبکہ اب آپ عمر رسیدہ اور کمزور ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ پر پیش کیے جاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کو کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، جب آپ

بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأَحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔)) (مسند احمد: ۲۲۰۹۶)

(۳۹۷۰) عَنْ مَوْلَى أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى وَادِي الْقُرَى، يَطْلُبُ مَالًا لَهُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ، قَدْ رَفَقْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّ أَعْمَالَ النَّاسِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ))۔ (مسند احمد: ۲۲۰۸۷)

(۳۹۷۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَكْثَرَ مَا يَصُومُ الْإِثْنَيْنِ

(۳۹۷۰) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة مولى قدامة، وجهالة مولى اسامة، لكن المرفوع منه صحيح بطرقه وشواهده۔ اخرجه ابوداود: ۲۴۳۶ (انظر: ۲۱۷۴۴)

(۳۹۷۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۲۵۶۵ (انظر: ۸۳۶۱)

وَالْحَمِيسَ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ: ((إِنَّ الْأَعْمَالَ تُعْرَضُ كُلُّ اثْنَيْنِ وَحَمِيسٍ أَوْ كُلِّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ وَحَمِيسٍ فَيَغْفِرُ اللَّهُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ أَوْ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ إِلَّا الْمُتَهَاَجِرِينَ، فَيَقُولُ: أَخْرَهُمَا)) (مسند احمد: ۸۳۴۳)

ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”انسانوں کے اعمال سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ پر پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان یا ہر مومن کو بخش دیتا ہے، مگر سوائے ان دو آدمیوں کے کہ جن کے درمیان قطع تعلقی ہوتی ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ان کے معاملے کو مؤخر کر دو۔“

فوائد: اللہ تعالیٰ کی کتنی کرم نوازی ہے کہ وہ بن مانگے بخش رہا ہے، لیکن جن لوگوں کو ان کی قبیح صفات کی وجہ سے نہیں بخشا جاتا، ان کو فکر کرنی چاہیے، جبکہ صورتحال یہ ہے کہ اس وقت قطع رحمی، دشمنی اور عداوت جیسے مذموم امور مسلمانوں میں عام ہو چکے ہیں۔

(۳۹۷۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَلَتْ عَنْ صَوْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ وَيَتَحَرَّى الْإِثْنَيْنِ وَالْحَمِيسَ۔ (مسند احمد: ۲۵۰۱۳)

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ ماہ شعبان کے اور خصوصی اہتمام کے ساتھ سوموار اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔

فوائد: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْحَمِيسِ، فَمَنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيَغْفِرُ لَهُ، وَمَنْ تَائِبٍ فَيَتَابُ عَلَيْهِ، وَيُرَدُّ أَهْلُ الضَّغَائِنِ بِضَغَائِنِهِمْ حَتَّى يَتَوَبَّوْا)) ”سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، پس بخشش طلب کرنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے، البتہ کینہ والوں کو ان کے کینہ سمیت اس وقت تک رد کر دیا جاتا ہے، جب تک وہ توبہ نہیں کر لیتے۔“ (طبرانی وقال المنذرى: رواه ثقات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندے کے نامہ اعمال میں استغفار اور توبہ کا وجود بھی ہونا چاہیے، تاکہ اسے بخش دیا جائے۔ ان احادیث سے سوموار اور جمعرات کے روزوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، حدیث نمبر (۳۸۸۶) کے مطابق آپ ﷺ نے سوموار کو روزہ رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے: ”ذَلِكَ يَوْمٌ وَلِدْتُ فِيهِ، وَأُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ۔“ ”یہ ایسا دن ہے، جس میں میں پیدا ہوا اور اس میں مجھ پر قرآن مجید اتارا گیا۔“

صِيَامُ يَوْمٍ وَافْطَارُ يَوْمٍ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

داود علیہ السلام کے روزوں یعنی ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن نہ رکھنے کا بیان

صدقہ دمشقی کہتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور روزوں کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ: ”سب سے زیادہ فضیلت والے روزے میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نافع کرتے تھے۔“

(۳۹۷۳) عَنْ صَدَقَةِ الدِّمَشْقِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْأَلُهُ عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ الصِّيَامِ صِيَامَ أَخِي دَاوُدَ، كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.)) (مسند احمد: ۲۸۷۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”داود علیہ السلام کے روزے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور اسی طرح ان کی رات کی نماز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، وہ نصف رات سونے کے بعد ایک تہائی رات قیام کرتے اور پھر رات کا چھٹا حصہ سو جاتے، رہا مسئلہ روزوں کا تو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نافع کرتے تھے۔“

(۳۹۷۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ النَّعَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَيَّ صِيَامُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَيَّ صَلَاةُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَهُ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.)) (مسند احمد: ۶۴۹۱)

فوائد: داود علیہ السلام ایک تہائی رات قیام کرتے تھے، اگر چھ گھنٹے کی رات ہو تو وہ تین گھنٹے سوتے تھے، دو گھنٹے قیام کرتے تھے اور پھر ایک گھنٹہ سو جاتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم ساری رات قیام کرتے ہو اور ہر روز روزہ رکھتے ہو۔“ میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ رکھا کرو اور نافع بھی کیا کرو اور رات کو قیام بھی کیا کرو اور

(۳۹۷۵) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ النَّعَّاسِ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَقَدْ أَخْبَرْتُ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَعَمْ، قَالَ: ((فَصُمْ))

(۳۹۷۳) تخريج: اسنادہ ضعیف جدا، الفرغ بن فضالة ضعيف، وابوهرم مجهول، وصدقہ الدمشقی لا يعرف (انظر: ۲۸۷۶)

(۳۹۷۴) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۱۳۱، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ۶۴۹۱)

(۳۹۷۵) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۹۷۵، ۵۱۹۹، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ۶۸۶۷)

سویا بھی کر، کیونکہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری اہلیہ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے، مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کر، اتنے ہی تیرے لیے کافی ہیں۔“ لیکن ہوا یوں کہ میں نے سختی کی، اس لیے آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی فرمائی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تو ہر ہفتہ میں تین دن روزے رکھ لیا کر۔“ لیکن میں نے سختی کی اس لیے آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے اندر اس سے زیادہ روزے رکھنے کی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تو اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھ لیا کر اور ان پر اضافہ نہ کر۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! داؤد علیہ السلام کیسے روزے رکھتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نانہ کرتے تھے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے روزوں کے متعلق حکم دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک دن روزہ رکھ لیا کرو، تمہیں مزید نو دنوں کا اجر بھی مل جائے گا، (کیونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے)۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، اس لیے آپ مجھے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دو دن روزہ رکھ لیا کرو، تمہیں مزید آٹھ دنوں کا ثواب مل جائے گا۔“ لیکن میں نے پھر کہا: ”اے اللہ کے رسول! مجھ میں اس سے زیادہ کی

وَأَفْطَرُ وَصَلَّيْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِرُزُوجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِرُزُوكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((صُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا كَانَ صِيَامَ دَاوُدَ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) قَالَ: ((كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔)) (مسند احمد: 6867)

(۳۹۷۶) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) قَالَ: آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مُرْنِي بِصِيَامٍ، قَالَ: ((صُمْ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ ثَمَانَةِ)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً فَرِذْنِي، قَالَ: ((صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ أَجْرُ ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً فَرِذْنِي، قَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَكَ أَجْرُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَمَا زَالَ يَحْطُّ لِي، حَتَّى قَالَ: ((إِنَّ

(۳۹۷۶) تخریج: حدیث صحیح بغیر هذه السیاقه، وهو حدیث ذكره الامام احمد في عدة اماكن، أخرج بعض لفظه البخاری و مسلم، وانظر لتفصيله الرقم: ۶۴۷۷ (انظر: ۶۸۷۷)

قوت ہے، لہذا آپ مجھے مزید روزوں کی اجازت دیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تین دن روزے رکھ لیا کرو، تمہیں مزید سات دنوں کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔“ لیکن میری بار بار گزارش سے آپ ﷺ مزید عمل کی مزید گنجائش پیدا کرتے گئے (اور اجر میں کمی کرتے گئے)، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے افضل روزے میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے ہیں، اور وہ اس طرح کہ تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن ناغہ کر لیا کرو۔“ جب سیدنا عبداللہ بوڑھے ہو گئے تو کہا کرتے تھے: کاش کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلے حکم پر اکتفا کر لیا ہوتا۔

(دوسری سند) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سابقہ حدیث کی طرح ہی بیان کیا، مزید اس میں ہے: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی طرح روزے رکھتے رہے، یہاں تک کہ وہ عمر رسیدہ اور کمزور ہو گئے، اس وقت وہ کہا کرتے تھے: اگر میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا تو یہ مجھے میرے اہل و عیال اور مال و دولت سے زیادہ پسند ہوتا۔“

فوائد: دوسری سند والی پوری حدیث یہ ہے: رسول اللہ ﷺ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: ”مجھے تمہارے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔“ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے لیے یہی عمل کافی ہے کہ تم ایک ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، چونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس لیے گویا کہ یہ سارے زمانے کے روزے ہو جائیں گے۔“ انھوں نے کہا: لیکن میں نے اپنے آپ ﷺ پر سختی کی، آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: میرے اندر مزید طاقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تجھے ہر ہفتہ سے تین روزے کفایت کریں گے۔“ لیکن میں نے مزید سختی کی اور آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: مجھ میں اس سے زیادہ عمل کی طاقت موجود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، یعنی نصف زمانہ کے روزے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔“ بہر حال سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ یہی

أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ أَوْ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ شَكَ الْجُرَيْرِي، صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا.)) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَمَّا ضَعُفَ: لَيْتَنِي كُنْتُ قَنَعْتُ بِمَا أَمَرَنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ. (مسند احمد: ۶۸۷۷)

(۳۹۷۷) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بَنَحْوِهِ وَفِيهِ: قَالَ: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَصُومُ ذَلِكَ الصِّيَامَ حَتَّى أَدْرَكَهُ السِّنُّ وَالضَّعْفُ، كَانَ يَقُولُ: لَأَنْ أَكُونَ قَبْلَتْ رُخْصَةً رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي. (مسند احمد: ۶۸۷۸)

روزے رکھتے رہے، لیکن جب وہ عمرہ رسیدہ اور کمزور ہو گئے تو وہ کہا کرتے تھے: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کر لی ہوتی تو یہ مجھے میرے اہل و مال سے بہتر تھی۔

فوائد: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا، کیا کوئی آدمی اس مقدار سے زیادہ روزے رکھ سکتا ہے؟ ہم حدیث نمبر (۳۸۸۵) کی شرح میں اس پر سیر حاصل بحث کر آئے ہیں۔ واؤ علیہ السلام کے روزوں کے افضل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس طریقے سے نہ تو آدمی روزے کا عادی بنتا ہے اور نہ افطار کا، اس وجہ سے متعلقہ شخص کو مزید مشقت ہوتی ہے۔

یہ وجہ زیادہ اچھی لگتی ہے کہ ایک ایک ناغے سے روزہ رکھنے سے روزوں کی کثرت بھی ہوگی اور یہ کثرت عین مطلوب ہے اور زیادہ مشقت اور کمزوری بھی نہیں ہوگی کیونکہ روزوں کے درمیان ناغہ کر لینے سے روزہ رکھنے سے لاحق ہونے والی کمزوری ساتھ ساتھ دور ہوتی جائے گی اور دیگر حقوق بھی متاثر نہیں ہوں گے۔ (عبداللہ ربیع)

صَوْمُ تِسْعِ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ لَغَيْرِ الْحَاجِّ

حاجیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ذوالحجہ کے نو دنوں کے اور یوم عرفہ کے روزوں کا بیان (۳۹۷۸) عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَأَتِهِ
عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ۔
(مسند احمد: ۲۲۶۹۰)

ایک زوجہ رسول اللہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے نو دن اور یوم عاشوراء کو اور ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔

(۳۹۷۹) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ مَسْتَنِينَ مَاضِيَةً وَمُسْتَقْبَلَةً، وَصَوْمُ عَاشُورَاءَ يُكَفِّرُ سَنَةَ مَاضِيَةٍ۔)) (مسند احمد: ۲۲۹۰۳)

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یوم عرفہ یعنی (۹) ذوالحجہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور یوم عاشوراء کا روزہ ایک گزشتہ سال کے گناہوں کا۔“

(۳۹۸۰) عَنْ عَطَاءِ بْنِ الْخُرَّاسَانِيِّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَوْمَ عَرَفَةَ وَهِيَ صَائِمَةٌ وَالْمَاءُ يُرْسُ

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عرفہ کے دن گئے جبکہ انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور (گرمی کی شدت کی وجہ سے) ان پر پانی ڈالا جا رہا تھا، سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

(۳۹۷۸) تخریج: ضعیف لاضطرارہ۔ أخرجه ابو داود: ۲۴۳۷، والنسائی: ۴ / ۲۰۵ (انظر:)

(۳۹۷۹) تخریج: أخرجه نحوه مسلم: ۱۹۷۷ (انظر: ۲۲۵۳۵)

(۳۹۸۰) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، عطاء الخراسانی لم يسمع من عائشة (انظر: ۲۴۹۷۰)

عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَفْطَرِي،
فَقَالَتْ: أَفْطَرُ وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَقُولُ: ((إِنَّ صَوْمَ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ الْعَامَ
الَّذِي قَبْلَهُ...)) (مسند احمد: ۲۵۴۸۳)

نے ان سے کہا: آپ روزہ توڑ دیں، لیکن انھوں نے کہا: میں
روزہ کیسے توڑ دوں، جبکہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”عرفہ کا روزہ گزشتہ سال کے
گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔“

فوائد: عرفہ کے دن سے مراد (۹) ذوالحجہ کا دن ہے، جس دن حجاج کرام عرفہ کے میدان میں جمع ہوتے
ہیں، اس دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

كَرَاهَةُ ذَالِكَ لِلْحَاجِّ

حجاج کرام کے لیے نو ذوالحجہ کے روزے کی کراہت کا بیان

(۳۹۸۱) عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي بَيْتِهِ
فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ:
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ
بِعَرَفَاتٍ. (مسند احمد: ۹۷۵۹)

مولائے ابن عباس جناب عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
کی خدمت میں ان کے گھر پر حاضر ہوا اور ان سے یوم عرفہ کے
روزے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: رسول
اللہ ﷺ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن روزہ
رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد: اس حدیث میں فریضہ حج میں مصروف لوگوں کو عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے،
اس کی حکمتیں اپنی جگہ پر واضح ہیں۔ سفر کی مشقت، ذکر کی کثرت اور دوسرے لوگوں کی خدمت کا تقاضہ یہی ہے کہ روزہ
نہ رکھا جائے۔

(۳۹۸۲) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: آتَيْتُهُ بِعَرَفَةَ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ
رُمَانًا، فَقَالَ: اذْنُ فَكُلْ، لَعَلَّكَ صَائِمٌ، إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يَصُومُهُ، وَقَالَ مَرَّةً:
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَصُمْ هَذَا الْيَوْمَ.
(مسند احمد: ۳۲۶۶)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں عرفہ مقام میں سیدنا عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، جبکہ وہ انار کھا رہے تھے، انھوں نے
مجھے کہا: قریب آ جاؤ اور کھاؤ، لیکن لگتا ہے کہ تم نے روزہ رکھا
ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ تو اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور
ایک دفعہ انھوں نے یوں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن کا
روزہ نہیں رکھا۔

(۳۹۸۱) تخریج: اسنادہ حسن ولم ار لمضعفه حجة۔ اخرجه ابو داود: ۲۴۴۰، والنسائی: ۲۸۳۰،
وابن ماجہ: ۱۷۳۲ (انظر: ۹۷۶۰)

(۳۹۸۲) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشيخین۔ اخرجه البيهقي: ۴ / ۲۸۳، والنسائی فی
”الکبریٰ“: ۲۸۱۴ (انظر: ۳۲۶۶)

نافع کا بیان ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (دوران حج) عرفہ کے دن کا روزہ نہیں رکھا۔

(دوسری سند) ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے، آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں آئے، انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے، انہوں نے بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، انہوں نے بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھا، لیکن میں روزہ نہیں رکھا، لہذا میں بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھتا، لیکن میں تجھے اس روزے کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں، تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو نہ رکھو۔

(تیسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کبھی بھی عرفہ کے دن کا روزہ نہیں رکھا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے، نہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ذوالحجہ کے) پہلے دس دنوں میں روزہ رکھا ہو۔

(۳۹۸۳) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ فَقَالَ: لَمْ يَصُمهُ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ يَوْمَ عَرَفَةَ. (مسند احمد: ۵۴۱۱)

(۳۹۸۴) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَصُمهُ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمهُ، وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمهُ، وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمهُ وَأَنَا لَا أَصُومُهُ، وَلَا أَمُرُّكَ وَلَا أَنْهَاكَ إِنْ شِئْتَ فَصُمهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَصُمهُ. (مسند احمد: ۵۴۲۰)

(۳۹۸۵) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا صُمتُ عَرَفَةَ قَطُّ وَلَا صَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ. (مسند احمد: ۵۹۴۸)

(۳۹۸۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ. (مسند احمد: ۲۴۶۴۸)

(۳۹۸۳) تخريج: حديث صحيح بطرقه وشواهده۔ أخرجه الترمذی: ۷۵۱، والنسائی فی "الكبرى": ۲۸۲۷، ۲۸۲۵ (انظر: ۵۴۱۱)

(۳۹۸۴) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۸۵) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۸۶) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۱۷۶ (انظر: ۲۴۱۴۷)

فوائد: آپ ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزوں سمیت ہر قسم کی عبادت کرنے کی بڑی فضیلت ہے، البتہ دس ذوالحجہ یعنی عید الاضحیٰ کو روزہ رکھنا منع ہے۔

(۳۹۸۷) عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أُمِّ بَنِي الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ: شَكُّوا (وَفِي لَفْظِ تَمَارَوْا) فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ: أَنَا أَعْلَمُ لَكُمْ ذَلِكَ فَبَعَثْتُ بِلَبْنٍ فَشَرِبَ - (مسند احمد: ۲۷۴۱۹)

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: لوگوں کو عرفہ کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں یہ شک ہونے لگا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: میں تمہیں پتہ کرا دیتی ہوں، پھر انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔

(۳۹۸۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بَنَحَوْهُ وَفِيهِ): فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِلَبْنٍ فَشَرِبَ، وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ بَعْرَةَ عَلَى بَعِيرِهِ - (مسند احمد: ۲۷۴۱۹)

(دوسری سند) اس میں ہے سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، جو آپ ﷺ نے پی لیا، جبکہ اس وقت آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر عرفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

(۳۹۸۹) عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا دَعَا الْفَضْلَ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى طَعَامٍ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا تَصُمْ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قُرِبَ إِلَيْهِ حِلَابٌ، فَشَرِبَ مِنْهُ هَذَا الْيَوْمَ وَإِنَّ النَّاسَ يَسْتَنُونَ بِكُمْ - (مسند احمد: ۲۹۴۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرفہ کے دن سیدنا فضل رضی اللہ عنہ کو کھانے کے لیے بلایا، لیکن انہوں نے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: اس دن کو روزہ نہ رکھا کرو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اسی دن کو دودھ پیش کیا گیا، جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا تھا اور لوگ بھی تمہاری اقتداء کرتے ہیں۔

(۳۹۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ): عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَعَا أَخَاهُ عُبَيْدَ اللَّهِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى طَعَامٍ، قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: إِنَّكُمْ أَيْمَةٌ، (وَفِي لَفْظِ: أَهْلُ بَيْتٍ) يُقْتَدَى بِكُمْ قَدْ

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفہ کے دن اپنے بھائی عبید اللہ کو کھانے کے لیے بلایا، لیکن انہوں نے کہا: میں روزہ سے ہوں، یہ سن کر انہوں نے کہا: تم لوگ تو دوسروں کے پیشوا اور اہل بیت ہو، اس وجہ سے تمہاری اقتداء کی جاتی

(۳۹۸۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۶۱، ۱۹۸۸، ومسلم: ۱۱۲۳ (انظر: ۲۶۸۸۱)

(۳۹۸۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۸۹) تخریج: حديث صحيح - أخرجه ابو يعلى: ۲۷۴۴، ورواية البخاری مختصرة بلفظ: ان عبد

الله بن عباس قال للفضل: شرب النبي ﷺ بعرفة - (انظر: ۲۹۴۶)

(۳۹۹۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَا بِحِلَابٍ فِي هَذَا ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے حج کے موقع پر عرفہ والے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔ البتہ حج تمتع کرنے والے جس حاجی کے پاس ہدی کا جانور نہیں ہوگا، وہ ذوالحجہ کی (۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ (مسند احمد: ۳۲۳۹) منگوا کر پیا تھا۔

فوائد: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے حج کے موقع پر عرفہ والے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔ البتہ حج تمتع کرنے والے جس حاجی کے پاس ہدی کا جانور نہیں ہوگا، وہ ذوالحجہ کی (۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

الْإِعْتِكَافُ وَفَضْلُ الْعُشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ
اعتکاف اور ماہ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت کا بیان
فَضْلُ الْإِعْتِكَافِ وَبَيَانُ زَمَانِهِ وَمَكَانِهِ
اعتکاف کی فضیلت اور اس کے زمان و مکان کا بیان

اعتکاف: لغوی تعریف: بند رہنا، رکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا
اصطلاحی تعریف: کسی آدمی کا تمام دنیاوی معاملات ترک کر کے عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے مسجد میں ٹھہرنا۔

(۳۹۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”يَبْتَغِ بَعْضُ لَوْجٍ سَجْدَتَيْنِ هَوْتَيْنِ كَفَرَتَيْنِ“ (اِنَّ لِّلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا، الْمَلَائِكَةُ جُلَسَاؤُهُمْ، اِنْ عَابُوا يَفْتَقِدُوهُمْ، وَاِنْ مَرَضُوا عَادُوهُمْ، وَاِنْ كَانُوا فِي حَاجَةٍ اَعَانُوهُمْ۔) (مسند احمد: ۹۴۱۴) ہم نہیں ہوتے ہیں اگر وہ غائب ہو جائیں تو وہ انھیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو وہ ان کی تیمارداری کرتے ہیں اور اگر انھیں کوئی ضرورت ہو تو وہ ان کی اعانت کرتے ہیں۔“

فوائد: نوری مخلوق بھی خاکی مخلوق کی خادم بن سکتی ہے، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ سے لو لگالی جائے۔ اس سے بڑھ کر کیا کہا جائے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، مومنوں کی سجدہ گاہ ہے، وہ کتنی مبارک و مقدس جگہ ہوگی، جہاں برس ہا برس سے اللہ تعالیٰ کی جہلیلات، تسبیحات، تحمیدات اور تکبیرات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جہاں سالہا سال سے اس کے ترتیب شدہ کلام قرآن مجید کی کثرت سے تلاوتیں کی جا رہی ہیں، شیطانوں سے بچنے کے لیے مضبوط قلعہ مسجد ہے۔ جو مسجد سے محبت کرے گا، جو مسجد کو آباد کرنے میں حصہ ڈالے گا، جس کو وہاں سکون نصیب ہوگا، وہ کتنا سعادت مند اور خوش نصیب ہوگا۔ لیکن صد افسوس! امت مسلمہ کی کثرت اس منصب سے کوسوں دور ہے اور نمازیوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دو دو چار چار روپے جمع کر کے روایتی ڈیوٹی سرانجام دینے والے بطور ملازم ایک امام اور ایک خادم کا اہتمام کر لیا جائے، تو مسجد کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے کے بعد کسی نمازی میں یہ رغبت نہیں رہتی کہ وہ مسجد میں جھاڑو پھیر دے،

پہلے پہنچ کر اذان دے دے، نمازیوں کے لیے صفیں بچھا دے، وضو کے لیے پانی بھر دے..... اس کے خام دماغ نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ماہوار پچاس روپے مسجد فنڈ دینے سے وہ بری الذمہ ہو گیا ہے۔ قارئین کرام! اپنی روزمرہ مصروفیات کا جائزہ لیں اور پھر منصب انسانیت اور منصب مومنیت کی روشنی میں اپنی حرکات و سکنات معمولات کا جائزہ لیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبْعَةُ يُظْلَهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ..... وَرَجُلٌ مَعْلُقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ.....)) (بخاری، مسلم)..... ”اللہ تعالیٰ سات قسم کے افراد کو اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: (ان میں سے ایک قسم یہ ہے:) وہ آدمی جو مسجد سے نکلتا ہے تو اس کا دل مسجد کے ساتھ ہی معلق رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ واپس مسجد میں آجائے۔“

جہاں ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں میں نفلی نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا اہتمام کریں، لیکن وہاں اس بات کو ہرگز نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کے بھی کچھ تقاضے ہیں، جب ہم کسی قریبی رشتہ دار کے گھر جانے سے تاخیر کرتے ہیں تو وہ مخصوص انداز میں شکوہ کرتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہم سے شکوہ کناں ہوں۔ یہ ایک انتہائی اہم بات ہے اور اس کے لیے عجیب قسم کی رغبت چاہیے کہ ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے اور جب وہ دنیاوی تقاضے پورے کرنے کے لیے جا رہا ہوتا ہے تو اس کا دل مسجد میں ہی لٹکا رہتا ہے، عام نمازی اس شرف سے محروم رہتے ہیں۔

(۳۹۹۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: اِعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَاتَّخَذَ لَهُ بَيْتٌ مِنْ سَعْفٍ، قَالَ: فَاَخْرَجَ رَأْسَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: ((إِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ بِمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، وَلَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ...)) (مسند احمد: ۵۳۴۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، اس لیے آپ ﷺ کے لیے کھجور کی شاخوں کا ایک حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپ ﷺ نے حجرے سے سر نکالا اور فرمایا: ”بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، تم میں سے ہر ایک کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے رب سے کس قسم کی مناجات کر رہا ہے اور کوئی آدمی دوسرے کے پاس بلند آواز میں قراءت نہ کرے۔“

فوائد:..... کسی نمازی کے پاس باواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کرنا بھی منع ہے، اس سے ان لوگوں کو اپنی حماقت کا اندازہ کر لینا چاہیے جو مسجدوں میں گپیں لگاتے ہیں، جبکہ ان کے ارد گرد لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ معکف خیر و بھلائی والی باتیں کر سکتا ہے۔

(۳۹۹۲) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ابی شیبۃ: ۴۸۸ / ۲، والبزار: ۷۲۶، وابن خزيمة: ۲۲۳۷ (انظر: ۵۳۴۹)

سیدنا ابو لیلیٰ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک خیمے میں معکف تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی۔

(۳۹۹۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اِعْتَكَفَ فِي قُبَّةٍ مِنْ خُوصٍ - (مسند احمد: ۱۹۲۷۲)

(۳۹۹۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ - (مسند احمد: ۷۷۷۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”تم شب قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو۔“

(۳۹۹۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ وَيَقُولُ: ((الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ)) يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ - (مسند احمد: ۲۴۷۳۷)

فوائد: اس باب سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، مزید احکام کا بیان اگلے باب میں آ رہا ہے۔ اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں مؤکد مستحب ہے۔ لیکن نذر کا اعتکاف فرض ہو جائے گا اور عدم ادائیگی کی صورت میں قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کون سی مسجد میں اعتکاف کیا جائے؟

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اِعْتَكِفَ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ)) ”اعتکاف نہیں ہے، مگر تین مساجد میں۔“ (سنن بیہقی: ۴/۳۱۶، صحیحہ: ۲۷۸۶) تین مساجد سے مراد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں۔

بلاشبہ اعتکاف کے لیے صرف مسجد کا ہی انتخاب کیا جائے گا، نہ کہ گھر کا۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَبَاسِرُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۸۷)

(۳۹۹۳) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف علی بن عباس الاسدی۔ أخرجه الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار": ۵۰۰۵، والطبرانی فی "المکبیر": ۶۴۲۲ (انظر: ۱۹۰۶۲)

(۳۹۹۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۴۴، ۴۹۹۸ (انظر: ۷۷۸۴)

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی۔

(۳۹۹۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۱۹، ومسلم: ۱۱۷۲ (انظر: ۲۴۲۳۳)

”عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔“ چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مساجد کا عام ذکر کیا ہے، لہذا ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہوگا۔

جبکہ امام البانی وغیرہ کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں اعتکاف صرف تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) میں جائز ہے، اس حدیث نے آیت کے عموم کو خاص کر دیا ہے۔ جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد افضل اور اکمل اعتکاف ہے جو ان تین مساجد میں کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ))۔ ”جس آدمی میں امانت نہ ہو، اس کا تو کوئی ایمان نہیں ہوتا۔ یعنی اس کا ایمان افضل اور اکمل نہیں ہوتا۔“ (دیکھئے: صحیحہ: ۲۷۸۶) (واللہ اعلم بالصواب) اعتکاف کا اہتمام صرف مسجد میں کیا جائے، عورتوں کے لیے گھروں میں اعتکاف کی کوئی رخصت نہیں ہے، امہات المؤمنین بھی مسجد میں ہی اعتکاف کرتی تھیں، اگر کسی علاقے میں کسی فتنے کا ڈر ہو تو خواتین کو اعتکاف نہیں کرنا چاہیے۔ اعتکاف کی کوئی خاص مقدار یا خاص وقت نہیں ہے، یعنی سال کے کسی بھی مہینے میں اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور محکم اپنی مرضی کے مطابق کم یا زیادہ دنوں کا تعین کر سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اور آپ ﷺ نے ان کو یہ نذر پوری کرنے کا حکم دیا تھا۔ اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنے کی شرط لگانا درست نہیں ہے اور نہ روزہ اعتکاف کی نیت میں داخل ہے، اس ضمن میں ذکر کی جائے والی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعہ ضعیف ہے۔

وَقْتُ الدُّخُولِ فِي الْمُعْتَكِفِ وَاسْتِحْبَابُ قَضَاءِ الْإِعْتِكَافِ إِذَا فَاتَ مَنْ اعْتَادَهُ لِمَنْعِ
جائے اعتکاف میں داخل ہونے کے وقت کا بیان، نیز جو شخص اس کا عادی ہو اور اس سے بوجہ عذر رہ
جائے تو اس کی قضائی کے مستحب ہونے کا بیان

(۳۹۹۶) عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيهِ، فَأَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشَرَ الْوَاحِدَ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَ فَضْرَبَ لَهُ خِجَابًا، وَأَمَرَتْ عَائِشَةُ فَضْرَبَ لَهَا خِجَابًا، وَأَمَرَتْ حَفْصَةُ فَضْرَبَ لَهَا خِجَابًا، فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ خِجَابَهُمَا أَمَرَتْ فَضْرَبَ لَهَا خِجَابًا، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو نماز فجر پڑھنے کے بعد جائے اعتکاف میں داخل ہوتے، ایک دفعہ آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے حکم پر ایک خیمہ نصب کر دیا گیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حکم دیا تو ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو ان کے لیے بھی خیمہ نصب کر دیا گیا، جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے خیمے دیکھے تو انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم دیا، پس ان کے لیے بھی خیمہ

قَالَ: ((الْبِرُّ تَرَدُّنٌ؟)) فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ وَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ - (مسند احمد: ۲۶۴۲۲)

لگا دیا گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا: ”کیا تم نیکی کا ارادہ رکھتی ہو؟“ پھر آپ ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا اور (اس کی قضائی دیتے ہوئے) شوال میں دس دن کا اعتکاف کیا۔

فوائد: آپ ﷺ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ امہات المؤمنین کے اعتکاف کی بنیاد فخر اور مقابلہ بازی ہے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے سرے سے اعتکاف ہی ترک کر دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کے لیے افضل کام کو بھی چھوڑا جاسکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف شروع کر دینے سے یا اس کی نیت کر لینے سے واجب نہیں ہو جاتا۔ آخری عشرے کا آغاز بیسویں روزے کی شام کو ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اعتکاف کرنے والے یہ روزہ افطار کرنے سے پہلے یعنی اکیسویں رات شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں، لیکن اس حدیث کے ابتدائی حصے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نماز فجر پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہوتے تھے، اس اشکال کے درج ذیل مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) آپ ﷺ پوری اکیسویں رات کو اپنے خیمے سے باہر مسجد میں قیام کرتے رہے، پھر نماز فجر پڑھ کر خیمے میں داخل ہوئے، یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔

(۲) اعتکاف کا آغاز ہی نماز فجر سے ہوتا ہے، یہ امام اوزاعی اور امام ثوری وغیرہ کا خیال ہے۔

(۳۹۹۷) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَسَافَرَ سَنَةً فَلَمْ يَعْتَكِفْ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عَشْرِينَ يَوْمًا - (مسند احمد: ۲۱۶۰۰)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، لیکن ایک سال آپ ﷺ کو ایک سفر کرنا پڑ گیا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے، پھر آپ ﷺ نے اگلے سال کو بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

(۳۹۹۸) عَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ مُقِيمًا اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ وَإِذَا سَافَرَ اعْتَكَفَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ عَشْرِينَ - (مسند احمد: ۱۲۰۴۰)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مقيم ہوتے تو ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے، لیکن اگر اس دوران سفر پر چلے جاتے تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف کرتے۔

(۳۹۹۷) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجہ ابوداؤد: ۲۴۶۳، وابن ماجہ: ۱۷۷۰ (انظر: ۲۱۲۷۷)

(۳۹۹۸) تحریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجہ الترمذی: ۸۰۳ (انظر: ۱۲۰۱۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فوائد:..... معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف رہ جائے تو اگلے رمضان میں یا اس سے پہلے کسی اور مہینے میں اس کی قضائی دی جاسکتی ہے۔

(۳۹۹۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ وَالْعَشْرَ الْاَوْسَطَ، فَمَاتَ حِينَ مَاتَ يَعْتَكِفُ عِشْرِينَ يَوْمًا۔ (مسند احمد: ۹۲۰۱) اعتکاف کرتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے آخری اور درمیانی دو عشروں کا اعتکاف کرتے تھے، جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ بیس دنوں کا اعتکاف کرتے تھے۔

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ میں مذکورہ بیس دنوں کے اعتکاف کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

- (۱) آپ ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں زیادہ خیر و بھلائی جمع کرنے کے لیے اعتکاف کی مقدار میں اضافہ کیا۔
- (۲) ممکن ہے کہ اس باب کی دوسری یا تیسری حدیث کے مطابق دی گئی قضائی ان ہی دنوں پیش آئی ہو۔
- (۳) ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام، آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی وفات والے سال میں یہ دور دو دفعہ کیا تھا، ممکن ہے کہ اس وجہ سے آپ ﷺ نے بیس روز کا اعتکاف کیا ہو۔ جو معنی بھی کیا جائے، یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تسلیم شدہ ہے کہ اعتکاف کی قضائی دینا بھی درست ہے اور دس دنوں سے زیادہ اعتکاف کرنا بھی درست ہے۔

مَا يَجُوزُ فَعَلُهُ لِلْمُعْتَكِفِ وَمَا لَا يَجُوزُ

معتکف کے لیے جائز اور ناجائز امور کا بیان

(۴۰۰۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْمَسْجِدِ فَيُضْغِي إِلَى رَأْسِهِ فَأَرْجُلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔ (مسند احمد: ۲۴۷۴۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں اعتکاف کرتے تو اپنا سر مبارک میری طرف جھکاتے اور میں آپ ﷺ کی کنگھی کرتی، جبکہ میں ان دنوں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

(۴۰۰۱) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فَيُخْرِجُ إِلَى رَأْسِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْمِسُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔ (مسند احمد: ۲۴۵۴۲)

(دوسری سند) وہ کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو آپ ﷺ مسجد سے میری طرف اپنا سر مبارک نکالتے، پھر میں اس کو دھوتی، جبکہ میں حائضہ ہوتی۔

(۳۹۹۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۴۴، ۴۹۹۸ (انظر: ۹۲۱۲)

(۴۰۰۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۲۸، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ۲۴۲۳۸)

(۴۰۰۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

فوائد: معلوم ہوا کہ عائشہ خاتون کا جسم پاک ہوتا ہے، البتہ حیض کا خون ناپاک ہوتا ہے، اس لیے یہ خون کپڑے اور جسم کے جس حصے پر لگ جائے گا، وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

(۴۰۰۲) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قُلْتُ: فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ وَإِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ عَتَبَةُ الْبَابِ۔ (مسند احمد: ۲۶۵۱۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو آپ ﷺ انسانی ضرورت کے علاوہ گھر میں نہیں آتے تھے، اور جب میں آپ ﷺ کا سر مبارک دھوتی تو میرے اور آپ ﷺ کے درمیان دروازے کی دہلیز ہوتی تھی۔

(۴۰۰۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَدْخُلُ عَلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجِلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ إِلَّا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوءَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۶۳۱)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میری طرف اپنا سر کرتے، پھر میں آپ ﷺ کی کنگھی کرتی، جبکہ آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے اور انسانی ضرورت (یعنی بول و براز) کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے، الا یہ کہ وضو کرنے کا ارادہ ہوتا تو آ جاتے۔

(۴۰۰۴) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَإِنْ كُنْتُ لَا دَخُلُ الْبَيْتَ لِحَاجَةٍ، وَالْمَرِيضُ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ، وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَدْخُلُ عَلَى رَأْسِهِ فَأَرْجِلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ قَالَ: يُؤْتَسُّ، إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا۔ (مسند احمد: ۲۵۰۲۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: جب میں اعتکاف کے دوران بوجہ ضرورت گھر جاتی اور وہاں کوئی مریض ہوتا تو میں چلتے چلتے ہی اس کا حال دریافت کر لیتی، اور رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میری طرف کرتے اور میں کنگھی کر دیا کرتی اور ایسی حالت میں آپ ﷺ صرف انسانی ضرورت کی خاطر گھر تشریف لاتے تھے۔

(۴۰۰۵) عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِی (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ) قَالَتْ:

زوجہ رسول سیدہ صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے، میں رات کے وقت

(۴۰۰۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۹۵، ۲۰۲۸، ۵۹۲۵، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ۲۵۹۸۴)

(۴۰۰۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۰۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۲۹، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ۲۴۵۲۱)

(۴۰۰۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۲۸۱، ومسلم: ۲۱۷۵ (انظر: ۲۶۸۶۳)

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُبْحَانَ اللَّهِ تَائِبَةً أَرْوَرُهُ نَيْلًا فَحَدَّثَهُ ثُمَّ قُمْتُ فَأَنْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِيَ بِقُلْبِي نَسِيٌّ وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُكُمْ، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُصَيْنٍ)) فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ بَجَرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَفْعِدَفَ فِي قُلُوبِكُمْ شَرًّا، أَوْ، قَالَ: شَيْئًا)) (مسند احمد: ۲۷۴۰۰)

آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے آئی، آپ ﷺ سے باتیں کیں، پھر جب میں اٹھ کر واپس جانے لگی تو آپ ﷺ مجھے واپس پہنچانے کے لیے میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی رہائش گاہ اس مقام میں تھی، جو بعد میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا گھر بن گیا تھا، اتنے میں دو انصاری آدمیوں کا وہاں سے گزر ہوا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ جلدی سے گزرنے لگے، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ٹھہر جاؤ (اور پہلے والی چال ہی چلو)، یہ خاتون میری اہلیہ صفیہ بنت حبیبہؓ ہے۔“ انہوں نے کہا: سبحان اللہ، (بڑا تعجب ہے) اے اللہ کے رسول! (اس وضاحت کی کیا ضرورت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس لیے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی برا خیال ڈال دے۔“

فوائد:..... اس حدیث مبارکہ سے ایک انتہائی اہم بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ بندے کو تہمت گاہوں سے بچنا چاہیے، دیکھیں نبی کریم ﷺ یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ جو خاتون آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہے، وہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہے اور ساتھ ساتھ اس کی وجہ بھی بیان کر دی کہ ہو سکتا ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں کوئی برا خیال ڈال دے اور جس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے ”لحوں نے خطا کی، صدیوں نے سزا پائی“ کا مصداق بننا پڑے۔

ان احادیث سے متکلف کے لیے درج ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں:

اعتکاف کے دوران سر کو دھونا اور کنگھی کرنا جائز ہے، یہ خدمت بیوی سے بھی لی جاسکتی ہے، بول و براز کے لیے مسجد سے نکلا جائے گا، آخری حدیث، حدیث نمبر (۳۹۹۲) اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر خیر والی بات کی جاسکتی ہے، اتفاقاً کسی مریض کا حال پوچھ لینا اور تہمت سے بچنے کے لیے بات کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے، میاں بیوی بھی خیر و بھلائی والی باتیں کر سکتے ہیں، ہر اس ضرورت کے لیے مسجد سے نکلا جاسکتا ہے، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، مثلاً: جمعہ پڑھنے کے لیے جانا، تے اور خون وغیرہ آجانا، ضروری دوا لینا، اگر کھانے پینے کی ضروری چیزیں لانے کی صورت میں تعاون کرنے والا کوئی آدمی نہ ہو تو اس مقصد کے لیے مسجد سے نکلنا، احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کے لیے جانا۔ اگر آسانی کے ساتھ معالج کا مسجد میں آنا ممکن ہو تو یہی صورت اختیار کی جائے۔ متکلف کا پیشل تیمارداری کے لیے یا جنازہ پڑھنے کے لیے جانا اس سے متعلقہ ضروریات میں سے نہیں ہے، اگر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جائے یا

اتفاقاً کسی مریض سے ملاقات ہو جائے تو یہ نماز بھی پڑھنی چاہیے اور مریض کا حال بھی پوچھ لینا چاہیے۔ مزید اگر کوئی ضرورت پڑے تو معتکف حضرات کو اہل علم سے رابطہ کرنا چاہیے۔

عصر حاضر میں معتکف لوگوں میں پانچ ایسی بڑی مفسدیں پائی جا رہی ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ اعتکاف کی روح اور غرض و غایت سے مکمل طور پر محروم نظر آتے ہیں:

(۱) جائے اعتکاف میں ٹھہرنے کا اہتمام نہ کرنا

(۲) ایک ایک خیمے میں ایک سے زائد لوگوں کا گھس جانا

(۳) خوب باتیں کرنا، جن کی وجہ سے مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے اور دوسرے نمازی لوگ بھی بری طرح متاثر

ہوتے ہیں۔

(۴) اعتکاف کے اختتام پر پھولوں کے ہار ڈالنا، مبارکباد، ملاقات اور استقبال کے لمبے چوڑے سلسلے قائم کرنا۔

(۵) غسل، مسواک، ٹوتھ برش، وضو اور برتن وغیرہ دھونے کے بہانے کافی سارا وقت مسجد کی حدود سے باہر

صرف کرنا۔

اعتکاف کے بارے میں ایک اور حدیث:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سنت یہ ہے کہ معتکف مریض کی تیمارداری نہ کرے، جنازے کے لیے نہ جائے، بیوی کو نہ چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور صرف اس ضرورت کے لیے مسجد سے نکلے، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، اور اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد: ۲۴۷۳، لیکن یہ روایت امام زہری کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

جَوَازُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ حَتَّى الْمُسْتَحَاضَةِ

استحاضہ والی خاتون سمیت عورتوں کے اعتکاف کے جواز کا بیان

(۴۰۰۶) عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ أَنَّ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا، فَامْرَأَتْ بَيْنَاهُمَا فَضْرَبَ وَسَالَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْأِذَنَ لَهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَفَعَلَتْ، فَامْرَأَتْ بَيْنَاهُمَا، فَضْرَبَ، فَلَمَّا زَوْجَ رَسُولِ سَيْدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنْ رَوَايَةٍ هِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ أَنَّ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا، فَامْرَأَتْ بَيْنَاهُمَا فَضْرَبَ وَسَالَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْأِذَنَ لَهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَفَعَلَتْ، فَامْرَأَتْ بَيْنَاهُمَا، فَضْرَبَ، فَلَمَّا

(۴۰۰۶) (تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۴۵، ومسلم: ۱۱۷۳) (انظر: ۲۴۵۴۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طلب کریں۔ انہوں نے اجازت لی لے، چنانچہ انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، جو نصب کر دیا گیا۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ کچھ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنا خیمہ لگوا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو یہ خیمے دیکھ کر پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ یہ سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہم کے اعتکاف کیلئے خیمے لگائے گئے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا اس سے تمہارا مقصود نیکی کا ہے؟ میں نے اب اعتکاف نہیں کرنا۔“ پھر آپ ﷺ واپس آ گئے اور جب ماہ رمضان سے فارغ ہوئے تو شوال کے دس دنوں کا اعتکاف کیا۔

فوائد: اگرچہ آپ ﷺ نے مصلحت کے لیے اعتکاف ترک کر دیا تھا، لیکن یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ خواتین

کے لیے جائے اعتکاف بھی مسجد ہی ہے۔ اگر کوئی خاتون اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو وہ خاوند سے اجازت لے۔

(۴۰۰۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً فَكَانَتْ تَرَى الصُّفْرَةَ وَالْحُمْرَةَ، فَرَبَّمَا وَضَعْنَا الطَّنَسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي۔ (مسند احمد: ۲۵۵۱۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک اہلیہ نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں، ان کو زردی اور سرخی مائل خون آتا تھا، بسا اوقات تو ہم ان کے نیچے تھال رکھتیں، جبکہ وہ نماز ادا کر رہی ہوتی تھیں۔

فوائد: استحاضہ: وہ خون ہے، جو کسی رگ کے پھٹنے کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے، یہ خون حیض اور نفاس کے خون کے علاوہ ہوتا ہے، ایسی عورت کو مستحاضہ کہتے ہیں اور یہ صوم و صلاۃ سے مستثنیٰ نہیں ہوتی۔

(۴۰۰۸) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (مسند احمد: ۲۵۱۲۰)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔

(۴۰۰۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۱۰، ۲۰۳۷ (انظر: ۲۴۹۹۸)

(۴۰۰۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۲۶، ومسلم: ۱۱۷۱ (انظر: ۲۴۶۱۳)

فوائد: اعتکاف کا کل مسجد ہی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۸۷)..... ”عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔“ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں میں جائے اعتکاف کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، جو خواتین اعتکاف کرنے کی خواہش مند ہوں، وہ مسجد میں ہی اعتکاف کریں۔ عہد نبوی میں عورتوں کا اعتکاف بھی مسجد میں ہی ہوتا تھا، اگر کسی علاقے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو خواتین اعتکاف نہ کریں، فتنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ مسئلہ کو تبدیل کر کے گھروں میں اعتکاف کا اہتمام شروع کر دیں۔

الْاجْتِهَادُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ماہ رمضان کے آخری عشرے میں بھرپور کوشش کے ساتھ عبادت کرنے کا بیان

(۴۰۰۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوقِظُ أَهْلَهُ (وَفِي لَفْظٍ: نِسَاءَهُ) فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. (مسند احمد: ۷۶۲)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں اپنے اہل و عیال کو عبادت کے لیے بیدار رکھتے تھے۔

(۴۰۱۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَقْبَضَ أَهْلَهُ وَرَفَعَ الْمِئْزَرَ، (وَفِي لَفْظٍ: وَشَدَّ الْمِئْزَرَ) قِيلَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَا رَفَعَ الْمِئْزَرَ؟ قَالَ: اِغْتَزَالَ النِّسَاءُ. (مسند احمد: ۱۱۰۳)

(دوسری سند) جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال کو بیدار رکھتے اور چادر کس لیا کرتے تھے، ابو بکر بن عیاش سے کسی نے پوچھا: چادر کس لینے کا مفہوم کیا ہے؟ انھوں نے کہا: بیویوں سے علیحدگی۔

(۴۰۱۱) عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَذَكُّرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَقْبَضَ أَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. (مسند احمد: ۲۴۶۳۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ رات کو خود بھی بیدار رہتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگا کر رکھتے اور چادر کس لیتے تھے۔

(۴۰۱۲) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَتْ: (دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ماہ رمضان کے

(۴۰۰۹) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه الترمذی: ۷۹۵ (انظر: ۷۶۲)

(۴۰۱۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۱۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۲۴، ومسلم: ۱۱۷۴ (انظر: ۲۴۱۳۱)

(۴۰۱۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

پہلے بیس دنوں میں نبی کریم ﷺ رات کو سوتے بھی تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے، لیکن جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے اور چادر کس لیتے۔ (مسند احمد: ۲۴۸۹۴)

(۴۰۱۳) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَالِثٍ) قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔ (مسند احمد: ۲۵۰۳۳)

(تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کرنے میں جو محنت کرتے تھے، وہ باقی دنوں میں نہ کرتے تھے۔

فوائد:..... ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرے کی راتوں کو خوب عبادت کی جائے اور آل اولاد کو بھی اس مقصد کے لیے بیدار رکھا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر بھی اسی عشرے میں ہے اور یہ رمضان کا آخر بھی ہے اور عام لوگوں نے رہی سہی کی بیشی کو بھی اسی دھا کے میں پورا کرنا ہے۔ آج کل اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ اس عشرے کی راتوں کو نوافل کا اور شب قدر کے قیام کے لیے بیدار رہنے کا اہتمام کرتے ہیں تو ان کا بیشتر وقت گپ شپ لگانے اور چائے وائے پینے میں گزر جاتا ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَمَا جَاءَ فِي فَضْلِهَا وَفِي أَيِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ تَكُونُ
شب قدر اور اس کی فضیلت کا بیان، نیز اس امر کا بیان کہ وہ ماہ رمضان کی کونسی رات ہوتی ہے
فَضْلُهَا وَمَا يَقُولُ مَنْ رَاَهَا

شب قدر کی فضیلت اور اس رات کی خصوصی دعاء کا بیان

(۴۰۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))۔ (مسند احمد: ۷۲۷۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے بحالت ایمان اور اجر و ثواب کے حصول کی خاطر ماہ رمضان کا قیام کیا، اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

(۴۰۱۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ، بِمِثْلِهِ وَفِيهِ) ((فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) بَدَلَ قَوْلِهِ فِي الطَّرِيقِ الْأَوَّلِيِّ: ((غُفِرَ لَهُ))۔ (مسند احمد: ۹۲۷۸)

(دوسری سند) اوپر والی حدیث کی طرح ہے، البتہ اس میں ”غُفِرَ“ کی بجائے ”يُغْفَرُ“ کے الفاظ ہیں۔

(۴۰۱۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۱۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۱۴ (انظر: ۷۲۸۰)

(۴۰۱۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِنهَا فِي الْعَشْرِ أَوِ السَّبْعِ الْوَاحِدِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری دس یا سات دنوں میں شبِ قدر کے ہونے کا بیان

تنبیہ: شبِ قدر کے تعین کے لیے اور پھر اس تعین پر اٹھنے والے اعتراضات کے لیے اگلے سات ابواب کا مطالعہ ضروری ہے، ہم ان سات ابواب کے بعد تمام احادیث کا خلاصہ قلم بند کریں گے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! مجھے شبِ قدر کے بارے میں بتلائیں کہ یہ ماہِ رمضان میں ہوتی ہے یا کسی اور مہینے میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ماہِ رمضان میں ہوتی ہے۔“ میں نے کہا: کیا یہ رات اس وقت تک ہوتی ہے، جب تک اللہ کے نبی دنیا میں موجود ہوں اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو یہ بھی اٹھالی جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ تو قیامت تک باقی رہے گی۔“ میں نے کہا: یہ ماہِ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے پہلے یا آخری عشرہ میں تلاش کرو۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے مختلف باتیں بیان کیں، لیکن بیچ میں میں نے آپ ﷺ کی مصروفیت سے وقتی عدم توجہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے اچانک یہ سوال کر دیا کہ ان بیس راتوں میں سے کونسی شبِ قدر ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو، اب اس کے بعد مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا،“ پھر آپ ﷺ نے مزید گفتگو جاری رکھی اور میں نے پھر موقع پا کر اور آپ کی مصروفیت سے وقتی عدم توجہ کو غنیمت جان کر یہ سوال کر دیا کہ اے اللہ کے رسول! میرا آپ ﷺ پر جو حق ہے، میں اس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتلا دیں کہ

(۴۰۱۷) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَمِ فِي رَمَضَانَ هِيَ أَوْ فِي غَيْرِهِ؟ قَالَ: ((بَلَى، هِيَ فِي رَمَضَانَ)) قَالَ: قُلْتُ: تَكُونُ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ مَا كَانُوا، فَإِذَا قُبِضُوا رُفِعَتْ أَمِ هِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((بَلَى هِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) قَالَ: قُلْتُ: فِي أَيِّ رَمَضَانَ هِيَ؟ قَالَ: ((الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ، أَوِ الْعَشْرِ الْوَاحِدِ)) ثُمَّ حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَدَّثَ ثُمَّ اهْتَبَلْتُ غَفْلَتُهُ، قُلْتُ: فِي أَيِّ الْعَشَرِينَ هِيَ؟ قَالَ: ((إِتَّبِعُوهَا فِي الْعَشْرِ الْوَاحِدِ، لَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا)) ثُمَّ حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَدَّثَ ثُمَّ اهْتَبَلْتُ غَفْلَتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَسَمْتُ عَلَيْكَ بِحَقِّي عَلَيْكَ لَمَّا أَخْبَرْتَنِي فِي أَيِّ الْعَشْرِ هِيَ؟ قَالَ: فَغَضِبَ عَلَيَّ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ مِثْلَهُ مِنْذُ صَحْبَتِهِ أَوْ صَاحِبَتِهِ، كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ: ((الْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ الْوَاحِدِ، لَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ

(۴۰۱۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، مرثد بن عبد اللہ الزماني، لم یرو عنه سوی ابنہ مالک، قال الذہبی:

فیہ جہالۃ، وذكرہ ابن حبان فی "الثقات" أخرجه النسائي فی "الكبرى": ۳۴۲۷، والبخاری فی "مسندہ":

۴۰۶۸، وابن خزيمة: ۲۱۷۰، والحاكم: ۴۳۷/۱، والبيهقي: ۴/۳۰۷ (انظر: ۲۱۴۹۹)

بَعْدَهَا۔)) (مسند احمد: ۲۱۸۳۱)

ان دس راتوں میں قدر والی رات کون سی ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو مجھ پر اس قدر غصہ آیا کہ جب سے میں آپ ﷺ کی صحبت میں تھا، کبھی بھی آپ ﷺ مجھ پر اس قدر غضبناک نہیں ہوئے تھے، بہر حال پھر آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرما دیا کہ: ”تم اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرو، اب اس کے بعد کوئی سوال نہ کرنا۔“

فوائد: سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ قدیم صحبت والے تھے، آپ ﷺ کے غصے کی وجہ ان کا اصرار کے ساتھ سوال کرنا تھا، حالانکہ آپ ﷺ ان کو منع بھی کر چکے تھے، لیکن شب قدر کی معرفت اور حصول علم کی حرص ان کو مزید سوال پر آمادہ کر رہی تھی۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ مختلف خواب دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرتے، ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے خواب سن رہا ہوں، یہ ماہ رمضان کی آخری سات راتوں سے موافقت رکھتے ہیں، لہذا تم میں سے جو آدمی شب قدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے، وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔“

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم شب قدر کو آخری دس یا آخری نو راتوں میں تلاش کیا کرو۔“

(۴۰۱۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَرَوْنَ الرُّؤْيَا فَيَقْصُصُونَهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنِّي أَوْ قَالَ: أَسْمَعُ رُؤْيَا كُمْ تَوَاطَأَتْ عَلَى السَّبْعِ الْأَوَّخِرِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَحَرِّبَهَا، فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَّخِرِ۔)) (مسند احمد: ۴۴۹۹)

(۴۰۱۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوا بَلِيلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ، فِي التَّسْعِ الْغَوَابِرِ۔)) (مسند احمد: ۴۹۲۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اتنی تیزی سے صحابہ کی طرف آئے کہ ہم آپ ﷺ کی جلدی کو دیکھ کر گھبرا گئے، جب آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچے تو فرمایا: ”میں تمہیں شب قدر سے آگاہ کرنے کے لیے تیزی

(۴۰۲۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ إِلَيْهِمْ مُسْرِعًا، قَالَ: حَتَّى أَفْزَعَنَا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَلَمَّا انْتَهَى إِلَيْنَا قَالَ: جِئْتُ مُسْرِعًا أَخْبِرْكُمْ بِبَلِيلَةِ الْقَدْرِ فَأَنْسِيْتُهَا

(۴۰۱۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۰۱۵، ومسلم: ۱۱۶۵ (انظر: ۴۴۹۹)

(۴۰۱۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۲۰) تخریج: صحيح لغيره۔ أخرجه الطبرانی: ۱۲۶۲۱ (انظر: ۲۳۵۲)

بَيِّنِي وَبَيِّنْكُمْ وَلَكِنْ التَّمَسُّوْهَا فِي الْعَشْرِ
الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.)) (مسند احمد: 2352)
سے آ رہا تھا، لیکن جو چیز تمہیں بتانا چاہتا تھا وہ راستہ میں مجھے
بھلا دی گئی، بہر حال تم اس رات کو ماہ رمضان کے آخری
دھاکے میں تلاش کیا کرو۔“

فوائد: بھول جانے کی وجہ یہ تھی کہ دو آدمی جھگڑ رہے تھے، جب آپ ﷺ ادھر مصروف ہوئے تو شبِ
قدر کی علامتیں بھلا دی گئیں۔

(۴۰۲۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَالَ: ((أَطْلُبُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ
الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَإِنْ غَلِبْتُمْ، فَلَا
تُغْلِبُوا عَلَى السَّيِّئِ الْبَوَاقِي.)) (مسند
احمد: ۱۱۱۱)
سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”تم شبِ قدر کو ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کیا
کرو، اگر تم ایسا کرنے سے مغلوب ہو جاؤ تو آخری سات
دنوں میں اس کو تلاش کرنے سے پیچھے نہ رہنا۔“

إِنَّهَا الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ فِي الْوُتْرِ مِنْهَا أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ وَذِكْرُ أَمَارَاتِهَا
شبِ قدر کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہونے یا ماہ رمضان کی آخری رات ہونے اور اس کی
علامتوں کا بیان

(۴۰۲۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي
الْعَشْرِ الْبَوَاقِي مَنْ قَامَهُنَّ ابْتِغَاءَ
حَسَنَاتِهِنَّ، فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَغْفِرُ لَهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَهِيَ لَيْلَةٌ وَتُرِ
تَسْعَ، أَوْ سَبْعَ أَوْ خَامِسَةَ أَوْ ثَالِثَةَ، أَوْ آخِرِ
لَيْلَةٍ.)) وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ أَمَارَةَ
لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلَجَةٌ، كَأَنَّ فِيهَا
قَمَرًا سَاطِعًا، سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ، لَا بَرْدَ فِيهَا
وَلَا حَرًّا، وَلَا يَحِلُّ لِكُلِّ كَوْنٍ أَنْ يُرْمَى بِهِ

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شبِ قدر، ماہ رمضان کی آخری دس
راتوں میں ہے، جو آدمی اجر و ثواب کی خاطر ان دس راتوں
میں قیام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر
دے گا، یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں،
ستائیسویں یا اثنیسویں کو ہوگی۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی
فرمایا: ”شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ یہ رات صاف اور روشن
ہوتی ہے، گویا اس میں چاند چمک رہا ہے، انتہائی پرسکون ہوتی
ہے، اس رات میں سردی ہوتی ہے نہ گرمی، اس رات کو صبح تک
کسی تارے کو نہیں پھینکا جاتا اور جب صبح کو سورج طلوع ہوتا

(۴۰۲۱) تخریج: صحیح لغیرہ (انظر: ۱۱۱۱)

(۴۰۲۲) تخریج: الشطر الاول من الحديث حسن، والشطر الثاني محتمل للتحسين لشواهده، وفي

هذا السند بقیہ بن الولید یُدلس تَدلیس التَّسْوِیة (انظر: ۲۲۷۶۵)

سَبْعَ وَعِشْرِينَ أَوْ آخِرَ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ ، سَتَائِيسُ يَارْمَضَانَ كِي آخِرِي رَاتِ مِيسْ ، جِسْ نِي اَجْر و ثَوَابِ
مَنْ قَامَهَا احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ كِي لِي اِس رَاتِ قِيَامِ كِيَا ، اِس كِي اِگلے پچھلے گناہ
(زَادَ فِى رِوَايَةٍ وَمَا تَأَخَّرَ) (مسند احمد: ۲۳۱۴۳)

فوائد: چونکہ انتیس روزوں کے بعد چاند کی نظر آنے کی توقع ہوتی ہے، اس لیے انیسویں رات کو آخری رات قرار دیا گیا ہے۔

(۴۰۲۴) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْوَاخِرِ لِتَسْبِعَ يَبْقَيْنَ، أَوْ لَسَبْعَ يَبْقَيْنَ أَوْ لِحَمْسٍ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ)) (مسند احمد: ۲۰۶۴۷)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس رات کو آخری عشرہ میں تلاش کرو، یعنی جب ماہ رمضان کے نو دن یا سات دن یا پانچ دن یا تین دن باقی ہوں یا پھر اس ماہ کی آخری رات کو۔“

إِنَّهَا فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ
ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کے ہونے کا بیان

(۴۰۲۵) عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذُكِرَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ عِنْدَ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، فَقَالَ: مَا أَنَا بِمُتَمَسِّهَا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا فِي عَشْرِ الْوَاخِرِ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ مِنْهُ)) قَالَ: فَكَانَ أَبُو بَكْرَةَ يُصَلِّي فِي الْعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ كَصَلَاتِهِ فِي سَائِرِ السَّنَةِ ، فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اجْتَهَدَ (مسند احمد: ۲۰۶۸۸)

عبد الرحمن کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پاس شب قدر کا ذکر ہوا، انہوں نے کہا: میں تو اس رات کو صرف آخری عشرے میں تلاش کروں گا، کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ رمضان کے پہلے بیس دنوں میں تو پورے سال والی عادت کے مطابق نماز پڑھتے، لیکن جب آخری عشرے کا آغاز ہو جاتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے۔“

(۴۰۲۴) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه الترمذی: ۷۹۴ (انظر: ۲۰۳۷۶)

(۴۰۲۵) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه الترمذی: ۷۹۴ (انظر: ۲۰۴۱۷)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم شبِ قدر کو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے اس رات کو دیکھا تو تھا، لیکن پھر مجھے بھلا دیا گیا، (اس دفعہ) یہ بارش اور ہوا والی رات ہوگی۔“

(۴۰۲۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اتَمَسُّوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فِي وَتَرٍ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُهَا فَتَنَبَّيْتُهَا وَهِيَ لَيْلَةُ مَطَرٍ وَرِيحٍ أَوْ قَالَ: قَطَرٍ وَرِيحٍ.)) (مسند

احمد: ۲۱۲۳۷)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہماری طرف آئے، آپ ﷺ ہمیں شبِ قدر کے بارے میں بتلاتا چاہتے تھے، (لیکن آپ ﷺ نے دیکھا کہ) دو آدمی جھگڑ رہے تھے، اور پھر فرمایا: ”میں تمہیں شبِ قدر کے بارے میں بتلانے کے لیے آ رہا تھا، لیکن جب دو آدمیوں کو جھگڑتا ہوا پایا تو وہ علامتیں اٹھالی گئیں اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہارے لیے خیر اور بہتری ہو، اب تم اس کو آخری عشرے میں اکیسویں، تیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرنا۔“

(۴۰۲۷) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَا حَيَّ رَجُلَانِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَرَجْتُ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حَيَّ رَجُلَانِ فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمَسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ، أَوِ السَّابِعَةِ أَوِ الْخَامِسَةِ، وَفِي لَفْظٍ فَاطَلُبُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فِي تَاسِعَةٍ أَوْ سَابِعَةٍ أَوْ خَامِسَةٍ.)) (مسند احمد: ۲۳۰۴۸)

فوائد: اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال بھی کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑنا کس قدر نحوست والا فعل ہے کہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینہ مبارکہ سے شبِ قدر کی علامتیں اٹھالی گئیں۔ آپ ﷺ کا فرمانا کہ ”ممکن ہے کہ اسی میں تمہارے لیے خیر اور بہتری ہو۔“ بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اگر شبِ قدر کا تعین کر دیا جاتا ہے تو صرف ایک رات کا قیام کیا جاتا، اب جو شخص لیلۃ القدر کو پانے کا ارادہ کرے گا، اس کو آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں کا قیام کرنا پڑے گا، ان میں سے ایک قدر والی رات ہوگی اور باقی چار راتوں کے قیام کا ثواب بھی مل جائے گا۔

(۴۰۲۶) تخریج: صحیح لغیرہ دون قولہ: ”وہی لیلۃ مطر وریح“ وھذا اسناد ضعیف، عبد الرحمن بن شریک و اھو الحدیث، و ذکرہ ابن حبان فی ”الثقات“ و قال: ربما اخطأ، وابوہ شریک بن عبد اللہ النخعی سیء الحفظ۔ اخرجه البزار: ۱۰۳۱، والطبرانی: ۱۹۶۲ (انظر: ۲۰۹۳۰)

(۴۰۲۷) تخریج: اخرجه البخاری: ۴۹، ۲۰۲۳، ۶۰۴۹ (انظر: ۲۲۶۷۲)

(۴۰۲۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ، فَالْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ وَثَرًا، فَفِي آيِ الْوَيْثِ تَرَوْنَهَا۔ (مسند احمد: ۸۵)

(۴۰۲۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، أَوْ خَامِسَةٍ تَبْقَى أَوْ سَابِعَةٍ تَبْقَى۔)) (مسند احمد: ۳۴۰۱)

(۴۰۳۰) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔

(۴۰۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ وَقَدْ بَيَّنْتُ لِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَمَسِيحُ الضَّلَالَةِ، فَكَانَ تَلَاحٍ بَيْنَ رَجُلَيْنِ بِسُوءَةِ الْمَسْجِدِ، فَاتَّيْتُهُمَا لَأُخْجَزَ بَيْنَهُمَا فَأَنْتَبِهْتُهُمَا وَسَأَشَدُّوا لَكُمْ شَدْوًا، أَمَّا لَيْلَةُ الْقَدْرِ فَالْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ وَثَرًا، وَأَمَّا مَسِيحُ الضَّلَالَةِ فَإِنَّهُ أَعُورُ الْعَيْنِ، أَجَلَى الْجَبْهَةِ، عَرِيضُ النَّحْرِ، فِيهِ دَفَا، كَأَنَّهُ قَطَنُ بَنِ عَبْدِ الْعُزَّى۔)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَضُرُّنِي شَبَّهُهُ؟ قَالَ: ((لَا، أَنْتَ أَمْرٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ أَمْرٌ كَافِرٌ۔)) (مسند احمد: ۷۸۹۲)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، تم اس کو جانتے ہی ہو، تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ کونسی طاق رات ہوگی؟

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس رات کو آخری عشرے میں اس وقت تلاش کیا کرو، جب نو یا پانچ یا سات راتیں باقی ہوں۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے شب قدر اور ضلالت والے مسیح دجال کے بارے میں حتی طور پر بتلا دیا گیا تھا، میں تمہیں آگاہ کرنے کے لیے آیا، لیکن مسجد کے دروازے پر دو آدمی آپس میں الجھ رہے تھے، میں ان کے درمیان رکاوٹ بننے کے لیے ان کی طرف گیا، اتنے میں مجھے ان باتوں کا علم بھلا دیا گیا، اب بالاختصار بات یہ ہے کہ تم شب قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور دجال کاٹا ہوگا، پیشانی پر بال تھوڑے ہوں گے، گردن موٹی ہوگی، کبڑے پن کی وجہ سے جھکا ہوا ہوگا، یوں سمجھیں کہ گویا کہ وہ قطن بن عبد العزی کے مشابہ ہوگا۔“ یہ سن کر سیدنا قطن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کے ساتھ میری

(۴۰۲۸) تخریج: اسنادہ قوی۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ: ۵۱۳/۲، والبزار: ۲۱۰، وابو یعلیٰ: ۱۶۵، ۱۶۸، وابن خزيمة: ۲۱۷۲ (انظر: ۸۵)

(۴۰۲۹) تخریج: اخرجہ البخاری: ۲۰۲۱ (انظر: ۳۴۰۱)

(۴۰۳۱) تخریج: حدیث حسن (انظر: ۷۹۰۵)

مشابہت میرے لیے نقصان دہ تو نہیں ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں نہیں، تم مسلمان ہو اور وہ کافر ہوگا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کی وضاحت سے قبل رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، جب یہ عشرہ بیت گیا تو آپ ﷺ نے اپنے حجرے کو اکھاڑنے کا حکم دیا، سوا سے اکھاڑ دیا گیا، بعد ازاں آپ ﷺ پر واضح ہوا کہ وہ رات تو آخری عشرے میں ہے، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ حجرہ دوبارہ لگا دیا گیا جائے، پس اسے دوبارہ کھڑا کر دیا گیا، اس طرح آپ ﷺ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا، پھر لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”لوگو! مجھے حتی طور پر شب قدر کے بارے میں بتلادیا گیا تھا اور میں تمہیں آگاہ کرنے کے لیے آ رہا تھا، لیکن ہوا یوں کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے، ان کے ساتھ شیطان بھی تھا، پس مجھے یہ علم بھلا دیا گیا، اب تم اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں طاق رات میں تلاش کرو۔“ میں ابونضرہ نے کہا: اے ابوسعید! آپ ہم سے بہتر گنتی جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم (صحابہ ہونے کی وجہ سے) تمہاری بہ نسبت اس کے زیادہ حقدار بھی ہیں۔ میں نے کہا: نویں، ساتویں اور پانچویں رات کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے کہا: جس رات کو تم اکیسویں رات کہتے ہو، اسے چھوڑ دو، اس سے اگلی رات نویں ہے، جس رات کو تم تیسویں رات کہتے ہو، اسے چھوڑ دو اس سے اگلی رات ساتویں ہے اور جس رات کو تم پچیسویں رات کہتے ہو، اسے چھوڑ دو، اس سے اگلی رات پانچویں ہے۔

فوائد: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے قول ”نویں، ساتویں اور پانچویں“ سے مراد اکیسویں،

تیسویں اور پچیسویں رات ہے، لیکن سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی وضاحت کا مقصد مہینہ کو تیس دنوں کا فرض کر کے سائل کو سمجھانا

(۴۰۳۲) عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ يَلْتَمِسُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ أَنْ تَبَانَ لَهُ، فَلَمَّا تَفَضَّيْنِ أَمَرَ بَنِيَانِهِ، فَنَقَضَ ثُمَّ أُبَيِّنَتْ لَهُ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَأَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَأُعِيدَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهَا أُبَيِّنَتْ لِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَخَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ فَجَاءَ رَجُلَانِ يَحْتَقِمَانِ، مَعَهُمَا الشَّيْطَانُ فَنُسِيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ)) فَقُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ! إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا، قَالَ: أَنَا أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْكُمْ، فَمَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ؟ قَالَ: تَدْعُ الَّتِي تَدْعُونَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَالَّتِي تَلِيهَا التَّاسِعَةُ، وَتَدْعُ الَّتِي تَدْعُونَ ثَلَاثَةَ وَعِشْرِينَ وَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ، وَتَدْعُ الَّتِي تَدْعُونَ خَمْسَةَ وَعِشْرِينَ وَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ۔ (مسند احمد: ۱۱۰۹۲)

ہے کہ عرب ادگ آخر سے بھی مہینہ کو شمار کر لیتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ کے فرمان کا تعلق (۲۹) دنوں کے مہینہ سے ہے۔

إِنَّهَا لَيْلَةٌ أَحْدَى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کی اکیسویں رات کے شب قدر ہونے کا بیان

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں شب قدر کا تذکرہ ہوا۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سارے سال میں گھومتی ہے۔ یعنی کبھی کسی مہینہ میں آتی ہے اور کبھی کسی مہینہ میں۔ تو ہم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ میں نے کہا: ابوسعید رضی اللہ عنہ! کیا آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے شب قدر کے متعلق کچھ سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا۔ اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ہمراہ اعتکاف کیا۔ جب بیس کی صبح ہوئی تو آپ اور ہم سب اعتکاف سے باہر آئے۔ آپ ﷺ کو شب قدر کے متعلق حتمی طور پر بتلا دیا گیا تھا لیکن بعد ازاں آپ ﷺ کو وہ علم بھلوا دیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے شب قدر کو دیکھا پھر مجھے وہ بھلوا دی گئی۔ اس رات میں نے خود کو دیکھا کہ میں کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ واپس آجائیں۔ اب اس رات کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کریں۔ اس دن کے آخری حصہ میں ہم پر آسمان خوب برسا۔ مسجد کی چھت شاخوں کی تھی۔ وہ بہہ پڑی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو عزت سے نوازا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل کی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہمیں مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ کی ناک پر کچھڑ لگی ہوئی تھی۔

(۴۰۳۳) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: تَذَاكُرُنَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِنَّهَا تَدُورُ مِنَ السَّنَةِ فَمَشِينَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ! سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَشَرَ الْوَسْطَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ رَجَعُ وَرَجَعْنَا مَعَهُ، وَأَرَى لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَنْسِيَهَا، فَقَالَ: (إِنِّي رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَنْسَيْتُهَا فَأَرَانِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكِفِهِ، ابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوُثْرِ مِنْهَا وَهَاجَتْ عَلَيْنَا السَّمَاءُ آخِرَ تِلْكَ الْعِشِيَةِ، وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ عَرِيشًا مِنْ جَرِيدٍ، فَوَكَفَ، فَوَالَّذِي هُوَ أَكْرَمُهُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ لَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي سِنَا صَلَاةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَإِنَّ جَبْهَتَهُ وَارْتَبَهُ أَنْفُهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ) (مسند احمد: ۱۱۲۰۴)

فوائد:..... حدیث مبارکہ کے آخر میں ”نماز مغرب“ کا ذکر غلطی ہے، یہ نماز فجر کا واقعہ تھا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ اور خود اس حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ”آخِرَ تِلْكَ الْعِشِيَةِ“ عشاء کے بعد کا یا ایک

إِنَّهَا لَيْلَةٌ ثَلَاثٌ وَعِشْرِينَ

رمضان کی تیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان

(۴۰۳۵) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيَتْهَا وَارَانِي صَبِيحَتَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)) فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ۔ (مسند احمد: ۱۶۱۴۱)

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے شبِ قدر کو دیکھا تو تھا، لیکن پھر وہ مجھے بھلوا دی گئی، اب میں دیکھتا ہوں کہ میں اس رات کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔“ پس تیسویں رات کو بارش ہوئی اور آپ ﷺ نے ہمیں (صبح) کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر کچھڑ کا نشان تھا۔

(۴۰۳۶) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَسْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي آخِرِ هَذَا الشَّهْرِ (يَعْنِي رَمَضَانَ) فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَتَى نَلْتَمِسُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ الْمُبَارَكَةَ؟ قَالَ: ((الْتَمِسُوهَا سَيِّدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم ماہ رمضان کے اواخر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اس برکت والی رات کو کب تلاش کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

(٤٠٣٤) تخریج: حدیث حسن۔ اخرجه ابوداود: ١٣٧٩ (انظر: ١٦٠٤٤)

(٤٠٣٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٦٨ (انظر: ١٦٠٤٥)

(٤٠٣٦) تخريج: حديث حسن- أخرجه ابن خزيمة: ٢١٨٥، والطحاوي في "شرح معاني الآثار":

٥٤٨١، و آخر جهه بنحوه ابوداود: ١٣٨٠ (انظر: ١٦٠٤٦)

”تم اس کو اسی آج والی رات میں تلاش کرو۔“ یہ تیمسویں رات کی شام کو بات ہو رہی تھی، ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا مطلب یہ ہوا کہ بقیہ آٹھ راتوں میں پہلی رات شب قدر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بقیہ آٹھ میں پہلی نہیں ہے، بلکہ بقیہ سات میں پہلی ہے، یہ مہینہ تیس دن کا پورا نہیں ہوگا۔“

ایک صحابی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے شب قدر کی صبح کو چاند کی طرف دیکھا، وہ مجھے آدھے تھال کی مانند نظر آیا، ابواسحاق نے کہا: تیمسویں رات کی صبح کو چاند ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں اس وقت نکلا جب چاند طلوع ہو رہا تھا، وہ آدھے تھال کی طرح لگ رہا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”آج شب قدر ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں ماہ رمضان میں سویا ہوا تھا، مجھے خواب میں کہا گیا کہ آج شب قدر ہے، میں اٹھتا ہوا اٹھ پڑا اور رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی رسیوں کے ساتھ لٹکا، پھر جب میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، یہ تیمسویں رات تھی۔

هَذِهِ اللَّيْلَةُ)) وَقَالَ: وَذَلِكَ مَسَاءَ لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهِيَ إِذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوَّلُ ثَمَانٍ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّهَا لَيْسَتْ بِأَوَّلِ ثَمَانٍ وَلَكِنَّهَا أَوَّلُ السَّبْعِ، إِنَّ الشَّهْرَ لَا يَتِمُّ.)) (مسند احمد: ۱۶۱۴۲)

(۴۰۳۷) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حُدَيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى الْقَمَرِ صَبِيحَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ فُلُقٌ جَفَنَةٌ، وَقَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: إِنْ مَا يَكُونُ الْقَمَرُ كَذَلِكَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ. (مسند احمد: ۲۳۵۱۷)

(۴۰۳۸) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خَرَجْتُ حِينَ بَزَعَ الْقَمَرُ، كَأَنَّهُ فُلُقٌ جَفَنَةٌ.)) فَقَالَ: ((الَلَّيْلَةُ لَيْلَةُ الْقَدْرِ.)) (مسند احمد: ۷۹۳)

(۴۰۳۹) عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أُتِيتُ وَأَنَا نَائِمٌ فِي رَمَضَانَ، فَقِيلَ لِي: إِنَّ اللَّيْلَةَ لَلَّيْلَةُ الْقَدْرِ، قَالَ: فَقُمْتُ وَأَنَا نَاعِسٌ فَتَعَلَّقْتُ بِبَعْضِ أَطْنَابِ فُسْطَاطِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي، قَالَ: فَظَنَرْتُ فِي

(۴۰۳۷) تخريج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه النسائي في "الكبرى": ۳۴۱۱ (انظر: ۲۳۱۲۹)

(۴۰۳۸) اسنادہ ضعیف لضعف حدیج بن معاویہ، کان سئیء الحفظ کثیر الوهم، وسماعه من ابی اسحاق السیعی یغلب علی ظننا انه بعد الاختلاف لمخالفة شعبة له فی اسناد الحديث۔ أخرجه ابو یعلی: ۵۲۵ (انظر: ۷۹۳)

(۴۰۳۹) تخريج: حسن لغیره۔ أخرجه الطبرانی: ۱۱۷۷۷ (انظر: ۲۳۰۲)

تِلْكَ اللَّيْلَةُ فَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

(مسند احمد: ۲۳۰۲)

(۴۰۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَمْ مَضَى مِنَ الشَّهْرِ؟)) قَالَ: قُلْنَا: مَضَتْ ثِنْتَانِ وَعِشْرُونَ وَبَقِيَ ثَمَانٌ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا، بَلْ مَضَتْ مِنْهُ ثِنْتَانِ وَعِشْرُونَ وَبَقِيَ سَبْعٌ، أَطْلُبُوهَا اللَّيْلَةَ، قَالَ: يَغْلَى فِي حَدِيثِهِ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.)) (مسند احمد: ۷۴۱۷)

فوائد:..... اس باب کی پہلی احادیث کے راوی سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ رمضان کی تیسویں رات کو شب قدر قرار دیتے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اس باب سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں رمضان کی تیسویں کی رات بھی، قدر والی رات ہوئی ہے۔

أَنَّهَا لَيْلَةُ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ

رمضان کی چوبیسویں رات کے شب قدر ہونے کا بیان

(۴۰۴۱) عَنْ بَلَالٍ (بْنِ رَاحٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سَيِّدَنَا بَلَالَ بْنَ رَاحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَةً عَنْ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ فِي النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ أَرْبَعٍ)) فرمایا: ”چوبیسویں رات قدر والی رات ہے۔“ (مسند احمد: ۲۴۳۸۷)

أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَذِكْرُ أَمَارَاتِهَا

رمضان کی ستائیسویں رات کے شب قدر ہونے اور اس کی علامتوں کا بیان

(۴۰۴۲) عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَذَاكُرُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فَقَالَ أَبِي: أَنَا وَالَّذِي زَرَبَنَ جِيْشَ بَيَانٍ كَرْتِي هِي كِي سِيْدَنَا اَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَةً هِي كِي صَحَابِي هِي شَبَّ قَدْرِ كِي بَارِي مِي اَپْسِي مِي بَحْثِي كِي، سِيْدَنَا اَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نِي كِي: مَعْبُودِ بَرَحِي كِي قَسَمِي! مِي جَانَا

(۴۰۴۰) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه ابن ماجه: ۱۶۵۶ (انظر: ۷۴۲۳)

(۴۰۴۱) تخریج: اسنادہ ضعیف لسوء حفظ عبد الله بن لهيعة وقد خولف۔ أخرجه البزار في ”مسنده“:

۱۳۷۶ (انظر:)، والطبرانی: ۱۱۰۲

(۴۰۴۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۷۶۲ (انظر: ۲۱۱۹۰)

ہوں کہ وہ کوئی رات ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے بارے میں بتلایا تھا، یہ ماہ رمضان کی ستائیس تاریخ کی رات ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج بلند ہو رہا ہوتا ہے تو اس کی شعائیں نہیں ہوتیں۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ زرنے اسے بتلایا کہ اس نے مسلسل تین برس تک پورا ماہ رمضان طلوع آفتاب کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ واقعی ستائیس کی صبح کو سورج طلوع کے بعد جب بلند ہو رہا ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی، جبکہ اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

لَا إِلَهَ غَيْرُهُ أَعْلَمُ أَيَّ لَيْلَةٍ هِيَ، هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَخْبَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ تَمُضِي مِنْ رَمَضَانَ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ الشَّمْسُ تُدْجِعُ الْغَدَ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ تَرَفُّقُ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ، فَرَعَمَ سَلْمَةُ بْنُ كَهْلٍ أَنْ زَرًّا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَصَدَهَا ثَلَاثَ سِنِينَ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ يَدْخُلُ رَمَضَانُ إِلَى آخِرِهِ، فَرَأَاهَا تَطْلُعُ صَبِيحَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ، تَرَفُّقُ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ (وَفِي رِوَايَةٍ: بَيَضَاءُ تَرَفُّقُ). (مسند احمد: ۲۱۵۰۹)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے ماہ رمضان کی تیسویں رات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے پہلے ایک تہائی تک قیام کیا، لیکن پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ تم جس چیز کو تلاش کر رہے ہو، وہ بعد میں آئے گی۔“ پس ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ پچیسویں رات کو نصف رات تک قیام کیا، لیکن پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ تم جس رات کے متلاشی ہو وہ اس کے بعد ہوگی۔“ سو ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ ستائیسویں شب کو صبح تک قیام کیا، اس کے بعد آپ ﷺ خاموش رہے۔

(۴۰۴۳) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ: ((لَا أَحْسَبُ مَا تَطْلُبُونَ إِلَّا وَرَاءَ كُمْ)) ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: ((لَا أَحْسَبُ مَا تَطْلُبُونَ إِلَّا وَرَاءَ كُمْ)) فَقُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ حَتَّى أَصْبَحَ وَسَكَتَ. (مسند احمد: ۲۱۸۹۹)

فوائد: ستائیسویں شب کے بعد آپ ﷺ کا خاموش ہو جانا اور اگلی طاق رات کی طرف رہنمائی نہ کرنا، اس ثابت ہو رہا ہے کہ یہی شب قدر ہوگی۔

زر کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے شب قدر کے بارے میں بتائیں، ام عبد کا بیٹا یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہ کہتے ہیں کہ جو آدمی سارا سال قیام

(۴۰۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي نُنَّا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَاصِمٌ عَنْ زُرٍّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: أَخْبِرْنِي عَنْ لَيْلَةٍ

(۴۰۴۳) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجہ ابن خزيمة: ۲۲۰۵ (انظر: ۲۱۵۶۶)

(۴۰۴۴) تخریج: اخرجہ مسلم: ۷۶۲ (انظر: ۲۱۱۹۴)

کرے گا، وہ اس رات کو پا ہی لے گا۔ سیدنا ابی بکرؓ نے کہا: ”اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن سیدنا ابن مسعودؓ پر رحم فرمائے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ رات ماہ رمضان میں ہے اور ہے بھی ستائیسویں رات، دراصل انہوں نے اس رات کے تعین کو لوگوں سے اس لیے پوشیدہ رکھا کہ لوگ اسی پر اکتفا کر لیں گے (باقی راتوں کا قیام ترک کر دیں گے)۔ محمد ﷺ پر کتاب اتارنے والے اللہ کی قسم! یہ رات ماہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ میں نے سیدنا ابی بن کعبؓ سے کہا: اے ابو منذر! یہ علم آپ کو کیسے ہوا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک علامت بتلائی تھی، پھر ہم نے اسے شمار کیا اور خوب یاد رکھا۔ اللہ کی قسم! وہ یہی رات ہے۔ زرنے کہا: سیدنا ابی نے استثنا نہیں کیا، (ان شاء اللہ بھی نہیں کہا)۔ میں (عاصم) نے زر سے کہا: وہ علامت کون سی ہے؟ انہوں نے کہا: وہ یہ ہے کہ شب قدر کی صبح کو سورج ایک تھال کی مانند دکھائی دیتا ہے، اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔

زر بن حبیش نے کہا: اگر یہ کم عقل لوگ نہ ہوتے تو میں کان میں انگلی ڈال کر زور زور سے یہ اعلان کرتا کہ شب قدر، ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی آخری سات راتوں میں سے پہلے تین راتوں کے بعد اور آخری تین راتوں سے پہلے ہوتی ہے، اس شخصیت نے مجھے یہ بات بتائی جو مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور اس کو ایسی ہستی نے بیان کیا کہ وہ بھی اس کو جھوٹی بات بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے ابو یوسف سے کہا: کیا ان کی مراد سیدنا ابی بن کعب اور نبی کریم ﷺ ہیں؟ انھوں نے کہا: جی، اسی طرح بات ہے۔

فوائد: زرن بن حبیش کی مراد ستائیسویں شب ہے، وہ ماہ رمضان کو تیس دنوں کا فرض کر کے آخری سات

النَّذِيرَ فَإِنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدِ كَانَ يَقُولُ: مَنْ يَقُمَ الْحَوْلَ يُصْبِحَهَا. قَالَ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّهَا لِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَلَكِنَّهُ عَمِيَ عَلَى النَّاسِ لِكَيْلَا يَتَكَلَّمُوا، فَوَاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ إِنَّهَا فِي رَمَضَانَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! وَأَنَّى عَلِمْتَهَا؟ قَالَ: بِالْآيَةِ الَّتِي أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا فَوَاللَّهِ إِنَّهَا لِهِيَ مَا يُسْتَنْبَى، قُلْتُ لِرِزٍّ: مَا الْآيَةُ؟ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ غَدَاةً إِذْ كَانَتْ طَنْسُتٌ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: حَتَّى تَرْتَفِعَ)۔ (مسند احمد: ۲۱۵۱۳)

(۴۰۴۵) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ زُرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُولُ: لَوْ لَا سَفَهَاؤُكُمْ، لَوْ ضَعْتُ يَدِي فِي أذُنِي ثُمَّ نَادَيْتُ: أَلَا إِنَّ لَيْلَةَ النَّذِيرِ فِي رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْوَاخِرِ فِي السَّبْعِ الْوَاخِرِ، قَبْلَهَا ثَلَاثٌ وَبَعْدَهَا ثَلَاثٌ، نَبَأٌ مَنْ لَمْ يَكْذِبْنِي عَنْ نَبَأٍ مَنْ لَمْ يَكْذِبْهُ، قُلْتُ لِأَبِي يُوسُفَ: يَعْنِي أَبِي بَنَ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: كَذَا هُوَ عِنْدِي۔ (مسند احمد: ۲۱۵۱۸)

(۴۰۴۵) تخریج: اسنادہ ضعیف من اجل یزید بن ابی سلیمان الکوفی، فهو مجهول الحال (انظر: ۲۱۱۹۹)

راتوں کی درمیان والی شب کو قدر والی شب سمجھ رہے ہیں، جو کہ رمضان کی ستائیسویں شب بنتی ہے، انھوں نے یہ روایت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لی اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے، ان کی جھوٹ نہ بول سکنے والی ہستیوں سے مراد یہی دو شخصیات ہیں۔

(۴۰۴۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: مَتَى لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: ((مَنْ يَذْكُرُ مِنْكُمْ لَيْلَةَ الصَّهْبَاوَاتِ؟)) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَنَا يَا أَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ، وَإِنَّ فِیْ یَدِیْ لَتَمَرَاتٍ اتَّسَحَّرُ بِهِنَّ، مُسْتَتِرًا بِمُؤَخَّرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْفَجْرِ وَذَلِكَ حِینَ طَلَعَ الْقَمَرُ۔ (مسند احمد: ۳۵۶۵)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی، نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ سوال کیا: شب قدر کب ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ صہباوات والی رات کون سی تھی؟“ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں، مجھے یاد ہے، اس رات کو سحری کے وقت میں ہاتھ میں کھجوریں لے کر سحری کر رہا تھا اور طلوع فجر کے ڈر سے پالان کے پیچھے چھپا ہوا تھا، جبکہ اس وقت چاند طلوع ہو چکا تھا۔

فوائد:..... خیر کے قریب ایک جگہ کا نام ”صہباء“ ہے۔ سنن بیہقی اور قاموس وغیرہ میں اس جگہ کا نام مفرد ہی مذکور ہے، جبکہ اس حدیث میں جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ اس مقام کو ”صہباء“ بھی کہتے ہوں اور ”صہباوات“ بھی۔ آپ ﷺ نے صہباوات والی رات کے بارے میں سوال کر کے سائل کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ قدر والی رات تھی، کیونکہ اسی رات کو اس وقت میں چاند طلوع ہوتا ہے۔

(۴۰۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِیَّ اللَّهِ! إِنِّیْ شَبِخْتُ عَلَیْلٌ، یَشْقُ عَلَی الْقِیَامِ فَأَمُرْنِیْ بِلَیْلَةٍ لَعَلَّ اللَّهَ یُوقِفُنِیْ فِیْهَا لَیْلَةَ الْقَدْرِ، قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالسَّابِعَةِ۔)) (مسند احمد: ۲۱۴۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں بوڑھا اور بیمار آدمی ہوں، میرے لیے قیام کرنا مشکل ہے، لہذا آپ میرے لیے کسی ایک رات کا تعین کر دیں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس میں شب قدر کی سعادت سے نواز دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ساتویں یعنی ستائیسویں رات کا اہتمام کرو۔“

فوائد:..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر کا زیادہ امکان ستائیسویں تاریخ کی رات کو ہوتا ہے۔

(۴۰۴۶) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، ابو عبیدہ لم یسمع من ابیه۔ أخرجه الطیالسی: ۳۲۹، وابو یعلی: ۶۳۹۳، والطبرانی فی ”الکبیر“: ۱۰۲۸۹ (انظر: ۳۵۶۵)

(۴۰۴۷) اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔ أخرجه الطبرانی: ۱۱۸۳۶، والبیہقی: ۴/ ۳۱۲ (انظر: ۲۱۴۹)

ابو عقر ب کہتے ہیں: میں ماہ رمضان میں ایک دن صبح کے وقت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے، اتنے میں ہم نے ان کو یوں کہتے ہوئے سنا: اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسول نے پہنچا دیا، پھر یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”بلاشبہ ماہ رمضان کی آخری سات راتوں کی درمیانی شب قدر والی ہے، اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بالکل صاف ہوتا ہے اور اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔“ میں نے ابھی اس کی طرف دیکھا ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق پایا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: ”جو آدمی اس رات کا متلاشی ہو تو وہ اسے ستائیسویں شب میں تلاش کرے۔“ امام شعبہ نے کہا: ایک ثقہ آدمی نے مجھے بیان کیا کہ امام سفیان تو یہ کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے تو اس طرح فرمایا تھا کہ ”جو آدمی اس رات کا متلاشی ہو تو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔“ امام شعبہ نے کہا: اب میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا، امام شعبہ کو شک ہو گیا، امام احمد نے کہا: ثقہ آدمی سے مراد امام یحییٰ بن سعید قطان ہیں۔

(۴۰۴۸) عَنْ أَبِي عَقْرِبٍ، قَالَ: عَدَوْتُ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاتَ عَدَاةٍ فِي رَمَضَانَ فَوَجَدْتُهُ فَوْقَ بَيْتِهِ جَالِسًا فَسَمِعْنَا صَوْتَهُ وَهُوَ يَقُولُ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَغَ رَسُولُهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي التَّصْفِ مِنَ السَّبْعِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ غَدَاةً إِذْ صَافِيَةٌ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ)) فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَوَجَدْتُهَا كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. (مسند احمد: ۳۸۵۷)

(۴۰۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَبِي هَذَا الْحَدِيثَ وَسَمِعْتُهُ سَمَاعًا، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ: أَخْبَرَنِي، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، قَالَ: ((مَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي لَيْلَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ)) قَالَ: شُعْبَةُ وَذَكَرَ لِي رَجُلٌ ثِقَةً عَنْ سُفْيَانَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّمَا قَالَ: ((مَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْبَوَاقِي)) قَالَ شُعْبَةُ: فَلَا أَدْرِي قَالَ ذَا أَوْ ذَا، شُعْبَةُ شَكَّ، قَالَ أَبِي: الرَّجُلُ الثِّقَةُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ. (مسند احمد: ۶۴۷۴)

(۴۰۴۸) (تخریج: حسن لغیرہ۔ اخرجہ الطیالسی: ۳۹۴، وابن ابی شیبہ: ۵۱۲، ۳/ ۷ (انظر: ۳۸۵۷)

(۴۰۴۹) (تخریج: اخرجہ البخاری: ۲۰۱۵، ومسلم: ۱۱۶۵ (انظر: ۷۴۶۴)

(٤٠٥٠) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ: ((إِنَّهَا لَيْلَةٌ سَابِعَةٌ أَوْ تَاسِعَةٌ وَعَشْرِينَ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْحَصَى.)) (مسند احمد: ١٠٧٤٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: ”یہ ستائیسویں یا اثنیسویں رات ہوتی ہے، اس شب کو کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ فرشتے زمین پر اترتے ہیں۔“

فوائد: پچھلے چھ سات ابواب سے شب قدر کے تعین کے بارے میں احادیث مبارکہ کا سلسلہ جاری ہے، ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے: شب قدر کو تلاش کرنے کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں کا قیام کیا جائے۔ ان میں سے کوئی رات، شب قدر کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ رات منتقل ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۴۰۳۳، ۴۰۳۵) سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں رمضان کی ایکس اور تیس تاریخ کو شب قدر تھی اور آخری باب کی احادیث سے ستائیسویں شب کے حق دلائل ملتے ہیں۔ شب قدر کا زیادہ امکان ستائیس تاریخ کو ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف اس رات کو قیام کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور باقی طاق راتوں سے غفلت برتی جائے۔ لیلۃ القدر کی علامتیں حدیث نمبر (۴۰۲۲) میں بیان ہو چکی ہیں۔



(٤٠٥٠) تخريج: اسنادہ محتمل للتحسين - اخرجہ البزار: ١٠٣٠، وابن خزيمة: ٢١٩٤، والطبرانی فی "الاوسط": ٢٥٤٣، والطیالسی: ٢٥٤٥ (انظر: ١٠٧٣٤)

کِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حج اور عمرہ کے ابواب

الحج: لغوی معنی: قصد و ارادہ کرنا

اصطلاحی تعریف: کعبۃ اللہ اور دیگر جگہوں پر پہنچ کر مخصوص اقوال و افعال کی ادائیگی کرنا حج کہلاتا ہے۔

العمرة: لغوی معنی: "الاعْتِمَار" سے ماخوذ ہے، زیارت کرنا، قصد کرنا

اصطلاحی تعریف: کعبۃ اللہ پہنچ کر مخصوص اقوال و افعال کی ادائیگی کرنا عمرہ کہلاتا ہے۔

حج و عمرہ کا مختصر طریقہ

یہ ایک بڑی حیران کن بات ہے کہ ادائیگی حج کے دوران حج کے ارکان، فرائض اور مستحبات اور اس کے دوران ممنوعہ امور کو سمجھنا بہت آسان ہے، لیکن یہاں بیٹھ کر اس کے طریقے کو سمجھنا مشکل محسوس ہوتا ہے، ہم حج و عمرہ کے احکام پر مشتمل آیات و احادیث کا ذکر کرنے سے پہلے ان کا مختصر طریقہ قلم بند کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا آسان ہو جائے، یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب تک پڑھنے والے کے ذہن میں حج و عمرہ کا اجمالی اور مختصر سا طریقہ نہیں ہوگا، اس وقت تک منن ہے کہ وہ آنے والی احادیث سے مستفید نہ ہو سکے، ہم احصاں ۔

یہ طریقہ بیان کرتے ہوئے دلائل کا ذکر نہیں کریں گے، اگر قارئین اس طریقے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تو وہ آنے والی احادیث کا مطالعہ کرتے وقت خود بخود دلائل کو سمجھتے جائیں گے۔

دواہم تنبیہات

۱۔ خاص طور پر حج و عمرہ کی ادائیگی کے دوران کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے، بلکہ ممکنہ حد تک ہر ایک کے ساتھ احسان کیا جائے اور اس معاملے میں صبر و برداشت کا اعلیٰ معیار اختیار کیا جائے۔

۲۔ حج و عمرہ کی ادائیگی کے دوران تلبیہ کے اوقات میں تلبیہ اور ذکر کا اور باقی اوقات میں ذکر کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔

حج کی تین اقسام ہیں:

- ۱۔ حج افراد: صرف حج کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا۔
- ۲۔ حج قرآن: حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا۔
- ۳۔ حج تمتع: عمرہ کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا اور عمرہ کر کے حلال ہو جانا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا۔

حج قرآن اور حج تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے، اگر قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس طرح دس روزے رکھے، تین حج کے دنوں میں اور سات واپس آ کر، حج افراد کرنے والے پر قربانی فرض نہیں ہے، البتہ وہ حصول ثواب کے لیے قربانی کر سکتا ہے۔ اگر قربانی ساتھ ہو تو حج قرآن افضل ہے اور اگر قربانی نہ ہو تو حج تمتع افضل ہے۔ حج کا احرام صرف تین مہینوں شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں باندھا جاسکتا ہے، ان کو اہم حج کہتے ہیں، البتہ عمرہ سال کے کسی بھی حصے میں ادا کیا جاسکتا ہے۔ حج و عمرہ کے مواقیع مکانیہ ان مقامات کو کہتے ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا، تاکہ حج و عمرہ ادا کرنے والا وہاں سے احرام باندھے اور نیت کرے، وہ مقامات یہ ہیں: ذوالحلیفہ، محجہ، قرن المنازل، یلملم، ذات عرق، یہ مقامات مختلف ممالک کے باشندوں کے لیے ہیں اور جو لوگ ان مقامات کے اندر رہتے ہیں، وہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھ گئے۔ حج یا عمرہ کی نیت کرنے والے کے لیے ان مقامات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی گزر جاتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ میقات پر واپس آ کر احرام باندھے، ورنہ اس پر دم پڑ جائے گا، یعنی وہ ایک بکری ذبح کر کے حرم مکہ کے فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کرے گا۔

احرام سے پہلے:

احرام سے پہلے درج ذیل امور مسنون ہیں:

غسل کرنا، تیل لگانا اور کنگھی کرنا، خوشبو استعمال کرنا، خواتین کا خوشبو استعمال نہ کرنا، حیض و نفاس والی خواتین کا غسل کر کے حالت احرام میں آنا۔

حالت احرام:

مرد کے لیے احرام دو چادریں ہیں، اگر وہ سفید ہوں تو بہتر ہے، ایک چادر کو تہبند بنا لے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے، سر اور چہرہ کھلا رکھے، ہر قسم کا جوتا پہن سکتا ہے، البتہ ٹخنے چھپے ہوئے نہ ہوں، پھر ”لَبَّيْكَ حَاجَّةً“ یا ”لَبَّيْكَ عُمْرَةً“ یا ”لَبَّيْكَ حَاجَّةً وَعُمْرَةً“ کے الفاظ کہہ کر حج یا عمرہ یا دونوں کی مشغولیت کی نیت لے لے اور تلبیہ پڑھے۔ عورت معمول کے مطابق سادہ لباس پہنے، کسی رنگت کی کوئی پابندی نہیں۔

دوران احرام ممنوعہ امور:

مرد کے لیے قمیص، جب، شلوار، پگڑی، ٹوپی اور موزے پہننا

خوشبو استعمال کرنا	✽	دستانے استعمال کرنا
نکاح و منکحی کرنا	✽	ہر قسم کی معصیت، جھگڑا اور میاں بیوی کی شہوانی گفتگو یا بوس و کنار کرنا
خشکی کا شکار کرنا	✽	عورت کا برقعہ یا مخصوص عربی نقاب استعمال کرنا
ناخن تراشنا	✽	بال کاٹنا یا مونڈنا

تنبیہ: اگر کسی محرم کو وقت سے پہلے کسی مجبوری کی بنا پر حجامت کروانا پڑ جائے تو حجامت بنوالے، لیکن یہ فدیہ ادا کرے: تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایسے جانور کی قربانی کرے جو قربانی کے لائق ہو۔ اسی طرح اگر کوئی محرم خشکی کے جانور کو شکار کر لینے کا ارتکاب کر بیٹھے تو وہ اس جانور کی مثل (صورت یا قیمت میں ملتا جلتا) جانور مکہ مکرمہ میں لے کر ذبح کرے اور اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم کر دے، یا جانور کی جو قیمت ہو، اس سے کھانا خرید کر مسکینوں کو کھلا دے یا جتنے مسکینوں کا کھانا بنتا ہو، ہر ہر مسکین کے بدلے میں ایک ایک روزہ رکھے۔

دورانِ احرام جائز امور

✽ نہانا، احرام کا لباس تبدیل کرنا، سر یا بدن کھانا، کپڑے دھونا، چھتری استعمال کرنا، کمر بند یا پٹی استعمال کرنا، بیک لٹکانا، تہبند نہ ہوتو شلوار یا پاجامہ پہننا، مرغی بکری وغیرہ ذبح کرنا، سانپ، بچھو، چوہا، پاگل کتا اور کوئے کو مارنا۔

تلبیہ

کلماتِ تلبیہ:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔
آپ ﷺ تلبیہ میں یہ الفاظ بھی کہتے تھے: ”لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ“

آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ یہ اضافہ بھی کرتے تھے: ”لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ ، لَبَّيْكَ ذَا الْفَوَاضِلِ“
مرد بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں اور خواتین غیر محرم مردوں کے سامنے آواز آہستہ کہیں۔

مدتِ تلبیہ: عمرہ کرنے والا ابتدائے احرام سے ”طوافِ قدوم“ شروع کرنے تک اور حج کرنے والا ابتدائے احرام سے دس ذوالحجہ کو حجرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ جاری رکھے گا۔

طوافِ قدوم (طوافِ آمد)

حج افراد، حج قرآن یا حج تمتع کرنے والا مکہ مکرمہ پہنچتے ہی جو طواف کرے گا، اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں، حج تمتع اور قرآن کرنے والے کا یہی طواف ”طوافِ عمرہ“ بھی ہوتا ہے، حج تمتع کرنے والا اس کے بعد سعی اور حجامت کروا کر عمرہ سے حلال ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اتنے تک وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے کہ اسے طوافِ قدوم کرنے کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو وہ طوافِ قدوم کیے بغیر عرفات میں پہنچ جائے، ایسے شخص پر کوئی دم نہیں پڑے گا۔

طوافِ قدوم کا طریقہ

مرد حضرات یہ طواف شروع کرنے سے پہلے احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالیں کہ دایاں کندھا نیچا ہو جائے، اس طریقے کو ”اضطباع“ کہتے ہیں۔ بعض لوگ احرام پہنتے ہی دایاں کندھا نیچا کر لیتے ہیں، یہ جہالت ہے، ”اضطباع“ کا تعلق صرف طوافِ قدوم کے سات چکروں سے ہے۔

حجر اسود کے استلام کا طریقہ

طواف کے ہر چکر کے شروع میں حجر اسود کا استلام کیا جاتا ہے، درج ذیل بالترتیب طریقوں میں سے ممکنہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اس کو بوسہ دیا جائے۔
 - ۲۔ حجر اسود کو دائیں ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لیا جائے۔
 - ۳۔ حجر اسود کو چھری وغیرہ سے چھو کر چھری کے اس حصے کو بوسہ دیا جائے۔
 - ۴۔ دور سے ہاتھ یا چھری وغیرہ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہا جائے، اس طریقے میں ہاتھ یا چھری کا بوسہ نہیں لیا جائے گا۔
- تنبیہ:** رکن یمانی سے گزرتے وقت اس کو ہاتھ سے چھوئیں، اگر ہاتھ نہ لگ سکے تو آگے گزر جائیں، رکن یمانی کو بوسہ دینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا مسنون عمل نہیں ہے۔

طواف شروع

یہ احکام ذہن نشین کر کے طواف شروع کریں اور درج ذیل امور کا خیال رکھیں:

حجر اسود کے استلام کے بعد خانہ کعبہ کے پہلے تین چکروں میں حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر اور کندھے ہلا ہلا کر ہلکی دوڑ لگائیں، اس کو ”رل“ کہتے ہیں، پھر رکن یمانی سے لے کر حجر اسود تک عام چال چلیں اور باقی چار چکروں میں بھی عام چال چلیں۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں طواف کے دوران رل اور صفا مردہ کی سعی کے دوران دوڑنے سے مستثنیٰ ہیں، وہ پورے طواف اور سعی میں اپنی عام چال چلیں گی۔ (ملاحظہ ہو: ابو بکر محمد بن ابراہیم نیشابوری کی کتاب ”الاجماع“)

دوران طواف رکن یمانی سے حجر اسود تک یہ مخصوص دعا ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اس دعا کے علاوہ طواف کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، بہر حال ذکر الہی اور دوسری مسنون دعاؤں میں مصروف رہا جائے اور گفتگو کم کی جائے۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر طواف کے چکروں میں شک پڑ جائے تو یقینی تعداد کو اختیار کر کے تعداد کو پورا کیا جائے۔

مقام ابراہیم پر دو رکعتیں

طواف سے فارغ ہو کر یہ آیت ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھیں، کندھا ڈھانپ لیں اور دو رکعت اس طرح ادا کریں کہ مقام ابراہیم، آپ اور بیت اللہ کے درمیان آجائے، اس کے لیے ضروری نہیں کہ آپ مقام ابراہیم کے قریب کھڑے ہوں، پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص کی تلاوت کریں۔ اگر ہجوم وغیرہ کی وجہ سے مقام ابراہیم کو سامنے نہ رکھا جاسکے تو مسجد حرام میں جو جگہ مناسب ملے، وہیں دو رکعتیں پڑھ لے۔ پھر زمزم کے کنویں پر جا کر خوب سیر ہو کر پانی پیئیں اور سر پر بھی ڈالیں۔ پھر دوبارہ حجر اسود کے قریب آکر اس کا استلام کریں۔ اگر طواف قدوم سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز ادا کرنا پڑ جائے تو دائیں کندھے کو ڈھانپ لیں، پھر جو نبی طواف شروع کریں تو کندھا نیچا کر لیں، نماز میں کندھے کو نیچا رکھنا منع ہے۔

تنبیہ:..... رمل اور اضطباع صرف طواف قدوم میں ہیں۔ کسی عذر کی وجہ سے کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سواری پر کی جاسکتی ہے۔ حیض و نفاس والی خواتین بیت اللہ کا طواف پاک ہونے تک مؤخر کریں گی۔ بیت اللہ میں طواف اور نماز کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھا جاسکتا ہے، وہاں کوئی وقت مکروہ نہیں ہے۔ اگر طواف اور سعی کے دوران کوئی انسانی حاجت یا شرعی عذر پیدا ہو جائے تو جہاں سے طواف اور سعی کو چھوڑا جائے، وہیں سے دوبارہ شروع کیا جائے۔ حج قرآن اور حج افراد کرنے والے افراد کے لیے صفا مروہ کی ایک سعی لازم ہے، البتہ ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ سعی طواف قدوم کے بعد کر لیں یا دس ذوالحجہ کو طواف افاضہ کے بعد۔

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ

عمرہ میں گزشتہ کام یعنی بیت اللہ کا طواف، مقام ابراہیم پر دو رکعتیں، آب زمزم کا پینا اور حجر اسود کا دوبارہ استلام کرنے کے بعد دو کام مزید کرنے کے ہوتے ہیں، ایک صفا مروہ کی سعی اور دوسرا حجامت بنوانا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

صفا مروہ کی سعی

جب صفا پہاڑی کے قریب ہوں تو یہ آیت پڑھیں: ﴿إِنَّ الْبَصْفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ اس کے بعد کہیں: نَبْدًا بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ۔

پھر پہاڑی پر چڑھ جائیں، یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آجائے، پھر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے والے کی طرح ہاتھ اٹھا لیں اور درج ذیل الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید و تکبیر بیان کریں: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ))۔ یہ کلمات تین دفعہ پڑھیں اور ان کے درمیان جو چاہیں دعا مانگیں اور پھر مروہ کی طرف چل پڑیں، جب وادی میں پہنچیں تو ہلکی ہلکی دوڑ لگائیں، اب سبز لائٹس کے ذریعے وادی کی ابتداء و انتہاء کی نشاندہی کی گئی ہے، جب آپ مروہ پر پہنچیں گے تو ایک چکر مکمل ہو جائے گا، پھر آپ مروہ پر وہی

عمل دوہرائیں گے، جو صفا پر کیا تھا، اس طرح سات چکر پورے کریں، تکبیر و دعا کا عمل ہر چکر کے شروع میں ہوتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں طواف کے دوران رمل اور صفا مردہ کی سعی کے دوران دوڑنے سے مستثنیٰ ہیں، وہ پورے طواف اور سعی میں اپنی عام چال چلیں گی۔ (ملاحظہ ہو: ابو بکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری کی کتاب ”الاجماع“) سعی کے بعد حجامت بنوائیں، جس میں بالوں کو کتر وانا اور منڈ وانا دونوں طرح جائز ہے، بہر حال منڈ وانا افضل ہے، پہلے سر کی دائیں جانب سے حجامت کروائیں اور پھر بائیں جانب سے، عورتوں کو صرف کتر وانا کا حکم ہے، منڈ وانا کا نہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ گنجا شخص سر منڈوانے کی نیت سے اپنے سر پر استرا پھر دائے گا۔ عمرہ کرنے والا اور حج تمتع کرنے والا حجامت کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے گا، حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھے گا۔

حج کا بیان

حج افراد اور حج قرآن کرنے والے حضرات اپنے سابقہ احرام کو برقرار رکھیں گے، حج تمتع کرنے والے آٹھ ذوالحجہ کو سابقہ طریقے کے مطابق احرام باندھ لیں گے اور سب لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں سے آٹھ ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ کے لیے چل پڑھیں اور سنت کے مطابق زوال سے پہلے منیٰ پہنچ کر وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کو سفری نمازوں کی طرح اور اپنے اپنے وقت پر ادا کریں۔

۹ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے میدان عرفات کی طرف تلبیہ، تکبیر اور تسبیح پڑھتے ہوئے روانہ ہوں، آپ ﷺ نے عرفات میں داخل ہونے سے پہلے مقام نمرہ میں لگے ہوئے خیمے میں آرام کیا، زوال آفتاب کے بعد مقام عرنہ میں خطبہ ارشاد فرمایا اور ظہر کے وقت میں ظہر و عصر دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ قصر کے ساتھ ادا کیا، بیچ میں یا آخر میں کوئی نفل نماز ادا نہ کی، پھر آپ ﷺ ان نمازوں سے فارغ ہو کر میدان عرفات میں داخل ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے غروب آفتاب تک ذکر و دعا میں مصروف رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

وقوف عرفات کا اصل وقت مذکورہ بالا طریقے کے مطابق ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے، آپ ﷺ اس سے پہلے عمرہ اور عرنہ میں قیام پدیر رہے، یاد رہے کہ سجدہ عمرہ کا بڑا حصہ عرفات میں داخل نہیں ہے۔ حرقات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے، جبل رحمت کے قریب ہونا ضروری نہیں۔

عرفہ کے دن کی بہترین دعایہ ہے:

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.))

۹ ذوالحجہ کو غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب کو ادا کیے بغیر عرفات کے میدان سے مزدلفہ کی جانب روانہ ہو جائیں اور مغرب و عشاء کی تین اور دو رکعتیں مزدلفہ میں پہنچ کر ادا کریں، جبکہ درمیان میں اور بعد میں کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے، اس رات کو نماز تہجد بھی ادا نہ کی جائے، (۱۰) ذوالحجہ کی نماز فجر بالکل اول وقت میں ۱۱ کی جائے، پھر مشعر حرام کے پاس آکر اور قبلہ رخ ہو کر صبح کی روشنی خوب پھیلنے تک ذکر و دعا میں مشغول رہا جائے اور طلوع آفتاب سے

پہلے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوا جائے، راستے میں وادیٰ محسر کو تیزی سے عبور کیا جائے، تلبیہ جاری رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے مشعر حرام کے پاس وقوف کیا تھا، لیکن پورا مزدلفہ حجاج کے لیے جائے قیام ہے۔ کمزور اور بیمار افراد رات کو چاند غائب ہونے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاسکتے ہیں، لیکن وہ طلوع آفتاب کے بعد ہی حجرے کو کنکریاں ماریں۔ کنکریاں مزدلفہ سے اٹھانا ضروری نہیں، منیٰ سے بھی لی جاسکتی ہیں۔

(۱۰) ذوالحجہ کے کام

آپ ﷺ نے اس دن کو درج ذیل امور بالترتیب سرانجام دیئے:

❖ حجرہ عقبہ کی رمی، قربانی، حجامت، طوافِ افاضہ، صفا مروہ کی سعی، منیٰ کو واپسی۔

❖ اگر کوئی آدمی ترتیب برقرار نہ رکھ سکے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے، تاہم ترتیب قائم رکھنا افضل ہے۔

رمی کرنا

حجرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا افضل وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے، اگر کوئی شخص رات کو کنکریاں مار لے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کنکریاں مارنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ حجرہ عقبہ کی طرف اس طرح منہ کریں کہ بیت اللہ بائیں جانب اور منیٰ دائیں جانب ہو، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں ماری جائیں۔ آج کل جو نظام مرتب کیا گیا ہے، اس کے مطابق کنکری حوض میں گرنی چاہیے، پھر وہ خود بخود حجرے تک پہنچ جائے گی۔ اگر عذر ہو تو کنکریاں مارنے کے لیے کسی کو اپنا نائب بنا سکتے ہیں۔

قربانی کرنا

حج قرآن اور حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا واجب ہے، اس کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حاجی دس روزے رکھے، تین ایام حج میں اور سات واپس آکر، حج افراد کرنے والے پر قربانی لازم نہیں ہے، البتہ حصول اجر و ثواب کے لیے کر سکتا ہے۔ حج کے دنوں والے تین روزے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ سے تیرہ تاریخ تک رکھے، البتہ (۱۰) ذوالحجہ کو روزہ نہ رکھے۔ اس قربانی میں قربانی کے جانور والی تمام شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، حج کے علاوہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، ایک شخص ایک سے زیادہ قربانیاں بھی کر سکتا ہے۔ قربانی (۱۳) ذوالحجہ کے دن غروب آفتاب تک جائز ہے۔ منیٰ میں قربانی کرنا افضل ہے، البتہ مکہ شہر میں بھی یہ عمل کیا جاسکتا ہے۔ خود قربانی کرنا اور اس کا گوشت کھانا مسنون عمل ہے۔

حجامت بنوانا

اس کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے، لیکن اب کی بار جسم کی مکمل صفائی کی جائے، جسم کے غیر ضروری بال اور ناخن کٹوائیں اور غسل کر کے عام جسمانی میل کچیل دور کریں۔

تنبیہ: احرام کی وجہ سے جو پابندیاں عائد ہوئی تھیں، اب وہ ختم ہو گئیں ہیں، ماسوائے میاں بیوی کی صحبت کے، لہذا حاجی لوگ معمول کا لباس پہن سکتے ہیں۔

اہم تنبیہ: اگر کہا جائے کہ تمام حاجی لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں تو یہ زیارتی نہیں ہوگی، مسئلہ یہ ہے کہ اگر شام تک طوافِ افاضہ نہ کیا جاسکے تو حاجی کو دوبارہ احرام پہننا پڑتا ہے، جو وہ طوافِ افاضہ مکمل کرنے کے بعد اتارے گا۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد یہ طواف کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ انھوں نے عام کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔

طوافِ افاضہ

یہ طواف حج کا رکن ہے، اس کو طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں، سنت یہ ہے کہ اس طواف کو جلد از جلد ادا کر لیا جائے، آپ ﷺ (۱۰) ذوالحجہ کو یہ طواف کر کے ظہر کے وقت منیٰ میں پہنچ گئے تھے، اگر کوئی شرعی عذر ہو تو اس طواف کو (۱۳) ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب سے پہلے تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں مکمل احرام میں ٹھہرنا پڑے گا۔ پہلے صواف کا طریقہ بیان کیا جا چکا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس طواف میں نہ کندھا ننگا رکھا جائے گا اور نہ رمل کیا جائے گا۔ اس طواف کے بعد حاجی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ بیوی سے مباشرت بھی کر سکتا ہے۔

صفا مروہ کی سعی

حج تمتع کرنے والا طوافِ زیارت کے بعد صفا مروہ کی سعی کرے گا، اس کا طریقہ بھی پہلے گزر چکا ہے، البتہ حج افراد اور حج قرآن کرنے والے لوگوں نے اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کر لی تھی تو اب دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر انھوں نے اُس وقت سعی نہیں کی تھی، تو وہ بھی اب سعی کریں گے۔

منیٰ کو واپسی

حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ طوافِ افاضہ اور سعی مکمل کر کے پہلی فرصت میں منیٰ میں واپس پہنچ جائیں، بلا عذر تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

منیٰ میں قیام

ذوالحجہ کی (۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں، یہ منیٰ میں ٹھہرنے اور ذکرِ الہی اور کھانے پینے کے دن ہیں، ان دنوں میں سب سے اہم کام زوال کے بعد تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا ہے، حاجیوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بارہ تاریخ کو رمی کر کے حج سے فارغ ہو جائیں اور مکہ واپس آجائیں، تیرہ کو تو پھر واپس آنا ہی ہے۔

رمی کرنے کا مسنون طریقہ

۱۱ ذوالحجہ کو تینوں جمروں کو کنکریاں ماریں ہیں، کنکریاں مارنے کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے، جمرہ اولیٰ کے قریب ہوں اور اس کی جانب یوں منہ کریں کہ بیت اللہ بائیں اور منیٰ کا میدان دائیں جانب آجائے، ساتویں کنکری مار کر تھوڑا سا پیچھے کو ہٹ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر تادیر دعا کریں، پھر اسی طریقے کے مطابق جمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مار کر اس

کے پاس بھی ہاتھ اٹھا کر تادیر دعا کریں، پھر اسی طرح حجرہ عقبہ کی رمی کریں، لیکن اس کے پاس ٹھہرنے اور دعا کرنے کا عمل نہیں کیا جائے گا۔

جوجاج (۱۲) ذوالحجہ کو منی سے واپس آنا چاہتے ہوں، وہ صرف بارہ تاریخ کی ہی کنکریاں ماریں گے، نہ کہ ساتھ تیرہ کی بھی۔ نبی کریم ﷺ منی کی راتوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔

طواف وداع

جب حج یا عمرہ کرنے والا شخص مکہ مکرمہ چھوڑنے لگے تب خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کرنا اس پر واجب ہے، اس کو طواف وداع کہتے ہیں، جن خواتین کو روانگی کے وقت حیض یا نفاس کا خون آیا ہوا ہو، جبکہ وہ اس سے پہلے طواف زیارت کر چکی ہوں تو ان کو طواف وداع نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

حج و عمرہ کے بارے میں مزید ہدایات

اگر کوئی رکن رہ جائے تو حج و عمرہ کا کوئی اعتبار نہیں رہے گا اور اگر واجبات میں سے کوئی چیز رہ جائے تو دم واجب آئے گا۔

ارکانِ عمرہ

- ۱۔ احرام
- ۲۔ طواف
- ۳۔ سعی
- واجباتِ عمرہ

- ۱۔ میقات سے احرام باندھنا
- ۲۔ سر منڈوانا یا بال کتروانا

ارکانِ حج:

- ۱۔ احرام
- ۲۔ طواف افاضہ (طواف زیارت)
- ۳۔ عرفات میں ٹھہرنا
- ۴۔ صفا مروہ کے درمیان سعی
- واجباتِ حج

- ۱۔ میقات سے احرام باندھنا

- ۲۔ دن کو پہنچنے والے کے لیے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا

- ۳۔ فجر کی روشنی تک مزدلفہ میں رات گزارنا، معذور لوگ آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو سکتے ہیں

- ۴۔ ایام تشریق کی راتیں منی میں گزارنا

- ۵۔ ایام تشریق میں جمرات کو کنکریاں مارنا
- ۶۔ سر منڈوانا یا بال کتروانا

- ۷۔ طواف وداع

فَضْلُ الْحَجِّ وَوُجُوبُهُ

حج اور عمرہ کی فضیلت کا بیان

(۴۰۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللَّهِ إِيمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَعَزْوٌ لَا غُلُولَ فِيهِ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ.)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حَجٌّ مَبْرُورٌ يُكَفِّرُ خَطَايَا تِلْكَ السَّنَةِ. (مسند احمد: ۷۵۰۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ فضیلت والے اعمال یہ ہیں: ایسا ایمان جس میں کوئی شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں خیانت نہ ہو اور حج مبرور۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حج مبرور تو اس سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

فوائد: حج مبرور: وہ حج ہے، جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ حج ایک اہم رکن اسلام اور عظیم اور مشقت طلب عبادت ہے اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مالی اعتبار سے سب سے مہنگی عبادت ہے۔ اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کو کامل یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے اور ریاکاری و نمود و نمائش سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ ”ایسا ایمان جس میں کوئی شک نہ ہو۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اعتقادی مسائل اور قطعی الثبوت فرائض و واجبات پر یقین محکم ہونا چاہیے، مثلاً توحید، نبوت، حساب و کتاب کے لیے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا، جنت و جہنم، پانچ نمازیں، زکاۃ، روزے اور حج وغیرہ۔

(۴۰۵۲) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ (وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ أَمَّ هَذَا النَّبِيَّ) فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.)) (مسند احمد: ۱۰۴۱۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حج کے لیے اس گھر کا قصد کیا اور اس دوران نہ فحش کلامی کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح یوں (معصوم) واپس لوٹے گا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔“

(۴۰۵۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبَاهِي مَلَائِكَتَهُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِأَهْلِ عَرَفَةَ، فَيَقُولُ: أَنْظَرُوا إِلَيَّ عِبَادِي أَتُونِي شُعْنًا غُبْرًا.)) (مسند احمد: ۷۰۸۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن شام کو اہل عرفہ کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو، یہ پراگندہ اور گرد آلود ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔“

(۴۰۵۱) أخرجه البخاری: ۲۶، ۱۵۱۹، ومسلم: ۸۳ (انظر: ۵۷۱۱)

(۴۰۵۲) أخرجه البخاری: ۱۸۱۹، ومسلم: ۱۳۵۰ (انظر: ۱۰۴۰۹)

(۴۰۵۳) إسناده لا بأس به - أخرجه الطبرانی فی "الصغیر": ۵۷۵ (انظر: ۷۰۸۹)

فوائد: حجاج کرام نوذوالحجہ کا دن عرفات میں گزارتے ہیں اور غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے مزدلفہ کے لیے چل پڑتے ہیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے وہاں پہنچ کر ادا کرتے ہیں۔ فخر کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ حاجی لوگ اپنی شہوات کا قلع قمع کر کے اس میدان میں پہنچے ہیں، جن کا مقصد ریا کاری اور نمود و نمائش نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، برخلاف فرشتوں کے کہ جن کے مزاج میں شہوت کا کوئی عنصر پایا ہی نہیں جاتا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفُذُّ اللَّهِ، دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ، سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ)) ”حج اور عمرہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کا وفد ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو بلایا، انھوں نے (اس کے بلاوے کو) قبول کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، اُس نے ان کو عطا کر دیا۔“ (البزار: رقم ۱۱۵۳، الصحیحہ: ۱۸۲۰)

جہاں حج و عمرہ کی ادائیگی کرنے والے دور دراز کا سفر کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لیے پہنچتے ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ ان کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کے مطالبات پورا کرتے ہیں۔

(۴۰۵۴) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (مسند احمد: ۸۰۴۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(۴۰۵۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ مُتَابَعَةَ بَيْنَهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ الْخَبَثَ.)) (مسند احمد: ۱۶۷)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ ادا کرتے رہو، کیونکہ ان دونوں کو پے درپے ادا کرنے سے فقر و فاقہ اور گناہ یوں ختم ہو جاتے ہیں جیسے بھٹی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔“

(۴۰۵۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (مسند احمد: ۱۵۷۸۷)

سیدنا عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان سابقہ حدیث کی طرح ہی ہے، البتہ اس میں یہ فرق ہے: ”ان دونوں کو پے درپے بجالانے سے عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ گناہوں کو یوں ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔“

فوائد: یہ مضمون کتاب و سنت میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

(۴۰۵۴) تخریج: صحیح۔ أخرجه ابن خزيمة: ۲۸۳۹، وابن حبان: ۳۸۵۲، والحاكم: ۱/ ۴۶۵، والبيهقي: ۵/ ۵۸ (انظر: ۸۰۳۳)

(۴۰۵۵) صحیح لغیرہ۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۸۸۷ (انظر: ۱۶۷)

(۴۰۵۶) صحیح لغیرہ دون قولہ: ”تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ وَالرِّزْقِ“ وَهَذَا اسناد ضعيف، عاصم بن عبيد الله لم يكن بالحافظ وقد اضطرب فيه، وشريك بن عبد الله النخعي سيء الحفظ (انظر: ۱۵۶۹۷)

بندے کو رزق عطا کرتا ہے اور روزی میں برکت آ جاتی ہے، رہا مسئلہ حج و عمرہ اور اور دوسری نیکیوں کی وجہ سے عمر میں اضافہ ہونے کا تو سوال یہ ہے کہ ہر ایک کی تاریخ وفات کا تو فیصلہ ہو چکا ہے، پھر نیکی کی وجہ سے عمر میں اضافہ ہونا کیسے ممکن ہے؟ اس کے چار جوابات ہیں:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ تقدیر کی بعض صورتوں کو معلق رکھتے ہیں، جیسے اگر یہ بندہ نیک ہوا تو اس کی عمر اتنی ہوگی اور برا ہونے کی صورت میں اتنی، جبکہ اللہ تعالیٰ کو اس بندے کے نیک و بد ہونے کا علم ہوتا ہے۔
- ۲۔ عمر میں اضافے سے مراد برکت کا حصول، عمل کی توفیق اور عمر کا ضائع نہ ہونا ہے۔ ان تین امور کی وجہ سے آدمی اپنی تھوڑی زندگی میں اتنا توشہ آخرت تیار کر لیتا ہے کہ طویل عمریں پانے والے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت کو کہا جاسکتا ہے کہ اس کی زندگی میں اضافہ ہو گیا ہے۔
- ۳۔ عمر میں اضافے سے مراد اس شخص کے ذکر جمیل کا باقی رہنا ہے، یعنی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے لوگوں میں نیک مشہور کر دیتا ہے، اس طرح عرصہ دراز تک اس کی نیک نامی کا چرچا رہتا ہے۔
- ۴۔ دوسرے اسباب کی طرح نیکیاں بھی طویل زندگی کا ایک سبب ہے، اللہ تعالیٰ جس شخص کو لمبی زندگی عطا کرنا چاہتا ہے تو اسے نیکیاں کرنے کی توفیق دیتا ہے، لیکن یہ اضافہ مخلوق کے اعتبار سے ہے، رہا اللہ تعالیٰ کے علم کا مسئلہ تو اس میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شفا کو زندگی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔

(۴۰۵۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ حَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ دُونَ الْجَنَّةِ)) (مسند احمد: ۳۶۶۹)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج اور عمرہ کی عبادات ایک دوسرے کے بعد ادا کرتے رہو، کیونکہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو یوں ختم کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت سے کم تو ہے ہی نہیں۔“

(۴۰۵۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ، وَالْعُمْرَتَانِ تَكْفِرَانِ مَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوبِ)) (مسند احمد: ۹۹۴۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے اور دو عمرے اپنے درمیانی عرصے کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔“

(۴۰۵۷) صحیح لغیرہ۔ أخرجه الترمذی: ۸۱۰، والنسائی: ۵/۱۱۵ (انظر: ۳۶۶۹)

(۴۰۵۸) أخرجه مسلم: ۱۳۴۹ (انظر: ۹۹۴۱)

فوائد: عصر حاضر میں سب سے زیادہ اخراجات حج اور عمرہ کی ادائیگی پر آتے ہیں، ان عبادات کی وجہ سے گناہوں کے معاف ہونے کا معاملہ تو واضح ہے، رہا مسئلہ ان کی وجہ سے فقر و فاقہ کے ختم ہونے کا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی خاص برکات کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کے حصول کے لیے بڑی رغبت کی ضرورت ہے، عام لوگ اس سے محروم رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ حج یا عمرہ کرنے والے اسی حساب و کتاب میں پڑے رہتے ہیں کہ بہت زیادہ خرچہ ہو گیا، مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ حرص و بخل سے بچتے ہوئے حج و عمرہ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور درمیانی آمدنی والے لوگوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی فکر کریں۔

(۴۰۵۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَيِّدُنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَّانَ كَرْتِهِ هِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)) قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! مَا الْحَجُّ الْمَبْرُورُ؟ قَالَ: ((إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ)) (مسند احمد: ۱۴۵۳۶) کیا جائے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج مبرور کی جزا نہیں ہے، مگر جنت۔“ صحابہ نے پوچھا: اللہ کے نبی! حج مبرور کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے دوران لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور سلام عام کیا جائے۔“

فوائد: ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((بِرُّ الْحَجِّ إِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَطِيبُ الْكَلَامِ))۔ ”کھانا کھانا اور شیریں کلام کرنا حج کی نیکی ہے۔“ اس قسم کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حج صرف مناسک حج کی ادائیگی کا نام نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کی برائی سے اجتناب کرنے اور ہر ممکن نیکی کرنے کا نام ہے۔ اس باب کی حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سفر حج اور حج کے دوران کھانا کھانا، سلام کرنا اور شیریں کلام کرنا بہترین نیکیاں ہیں، چونکہ اس موقع پر جمع ہونے والے اکثر و بیشتر لوگ مسافر اور اجنبی اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اگر وہ آپس میں حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو ایک دوسرے کی ضروریات بھی پوری ہو سکیں گی اور تکمیل حج کے مراحل بھی طے ہوتے رہیں گے۔ ہم نے حج مبرور کی یہ تعریف کی تھی کہ جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو، اس حدیث میں آپ ﷺ نے دو نیکیوں کا ذکر کیا ہے، دراصل یہ حج مبرور کی علامتوں میں سے دو علامتیں ہیں اور اس سائل کے جواب میں ان دو نیکیوں کا ذکر کرنا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آدمی ان دو امور میں سستی کرتا ہوگا، آپ ﷺ سائل کو اس کے حال کے مطابق جواب دیتے تھے۔

(۴۰۶۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيِّدُنَا ابُو سَعِيدٍ خُدْرِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعِيدٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لِيُحَجَّزَ الْبَيْتُ وَلِيُعْتَمَرَ بَعْدَ يَأْجُوجَ وَمَا جُوجَ)) (مسند احمد: ۱۱۲۳۷) حج و عمرہ کیا جائے گا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔“

(۴۰۶۰) أخرجه البخاری: ۱۵۹۳ (انظر: ۱۱۲۱۹)

فوائد: عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے دور میں یا جوج اور ماجوج کا ظہور ہوگا اور پھر وہ ان ہی کے دور میں ہلاک ہو جائیں گے، ان کے بعد بھی خیر والا زمانہ ہوگا، جس میں حج و عمرہ کی ادائیگی عمل میں آئے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کی علامتوں کے سلسلے کے ظہور کے بعد بھی حج و عمرہ ادا کیے جائیں گے۔ لیکن درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک تو کعبۃ اللہ تباہ ہو چکا ہوگا، پس حج و عمرہ کیسے ادا کیا جائے گا؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يُخَرَّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)) ”دوبار یک پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دے گا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كَاتَبِي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا)) ”گویا کہ میں کالے رنگ اور کھلی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک پتھر کو اکھاڑ رہا ہے۔“ (صحیح بخاری)

مسند احمد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((..... ثُمَّ تَجِيءُ الْحَبَشَةُ فَيُخَرَّبُونَهُ خَرَابًا لَا يُعْمَرُ بَعْدَهُ أَبَدًا، وَهُمْ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ)) ”پھر حبشہ کے لوگ آئیں گے اور وہ کعبہ اس طرح تباہ و برباد کر دیں گے کہ اس کے بعد کبھی بھی یہ آباد نہیں ہو سکے گا اور وہی لوگ ہیں جو اس کے خزانے کو نکال لیں گے۔“ حافظ ابن حجر نے جمع تطبیق کی یہ صورت نکالی ہے کہ اس حدیث ”یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔“ میں بیت اللہ سے مراد اس کی جگہ ہے، (یعنی بیت اللہ کی عمارت تو نہیں ہو گی، لیکن اس کی جگہ کو سامنے رکھ کر اس سے متعلق حج و عمرہ کے ارکان ادا کر لیے جائیں گے)۔

(۴۰۶۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((النَّفَقَةُ
فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِسَبْعِمِائَةِ
ضِعْفٍ)) (مسند احمد: ۲۳۳۸۸)

سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج کے دوران خرچ کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی جہاد میں خرچ کرنے کی طرح سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔“

(۴۰۶۲) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْحَجُّ جِهَادٌ كُلُّ
ضِعْفٍ)) (مسند احمد: ۲۷۲۰۹)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج، ہر کمزور آدمی کا جہاد ہے۔“

فوائد: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد

(۴۰۶۱) حسن لغیره۔ أخرجه البيهقي: ۴ / ۳۳۲ (انظر: ۲۳۰۰۰)

(۴۰۶۲) اسنادہ ضعیف لانقطاعه، ابو جعفر محمد بن علی الباقر لم یسمع من ام سلمة۔ أخرجه ابن

ماجہ: ۲۹۰۲ (انظر: ۲۶۶۷۴)

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔))..... ”جی ہاں، ان پر جہاد ہے، لیکن اس میں کوئی قتال نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ۔“ (سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل جہاد ہے، تو کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا، وَلَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔))..... ”جی نہیں، تمہارے لیے سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد تو حج مبرور ہے۔“ (صحیح بخاری: ۱۵۲۰) اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد کی طرح حج و عمرہ کے سفر میں مشقت، محنت، تھکاوٹ، اپنے ساتھ زادِ راہ اٹھانے اور اپنے علاقے اور رشتہ داروں سے جدا ہونے جیسے امور پائے جاتے ہیں، فرق یہ ہے کہ اس میں لڑائی نہیں ہوتی۔

(۴۰۶۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التِّيمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنْ كَانَ قَالَهُ جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) (مسند احمد: ۹۴۴۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔“

فوائد:..... سنن نسائی میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں: ((جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) اس میں ”إِنْ كَانَ قَالَهُ“ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس موضوع سے متعلقہ ایک اہم حدیث درج ذیل ہے:

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحَتْ لَهُ جِسْمُهُ، وَوَسَّعَتْ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيشَةِ، تَمَضَى عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعوَامٍ لَا يَفِدْ إِلَى، لَمْ خَرَوْمْ۔)) (بیہقی ۵/۲۶۲، ابن حبان: ۹۶۰، صحیحہ: ۱۶۶۲)

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ایک بندے کا جسم تندرست رکھا، اس کی معیشت میں وسعت پیدا کی، لیکن اس حالت میں پانچ سال بیت گئے اور وہ میری طرف نہیں آیا، ایسا آدمی محروم ہے۔“

(۴۰۶۳) اسنادہ ضعیف لانقطاعه، محمد بن ابراہیم التیمی لم يدرك ابا هريرة۔ أخرجه النسائي: ۵/

۱۱۳ (انظر: ۹۴۵۹)

وُجُوبُ الْحَجِّ حج کی فرضیت کا بیان

(٤٠٦٤) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (سورة آل عمران: ٩٧) لَعِنِي "جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج لازم ہے۔" تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال یہ فرض ہوگا؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ انہوں نے تیسری مرتبہ کہا: کیا ہر سال یہ عبادت فرض ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ.....﴾ (سورة مائدة: ١٠١) یعنی: "ایمان والو! تم ایسی باتوں کے متعلق مت پوچھا کرو کہ اگر وہ تمہارے سامنے بیان کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزرے۔"

فوائد: یہ اصول فقہ کا ایک مسلمہ قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطلق حکم، محکوم بہ کے تکرار پر دلالت نہیں کرتا، یعنی جب شریعت میں کسی قید کے بغیر کوئی حکم دیا جائے اور بندہ اس پر ایک دفعہ عمل کر لے، تو وہ اس حکم سے بری الذمہ ہو جائے گا اور اس سے دوبارہ اس حکم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ بالکل یہی مثال اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر حج کو فرض قرار دیا، اس اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جب آدمی ایک دفعہ حج کر لے گا تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا، لیکن جب صحابہ نے اس قانون پر اکتفا نہ کیا اور مزید پابندیوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا تو وہ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سوالات سے منع کر دیا۔

(٤٠٦٥) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَ مَرُودِي هَ، وَه كَهْتَه هِي:

(٤٠٦٤) اسنادہ ضعیف، عبد الاعلی بن عامر الشعلبی ضعیف، ثم هو منقطع، ابو البختری لم یسمع علیہ۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٨٨٤، والترمذی: ٨١٤، ٣٠٥٥ (انظر: ٩٠٥)

(٤٠٦٥) حدیث صحیح۔ أخرجه ابو داود: ١٧٢١، وابن ماجه: ٢٨٨٦، والنسائی: ٥ / ١١١ (انظر: ٢٣٠٤)

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا: ”لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔“ سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ ہر سال ہی واجب ہو جاتا اور اگر حج ہر سال فرض کر دیا گیا تو تم اس پر عمل نہیں کرو گے، یا اس پر عمل کرنے کی تم میں طاقت ہی نہیں ہوگی، ہاں جو آدمی ایک سے زائد مرتبہ حج کرے گا تو یہ نفلی عبادت ہوگی۔“

(دوسری سند) سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ یہ ایک بار فرض ہے، البتہ جو شخص اس کے بعد مزید حج کرے گا تو وہ نفل ہوگا اور اگر میں تیرے سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض کر دیا گیا تو تم نہ یہ حکم قبول کرو گے اور نہ اس پر عمل کرو گے۔“

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ)) قَالَ: فَقَامَ الْأَفْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ: فِي كُلِّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهَا أَوْ لَمْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْمَلُوا بِهَا، فَمَنْ زَادَ، فَهُوَ تَطَوُّعٌ)) (مسند احمد: ۲۳۰۴)

(۴۰۶۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ الْأَفْرَعُ بْنَ حَابِسٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: الْحَجُّ كُلُّ عَامٍ؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ حَجَّةٌ، فَمَنْ حَجَّ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ، وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَسْمَعُوا وَلَمْ تُطِيعُوا)) (مسند احمد: ۳۵۱۰)

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث بنفس نفیس حجت شرعی ہے اور اس سے اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ قرآن کی کسی آیت کی موافقت کر رہی ہے یا مخالفت۔ یہ ظاہری لحاظ سے ہی مخالفت ہو سکتی ہے، حقیقی نہیں۔ جیسے بعض قرآنی آیات آپس میں ظاہری لحاظ سے متعارض ہو سکتی ہیں لیکن ان کی توجیہ ہو جاتی ہے، جس سے وہ آپس میں مخالف و متعارض نہیں رکھتیں۔ باقی رہا حقیقی تعارض یا مخالفت کا معاملہ تو وہ نہ قرآن مجید کا آپس میں ہے، نہ احادیث کا آپس میں ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث کا آپس میں ہے۔ (عبداللہ رفیق)

سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا فضل رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں (راوی کو شک ہے) ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی حج

(۴۰۶۷) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ، أَوْ أَحَدِهِمَا عَنِ الْآخَرِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ

(۴۰۶۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۶۷) تخریج: حدیث حسن۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۸۸۳ (انظر: ۱۸۳۴)

فَلْيَتَعَجَّلْ، فَإِنَّهُ قَدْ يَمْرُضُ الْمَرِيضُ كَرْنَا چاہتا ہو وہ جلدی کرے، کیونکہ وہ بیمار ہو سکتا ہے، سواری وَتَضِلُّ الضَّالَّةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ۔)) گم ہو سکتی ہے یا کوئی اور مجبوری پیش آ سکتی ہے۔“ (مسند احمد: ۱۸۳۴)

فوائد: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو صحت اور دولت سے نواز رکھا ہے، ان کو چاہیے کہ وہ لیت وعل سے باز آ کر پہلی فرصت میں فریضہ حج کی تکمیل کریں۔

(۴۰۶۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ایک دفعہ حج کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر میں قُلْتُ كُلَّ عَامٍ لَكَانَ)) (مسند احمد: ۲۶۶۳) کہہ دیتا کہ یہ ہر سال فرض ہے تو یہ ہو جاتا۔“

فوائد: حج ایک اہم رکن اسلام ہے اور مسلمانوں کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ ہر بالغ اور استطاعت رکھنے والے مسلمان پر زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے، البتہ اس کے بعد نفلی حج کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، جیسا کہ پہلے باب کی احادیث سے معلوم ہوا، جمہور اہل علم کے نزدیک حج ۶ھ میں فرض ہوا تھا۔

وَجُوبُ الْحَجِّ عَلَى النِّسَاءِ وَفِي أُمُورٍ تَتَعَلَّقُ بِهِنَّ
خواتین پر حج کے فرض ہونے اور ان سے متعلقہ بعض مسائل کا بیان

(۴۰۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِنِسَائِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((هَذِهِ الْحَجَّةُ ثُمَّ، وَفِي لَفْظٍ: إِنَّمَا هَذِهِ الْحَجَّةُ، ثُمَّ الزَّمَنَ) ظُهُورَ الْحَضِرِ)) قَالَ: فَكُنَّ كُلُّهُنَّ يَخْجُنْنَ إِلَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ وَسَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَكَانَتَا تَقُولَانِ: وَاللَّهِ لَا تُحَرِّكُنَا دَابَّةٌ بَعْدَ أَنْ سَمِعْنَا ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ (وَفِي لَفْظٍ) بَعْدَ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ((هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحَضِرِ)) (مسند احمد: ۹۷۶۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال اپنی بیویوں سے فرمایا: ”یہ تمہارا حج ہو گیا ہے، آئندہ تم (اپنے گھروں میں ہی) اپنی چٹائیوں پر بیٹھ جانا۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لیکن آپ ﷺ کے بعد ساری امہات المؤمنین حج کے لئے جایا کرتی تھیں، ماسوائے سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما کے، یہ کہا کرتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد ”یہ حج ہے پھر (گھروں میں) اپنی چٹائیوں پر بیٹھ جانا ہے۔“ کے بعد (حج کے لئے) سواری پر سوار نہیں ہوں گی۔

(۴۰۶۸) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه الدارمی: ۱۷۸۹، والطیالسی: ۲۶۶۹ (انظر: ۲۶۶۳)
(۴۰۶۹) اسنادہ حسن - أخرجه الطیالسی: ۱۶۴۷، وابویعلی: ۷۱۵۴، والبیہقی: ۵/۲۲۸ (انظر: ۹۷۶۵)

(٤٠٧٠) عَنْ وَاقِدِ بْنِ أَبِي وَقِيدٍ اللَّيْثِيِّ سَيِّدَنَا أَبُو وَاقِدٍ لَيْثِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «يُحْجُّ عَنْ أَبِيهِ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِنِسَائِهِ فِي حَجَّتِهِ: ((هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورُ الْحَضَرِ))» (مسند احمد: ٢٢٢٥٠) (ہے)۔

فوائد:..... شارح ابوداؤد علامہ عظیم آبادی نے کہا: آپ ﷺ امہات المؤمنین کو یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حج کی ادائیگی کے بعد اب انہیں گھروں میں ہی رہنا چاہیے، کیونکہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ”باب فرض الحج“ میں ذکر کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ امہات المؤمنین کے لیے حجۃ الوداع کے بعد پھر حج کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اس استدلال کے دو جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) یہ صرف ایک احتمال ہے، کوئی واضح اور صریح معنی نہیں ہے کہ دوسری نصوص سے ثابت ہونے والے یقینی جواز کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے لیے سب سے بہترین اور خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں یہ حدیث سننے کے بعد حج ادا کرنا نہیں چھوڑوں گی۔ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں، لیکن اس میں لڑنا نہیں ہے، اور وہ حج اور عمرہ۔“

ان احادیث میں آپ ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ جہاد جس طرح مردوں پر فرض ہے، اس طرح عورتوں پر فرض نہیں ہے، یہ معنی نہیں کہ جہاد کے لیے ان کا نکلنا ہی حرام ہے، کیونکہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عورتیں زخیوں کا علاج کرنے کے لیے نکلتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کی ترغیب پر مشتمل ان احادیث سے یہ سمجھیں کہ وہ بار بار حج کر سکتی ہیں۔ اس لیے اُن دلائل کی روشنی میں ”هذه ثم ظهور الحضر“ اور ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (سورہ احزاب: ۳۳) کے عموم کو خاص کیا جائے گا۔ شروع شروع میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی توقف اختیار کیا (اور امہات المؤمنین کو حج کرنے سے منع کر رکھا تھا)، پھر ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل کے قوی ہونے کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے دور خلافت کے آخر میں امہات المؤمنین کو حج کرنے کی اجازت دی، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں ان کو حج کرایا تھا۔ امام بیہقی نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابوداؤد کی حدیث ((هذه ثم ظهور الحضر)) سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی صرف ایک دفعہ حج ادا کرنا فرض ہے، آپ ﷺ اپنی بیویوں کو آئندہ حج ادا کرنے سے منع نہیں کر رہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فريضة حج نے ميرے باپ کو پالیا ہے، ليکن صورتحال يہ ہے کہ وہ عمر رسيدہ ہونے کی وجہ سے سواری پر بيٹھنے کی سکت بھی نہيں رکھتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم خود اپنے والد کی طرف سے حج کرلو۔“

السَّهْلُ! إِنَّ أَبِي أَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْحَجِّ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى دَابَّتِهِ، قَالَ: ((فَحَجَّجْنِي عَنْ أَبِيكَ.)) (مسند احمد: ۱۸۱۸)

سيدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما يا سيدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مير والد مسلمان ہے، ليکن اب وہ اس قدر عمر رسيدہ ہو چکا ہے کہ سواری پر بھی بيٹھ نہيں سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس بارے میں تمہارا کیا خيال ہے اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے، تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔“

(۴۰۷۴) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَوْ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَبِي أَدْرَكَتْهُ الْإِسْلَامُ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَثْبُتُ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ أَكُنَّ يُجْزِيهِ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَأَحُجُّجْ عَنْ أَبِيكَ.)) (مسند احمد: ۱۸۱۲)

(دوسری سند) سيدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا: ”مير والد يا والدہ اس قدر بوڑھے ہیں کہ وہ حج کرنے کی استطاعت نہيں رکھتے،.....“

(۴۰۷۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ أَبِي أَوْ أُمِّي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. (مسند احمد: ۱۸۱۳)

فوائد: مسائل مرد تھایا خاتون اور باپ کے بارے میں سوال کیا گیا یا ماں کے بارے یا دونوں کے بارے میں؟ اس ضمن میں مختلف روایات موجود ہیں، حافظ ابن حجر نے اس صورتحال کا یہ جواب دیا ہے: تمام طرق کو جمع کرنے سے جو بات مجھے معلوم ہو رہی ہے، وہ یہ ہے کہ مسائل مرد تھا، ليکن اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی اور اس نے بھی سوال کیا تھا اور اس مجلس میں باپ اور ماں دونوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ (فتح الباری: ۶۸ / ۴)

(۴۰۷۴) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۰۷۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خنم قبیلہ کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا والد مسلمان ہے، لیکن وہ اس قدر بوڑھا ہو چکا ہے کہ سواری پر سوار ہونے کی طاقت بھی نہیں رکھتا، جبکہ اس پر حج بھی فرض ہو چکا ہے، تو آیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اس کے سب سے بڑے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا بتلاؤ اگر تمہارے والد کے ذمہ قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے، تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم اس کی طرف سے حج کرو۔“

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے، البتہ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پس اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے، تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔“

سیدنا بریدہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میری والدہ حج کے بغیر فوت ہو گئی ہے، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ اس عورت نے مزید پوچھا: میری والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے بھی تھے، تو کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“

فوائد: حج کے سلسلے میں ان احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے:

- (۴۰۷۶) تخریج: حدیث صحیح دون قولہ: ”انت اکبر ولده“ انفرادی بھذہ اللفظۃ یوسف بن الزبیر، ولم یتابعہ احد علیہا، وهو ممن لا یحتمل تفرده۔ أخرجه النسائی: ۱۱۷/۵ (انظر: ۱۶۱۲۵)
- (۴۰۷۷) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه الدارمی: ۱/ ۴۱، وابویعلی: ۶۸۱۸، والطبرانی فی ”الکبیر“: ۲۴/ ۱۰۱ (انظر: ۲۷۴۱۷)
- (۴۰۷۸) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۴۹ (انظر: ۲۲۹۵۶)

جو شخص صاحب مال ہو، لیکن بڑھاپے یا بیماری (جس سے بظاہر شفا کی امید نہ ہو) کی وجہ سے حج اور حج کے لوازمات ادا نہ کر سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی آدمی کو حج کی ادائیگی کے لیے بھیجے۔ حج کا معاملہ قرض والا ہے، جو آدمی استطاعت کے باوجود اس فریضے کی ادائیگی سے محروم رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا مقروض ہے۔

میت کی طرف سے حج ادا کیا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں مردوزن ایک دوسرے کی طرف سے نیابت کر سکتے ہیں۔

حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس نے پہلے خو حج ادا کیا ہوا ہو، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ۔ (میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں)، آپ ﷺ نے پوچھا: ((مَنْ شُبْرُمَةُ؟))..... ”شبرمہ کون ہے؟“ اس نے کہا: میرا بھائی ہے، یا کہا کہ میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ((حَجَّجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟))..... ”کیا تو نے خو حج ادا کیا ہوا ہے؟“ اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ۔))..... ”تو پہلے اپنی طرف سے حج کر، پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

صِحَّةُ حَجِّ الصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ لَهُ عَلَيْهِمَا

نابالغ بچے اور غلام کے حج کا صحیح ہونا، جبکہ یہ ان پر واجب نہیں ہوتا

(۴۰۷۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بِالرَّوْحَاءِ، فَلَقِيَ رَكْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: ((مَنِ الْقَوْمُ؟)) قَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، قَالُوا: فَمَنْ أَنْتُمْ؟ قَالَ: ((رَسُولُ اللَّهِ۔)) فَفَزِعَتِ امْرَأَةٌ، فَأَخَذَتْ بِعِصْدِ صَبِيٍّ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ مِحْقَتِهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ لِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ۔)) (مسند احمد: ۱۸۹۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (مکہ سے مدینہ کی طرف واپسی کے دوران) روحاء کے مقام پر تھے کہ آپ ﷺ کی ایک قافلے سے ملاقات ہو گئی، آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا اور پوچھا: ”تم کون لوگ ہو؟“ انہوں نے کہا: جی ہم مسلمان ہیں، پھر انہوں نے پوچھا: ”آپ کون ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں۔“ یہ سن کر ایک خاتون نے گھبراہٹ کے عالم میں اپنے بچے کو بازو سے پکڑا اور اس کو پانگی سے نکالا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں اور اجر تیرے لیے ہوگا۔“

فوائد: آپ ﷺ ادائیگی حج کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، روجاء کا مقام مدینہ منورہ سے چھتیس میل پر واقع ہے۔ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بچے کا حج اس کو حجۃ الاسلام سے کفایت نہیں کرے گا، یعنی جب وہ بالغ ہونے کے بعد صاحب استطاعت بنے گا تو دوبارہ اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ، ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةَ أُخْرَى، وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ، ثُمَّ أُعْتِقَ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةَ أُخْرَى)) ”جو بچہ حج کرے اور پھر وہ بالغ ہو جائے تو اس پر ایک اور حج فرض ہوگا، اسی طرح جو غلام حج کرے اور پھر وہ آزاد ہو جائے تو اس پر ایک اور حج فرض ہوگا۔“ (ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی، وهو صحيح مرفوعا، انظر: ارواء الغلیل: ۱۵۵/۴)

بچے کے حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھ دیا جائے گا اور یہ ثواب اس کے باپ یا ماں کو بھی ملے گا جو اس کو حج کروائیں گے، بچے پر دوران حج احرام کی پابندیاں عائد ہوں گی، اگر اس کے لیے حج و عمرہ کی نیت اور اس کے الفاظ کی ادائیگی ناممکن ہو تو اس کا باپ یا ماں اس کی طرف سے یہ امور سرانجام دیں گے۔

(۴۰۸۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَنَا النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ وَرَمَيْنَا عَنْهُمْ) (مسند احمد: ۱۴۴۲۳)

اور بچے بھی تھے اور ہم نے ان کی طرف سے کنکریاں ماری تھیں۔

(۴۰۸۱) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حُجَّ بَنِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ) (مسند احمد: ۱۵۸۰۹)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا تھا جبکہ میری عمر سات برس تھی۔

إِعْتِبَارُ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ مِنَ الْإِسْطِطَاعَةِ وَكَذَلِكَ سَلَامَةُ الطَّرِيقِ وَوُجُودُ مُحَرَّمٍ لِلْمَرْأَةِ زَادِرَاةٍ أَوْ سَوَارِيٍّ كِي دَسْتِيَابِي كَسَا تَه سَا تَه رَا سَتَه كَا پَرَا مَن هُونَا أَوْر عَوْرَت كَسَا تَه مُحَرَّم كَا هُونَا حَج كِي اسْتِطَاعَت مِیْل سَه سَه

(۴۰۸۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَا عَطَاءٌ قَالَ: سَمِعْتُ سَيِّدَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَمِعْتُ

(۴۰۸۰) اسنادہ ضعیف لضعف اشعث بن سوار۔ أخرجه الترمذی: ۹۲۷، وابن ماجه: ۳۰۳۸ (انظر: ۱۴۳۷۰)

(۴۰۸۱) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۸۵۸ (انظر: ۱۵۷۱۸)

(۴۰۸۲) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۷۸۲، ۱۸۶۳، ومسلم: ۱۲۵۶ (انظر: ۲۰۲۵)

ابن عباس قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا مَرَأَةَ مِنْ الْأَنْصَارِ سَمَّاها ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا: ((مَا مَنَعَكَ أَنْ تَحْجِيَ مَعَنَا الْعَامَ)) قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنَّمَا كَانَ لَنَا نَاصِحَانِ، فَرَكِبَ أَبُو قُلَانٍ وَابْنُهُ لِرِزْوَانِهَا وَابْنُهَا، نَاصِحًا وَتَرَكَ نَاصِحًا نَنْضَعُ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فِيهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَاجَّةً)) (مسند احمد: ٢٠٢٥)

لیا تھا لیکن مجھے بھول گیا، سے فرمایا: ”کیا بات ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس سال حج کے لیے نہیں جا رہیں؟ اس نے عرض کیا: اللہ کے نبی کریم! ہمارے پاس دو اونٹیاں تھیں، میرا شوہر اور بیٹا ایک اونٹی لے کر سفر پر روانہ ہو رہے ہیں اور ایک اونٹی پیچھے چھوڑ رہے ہیں، اس پر ہم پانی لاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”چلو جب ماہ رمضان آئے تو عمرہ کر لینا، کیونکہ اس ماہ میں کیا گیا عمرہ، حج کے برابر ہوتا ہے۔“

فوائد: رمضان کے عمرہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے، لیکن یقیناً یہ عمرہ، حج سے کفایت نہیں کرے گا، امام ابن خزیمہ نے اس فضیلت کے بارے میں کہا: جب ایک چیز بعض امور اور معانی میں دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے، تو اس کو بھی اس کی برابری کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ نہ کہ خود اس چیز کا، یہی وجہ ہے کہ عمرہ کے ذریعے فریضت اور نذر والے حج کو ادا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر کی جائز ضروریات کو حج پر مقدم کرنا چاہیے، سبحان اللہ! آپ ﷺ کی شریعت میں کتنا اعتدال اور حسن ہے۔ اگر کوئی آدمی عمرہ کی طاقت رکھتا ہو، نہ کہ حج کی تو اسے چاہیے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کو ترجیح دے، تاکہ زندگی میں وہ جو فریضہ ادا نہیں کر سکتا ہے، اس کا ثواب تو حاصل کر لے۔

(٤٠٨٣) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أُمِّ مَعْقِلٍ عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍ بِنْتِ مَعْقِلِ الْأَسَدِيَّةِ قَالَتْ: أَرَادَتْ أُمِّي الْحَجَّ وَكَانَ جَمَلُهَا أَغْجَفَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((اعْتَمِرِي فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ كَحَاجَّةٍ)) (مسند احمد: ٢٧٦٤٧)

معتقل کہتے ہیں: میری ماں سیدنا ام معتقل اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حج کا ارادہ کیا، لیکن ان کا اونٹ لاغر تھا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ ماہ رمضان میں ادا کیا گیا عمرہ، حج کی مانند ہے۔“

(دوسری سند) سیدہ ام معتقل اسدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حج کرنا چاہتی ہوں، لیکن میرا اونٹ کمزور ہے، اب آپ مجھے کیا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان

(٤٠٨٣) حدیث صحیح لغیرہ۔ آخرجہ ابوداؤد: ١٩٨٨، ١٩٨٩، ١٩٩٠، والترمذی: ٨٦١ (انظر: ٢٧١٠٦)

(٤٠٨٤) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

أُرِيدُ الْحَجَّ وَجَمَلِي أَعْجَفُ فَمَا تَأْمُرُنِي؟
قَالَ: ((اعْتَمِرِي فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةَ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً)) (مسند احمد: 27828)

میں عمرہ کر لینا، کیونکہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔“

فوائد: حج و عمرہ کے سفر کے لیے سواری کو مطلق طور پر شرط نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جو کسی بیماری یا دوری کی وجہ سے پیدل نہ چل سکتا ہو اور اس کے پاس سواری بھی نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

٤٠٨٥) عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ يُقَالُ لَهُ أُمُّ مَعْقِلٍ قَالَتْ: أَرَدْتُ الْحَجَّ فَضَلَّ بَعِيرِي، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((اعْتَمِرِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً)) (مسند احمد: 27831)

بنو اسد بن خزیمہ کی ایک خاتون سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے حج کرنے کا ارادہ کیا، لیکن میرا اونٹ گم ہو گیا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ اس مہینے میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔“

٤٠٨٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَكِبَ مَعَ مَرْوَانَ حِينَ رَكِبَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَ: وَكُنْتُ فِيمَنْ دَخَلَ عَلَيْهَا مِنَ النَّاسِ مَعَهُ وَسَمِعْتُهَا حِينَ حَدَّثَتْ هَذَا الْحَدِيثَ. (مسند احمد: 27832)

(دوسری سند) ابوبکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں: جب مروان، سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تو میں بھی قافلہ میں شامل تھا اور جو لوگ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئے ان میں میں بھی تھا، پھر انھوں نے یہ حدیث بیان کی، جو میں نے خود ان سے سنی۔

٤٠٨٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَالِثٍ) قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيَّةِ يَسْأَلُهَا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَتْهُ أَنَّ زَوْجَهَا جَعَلَ بَكْرًا لَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنَّهَا أَرَادَتْ الْعُمْرَةَ، فَسَأَلَتْ زَوْجَهَا الْبَكْرَ فَأَبَى، فَأَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ

(تیسری سند) ابوبکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ مروان نے سیدہ ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث پوچھنے کے لیے پیغام بھیجا، انھوں نے یہ حدیث یوں بیان کی: میرے شوہر نے میرا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، جب میں نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے شوہر سے اونٹ طلب کیا، لیکن اس نے مجھے اونٹ دینے سے انکار کر دیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت

(٤٠٨٥) تخریج: انظر الحديث السابق

(٤٠٨٦) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٠٨٧) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

میں حاضر ہوئی اور یہ ساری بات بتائی، آپ ﷺ نے میرے شوہر کو حکم دیا کہ وہ مجھے میرا اونٹ دے دے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”حج اور عمرہ بھی اللہ کی راہ میں سے ہیں۔“ نیز فرمایا: ”ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہوتا ہے۔“ یا یوں فرمایا کہ ”حج سے کفایت کرتا ہے۔“

(چوتھی سند) ابوبکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں: مروان نے جس قاصد کو سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تھا، اس نے مجھے بیان کیا کہ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کو جانے لگے، جب وہ گھر آئے تو میں نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ مجھ پر بھی حج فرض ہے اور آپ کے پاس ایک اونٹ ہے، آپ وہ مجھے دے دیں تاکہ میں بھی حج کر سکوں۔ انھوں نے کہا: تم جانتی ہو کہ میں اسے اللہ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں، اس لیے وہ آپ کو نہیں دیا جاسکتا۔ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر آپ نے جو کھجوریں چن لی ہیں، وہ مجھے دے دیں، انھوں نے کہا: تم جانتی ہو کہ وہ تو میرے اہل و عیال کی خوراک ہیں، سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر میں نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں چل پڑے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر حج فرض ہے اور ابو معقل کے پاس ایک اونٹ بھی ہے۔ سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی بات درست ہے، مگر میں تو اسے اللہ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم وہ اونٹ اسے دے دو، تاکہ یہ اس پر حج کر سکے، اور حج بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سے ہے۔ جب سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ نے اسے اونٹ دے دیا تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں اب کافی عمر رسیدہ ہو

يُعْطِيهَا، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً أَوْ تُجْزِي حَجَّةً، وَقَالَ حَجَّاجٌ تَعْدِلُ بِحَجَّةٍ أَوْ تُجْزِي بِحَجَّةٍ.)) (مسند احمد: ۲۷۸۲۹)

(۴۰۸۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) قَالَ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ مَرْوَانَ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَتْ: جَاءَ أَبُو مَعْقِلٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَاجًّا، فَلَمَّا قَدِمَ أَبُو مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مَعْقِلٍ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ عَلَيَّ حَجَّةً، وَأَنَّ عِنْدَكَ بَكْرًا فَأَعْطِنِي فَلَا حُجَّ عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالَ لَهَا: إِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَتْ: فَأَعْطِنِي صِرَامَ نَحْلِكَ، قَالَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ قُوتُ أَهْلِي، قَالَتْ: فَإِنِّي مُكَلِّمَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَذَاكِرْتُهُ لَهُ، قَالَ: فَاَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ حَتَّى دَخَلَا عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالَتْ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ عَلَيَّ حَجَّةً وَإِنَّ لَأَبِي مَعْقِلٍ بَكْرًا، قَالَ أَبُو مَعْقِلٍ: صَدَقْتَ جَعَلْتُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: ((أَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ فَإِنَّهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.)) قَالَ فَلَمَّا أَعْطَاهَا الْبَكْرَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ قَدْ كَبُرَتْ وَسَقَمْتُ فَهَلْ مِنْ عَمَلٍ يُجْزِي عَنِّي مِنْ حَجَّتِي؟ قَالَ: فَقَالَ ﷺ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تُجْزِي لِحَجَّتِكَ.)) (مسند احمد: ۲۷۶۴۸)

چکی ہوں اور بیمار بھی رہتی ہوں، کیا کوئی عمل ایسا ہے جو میرے حج کا عوض بن سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج سے کفایت کرے گا۔“

فوائد: ابو داؤد کی صحیح روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا کیا تو اس وقت ہمارا ایک اونٹ تھا، سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ نے اس کو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) کے لیے وقف کر دیا تھا، ان دنوں ہم بیمار ہو گئے تھے اور سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور نبی کریم ﷺ اس سفر پر روانہ ہو گئے، جب آپ ﷺ حج سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”ام معقل! کس چیز نے آپ کو ہمارے ساتھ نکلنے سے روک لیا تھا؟“ میں نے کہا: ہم نے تیاری تو کی تھی، لیکن سیدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے اور دوسری بات یہ تھی کہ جس اونٹ پر ہم حج ادا کرتے تھے، انھوں نے اس کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو کیوں نہیں نکلی ہمارے ساتھ، کیونکہ حج بھی تو فی سبیل اللہ ہے، بہر حال اب تو ہمارے ساتھ والا یہ حج گزر گیا، تم اس طرح کرنا کہ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ وہ بھی حج کی طرح ہے۔“

ان اور اس موضوع کی دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کا تعلق بھی فی سبیل اللہ سے ہے، اگر کوئی آدمی کسی چیز کو جہاد کے لیے وقف کر دیتا ہے تو اس کو سفر حج و عمرہ میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، حدیث نمبر (۴۰۶۱) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حج اور جہاد دونوں کے لیے جو چیز خرچ کی جائے گی، اس کا ثواب سات سو گنا تک ملے گا اور ہم حدیث (۴۰۶۲) کے فوائد میں یہ بحث کر آئے ہیں کہ خواتین کا حج، ان کے حق میں جہاد کا حکم رکھتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ جہاد میں لڑنا پڑتا ہے اور حج کا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باقی سفر کرنا، کئی مشقتیں برداشت کرنا، راستے کے اخراجات کا بندوبست کرنا اور اہل و عیال سے دور ہونا، یہ تمام امور جیسے جہاد میں ہیں، اس طرح حج و عمرہ کے سفر میں ہیں۔

(۴۰۸۹) عَنْ أَبِي عُمَرَ بْنِ الْجَوْنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَغَزَوْنَا نَحْوَ فَارِسَ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ بَاتَ فَوْقَ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ إِجَارٌ، فَوَقَعَ فَمَاتَ بَرِئَتْ مِنْهُ الدِّمَةُ، وَمَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ عِنْدَ ارْتِجَاجِهِ فَمَاتَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الدِّمَةُ.)) (مسند احمد: ۲۸۰/۲۱)

ابو عمران جوئی کہتے ہیں: ہم فارس کی طرف جہاد کے لئے گئے ہوئے تھے، اس وقت ایک صحابی نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو آدمی ایسے چھت پر رات گزارے، جس پر کوئی پردہ یا رکاوٹ نہ ہو اور وہ گر کر مر جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے، اسی طرح جو آدمی اس حال میں سمندری سفر کرے کہ وہ متلاطم خیز ہو اور پھر وہ مر جائے تو اس سے بھی اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔“

(۴۰۸۹) تخریج: قال الالبانی: صحیح (الصحيحۃ: ۸۲۸) - أخرجه البيهقي في "الشعب": ۴۷۲۵ (انظر:

(۲۰۷۴۸)

فوائد: معلوم ہوا کہ انسان اپنی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے، اگر بظاہر اسے اپنی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قسم کی حفاظت کی ضمانت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لیے جو شرعی قوانین وضع کئے ہیں، ان میں انسانیت کے جان، مال اور عزت، غرضیکہ ہر چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ میں دو آدمیوں کو جانتا ہوں۔ جو نیند کی حالت میں چھت پر باڑ نہ ہونے کی وجہ سے گر کر شدید زخمی ہو گئے تھے۔

(۴۰۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا بِقَارِسَ وَعَلَيْنَا آمِيزٌ، يُقَالُ لَهُ زُهَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاتَ فَوْقَ إِبْجَارٍ أَوْ فَوْقَ بَنِي لَيْسَ حَوْلَهُ شَيْءٌ يَرُدُّ رِجْلَهُ فَقَدْ بَرِنَتْ مِنْهُ الدِّمَةُ، وَمَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ بَعْدَ مَا يَرْتَجُّ فَقَدْ بَرِنَتْ مِنْهُ الدِّمَةُ.)) (مسند احمد: ۲۱۰۲۹)

(دوسری سند) ابو عمران جوئی کہتے ہیں: ہم فارس کے علاقے میں تھے، زہیر بن عبد اللہ نامی ایک شخص ہمارا امیر تھا، اس نے کہا کہ ایک آدمی نے اسے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ایسی چھت کے پردے کے اوپر یا چھت پر رات گزارے، جس پر کوئی ایسا پردہ یا رکاوٹ نہ ہو جو اس کی ٹانگ کو روک سکے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس سے اٹھ جاتی ہے، اسی طرح سمندر کے متلاطم ہونے کے بعد اس کا سفر کرے تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔“

فوائد: اس حدیث سے یہ استدلال کیا جا رہا ہے کہ حج کا راستہ پر امن ہونا چاہیے، اگر بعض وجوہات کی بنا پر جان اور کسی بڑی مشکل کا خطرہ ہو تو حج کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۴۰۹۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَا تُسَافِرُ امْرَأَةً إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنِّي أَكْتَبْتُ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي حَاجَةٌ، قَالَ: ((فَارْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا.)) (مسند احمد: ۳۲۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی خاتون محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: فلاں غزوے میں میرا نام لکھا گیا ہے، جبکہ میری اہلیہ حج کے لئے جانا چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو لوٹ جا اور اس کے ساتھ حج کر۔“

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت مطلق طور پر کوئی سفر نہیں کر سکتی، الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم یا خاوند ہو۔ بعض احادیث میں تین دنوں کا، بعض میں دو دنوں کا، بعض میں ایک دن رات کا، بعض میں ایک رات کا اور بعض ایک دن کے سفر کی قید لگائی گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اتفاقی قیدیں ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ عورت اپنے محرم یا خاوند کے بغیر سفر نہیں کر سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کو حج و عمرہ کی ادائیگی کے لیے محرم یا خاوند کے بغیر نہیں جانا

(۴۰۹۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۹۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۰۰۶، ۳۰۶۱، ۵۲۳۳، و مسلم: ۱۳۴۱ (انظر: ۳۲۳۱)

چاہیے، جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ اس کو دوسری عورتوں کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ وہ باعتبار ہوں، دلائل کے ظاہری مفہوم کا یہی تقاضا ہے۔

(۴۰۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ يَوْمًا وَلَيْلَةً (وَفِي رِوَايَةٍ: تُسَافِرُ لَيْلَةً، وَفِي رِوَايَةٍ: ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَفِي رِوَايَةٍ: يَوْمًا تَامًا) إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ مِنْ أَهْلِهَا.)) (مسند احمد: ۷۲۲۱) ذکر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر کرے۔“ ایک روایت میں صرف ایک رات کا، ایک روایت میں تین دنوں کا اور ایک روایت میں ایک مکمل دن کے سفر کا ذکر ہے۔

فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان لوگوں پر حج فرض ہے، جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہیں۔“ (سورہ آل عمران: ۹۷) ”راہ پاسکتے ہیں“ سے مراد یہ ہے کہ آمد و رفت کے سفری اخراجات پورے ہوں، جبکہ پیچھے رہ جانے والے بیوی بچوں کے پاس جائز اخراجات موجود ہوں، راستہ پر امن ہو اور جان و مال محفوظ رہے، صحت و تندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو، نیز عورت کے ساتھ محرم ہو۔ استطاعت میں مطلق طور پر سواری کی شرط نہیں لگائی جاسکتی، پیدل چلنے کی طاقت رکھنے والے سواری نہ ہونے کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔

التَّغْلِيظُ فِي تَرَلِّحِ الْحَجِّ لِلْمُسْتَطِيعِ

صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والے کے حق میں وعید کا بیان

(۴۰۹۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: ((لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ.)) (مسند احمد: ۲۸۴۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام میں حج چھوڑنا نہیں ہے۔“

فوائد: ”صَرُورَةَ“، ”صَرَّ“ سے ماخوذ ہے، اس کا معانی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، یعنی جو آدمی استطاعت کے باوجود حج کو ترک کر دیتا ہے، وہ اپنے نفس کو خیر سے روک دیتا ہے۔ یہ حدیث تو ضعیف ہے، لیکن استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسی گنجائش پیدا کر لینا ان لوگوں کی صفت ہے جو اپنے خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور اپنی ذات کو اپنا روزی رساں سمجھتے ہیں، یہ ایسے بے رغبت لوگ ہیں کہ جن میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کی تڑپ معدوم ہو گئی ہے۔

(۴۰۹۲) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۰۸۸، ومسلم: ۱۳۳۹، انظر: ۷۲۲۲)

(۴۰۹۳) (تخریج: إسناده ضعيف - أخرجه ابوداود: ۱۷۲۹، انظر: ۲۸۴۳)

اس ضمن میں درج ذیل حدیث مبارکہ بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے: سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ، وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيشَةِ، تَمَضَى عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَغْوَامٍ لَا يَفِدُ إِلَيَّ، لَمَخْرُومٌ.)) (بیہقی ۲۶۲/۵، ابن حبان: ۹۶۰، صحیحہ: ۱۶۶۲)

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ایک بندے کا جسم تندرست رکھا، اس کی معیشت میں وسعت پیدا کی، لیکن اس حالت میں پانچ سال بیت گئے اور وہ میری طرف نہیں آیا، ایسا آدمی محروم ہے۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أبعثَ رَجُلًا إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ فَيَنْظُرُوا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهُ جِدَّةٌ وَلَمْ يَحْجْ فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِ الْجَزِيَّةَ مَا هُمْ بِمُسْلِمِينَ، مَا هُمْ بِمُسْلِمِينَ.))

میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو شہروالوں کی طرف بھیجوں، پس وہ دیکھیں کہ کون لوگ مالی وسعت کے باوجود حج نہیں کرتے، پھر وہ ان پر جزیہ لگا دیں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

(بیہقی، سعید بن منصور واللفظ لہ)



الْعُمْرَةُ

عمرہ کے ابواب

فَضْلُ الْعُمْرَةِ خُصُوصًا فِي رَمَضَانَ

عمرہ کی اور بالخصوص ماہ رمضان کے عمرہ کی فضیلت کا بیان

(۴۰۹۴) عَنْ هَرِمِ بْنِ خَنْبَشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فِي أَيِّ الشُّهُورِ أَعْتَمِرُ؟ قَالَ: ((اِعْتَمِرِي فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً.)) (مسند احمد: ۱۷۷۴۳)

سیدنا ہرم بن خنبش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں کس مہینہ میں عمرہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان میں عمرہ کرو، کیونکہ ماہ رمضان میں ادا کیا ہوا عمرہ حج کے برابر ہے۔“

(۴۰۹۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً.)) (مسند احمد: ۲۸۰۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔“

(۴۰۹۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. (مسند احمد: ۱۴۸۵۵)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ کی اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

فوائد: حدیث نمبر (۲۰۸۲) کی شرح میں اس فضیلت کی وضاحت ہو چکی ہے۔

(۴۰۹۴) تخریج: حدیث صحیح، و هذا اسناد ضعیف۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۹۲ (انظر: ۱۷۶۰۰)

(۴۰۹۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۸۲، ومسلم: ۱۲۵۶ (انظر: ۲۸۰۹)

(۴۰۹۶) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۹۵ (انظر: ۱۴۷۹۵)

(۴۰۹۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَهُ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لَهُ، فَقَالَ: ((يَا أَحْيَى! لَا تَنْسَنَا مِنْ دُعَائِكَ)) وَقَالَ بَعْدُ فِي الْمَدِينَةِ: ((أَشْرِكْنَا فِي دُعَائِكَ)) فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَحِبُّ أَنْ لِي بِهَا مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لِقَوْلِهِ ﷺ: ((يَا أَحْيَى!)) (مسند احمد: ۱۹۵)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور یہ بھی فرمایا: ”میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں بھلا نہ دینا۔“ راوی حدیث شعبہ نے بعد میں مدینہ میں حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے: ”ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل کیے رکھنا۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ جو مجھے اپنا بھائی کہا تھا، یہ چیز مجھے اتنی پسند آئی کہ میں اس کے مقابلے میں پوری دنیا کو ترجیح نہیں دیتا۔

فوائد: ”مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ“ کا لفظی معنی ہے وہ چیزیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے، اس سے مراد پوری دنیا ہے۔

(۴۰۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)) (مسند احمد: ۱۵۷۹۲)

سیدنا عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا، یہ عمل ان دو کے درمیانی عرصے کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے اور رہا مسئلہ حج مبرور کا تو اس کا بدلہ تو صرف جنت ہے۔“

فوائد: دو عمروں کی وجہ سے ان کے درمیانے گناہوں کا بخش دیا جانا، ظاہر بات تو یہی ہے کہ ان گناہوں کی معافی دوسرے عمرے کی وجہ سے ہوگی اور پہلے عمرے کی وجہ سے اس سے پہلے والے گناہ معاف کیے جائیں گے، ”کِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ“ کے پہلے باب میں مذکورہ احادیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہر عمرے کی وجہ سے اس سے پہلے والے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

جَوَازُ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ أَشْهُرِ السَّنَةِ قَبْلَ الْحَجِّ وَبَعْدَهُ وَمَعَهُ

حج سے پہلے، اس کے بعد اور اس کے ساتھ، غرضیکہ سال کے تمام مہینوں میں عمرہ کے جواز کا بیان

تنبیہ: دورِ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا کوئی تصور موجود نہ تھا، بلکہ وہ لوگ ایسے عمرے کو سب سے بڑی برائی قرار دیتے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے حج کے سفر اور مہینوں میں بھی اس سعادت سے مستفید ہونے کو

(۴۰۹۷) تخريج: اسنادہ ضعيف لضعف عاصم بن عبد الله - أخرجه ابو داود: ۱۴۹۸، وابن ماجه:

۲۸۹۴، والترمذی: ۳۵۶۲ (انظر: ۱۹۵)

(۴۰۹۸) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ۱۵۷۰۱م)

مشرع قرار دیا۔ حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے کوئی وقت، کوئی دن اور کوئی مہینہ مخصوص نہیں ہے۔ مکروہ اوقات ہوں یا عیدین اور تشریق کے ایام، ان امور سے عمرہ کی ادائیگی متاثر نہیں ہوتی۔ صرف یہ قید لگائی جاسکتی ہے کہ جو آدمی حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے، وہ حج ہی کے ارکان ادا کرے۔

(۴۰۹۹) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ عَلَى أَحَدٍ يَعْتَمِرُ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ. قَالَ عِكْرِمَةُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ. (مسند احمد: ۵۰۶۹)

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قبل از حج عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: حج سے پہلے عمرہ کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ نے خود حج سے پہلے عمرہ کیا تھا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے کل چار عمرے کیے:

(۱) عمرہ حدیبیہ، (۲) عمرہ قضا، (۳) عمرہ ہجرانہ اور (۴) حجۃ الوداع کے ساتھ والا عمرہ۔

پہلے تینوں عمرے حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں ادا کیے، یہ مہینہ ذوالحجہ سے پہلے ہے اور چوتھا عمرہ ذوالحجہ کے مہینے میں حج کے ساتھ ادا کیا، ایک باب کے بعد ان تمام عمروں کی وضاحت آرہی ہے۔

(۴۱۰۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، نُرِيدُ الْعُمْرَةَ مِنْهَا، فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو ﷺ، فَقُلْتُ: إِنَّا قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَلَمْ نَحُجَّ قَطُّ، أَفَنَعْتِمِرُ مِنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقَدِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُمْرَةَ كُلِّهَا قَبْلَ حَجَّتِهِ وَاعْتَمَرْنَا. (مسند احمد: ۶۴۷۵)

(دوسری سند) عکرمہ کہتے ہیں: میں اہل مکہ کے چند افراد کے ہمراہ مدینہ منورہ آیا، دراصل ہم وہاں سے عمرہ کے لئے جانا چاہتے تھے، میری ملاقات سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہو گئی، میں نے ان سے پوچھا: ہم مکہ کے رہنے والے لوگ ہیں، اب ہم مدینہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے کبھی بھی حج نہیں کیا، تو کیا اب ہم یہاں سے عمرہ کر سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، بھلا کون سی چیز تمہیں اس سے مانع ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تو اپنے سارے عمرے حج سے پہلے کئے تھے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ عمرے کیے تھے۔

(۴۰۹۹) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۷۴) (انظر: ۵۰۶۹)

(۴۱۰۰) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول)

ابو عمران اسلم کہتے ہیں: میں اپنے آقاؤں کی معیت میں حج کے لئے گیا، میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: کیا میں حج سے قبل عمرہ کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی تمہاری مرضی ہے، اگر چاہو تو حج سے پہلے عمرہ کر لو اور چاہو تو بعد میں کر لو۔ میں نے کہا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ جس نے پہلے حج نہ کیا ہو وہ عمرہ نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو ان سب نے وہی بات کہی جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہی تھی، میں نے واپس آ کر ان کو یہ بات بتائی، پھر انھوں نے کہا: جی ٹھیک ہے، لیکن میں تمہاری مزید تشفی کر دیتی ہوں اور وہ اس طرح کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”اے آلِ محمد! حج کے ساتھ عمرے کا تلبیہ بھی کہو۔“

(۴۱۰۱) عَنْ أَبِي عِمْرَانَ اسْلَمَ، أَنَّهُ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ مَوَالِيٍّ فَدَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: أَعْتَمِرُ قَبْلَ أَنْ أَحُجَّ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ، إِعْتَمِرْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ وَإِنْ شِئْتَ بَعْدَ أَنْ تَحُجَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: مَنْ كَانَ صَرُورَةً فَلَا يَصْلُحُ أَنْ يَعْتَمِرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، قَالَ: فَسَأَلْتُ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ، فَرَجَعْتُ إِلَيْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِنَّ، قَالَ: فَقَالَتْ: نَعَمْ وَأَشْفِيكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَهْلُوا يَا آلَ مُحَمَّدٍ بِعُمْرَةِ فِي حَجٍّ-)) (مسند احمد: ۲۷۰۸۳)

فوائد: حدیث کے آخر میں آپ ﷺ حج قرآن کا حکم دے رہے ہیں، اس حج میں ایک احرام میں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے یہی حج ادا کیا تھا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عمرہ حج سے پہلے کیا اور ایک اور عمرہ حج سے پہلے کیا، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کیے تھے اور ان میں سے ایک عمرہ، حج کے ساتھ کیا تھا۔

(۴۱۰۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ بِعُمْرَتِهِ الَّتِي حَجَّ فِيهَا- (مسند احمد: ۱۸۸۳۲)

فوائد: سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے صرف عمرہ قضا اور عمرہ ہجرانہ کا ذکر کیا ہے، عمرہ حدیبیہ کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا کہ یہ مکمل نہیں ہوا تھا اور آخری عمرے کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ یہ حج کے اعمال میں داخل تھا۔

(۴۱۰۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سَيِّدَنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَّانَ كَرْتِے هِیں كہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۴۱۰۱) اسنادہ صحیح۔ أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۲۳/ ۷۹۲، والبيهقي: ۴/ ۳۵۵ (انظر: ۲۶۵۴۸)

(۴۱۰۲) تخريج: حديث صحيح لغيره - أخرجه البيهقي: ۵/ ۱۱، وابو يعلى: ۱۶۶۰، وأخرج البخاري:

۱۷۸۱ بلفظ: اعتمر رسول الله ﷺ في ذي القعدة مرتين - (انظر: ۱۸۶۲۹)

(۴۱۰۳) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۷۲۳۰، ومسلم: ۱۲۱۳ (انظر: ۱۴۲۷۹)

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطْفُ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَهَّرَتْ طَافَتْ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَنْطَلِقُونَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَنْتَلِقُ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحِجَّةِ۔ (مسند احمد: ۱۴۳۳۰)

(۴۱۰۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُوسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ، فَقَدِمَتْ وَلَمْ تَطْفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَاضَتْ، فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا وَقَدْ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ: ((يَسْعُكَ طَوَافُكَ لِحَجِّكَ وَلِعُمْرَتِكَ)) قَابَسَتْ، فَبَعَثَتْ بِهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ۔ (مسند احمد: ۲۵۴۴۵)

(حج کے موقع پر) حائضہ ہو گئیں، لیکن انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے علاوہ سارے مناسک حج ادا کیے، پھر انہوں نے پاک ہونے کے بعد طواف کر لیا، جب لوگ واپس جانے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگ تو حج اور عمرہ ادا کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں؟ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تنعيم کی طرف جائیں، (تاکہ یہ عمرہ کر سکیں)، پھر انہوں نے ذوالحجہ میں ہی حج کے بعد عمرہ کیا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھا، لیکن جب وہ مکہ پہنچیں تو ابھی تک انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا کہ وہ حائضہ ہو گئیں، پھر انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور تمام مناسک ادا کئے، دس ذوالحجہ کو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ ”تمہارا طواف تمہارے حج اور عمرے دونوں کے لیے کافی ہوگا۔“ لیکن انہوں نے اس چیز کو تسلیم نہ کیا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں حج کے بعد ان کے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ تنعيم بھیجا، اس طرح انہوں نے عمرہ کیا۔

فوائد: یہی مفہوم رکھنے والی ایک اور حدیث درج ذیل ہے، جو اسی کتاب کی حدیث نمبر (۴۱۶۸) ہے:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا بات ہے، رو رہی ہو؟“ انہوں نے کہا: لوگ حلال ہو گئے ہیں، لیکن میں حلال نہ ہو سکی اور انہوں نے بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا ہے، لیکن میں طواف نہ کر سکی اور اب حج کے دن بھی آگئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بنات آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور حج ادا کرو۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے اسی طرح کیا، پھر جب میں حیض سے پاک ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((طَوَفِي بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَدْ أَحْلَلْتِ مِنْ حَجِّكَ وَمِنْ عُمْرَتِكَ)) قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ عُمْرَتِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ طُفْتُ حَتَّى حَجَجْتُ، قَالَ:

((فَاذْهَبْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! فَأَعِمِّرْ أَخْتَكَ مِنَ التَّنْعِيمِ)).....

”اب تم بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لو، اس طرح تم حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو جاؤ گی۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے دل میں یہ کھٹکا سا ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھنے کے باوجود بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی، یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عبد الرحمن! جاؤ اور اپنی بہن کو تنعیم سے عمرہ کرا لاؤ۔“ (مسلم: ۱۲۱۳، دیکھئے: حدیث نمبر ۴۱۶۸)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے خروج تک حائضہ ہی رہیں تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ حج قرآن شروع کر دیں، جس میں عمرہ بھی ادا ہو جائے گا، لیکن جب سیدہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ الگ سے عمرہ ادا کرنا چاہتی ہے اور ادھر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حج کے بعد عمرہ کرنے میں مشرکوں کی مزید مخالفت بھی ہے، کیونکہ وہ اشہر الحج سمیت ذوالحجہ کے آخر تک عمرہ کرنے کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے سیدہ کی درخواست قبول کی اور ان کو عمرہ کرنے کا موقع فراہم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کا عمرہ کرنا حائضہ خاتون کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیض کی وجہ سے عمرہ فسخ کر کے صرف حج کا احرام باندھ لیا تھا، اس طرح وہ عمرہ ادا نہیں کر سکی تھیں، اس لیے انھوں نے آپ ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی، لہذا یہ رخصت صرف اس قسم کی صورت حال میں مبتلا ہو جانے والی خواتین کے لیے ہیں۔

لیکن اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ رائے درست نہیں ہے، کیونکہ سیدہ نے تو حج قرآن میں ایک عمرہ کر لیا تھا، لیکن ان کی رغبت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے دوسرا عمرہ کرنے کی اجازت دے دی تھی، اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یہ رخصت صرف اس قسم کی حائضہ خواتین کے لیے ہے، جبکہ آپ ﷺ نے خود بھی تو حج قرآن ہی کیا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ حج قرآن کرنے کے بعد عمرہ کرنے والی درخواست صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیش کی، اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ کوئی اور آدمی اس قسم کا عمرہ نہیں کر سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں عبادتوں کو الگ الگ مستقل طور پر سرانجام دیں، تاکہ ان کے لیے زیادہ مشقت اٹھانا پڑے اور اس طرح زیادہ اجر و ثواب ملے۔ اگر اس واقعہ کے تمام طرق کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ واقعہ دراصل مسافر لوگوں کے لیے عمرہ کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے وقوع پذیر ہوا، جبکہ آپ ﷺ کا ایک دفعہ کوئی بات ارشاد فرمانا، ایک دفعہ کوئی فعل سرانجام دینا اور ایک دفعہ کسی امر کی اجازت دینا، اس عمل کے مسنون ہونے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

تنبیہ: جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کی وجہ سے الگ سے عمرہ ادا نہ کر سکیں تو انھوں نے حلال ہوئے بغیر حج قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، جیسا کہ امام نووی نے کہا: آپ ﷺ کے فرمان ”عائشہ! تم اپنا عمرہ چھوڑ دو۔“ کا یہ معنی نہیں کہ وہ کلی طور پر احرام سے خارج ہو گئی تھیں، کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ احرام کے بعد حج اور عمرہ سے خروج کی نیت کر لی

جائے، بلکہ ان سے حلال ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کو مکمل کیا جائے، آپ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ اب عمرے کے اعمال یعنی طواف، سعی اور تقصیر کو ترک کر دے اور حج کا تلبیہ شروع کر دے، اس طرح وہ حج قرآن کرنے والی بن جائے گی اور طواف کے علاوہ سارے مناسک حج ادا کرے گی، جب پاک ہو جائے گی تو طواف کرے گی اور سیدہ نے اسی طرح کیا تھا۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۳۹/۸)

(۴۱۰۵) عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَلِيلِي السَّلَمِي عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ الْعُمْرَةِ بَعْدَ الْحَجِّ، قَالَتْ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعِيَ أَخِي فَخَرَجْتُ مِنَ الْحَرَمِ فَأَعْتَمَرْتُ. (مسند احمد: ۲۵۳۳۶)

عیسیٰ بن عبد الرحمن کی ماں بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حج کے بعد عمرہ کرنے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے یوں جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے میرے ہمراہ میرے بھائی کو بھیجا تھا، میں حرم سے باہر نکل گئی تھی اور پھر وہاں سے عمرہ کیا تھا۔

(۴۱۰۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا أَعْمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَائِشَةَ لَيْلَةَ الْحَضْبَةِ إِلَّا قَطْعًا لِأَمْرِ أَهْلِ الشَّرْكِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبْرُ، وَعَقَا الْأَنْزُ، وَدَخَلَ صَفْرٌ، فَقَدْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنْ اعْتَمَرَ. (مسند احمد: ۲۳۶۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد وادیِ محصب والی رات کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف اس لیے عمرہ کرایا تھا تا کہ مشرکین کے ایک نظریے کو ختم کر دیں، کیونکہ وہ یہ کہا کرتے تھے: ”جب (حج کے سفر کے بعد) اونٹوں سے سفر کی مشقت کے آثار زائل ہو جائیں، راستوں سے (حاجیوں کے قافلوں کے) نشانات مٹ جائیں اور ماہِ صفر آ جائے تو تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہوگا۔“

فوائد: مشرکین کا نظریہ یہ تھا کہ حج کے بعد بھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم ہونے تک عمرہ نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی چیز کو وہ اس کلام میں بیان کر رہے ہیں۔ لیکن اعتراض یہ ہے کہ ذوالحجہ کے بعد محرم کا مہینہ آتا ہے، لیکن مشرکین اس شعر میں صفر کا ذکر کر رہے ہیں، جو کہ محرم کے بعد آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین اپنے مقاصد کی خاطر حرمت والے مہینوں کی ترتیب تبدیل کر دیتے تھے، یہاں انھوں نے محرم کو صفر کی جگہ پر اور صفر کو محرم کی جگہ پر رکھ دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حرمت والے تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگاتار ہیں، اب اس میں ان کے لیے تنگی اور مشکل تھی کہ وہ لگاتار تین مہینوں تک لڑائی وغیرہ سے رکیں رہیں، اس لیے ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے بعد محرم کی بجائے وہ صفر کا مہینہ فرض کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس ظلم کو یوں بیان کیا ہے: ﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤْطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءَ

(۴۱۰۵) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۱۰۶) تخریج: حديث صحيح - أخرجه ابو داود: ۱۹۸۷ (انظر: ۲۳۶۱)

اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ۔..... ”مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے، اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں، ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں، پھر اسے حلال بنالیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے، انہیں ان کے برے کام بھلے دکھادیئے گئے ہیں اور اللہ کا فر قوم کی رہنمائی نہیں فرماتا۔“ (سورہ توبہ: ۳۷) لیکن اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کو یہ شعور بھی نہیں ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینے کون سے ہیں اور وہ کب شروع ہوتے ہیں، اس لیے وہ ان مہینوں کے آداب بجالانے سے مکمل طور پر غافل ہیں۔ حرمت والے مہینے چار ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، ان کا ادب یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ان کی حرمت کو پامال نہ کیا جائے۔

(۴۱۰۷) عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ لِأَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَتَّى مَنَى تَضِلُّ النَّاسَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا ذَاكَ يَا عُرْوَةُ؟ قَالَ: تَأْمُرُنَا بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَقَدْ نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ فَعَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ عُرْوَةُ: كَأَنَّا هُمَا أَتَبَعَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَعْلَمَ بِهِ مِنْكَ۔ (مسند احمد: ۲۲۷۷)

عروہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابن عباس! آپ کب تک لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے؟ انہوں نے کہا: عروہ! کیا بات ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: آپ لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے سے منع کرتے تھے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عمل تو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہے۔ عروہ نے کہا: لیکن وہ دونوں آپ کی بہ نسبت رسول اللہ ﷺ کی زیادہ اتباع کرنے والے اور آپ ﷺ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے۔

فوائد: بلا شک و شبہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہے، دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے یہ مصلحت تھی کہ لوگ حج کے مہینوں میں لوگ حج کے لیے سفر کر کے آئیں اور پھر دوسرے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے الگ سے آئیں، تاکہ دونوں عبادتیں اپنی اپنی جگہ پر مستقل طور پر ہوں اور دونوں کے لیے الگ الگ مشقت اور خرچہ برداشت کیا جائے، دیکھیں احادیث نمبر (۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶)۔ لیکن شیخین کی اس رائے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کو ناجائز سمجھتے تھے، حدیث نمبر (۴۱۹۴) میں اور اس کی شرح میں اس بات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کا مطالعہ کریں۔

حُكْمُ الْعُمْرَةِ وَصِفَتُهَا

عمرے کے حکم اور اس کے طریقہ کا بیان

(۴۱۰۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْعُمْرَةِ أَوْاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ لَّكَ.)) (مسند احمد: ۱۴۴۵۰)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ عمرہ کے بارے میں ذرا بتلائیں کہ کیا یہ واجب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جی نہیں، لیکن اگر تم عمرہ کرو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔“

فوائد: اسی طرح درج ذیل حدیث بھی ضعیف ہے، جو انتہائی واضح طور پر عمرہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيضَتَانِ.)) حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔“ (ابن عدی)

(۴۱۰۹) عَنْ عُمَرَوِ بْنِ دِينَارٍ ذَكَرُوا الرَّجُلَ يُهْلُ بِعُمْرَةٍ فَيَحِلُّ، هَلْ لَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِغَنَى امْرَأَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: لَا حَتَّى يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَسَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالنَّبِيِّ سَبْعًا فَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (مسند احمد: ۴۶۴۱)

عمرہ بن دینار کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بات ذکر کی کہ ایک آدمی عمرے کا احرام باندھتا ہے، پھر وہ احرام کھول دیتا ہے تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے، پھر ہم نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: نہیں، جب تک وہ صفا مروہ کی سعی نہ کر لے، اس وقت تک یہ کام نہیں کر سکتا، پھر ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں

بہترین نمونہ ہے۔“ (سورۃ احزاب: ۲۱)

(۴۱۰۸) اسنادہ ضعیف، الحجاج بن ارطاة مدلس وقد عنعن۔ أخرجه الترمذی: ۹۳۱ (انظر: ۱۴۳۹۷)
(۴۱۰۹) تخريج: أخرجه البخاری: ۳۹۵، ۳۹۶، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، وأخرجه الشطر الثانی منه مسلم: ۱۲۳۴ (انظر: ۳۶۴۱)

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ مشہور حدیث جبریل میں ہے: جب جبریل علیہ السلام نے اسلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِلَّا سَلَامٌ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَّ نُقُيْسَ الصَّلَاةِ وَتَوَاتِي الزَّكَاةِ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ وَتَعْتَمِرَ وَتَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ وَتُتِمَّ النُّصُوءَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ - قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَنَا مُسْلِمٌ؟ قَالَ: نَعَمْ..... اسلام یہ ہے کہ تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کاج اور عمرہ کرے اور غسل جنابت کرے اور وضو مکمل کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔“ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: جب میں یہ امور سرانجام دوں گا تو کیا میں مسلمان ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ (صحیح ابن خزیمہ: ۳/۱)

(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْنَهُنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))..... ”جی ہاں، ان پر جہاد ہے، لیکن اس میں کوئی قتال نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ۔“ (سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱) ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَعَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ۔ قَالَ: ((الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ هُوَ جِهَادُ النِّسَاءِ))..... اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ”حج اور عمرہ عورتوں کا جہاد ہیں۔“ اس حدیث میں ”علی“ کا کلمہ وجوب کا فائدہ دینے میں ظاہر ہے۔

(۳) صبی بن معبد نے کہا: ((رَأَيْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوبَيْنِ عَلَى قَاهَلَتُ بِهِمَا فَقَالَ لَهُ: هُدَيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ)) میں نے حج اور عمرہ کو اپنے آپ پر فرض پایا، اس لیے ان دونوں کا تبلیہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تجھے تیرے نبی کی سنت کے مطابق ہدایت دی گئی ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۷۹۹) سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ عمرہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ جبکہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام نخعی وغیرہ کا خیال ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے، بلکہ سنت ہے۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں اور اس کے وجوب کی کوئی صریح دلیل بھی نہیں۔ لیکن فوائد میں مذکورہ تین دلائل عمرہ کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ وَاعْتَمَرَ

اس چیز کا بیان کہ نبی کریم ﷺ نے کتنے حج اور کتنے عمرے کیے؟

(۴۱۰) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَزَا تِسْعَ سِدَاتِ يَدِهِ بِنِ اِرْقَمِ بْنِ النَّخَعَةِ مَرُّوًى هُوَ كَهْرَسِ رُسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي النِّجْدِ نَفْسًا
انیس غزوے کیے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا، جو کہ

(٤١١٠) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٥٤ (انظر: ١٩٢٩٨)

عَشْرَةَ، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً، حَجَّةَ الْوَدَاعِ، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: (قبل از ہجرت) مکہ میں کیا تھا۔
وَبِمَكَّةَ أُخْرَى۔ (مسند احمد: ۱۹۵۱۳)

فوائد: ”کتاب السیرۃ النبویہ“ میں آپ ﷺ کے غزووں کی تفصیل آئے گی۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد بالاتفاق ایک ہی حج کیا تھا، جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں، آپ ﷺ نے یہ فریضہ ۱۰ میں ادا کیا تھا۔

(۴۱۱۱) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: كَمْ إِعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، عُمَرَتُهُ الَّتِي صَدَّ عَنْهَا الْمُشْرِكُونَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَتُهُ أَيْضًا فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَتُهُ حِينَ قَسَمَ غَنِيمَةَ حُنَيْنٍ مِنَ الْجِغَرَانَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَتُهُ مَعَ حَجَّتَيْهِ۔ (مسند احمد: ۱۳۶۰۰)

قنادہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا: چار، پہلا وہ عمرہ جس سے مشرکوں نے آپ ﷺ کو روک دیا تھا، یہ ذی قعدہ میں تھا، دوسرا جو اگلے سال کیا تھا، یہ بھی ذی قعدہ میں تھا، تیسرا جو غزوہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت ہجرانہ سے کیا تھا اور یہ بھی ذی قعدہ میں تھا، اور چوتھا جو آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا تھا۔

(۴۱۱۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ، عُمَرَةَ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَعُمَرَةَ الْقَضَاءِ وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِغَرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتَيْهِ۔ (مسند احمد: ۲۹۵۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کئے، ایک عمرہ حدیبیہ، دوسرا عمرہ قضا، تیسرا ہجرانہ مقام سے اور چوتھا حج کے ساتھ۔

فوائد: نبی کریم ﷺ نے کل چار عمرے کیے:

- ۱۔ عمرہ حدیبیہ، جو مکمل نہیں ہوا تھا، بلکہ آپ ﷺ راستے سے واپس آ گئے تھے، یہ ذوالقعدہ ۶ھ کا واقعہ تھا۔
- ۲۔ عمرہ قضا، یہ وہ عمرہ ہے جو آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق اگلے سال ادا کیا تھا، یہ ذوالقعدہ ۷ھ کا واقعہ تھا، اس سے مراد قضائی والا عمرہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مشرکوں کے ساتھ قضا (فیصلہ) کے نتیجے میں ہوا تھا۔

- ۳۔ عمرہ ہجرانہ، جب آپ ﷺ غزوہ حنین اور غزوہ طائف سے فارغ ہو کر ہجرانہ مقام پر پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا تو

(۴۱۱۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ومسلم: ۱۲۵۳ (انظر: ۱۳۵۶۵)

(۴۱۱۲) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔ أخرجه ابوداود: ۱۹۹۳، وابن ماجه: ۳۰۰۳، والترمذی: ۸۱۶ (انظر: ۲۹۵۴)

اس دوران یہ عمرہ ادا کیا تھا یہ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں پیش آیا تھا۔

۳۔ حجۃ الوداع کے ساتھ والا عمرہ، آپ ﷺ نے حج قرآن کیا تھا، یعنی ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ کی ادائیگی مکمل کی تھی، آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں حجۃ الاسلام ادا کیا تھا۔
بر عمرے کی اس کی مخصوص باب میں وضاحت آرہی ہے۔

(۴۱۱۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِعْتَمَرَ ثَلَاثَ عُمَرٍ، کریم ﷺ نے تین عمرے کئے تھے اور یہ سارے ذوالقعدہ
كُلُّ ذَلِكَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ يَلْبِي حَتَّى يَسْتَلِمَ میں تھے، آپ ﷺ تلبیہ جاری رکھتے، یہاں تک حجر اسود کا
الْحَجَرِ۔ (مسند احمد: ۶۶۸۶) اسلام کر لیتے۔

فوائد: انھوں نے حج کے ساتھ والا عمرہ شمار نہیں کیا، معلوم ہوا کہ عمرہ کے موقع پر احرام باندھنے سے لے کر طواف شروع کرنے تک تلبیہ جاری رکھا جائے گا۔
(۴۱۱۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَلَقَدْ اِعْتَمَرَ ثَلَاثَ عُمَرٍ۔ (مسند احمد: ۲۶۴۳۵)

فوائد: اس حدیث میں بھی حجۃ الوداع والے عمرے کا ذکر نہیں کیا گیا۔
(۴۱۱۵) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سُئِلَ كَيْفَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: مَرَّتَيْنِ، فَقَالَتْ: عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَدْ اِعْتَمَرَ ثَلَاثَةَ، سِوَى الَّتِي قَرَعَهَا بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ۵۳۸۳)

فوائد: صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے چار عمرہوں کا تذکرہ کیا ہے، اس حدیث میں حدیبیہ اور حجۃ الوداع والے عمرہوں کا تذکرہ نہیں کیا گیا، کیونکہ آپ ﷺ کو اول الذکر

(۴۱۱۳) تخریج: حسن لغیرہ (انظر: ۶۶۸۶)
(۴۱۱۴) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۹۷ (انظر: ۲۵۹۱۰)
(۴۱۱۵) تخریج: صحیح بالشواہد۔ أخرجه ابوداود: ۱۹۹۲، وأخرجه البخاری: ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۴۲۵۴، ۴۲۵۳، ومسلم: ۱۲۵۵ مطولا بلفظ: یا ام المؤمنین! الا تسمعی ما یقول ابو عبد الرحمن؟ یقول: اعتمر رسول الله ﷺ اربعاً، احداهن فی رجب؟ فقالت: یرحم الله ابا عبد الرحمن، أما انه لم یعتمر عمره الا وهو شاهدا، وما اعتمر شیئا فی رجب۔ (انظر: ۵۳۸۳)

سے روک لیا گیا تھا اور مؤخر الذکر حج کے ساتھ ملا ہوا تھا، دوسرے دو عمروں کی طرح مستقل نہیں تھا۔

عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ

عمرہ حدیبیہ کا بیان

(۴۱۱۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارٌ فُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَذِيهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ، فَصَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ يَغْتَمِرُوا الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلُ السِّلَاحَ عَلَيْهِمْ (وَفِي لَفْظٍ: وَلَا يَحْمِلُ سِلَاحًا) إِلَّا سُيُوفًا وَلَا يُقِيمُ بِهَا إِلَّا مَا أَحْبَبُوا، فَأَعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَدَخَلَهَا نَحْمًا كَانَ صَالِحَهُمْ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ ثَلَاثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ۔ (مسند احمد: ۶۰۶۷)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے، لیکن کفار قریش آپ ﷺ اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، اس لیے آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی ہدی کا جانور ذبح کر دیا اور اپنا سر منڈوا لیا، اور ان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان آئندہ سال عمرہ کے لئے آسکیں گے اور ان میں سے کوئی مسلح نہ ہوگا، البتہ ان کے پاس صرف تلواریں ہوں گی اور وہ اس وقت تک ٹھہر سکیں گے، جب تک کفار چاہیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے آئندہ سال آکر عمرہ کیا، معاہدہ کے مطابق آپ ﷺ تشریف لائے، جب آپ ﷺ نے تین دن قیام کر لیا تو انہوں نے کہا کہ اب آپ ﷺ چلے جائیں، پس آپ ﷺ چلے آئے۔

فوائد: نبی کریم ﷺ اس موقع پر ذوالقعدہ کے شروع میں ۶ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے تھے، یہ سوموار کا دن تھا۔

(۴۱۱۷) عَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَا: قَلَّدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِالْعُمْرَةِ، وَحَلَقَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِي عُمْرَتِهِ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ، وَنَحَرَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ۔ (مسند احمد: ۱۹۱۲۸)

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدی کے جانوروں کو قلا دے ڈالے، ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کے پہلوؤں پر علامتی چیرا دیا اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے، لیکن حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ نے سر منڈوا دیا اور اپنے صحابہ کو بھی یہی کچھ کرنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے سر منڈوانے سے پہلے ہی کو نحر کیا تھا اور صحابہ کو بھی یہی حکم دیا۔

فوائد: ”کتاب الہدایا و الضحایا“ میں ہدی اور قربانی کے احکام کی تفصیل بیان ہوگی۔

(۴۱۱۶) تخریج: حدیث صحیح لغیرہ۔ أخرج البخاری: ۲۷۰۱، ۲۵۰۲ مثله (انظر: ۶۰۶۷)

(۴۱۱۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۱۱، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ (انظر: ۱۸۹۲۰)

عُمْرَةُ الْقَضَاءِ

عمرہ قضا کا بیان

(۴۱۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ اعْتَمَرَ، فَطَافَ وَطَفْنَا مَعَهُ، وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكُنَّا نَسْتَرُّهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُبْصِيهِ أَحَدٌ بِشَيْءٍ۔ (مسند احمد: ۱۹۳۴۰)

(۴۱۱۹) عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ: أَدْخَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْبَيْتَ فِي عُمْرَتِهِ؟ قَالَ: لَا۔

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں۔

(مسند احمد: ۱۹۳۳۶)۔

نوائد: اس عمرہ کو عمرہ قضیہ، عمرہ صلح اور عمرہ قصاص بھی کہتے ہیں، عمرہ قضاء کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ عمرہ اس فیصلے کے مطابق تھا، جو آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر مشرکوں کے ساتھ کیا تھا، اس سے مراد قضائی والا عمرہ نہیں ہے، کیونکہ جس کو راستے میں روک دیا جائے، اس پر قضائی واجب نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ عمرہ قضاء کے موقع پر کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوئے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے ہوا تھا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، وضاحت آگے آرہی ہے۔

عُمْرَةُ الْجُعْرَانَةِ

عمرہ جہرانہ کا بیان

(۴۱۲۰) عَنْ مُحَرَّرِ بْنِ الْكُفَيْيِ الْخُزَاعِيِّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجَعْفَرَانَةِ ،
سَيِّدًا مَحْرُشًا كَعَمَى خِزَاعِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ
عمرہ کرنے کے لیے رات کو جعرانہ سے روانہ ہوئے اور رات کو

(٤١١٨) تخريج: أخرجه البخاري: ٤١٨٨ (انظر: ١٩١٢٩)

(٤١١٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٠٠، ١٧٩١، ومسلم: ١٣٣٢ (انظر:)

(٤١٢٠) اسنادہ حسن۔ آخر جہ ابوداؤد: ١٩٩٦، والترمذی: ٩٣٥، والنسائی: ٥/ ٢٠٠ (انظر: ١٥٥١٩)

مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا، پھر اسی رات کو وہاں سے نکل آئے اور صبح کے وقت جمرانہ میں تھے، ایسے لگ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے جمرانہ میں ہی رات گزاری ہے، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ جمرانہ سے وادی سرف کی طرف نکلے اور سرف سے نکلنے والے مدینہ منورہ والے راستے پر آ گئے۔ سیدنا محرش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ کے اس عمرہ کی اطلاع نہ ہو سکی، ایک روایت میں ہے: میں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف دیکھا گویا وہ (صفائی ستھرائی میں) چاندی کی لڑی تھی۔

حِينَ أَمْسَى مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ مَكَّةَ لَيْلًا فَقَضَى عُمْرَتَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ بِالنَّجْفَةِ كَبَائِبَ حَتَّى إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَرَجَ مِنَ النَّجْفَةِ فِي بَطْنِ سَرْفٍ، حَتَّى جَامَعَ الطَّرِيقَ طَرِيقَ الْمَدِينَةِ بِسَرْفٍ، قَالَ مُحَرِّشٌ: فَلِذَلِكَ خَفِيَ عُمْرَتُهُ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: فَتَنَظَرْتُ إِلَى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةٌ فَضَّةٍ - مسند احمد: ۱۵۶۰۴)

فوائد: نبی کریم ﷺ نے ۸ھ میں ہونے والے غزوہ حنین کی غنیمتیں جمرانہ کے مقام پر تقسیم کی تھیں، یہ مقام مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ہے اور مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے، آپ ﷺ اس موقع پر راتوں رات عمرہ کر کے واپس آ گئے تھے۔ اس عمرے کا انکار کرنے والوں کو اس کا علم نہیں ہو سکا تھا۔

الْعُمْرَةُ فِي رَجَبٍ

ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کا بیان

مجاہد کہتے ہیں: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، ہم ان کے ساتھ بیٹھ گئے، وہاں کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! یہ کون سی نماز ہے؟ انھوں نے کتنے کہا: یہ بدعت ہے۔ ہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟ انھوں نے کہا: چار اور ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ یہ سن کر ہم اس سے شرمائے گئے کہ ان کی غلطی کی نشاندہی کر سکیں، اتنے میں ہم نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی، عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: ام المؤمنین! کیا آپ سن نہیں رہیں کہ ابو عبد الرحمن کیا کہہ رہے ہیں، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے

(۴۱۲۱) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا نَحْنُ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَجَالَسْنَاهُ قَالَ: فَإِذَا رَجَالٌ يُصَلُّونَ الضُّحَى، فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالَ: بِدْعَةٌ، فَقُلْنَا لَهُ: كَمْ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَ: فَاسْتَحْيَيْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ، قَالَ: فَسَمِعْنَا اسْتِنَانًا أَمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ لَهَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ! أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ يَقُولُ: اعْتَمَرَ رَسُولُ

اللہ ﷻ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَقَالَتْ: اور ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ یہ سن کر سیدہ نے کہا: اللہ يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَعْتَمِرْ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے، آپ ﷺ نے جو بھی عمرہ کیا، وہ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهَا، وَمَا اعْتَمَرَ شَيْئًا اس موقع پر حاضر ہوتے تھے، بہر حال آپ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ (مسند احمد: ۶۱۲۶)

فوائد: نمازِ چاشت مسنون اور فضیلت والا عمل ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اسے بدعت کہنے سے مراد اس نماز کو مسجد میں ظاہر کرنا اور اکٹھے ہو کر اس کو ادا کرنا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جو عمل جس انداز میں عہد نبوی میں سرانجام دیا گیا، اس کو اسی حالت میں برقرار رکھنا چاہیے، درج ذیل روایت سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں اکٹھے ہو کر نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے دیکھا، ان پر انکار کیا اور کہا: اگر یہ نماز لازمی طور پر پڑھنی ہی ہے تو اس کو اپنے گھروں میں ادا کرو۔ (ابن ابی شیبہ: ۴۰۵ / ۲)

(۴۱۲۲) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَّانٍ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ، مُسْتَنْدِسِينَ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِنَّا لَنَسْمَعُهَا، تَسْتَنُّ، قُلْتُ: أَمَّا! مَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قُلْتُ: يَقُولُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَغْفِرُ اللَّهُ لِأَبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، نَيْسَى، مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَجَبٍ قَالَ: وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُ فَمَا قَالَ لَا وَلَا نَعَمْ، سَكَتَ۔ (مسند احمد: ۲۴۷۸۳)

(دوسری سند) عروہ بن زبیر کہتے ہیں: میں اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور ہم ان کے مساوک کرنے کی آواز سن رہے تھے، میں نے کہا: اماں جان! کیا آپ نے ابو عبد الرحمن کی بات نہیں سنی؟ انھوں نے کہا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا: وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا، انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن کو بخشے، وہ بھول گئے ہیں، آپ ﷺ نے تو رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ ساری بات سن رہے تھے، لیکن انھوں نے نہ منفی میں کچھ کہا اور نہ اثبات میں، بلکہ خاموش رہے۔

فوائد: نبی کریم ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ ادا نہیں کیا تھا، تین عمرے ذوالقعدہ میں ادا کیے اور ایک ذوالحجہ میں، دوسری روایت کے مطابق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا خاموش ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا، یا وہ بھول گئے تھے یا کوئی شک پڑ گیا تھا۔

صِفَةُ حَجِّ النَّبِيِّ ﷺ نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت کا بیان

تنبیہ: ہم ابتداء میں ہی حج و عمرہ کا طریقہ ان کے تمام گوشوں کا احاطہ کر کے بیان کر چکے ہیں، اس لیے آئندہ

صرف ضروری تفصیلات کا جائزہ لیا جائے گا۔

جعفر کے والد کہتے ہیں: ہم سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کیا پاس گئے، جبکہ وہ ان دنوں بنو سلمہ محلے میں مقیم تھے، ہم نے ان سے نبی کریم ﷺ کے حج کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نو سال بسر کئے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ نے حج نہیں کیا، اس کے بعد لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ اس سال رسول اللہ ﷺ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہ اعلان سن کر بے شمار لوگ مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے، ہر آدمی چاہتا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرے اور وہی افعال کرے جو آپ ﷺ سرانجام دیں، چنانچہ ذی قعدہ کے دس روز باقی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر شروع کر دیا، ہم بھی آپ ﷺ کی معیت میں روانہ ہو گئے۔ جب ہم ذوالحلیفہ مقام پر پہنچے تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اب وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”غسل کر کے لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے، جب آپ ﷺ کی سواری ”بداء“ پر سیدھی ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ کلمہ توحید پڑھا: ”لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ“ (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے

(۴۱۲۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا جَعْفَرُ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَنِي سَلَمَةَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَكَتَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحْجَّ ثُمَّ أُذِّنَ فِي النَّاسِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَاجٌّ هَذَا الْعَامَ، قَالَ: فَتَزَلَّ الْمَدِينَةُ بَشَرٌ كَثِيرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَحْجَّ وَيَأْتِمَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَفْعَلَ مِثْلَ مَا يَفْعَلُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَشْرِ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ نَفَسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: ((اغْتَسِلِي، ثُمَّ اسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ ثُمَّ أَهْلِيْ-)) فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَافَتُهُ عَلَى الْبِدَاءِ أَهْلٌ بِالتَّوْحِيدِ ((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ)) وَلَبَّيْ النَّاسُ، وَالنَّاسُ يَزِيدُونَ ذَا الْمَعَارِجِ، وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ

(۴۱۲۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۴۴۰)

ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)، آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی تبلیہ پڑھا، لوگ اپنے تبلیہ میں ”ذَا الْمَعَارِجِ“ (اے بلندیوں والے) وغیرہ کے الفاظ بھی بڑھا رہے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے یہ الفاظ سنے، مگر آپ ﷺ نے ان کو کچھ نہ کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا، تاحۃ نظر انسان ہی انسان تھے، کوئی سوار تھا اور کوئی پیدل۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے، آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا اور آپ ﷺ ہی اس کی بہترین تفسیر جانتے تھے، جیسے جیسے آپ ﷺ نے عمل کئے، ہم بھی اسی کے مطابق کرتے گئے، ہم حج کی نیت سے روانہ ہوئے تھے، جب ہم کعبہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر تین چکروں میں ذرا تیز اور چار چکروں میں ذرا آہستہ چال چل کر بیت اللہ کا طواف کیا، اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور اس کے پیچھے آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾..... (تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔) ((سورۃ بقرہ: ۱۲۵)) رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں سورۃ اخلاص اور سورۃ کافرون کی تلاوت کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور صفا کی طرف چلے گئے اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾..... (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) (سورۃ بقرہ: ۱۵۸) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے اللہ نے ابتدا کی، ہم بھی اسی سے آغاز کریں گے، پھر آپ ﷺ صفا کے اوپر اس قدر چڑھ گئے کہ بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں آپ ﷺ نے

وَالنَّبِيُّ ﷺ يَسْمَعُ فَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ شَيْئًا، فَتَنَظَّرْتُ مَدَّ بَصَرِي، وَبَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلُ ذَلِكَ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ شِمَالِهِ مِثْلُ ذَلِكَ، قَالَ جَابِرُ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا عَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ وَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ، فَخَرَجْنَا لَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَاسْتَلَمَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثَةً وَمَشَى أَرْبَعَةً حَتَّى إِذَا فَرَغَ عَمَدَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَصَلَّى خَلْفَهُ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ قَالَ أَبِي: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَغْنَى جَعْفَرًا، فَقَرَأَ فِيهِمَا بِالتَّوْحِيدِ، وَ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ثُمَّ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ، وَخَرَجَ إِلَى الصَّفَا ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ثُمَّ قَالَ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ)) فَقَرَأَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ كَبَّرَ قَالَ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)) ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى هَذَا الْكَلَامِ، ثُمَّ نَزَلَ حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي الْوَادِي رَمَلَ، حَتَّى إِذَا

”اللہ اکبر“ کہا اور یہ دعا پڑھی: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے اپنے بندے یعنی محمد ﷺ کو سچا کر دکھایا اور وہ اکیلا تمام جماعتوں اور گروہوں پر غالب رہا) اس کے بعد آپ ﷺ نے وہاں دعائیں کیں۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ صفا سے نیچے تشریف لائے، جب آپ ﷺ وادی کے درمیان پہنچے تو آپ ﷺ دوڑے، جب بلندی شروع ہوئی تو آپ ﷺ آہستہ آہستہ چلنے لگے تاکہ مروہ پر پہنچ گئے، آپ ﷺ مروہ کے اوپر چلے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح دعائیں کیں جیسے صفا پر کی تھیں۔ جب مروہ کے پاس آپ ﷺ کا ساتواں چکر تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! جو بات مجھے اب پتہ چلی ہے، اگر یہ مجھے پہلے پتہ ہوتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا اور اس عمل کو عمرہ بنا دیتا، اب جن لوگوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ اپنے اس عمل کو عمرہ بنا لیں اور احرام کھول دیں، چنانچہ سب لوگ (جن کے پاس قربانی نہیں تھی) حلال ہو گئے۔ سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، جو اس وقت مروہ سے نیچے تھے، نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان دنوں میں عمرہ کی یہ اجازت اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر تین مرتبہ فرمایا: ”ہمیشہ کے

صَعِدَ مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرَوَةَ فَرَقَى عَلَيْهَا حَتَّى نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ عَلَيْهَا كَمَا قَالَ عَلَى الصَّفَا، فَلَمَّا كَانَ السَّابِعُ عِنْدَ الْمَرَوَةِ، قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُهُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ، وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً۔)) فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَقَالَ سَرَّاقَةُ بْنُ مَالِكٍ بْنِ جُعْشَمٍ وَهُوَ فِي أَسْفَلِ الْمَرَوَةِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ فَقَالَ: ((لِلْأَبَدِ۔)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: ((دَخَلْتَ الْعُمْرَةَ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: وَقَدِمَ عَلَى مِنَ الْيَمَنِ فَقَدِمَ بِهِدْيٍ، وَسَاقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَهُ مِنَ الْمَدِينَةِ هَذِيًّا، فَإِذَا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَدْ حَلَّتْ وَلَبِسَتْ ثِيَابَهَا صَبِيغًا، وَاکْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بِالْكُوفَةِ، قَالَ جَعْفَرٌ قَالَ أَبِي هَذَا الْحَرْفُ لَمْ يَذْكُرْهُ جَابِرٌ، فَذَهَبَتْ مُحَرِّشًا، اسْتَفْتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فِي الَّذِي ذَكَرَتْ فَاطِمَةُ، قُلْتُ إِنَّ فَاطِمَةَ لَبِسَتْ ثِيَابَهَا صَبِيغًا وَاکْتَحَلَتْ وَقَالَتْ: أَمَرَنِي بِهِ أَبِي، قَالَ: ((صَدَقْتُ صَدَقْتُ أَنَا أَمَرْتُهَا بِهِ۔)) قَالَ جَابِرٌ: وَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((بِمِ

أَهْلَتَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اِهْلٌ بِمَا
 اِهْلَلَ بِهٖ رَسُوْلُكَ ﷺ قَالَ: وَمَعِیَ الْهٰذِیْ،
 قَالَ: ((فَلَا تَحِلَّ)) قَالَ: فَكَانَتْ جَمَاعَةُ
 الْهٰذِیْ الَّذِیْ اَتٰی بِهٖ عَلِیُّ ﷺ مِنَ الْیَمَنِ
 وَالَّذِیْ اَتٰی بِهٖ النَّبِیُّ ﷺ مِائَةً فَتَحَرَ رَسُوْلُ
 اللّٰهِ ﷺ بِیَدِهِ ثَلَاثَةً وَسِتِّیْنَ، ثُمَّ اَعْطٰی
 عَلِیًّا فَتَحَرَ مَا غَبَرَ، وَاَشْرَكَهٗ فِیْ هٰذِیْهِ، ثُمَّ
 اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجَعَلَتْ فِیْ قَدْرِ
 اَكْلًا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبًا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ قَالَ
 نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
 وَسَلَّمَ: ((قَدْ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنِیْ كُلُّهَا
 مَنَحَرًا)) وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: ((وَقَفْتُ
 هٰهُنَا وَعَرَفْتُ كُلُّهَا مَوْقِفًا)) وَوَقَفَ
 بِالْمُزْدَلِفَةِ، فَقَالَ: ((وَقَفْتُ هٰهُنَا،
 وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفًا)) (مسند احمد:

(۱۴۴۹۳)

لئے ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت تک عمرہ حج
 میں داخل ہو گیا ہے۔“ اُدھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے قربانی کے
 جانور ساتھ لے کر آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ
 سے یہ جانور لے کر آئے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کے
 بعد احرام کھول دیا تھا اور رنگین لباس پہن لیا تھا اور سرمہ بھی
 ڈال لیا تھا، لیکن ان کا یہ عمل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا، جب
 انہوں نے اس پر انکار کیا تو انہوں نے کہا: مجھے تو رسول
 اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں یہ
 بات بیان کی تھی کہ وہ غصے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی
 خدمت میں گیا اور کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رنگ دار کپڑے پہن
 لئے ہیں اور سرمہ بھی ڈال لیا ہے اور کہتی ہے کہ اس کو اس کے
 والد (ﷺ) نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ نے
 فرمایا: ”وہ ٹھیک کہتی ہے، (تین بار فرمایا) میں نے ہی اسے یہ
 حکم دیا تھا۔“ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
 سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”تم نے تبلیہ پڑھتے وقت کیا کہا
 تھا؟“ انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ جس طرح کی نیت
 رسول اللہ ﷺ کی ہے، میری بھی وہی ہے۔ آپ ﷺ
 نے فرمایا: ”تو پھر میرے پاس تو قربانی کا جانور ہے، لہذا تم
 بھی احرام کی حالت میں ہی ٹھہرو۔“ رسول اللہ ﷺ مدینہ
 منورہ سے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے جو جانور لے کر آئے
 تھے، ان کی مجموعی تعداد (۱۰۰) تھی، رسول اللہ ﷺ نے
 (۶۳) اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے اور باقی اونٹ
 سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے، آپ ﷺ نے انہیں قربانی میں
 شریک کیا تھا، پھر آپ ﷺ نے ہر اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا لے
 کر پکانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ گوشت ایک ہنڈیا میں ڈال کر پکایا
 گیا، آپ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھایا اور اس کا

شور بہ نوش کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تو یہاں جانور ذبح کئے ہیں، تاہم پورا منی قربان گاہ ہے۔“ آپ ﷺ نے عرفہ میں ایک مقام پر قیام کیا اور فرمایا: ”میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے، تاہم پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔“ آپ ﷺ نے مزدلفہ میں ایک مقام پر وقوف کیا اور فرمایا: ”میں نے تو یہاں ٹھہرا ہوا ہوں، تاہم پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔“

فوائد: ملا علی قاری نے ”مرقاۃ المفاتیح“ میں کہا: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ نوے ہزار (۹۰,۰۰۰) صحابہ تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ، تیس ہزار تھی۔ آپ ﷺ ہدی کے جو اونٹ مدینہ منورہ سے لے کر گئے تھے، ان کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تھی، باقی سینتیس (۳۷) اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے۔

(۴۱۲۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ بِنَحْوِهِ، إِلَى قَوْلِهِ: ((لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَذْبَرْتُ مَا سُفِّتُ الْهَدْيَ)) ثُمَّ قَالَ: ((وَلَوْ لَمْ أَسْقِ الْهَدْيَ لَأَخْلَلْتُ، أَلَا فَخُذُوا مَنَاسِكُكُمْ)) قَالَ: فَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلْيَتِهِمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، وَأَرَادُوا التَّوَجُّعَ إِلَى مَنَى، أَهْلُوا بِالْحَجِّ، قَالَ: فَكَانَ الْهَدْيُ عَلَى مَنْ وَجَدَ، وَالصِّيَامُ عَلَى مَنْ لَمْ يَجِدْ، وَأَشْرَكَ بَيْنَهُمْ فِي هَذِيهِمْ، الْجَزُورُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَكَانَ طَوَافُهُمْ بِالنَّبِيتِ وَسَعْيُهُمْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِهِمْ وَعُمْرَتِهِمْ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا۔

(دوسری سند) آپ ﷺ کے اس فرمان تک تو یہ حدیث اسی طرح مروی ہے: ”جو بات مجھے اب پتہ چلی ہے، اگر یہ مجھے پہلے پتہ ہوتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں قربانی کا جانور ہمراہ نہ لایا ہوتا تو میں بھی اب حلال ہو جاتا، خبردار! تم احکام حج سیکھ لو۔“ یہ سن کر لوگ حلال ہو گئے، جب ترویہ کا دن یعنی ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی اور لوگ منی کی طرف جانے لگے تو انہوں نے حج کا تلبیہ پڑھا، استطاعت رکھنے والوں پر قربانی تھی اور قدرت نہ رکھنے والوں پر روزے تھے، رسول اللہ ﷺ نے گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات آدمیوں کو شریک کیا اور جو لوگ حج (قرآن) کر رہے تھے، ان کا حج اور عمرے دونوں کے لیے ایک ایک طواف اور ایک ایک سعی تھی۔

(مسند احمد: ۱۵۰۰۶)

(۴۱۲۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا، اس وقت آپ ﷺ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے یہاں وقوف کیا ہے، تاہم سارا عرفہ جائے وقوف ہے۔“ پھر آپ ﷺ ذرا تیز چلے اور لوگ بھی دائیں بائیں پھیل گئے، آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”لوگو! سکون سے، لوگو! آرام سے۔“ یہاں تک کہ آپ ﷺ چلتے چلتے مزدلفہ میں پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے دو نمازیں (مغرب اور عشاء) جمع کر کے ادا کیں، پھر آپ ﷺ مزدلفہ ہی میں ٹھہر گئے اور ”قُزَح“ نامی بلند جگہ پر وقوف کیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے یہاں وقوف کیا ہے، تاہم سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔“ پھر آپ ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے، تیز چلے، لوگ آپ ﷺ کے دائیں بائیں تھے، آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے جا رہے تھے: ”لوگو! سکون سے، آرام سے۔“ یہاں تک کہ آپ ﷺ وادی حمر تک جا پہنچے، وہاں آپ ﷺ نے اپنی سواری کو کوڑا مارا اور دوڑایا یہاں تک کہ وادی حمر پار کر گئے، پھر پہلی رفتار سے چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے منیٰ میں جا کر جمرہ (عقبہ) کی رمی کی، اس کے بعد آپ ﷺ قربان گاہ میں گئے اور فرمایا: ”یہ قربان گاہ ہے، تاہم پورا منیٰ قربان گاہ ہے۔“ بنو شعم کی ایک نوجوان خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے پوچھا: میرا والد کافی بوڑھا ہو چکا ہے، جبکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج لازم ہو چکا ہے، لیکن وہ خود ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“

(۴۱۲۵) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ مُرْدِفُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ)) ثُمَّ دَفَعَ بِسَيْرِ الْعَنْقِ، وَجَعَلَ النَّاسُ يَضْرِبُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُولُ: ((السَّكِينَةُ أَيُّهَا النَّاسُ! السَّكِينَةُ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتَّى جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ)) ثُمَّ دَفَعَ وَجَعَلَ بِسَيْرِ الْعَنْقِ وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُولُ: ((السَّكِينَةُ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتَّى جَاءَ مُحَسِّرًا فَقَرَعَ رَاحِلَتَهُ، فَخَبَبَ حَتَّى خَرَجَ، ثُمَّ عَادَ لِسَيْرِهِ الْأَوَّلِ حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ، ثُمَّ جَاءَ الْمَنْحَرَةَ فَقَالَ: ((هَذَا الْمَنْحَرُ وَكُلُّ مَنْحَرٍ)) ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ شَابَةٌ مِنْ خَنْعَمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ وَقَدْ أَفْنَدَ، وَأَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللَّهِ فِي الْحَجِّ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَدَائَهَا فَيُجْزَى عَنْهُ أَنْ أُودِيَهَا عَنْهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَعَمْ)) وَجَعَلَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْهَا، ثُمَّ أَنَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ الْجَمْرَةَ وَأَفْضْتُ وَلَيْسْتُ وَلَمْ أَحْلِقْ، قَالَ: ((فَلَا حَرَجَ، فَاحْلِقْ)) ثُمَّ

أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ وَحَلَفْتُ
وَلَيْسْتُ وَلَمْ أَنْحَرْ، فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ
فَإَنْحَرْ.)) ثُمَّ أَقَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا
بِسَجَلٍ مِنْ مَاءٍ زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْهُ وَتَوَضَّأَ،
ثُمَّ قَالَ: ((انْزِعُوا يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ!
فَلَوْلَا أَنْ تُغْلِبُوا عَلَيْهَا لَنَزَعْتُ.)) قَالَ
الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي رَأَيْتُكَ تَصْرِفُ
وَحَهُ ابْنِ أَخِيكَ، قَالَ: ((إِنِّي رَأَيْتُ غُلَامًا
شَابًا وَجَارِيَةً شَابَةً فَخَشِيتُ عَلَيْهِمَا
الشَّيْطَانَ.)) (مسند احمد: ٥٦٤)

پھر آپ ﷺ نے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے چہرے کو اس
عورت سے دوسری طرف کو پھیر دیا، پھر ایک آدمی آپ ﷺ
کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی اور طواف افاضہ
کرنے کے بعد احرام کھول کر لباس پہن لیا ہے، مگر ابھی تک
سر نہیں منڈوا سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں،
اب سر منڈالو۔“ ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی
اور طواف افاضہ کر کے لباس پہن لیا ہے، لیکن ابھی تک قربانی
نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے، تم اب
قربانی کرلو۔“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ
کیا اور مائے زمزم کا ایک ڈول منگوا کر اس سے پانی پیا اور وضو
بھی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنو عبد المطلب! اگر
اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں
بھی کنوئیں سے پانی نکالتا، اب تم پانی نکال نکال کر حاجیوں کو
پلاؤ۔“ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں
نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے بھتیجے (فضل رضی اللہ عنہ) کا رخ
دوسری طرف پھیر دیا تھا، اس کی وجہ کیا تھی؟ آپ ﷺ نے
فرمایا: ”میں نے ایک نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکی کو دیکھا اور
مجھے ان پر شیطان کے حملے کا اندیشہ ہونے لگا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے
جنتہ الوداع کے موقع پر حج کے ساتھ عمرہ کیا اور آپ ﷺ
ذوالحلیفہ سے قربانی کا جانور ہمراہ لے گئے تھے۔ آپ ﷺ
نے احرام کے دوران پہلے عمرہ اور پھر حج کا تلبیہ پڑھا اور
لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے ساتھ عمرہ
بھی کیا، کچھ لوگ تو قربانی کا جانور ہمراہ لے گئے تھے، لیکن کچھ
لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، رسول اللہ ﷺ

(٤١٢٦) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: تَمَتَّعَ النَّبِيُّ ﷺ
فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي
الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَهْلَلَ
بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهْلَلَ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَإِنَّ

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ”جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہے، ان پر احرام کی وجہ سے جو حلال چیز حرام ہو چکی ہے، وہ حج پورا ہونے تک حلال نہیں ہوگی، لیکن جن کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مردہ کی سعی کے بعد بال کٹوا کر احرام کھول دیں، پھر وہ حج کے لیے علیحدہ احرام باندھیں گے اور قربانی کریں گے، جو آدمی قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین روزے حج کے ایام میں اور سات روزے گھر جا کر رکھے گا۔“ پھر رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ آئے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا، سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لیا، اس کے بعد بیت اللہ کے گرد سات چکروں میں سے پہلے تین میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور باقی چار میں عام رفتار سے چلے، طواف مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مقام ابراہیم کے قریب دو رکعتیں ادا کی اور جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو صفا پر تشریف لے گئے، اور صفا مروہ کی سعی کی اور حج سے فارغ ہونے تک احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی کوئی چیز آپ ﷺ پر حلال نہ ہوئی، دس ذوالحجہ کو آپ ﷺ نے قربانی کی اور بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد آپ ﷺ پر احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی ہر چیز حلال ہو گئی، جو لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے، انھوں نے بھی اسی طرح کے اعمال سرانجام دیئے، جو رسول اللہ ﷺ نے ادا کیے تھے۔

مِنَ النَّاسِ مَن أَهْدَىٰ فَسَاقَ الْهَدَىٰ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَىٰ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَىٰ فَلْيُطْفِئْ بِالنَّبِيِّ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيَقْصِرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَذِيًّا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)) وَطَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ حَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالنَّبِيِّ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَأَنْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَذِيهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالنَّبِيِّ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنِ أَهْدَىٰ وَسَاقَ الْهَدَىٰ مِنَ النَّاسِ۔ (مسند احمد: ۶۲۴۷)

فوائد: حدیث کے شروع میں مذکور لفظ ”تَمَتَّع“ کا لغوی معنی مراد ہے، یعنی آپ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی حاصل کر لیا، جبکہ آپ ﷺ حج قرآن ادا کر رہے تھے، لغوی اعتبار سے حج قرآن پر حج تمتع کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے، اصطلاحی طور پر ان کی تعریفات میں فرق ہے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے حج کا تلبیہ پکارا تھا، پھر اس کے ساتھ عمرہ کا تلبیہ بھی شامل کر لیا۔ اس حدیث کے الفاظ ”آپ ﷺ نے احرام کے دوران پہلے عمرہ اور پھر حج کا

تلبیہ پڑھا“ سے مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ احرام کے دوران تلبیہ کہتے تو پہلے عمرے کا ذکر کرتے اور پھر حج کا، اس سے مراد ابتدائے احرام کی حالت نہیں ہے۔

(۴۱۲۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، فَلَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا انْبَعَثَ بِهِ سَبَّحَ وَكَبَّرَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءُ، ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَحْلُوا فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهْلُوا بِالْحَجِّ وَنَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَبْعَ بَدَنَاتٍ، بِيَدِهِ قِيَامًا وَضَحَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَفْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ۔ (مسند احمد: ۱۳۸۶۷)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نمازِ ظہر کی چار اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نمازِ عصر کی دو رکعتیں ادا کیں، آپ ﷺ نے وہیں رات بسر کی اور نمازِ فجر کے بعد سواری پر سوار ہو گئے، جب آپ ﷺ کی سواری آپ ﷺ کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے اللہ کی تسبیح و تکبیر بیان کی، پھر جب سواری بیداء پر بلند ہوئی تو آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پکارا۔ پھر جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حلال ہونے کا یعنی احرام کھول دینے کا حکم دیا۔ جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سات اونٹوں کو نحر کیا، جبکہ وہ کھڑے تھے اور آپ ﷺ نے مدینہ میں دو سینگ دار سفید مینڈھے بطور قربانی ذبح کئے۔

فوائد: آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے، ممکن ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو صرف سات اونٹ ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہو، آخری جملے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کا عمل بیان کر رہے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ.....))..... پھر آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں رات گزاری، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس آپ ﷺ نے نمازِ فجر ادا کی اور پھر (حج و عمرہ کے لیے) اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔

(۴۱۲۸) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ يَوْمَ الصَّدَرِ، فَمَرَّتْ بِنَا رُقَّةَ يَمَانِيَّةٍ وَرَحَالُهُمُ الْأُدْمُ وَخَطْمُ إِبِلِهِمُ الْجُرُرُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ

سعید کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج سے واپس آ رہا تھا، ہمارے قریب سے ایک یمنی قافلہ گزرا، ان کے اونٹوں کے پالان چمڑے کے اور مہاریں بالوں کی تھیں، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اس سال کے حاجیوں

(۴۱۲۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴ (انظر: ۱۳۸۳۱)

(۴۱۲۸) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین - أخرجه ابو داود: ۴۱۴۴ (انظر: ۶۰۱۶)

بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبِهِ
رُفْقَةٍ وَرَدَّتِ الْحَجَّ الْعَامَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
وَأَصْحَابِهِ إِذَا قَدِمُوا فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ فَلْيَنْظُرْ
إِلَى هَذِهِ الرُّفْقَةِ - (مسند احمد: ٦٠١٦)

میں ایسے لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہو جو حجۃ الوداع میں رسول
اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ بہت زیادہ
مشابہت رکھتے ہوں، وہ اس جماعت کو دیکھ لے۔

ذِكْرُ الْأَمْكِنَةِ الَّتِي نَزَلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَسَاجِدِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا

فِي طَرِيقِهِ بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ان مقامات اور مساجد کا تذکرہ، جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ
نے حجۃ الوداع کے سفر کے دوران قیام کیا اور نمازیں ادا کیں

(٤١٢٩) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ:
قَرَأْتُ عَلَى أَبِي قُرَّةَ مُوسَى بْنِ طَارِقٍ قَالَ:
قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَقَالَ نَافِعٌ، كَانَ
عَبْدُ اللَّهِ (بِعْنَى ابْنِ عُمَرَ) ﷺ إِذَا صَدَرَ
مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي
بِذِي الْحُلَيْفَةِ (وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ) حَدَّثَهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُعْرِسُ بِهَا حَتَّى
يُصَلِّيَ صَلَاةَ الصُّبْحِ - (مسند احمد: ٥٥٩٤)

جناب نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب
حج یا عمرہ کے بعد واپس لوٹتے تو ذوالحلیفہ کے قریب بطحاء میں
ضرور ٹھہرتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ یہاں رات بسر کیا
کرتے تھے، اور اسی مقام پر نماز فجر ادا کرتے تھے۔

(٤١٣٠) قَالَ مُوسَى (وَأَخْبَرَنِي سَالِمٌ) أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
أَتَى فِي مَعْرِسِهِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ فِي بَطْحَاءِ
مُبَارَكَةٍ - (مسند احمد: ٥٥٩٥)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے بطحاء میں رات بسر کی اور آپ ﷺ کو خواب میں بتلایا
گیا کہ آپ بابرکت وادی بطحاء میں ہیں۔

(٤١٣١) قَالَ وَقَالَ: (حَدَّثَنَا نَافِعٌ) أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الصَّغِيرِ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي
يُسْرَفُ عَلَى الرُّوحَاءِ - (مسند احمد: ٥٥٩٦)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
روحاء سے اوپر والی مسجد سے ہٹ کر چھوٹی مسجد کی جگہ پر نماز ادا
کی تھی۔

(٤١٣٠) تخریج: أخرجه البخاری: ١٥٣٥، ٢٣٣٦، ومسلم: ١٣٤٦

(٤١٣١) تخریج: أخرجه البخاری: ٤٨٥ (انظر: ٥٥٩٦)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ راستہ کی دائیں جانب رویشہ سے دو میل ہٹ کر کنکروں والی کشادہ اور نرم وادی یا میدان میں اس بڑے درخت کے نیچے تشریف رکھا کرتے تھے، جس کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے اور اب صرف تناباتی رہ گیا ہے۔

(۴۱۳۲) قَالَ: (وَقَالَ: نَافِعُ) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُونَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَيْثُ يُفْضَى مِنَ الْأَكْمَةِ دُونَ بَرِيدِ الرُّوَيْثَةِ بِمَيْلَيْنِ، وَقَدْ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ۔ (مسند احمد: ۵۵۹۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرج سے آگے نماز پڑھی تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تم عرج سے پانچ میل چلو تو ٹیلہ والی مسجد آئے گی، اس مسجد کے پاس دو تین قبریں بھی ہیں، ان قبروں پر بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں، وہاں راستہ کی دائیں جانب کچھ چٹانیں ہیں، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان چٹانوں کے بیچ میں سے عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوتے تھے، اور اس مسجد کی جگہ پر نماز ظہر ادا کرتے تھے۔

(۴۱۳۳) (وَقَالَ نَافِعُ) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ عَلَى رَأْسِ خَمْسَةِ أَمْيَالٍ مِنَ الْعَرْجِ فِي مَسْجِدٍ إِلَى هَضْبَةٍ، عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُورِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَلَى يَمِينِ الطَّرِيقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيقِ، بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ۔ (مسند احمد: ۵۵۹۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ کی داہنی جانب ہر شا سے ہٹ کر پانی کی گزرگاہ میں ایک بڑے درخت کے پاس قیام فرمایا، پانی کی یہ گزرگاہ ہر شا سے متصل ہے۔ (ایک روایت کے مطابق ہر شا کے کنارے کے ساتھ مل گئی ہے) اس کے اور راستہ کے درمیان ایک تیر کی پھینک کے برابر مسافت ہے۔

(۴۱۳۴) (وَقَالَ نَافِعُ): إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ تَحْتَ سَرْحَةٍ (وَفِي لَفْظٍ: سَرَاحٍ) عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَشَى، ذَلِكَ الْمَسِيلُ لَا صِقَ عَلَى هَرَشَى، (وَفِي لَفْظٍ: لَا صِقَ بِكُرَاعِ هَرَشَا) بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غُلُوةِ سَهْمٍ۔ (مسند احمد: ۵۵۹۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو ذی طوی میں رات بسر کرتے اور وہیں نماز فجر ادا کرتے، جس مقام پر اس وقت مسجد تعمیر کی گئی، آپ ﷺ نے یہاں نہیں، بلکہ اس سے ذرا ہٹ کر نیچے کی طرف کے ٹیلہ پر نماز ادا کی تھی۔

(۴۱۳۵) (وَقَالَ نَافِعٌ) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طَوًى، يَبْنِي بِهِ حَتَّى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الصُّبْحِ حِينَ قَدِمَ إِلَى مَكَّةَ، وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِيظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بَنَى ثُمَّ وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةٍ خَشِنَةٍ غَلِيظَةٍ۔ (مسند احمد: ۵۶۰۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی جانب دو پہاڑی راستوں کو سامنے رکھا اور ٹیلے کی ایک جانب پر جو مسجد ہے، اس سے ذرا بائیں جانب آپ ﷺ نے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر سیاہ ٹیلے کے اوپر نماز ادا کی۔

(۴۱۳۶) (قَالَ وَأَخْبَرَنِي) أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتِي الْجَبَلِ الطَّوِيلِ الَّذِي قَبْلَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بَنَى يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السُّودَاءِ يَدْعُ مِنَ الْأَكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ يُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ۔ (مسند احمد: ۵۶۰۱)

جج کے بعض اعمالِ الحج کے اسباب کا بیان

مَا رَوَاهُ أَبُو الطَّفِيلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي أَسْبَابِ بَعْضِ أَعْمَالِ الْحَجِّ

جج کے بعض اعمال کے اسباب سے متعلقہ روایت، جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو طفیل نے روایت کی

(۴۱۳۷) عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا سُرَيْجُ ابُو طَفِيلٍ كَيْتِهٖ هُنَّ: مِثْلُ مَا رَوَى سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ أَبِي طَفِيلٍ: كَمَا:

(۴۱۳۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۹۱، ۱۷۶۷، ومسلم: ۱۲۵۹ (انظر: ۵۶۰۰)

(۴۱۳۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۹۲، ومسلم: ۱۲۶۰ (انظر: ۵۶۰۱)

(۴۱۳۷) تخریج: رجاله ثقات رجال الصحيح، غير ابی عاصم الغنوی، ولمعظم هذا الحديث طرق وشواهد يتقوى بها۔ أخرجه بطوله الطيالسي: ۲۶۹۷، والطبرانی: ۱۰۶۲۸، وأخرج القطعتين الأولى والثانية منه مسلم: ۱۲۶۴ (انظر: ۲۷۰۷)

آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رمل کیا تھا، لہذا یہ عمل سنت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی یہ بات کسی حد تک درست بھی اور کسی حد تک غلط بھی، میں نے کہا: اس کا کیا مطلب کہ درست بھی ہے اور غلط بھی؟ انھوں نے کہا: ان کی یہ بات تو درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رمل کیا تھا، البتہ اس عمل کو سنت کہنا درست نہیں، یہ عمل سنت نہیں ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریشیوں نے (توہین کرتے ہوئے) حدیبیہ کے دنوں میں کہا تھا: محمد (ﷺ) اور ان کے دوستوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ لوگ اپنی موت آپ مر جائیں، جب قریش کا آپ سے اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ مسلمان آئندہ سال آ کر مکہ میں تین دن قیام کر سکیں گے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، مشرکین مکہ تعینان پہاڑ کی جانب تھے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے تین چکروں میں رمل کرو۔“ لہذا یہ عمل سنت نہیں ہے۔ ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ ﷺ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر کی تھی اور یہ عمل سنت ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی یہ بات بھی کچھ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ ان کا یہ کہنا تو درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کی سعی اونٹ پر کی تھی، لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ عمل سنت ہے، اصل بات یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے سے ہٹائے نہیں جاتے تھے، (اور وہ خود بھی آپ سے الگ اور دور نہیں ہوتے تھے) اس لئے آپ ﷺ نے اونٹ پر سعی کی تھی، تاکہ لوگوں کے ہاتھ آپ ﷺ تک نہ پہنچ سکیں اور وہ آسانی سے آپ ﷺ کی بات بھی سن لیں۔ ابو طفیل کہتے

رَبُّونُسْ قَالَا ثَنَا حَمَادُ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي طُفَيْلٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَلَ بِالنَّبِيتِ، وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، فَسَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، قُلْتُ: وَمَا صَدَقُوا وَكَذَبُوا؟ قَالَ: صَدَقُوا، رَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّبِيتِ، وَكَذَبُوا، لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّ فُرَيْشًا قَالَتْ زَمَنَ الْحَدِيثِيَّةِ: دَعَا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ حَتَّى يَمُوتُوا مَوْتَ النَّعْفِ، فَلَمَّا صَلَحُوهُ عَلَى أَنْ يَفْدُمُوا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَيَقِيمُوا بِمَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قَبْلِ قُعَيْقِعَانَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ارْمُلُوا بِالنَّبِيتِ ثَلَاثًا)) وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ. قُلْتُ: وَيَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّهُ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرٍ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، فَقَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، فَقُلْتُ: وَمَا صَدَقُوا وَكَذَبُوا؟ فَقَالَ: صَدَقُوا قَدْ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرٍ، وَكَذَبُوا لَيْسَتْ بِسُنَّةٍ، كَانَ النَّاسُ لَا يُدْفَعُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا يُصْرَفُونَ عَنْهُ، فَطَافَ عَلَى بَعِيرٍ لِيَسْمَعُوا كَلَامَهُ وَلَا تَنَالَهُ أَيْدِيهِمْ، قُلْتُ: وَيَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، قَالَ: صَدَقُوا، إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أُمِرَ بِالنَّمَايِكَ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى فَسَابَقَهُ

ہیں: میں نے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا و مردہ کے مابین دوڑے تھے اور یہ عمل سنت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان کی یہ بات درست ہے، جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج ادا کرنے کا حکم ہوا تو سعی کے موقع پر شیطان ان کے سامنے آگیا اور آگے نکل گیا، لیکن پھر ابراہیم علیہ السلام دوڑ کر اس سے آگے نکل گئے، اس کے بعد جبریل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو حجرہ عقبہ کے پاس لے گیا، وہاں شیطان ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے سات کنکر مارے، سو وہ چلا گیا، پھر جب حجرہ وسطیٰ کے قریب ان کے سامنے آیا تو انہوں نے دوبارہ اسے سات کنکر مارے، اس موقع پر ابراہیم علیہ السلام نے اسمعیل علیہ السلام کو ان کے پہلو کے بل لٹایا، وہ سفید قمیض پہنے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: ابا جان! اس قمیض کے علاوہ میرا کوئی کپڑا ایسا نہیں جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے، اس لیے اس قمیض کو اتار لیجئے تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں، جب ابراہیم علیہ السلام، اسمعیل علیہ السلام کی قمیض اتارنے لگے تو ان کے پیچھے سے یہ آواز آئی: ابراہیم! آپ نے خواب سچا کر دکھایا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر ادھر دیکھا تو وہاں ایک سفید سنگ دار خوبصورت فراخ چشم مینڈھا موجود تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم قربانی کے لئے اسی قسم کے مینڈھے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بعد جبریل علیہ السلام کو حجرہ قصویٰ کی طرف لے گئے، وہاں شیطان ایک مرتبہ پھر سامنے آیا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکر مارے، سو وہ بھاگ گیا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام مٹی کی طرف لے گئے اور بتلایا کہ یہ مٹی ہے، دوسری روایت میں ہے: انہوں نے بتلایا کہ یہ لوگوں کی قیام گاہ ہے، اس کے بعد جبریل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو مزدلفہ میں لے گئے

فَسَبَّهٖ اِبْرٰهِيْمُ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ جِبْرِیْلُ اِلٰی جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَعَرَضَ لَهُ شَیْطَانٌ (وَفِی لَفْظِ الشَّیْطَانِ) فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَیَّاتٍ حَتّٰی ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوَسْطٰی فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَیَّاتٍ، قَالَ: قَدْ تَلَّهٗ لِلْجَبِّیْنِ (وَفِی لَفْظِ وَتَمَّ تَلَّهٗ لِلْجَبِّیْنِ) وَعَلٰی اِسْمَاعِیْلَ فَمِنْصُ اَبَیضُ، وَقَالَ: یَا اَبْتَ اِنَّهٗ لَیْسَ لِی ثَوْبٌ تُكْفِنُنِیْ فِیْهِ غَیْرُهٗ فَاخْلَعُهٗ حَتّٰی تُكْفِنُنِیْ فِیْهِ، فَعَالَجَهٗ لِیَخْلَعَهٗ فَنُوْدِیْ مِنْ خَلْفِهٖ اَنْ یَّا اِبْرٰهِيْمُ! قَدْ صَدَقْتَ الرُّوْیَا فَالتَفَتَ اِبْرٰهِيْمُ فَاِذَا هُوَ بِكَبْشٍ اَبَیضٍ اَقْرَنَ اُغَیْنِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ رَاَیْتُنَا نَتَّبِعُ هَٰذَا الضَّرْبَ مِنَ الْكِبَاشِ، (قَالَ) ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ جِبْرِیْلُ اِلٰی الْجَمْرَةِ الْقُصْوٰی، فَعَرَضَ لَهُ الشَّیْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَیَّاتٍ حَتّٰی ذَهَبَ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ جِبْرِیْلُ اِلٰی مِثْنٰی قَالَ: هَٰذَا مِثْنٰی (وَفِی لَفْظِ: هَٰذَا مُنَاحُ النَّاسِ) ثُمَّ اَتٰی بِهٖ جَمْعًا، فَقَالَ: هَٰذَا الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ اِلٰی عَرَفَةَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَذَرِیْ لِمَ سُمِّیَتْ عَرَفَةُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: اِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِاِبْرٰهِيْمَ: عَرَفْتَ، (وَفِی لَفْظِ: هَلْ عَرَفْتَ؟) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمِنْ ثُمَّ سُمِّیَتْ عَرَفَةَ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَذَرِیْ كَيْفَ كَانَتْ التَّلَیَّةُ؟ قُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَتْ؟ قَالَ: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَمَّا اَمَرَ اَنْ یُّوَدَّنَ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ

خَفَضَتْ لَهُ الْجِبَالُ رُءُوسَهَا وَرُفِعَتْ لَهُ
النُّقُرُ فَأَذَّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ - (مسند

احمد: ۲۷۰۷)

اور بتلایا کہ یہ مشعر حرام ہے، اس کے بعد وہ انہیں عرفہ میں
لے گئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس نے پوچھا: جانتے ہو کہ عرفہ
کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ انھوں نے کہا:
جب جبریل، ابراہیم علیہ السلام کو یہاں لے آئے تو ان سے پوچھا:
کیا آپ یہ سب امور جان گئے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس
وجہ سے اس وادی کا نام عرفہ رکھا گیا۔ اس کے بعد سیدنا عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ تلبیہ کی ابتدا کیسے
ہوئی؟ میں نے کہا: جی کیسے ہوئی؟ انھوں نے کہا: جب ابراہیم
علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو ان کی آواز
پر پہاڑوں نے سر جھکا دیئے اور تمام آبادیاں بلند کر دی گئیں
تب انہوں نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

فوائد: یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے کہ طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا
سنت نہیں ہے، لیکن دیگر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے تمام اہل علم اس رمل کے سنت ہونے کے قائل ہیں، یہ علیحدہ
بات ہے کہ رمل کے بغیر طواف ہو جائے گا، البتہ یہ فضیلت رہ جائے گی۔

”مَشْعَر“ کے معانی ظاہری علامت کے ہیں، مزدلفہ کو مشعر حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرم کے اندر ہے۔ ایک
روایت میں ہے: جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک دکھائے، انھوں نے جواباً کہا: عَرَفْتُ، عَرَفْتُ۔ (مجھے
معرفت ہو گئی ہے، مجھے پہچان ہو گئی ہے) اس وجہ سے عرفات کا نام رکھ دیا گیا۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کہا: سیدنا
عبد اللہ بن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور کئی ایک سلف نے کہا: بیشک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ
لوگوں میں حج کا اعلان کریں، یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو گھر تعمیر کیا ہے، لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت
دی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں لوگوں کو اس چیز کی کیسے تبلیغ کروں، میری آواز تو ان تک نہیں پہنچے گی۔
اللہ تعالیٰ نے کہا: تم اعلان کر دو، پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، پس وہ مقام ابراہیم یا پتھریا صفایا البقیس پر کھڑے ہوئے
اور کہا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک گھر بنوایا ہے، پس تم اس کا حج کرو۔ ہوا یوں کہ پہاڑ پست ہو گئے، یہاں تک کہ آواز
زمین کے تمام کونوں تک پہنچ گئی اور ماؤں کے رحموں اور باپوں کی پشتوں میں جو لوگ تھے، انھوں نے بھی سن لیا اور ہر چیز
نے جواب بھی دیا۔ پتھر، کچی اینٹ، درخت اور جس نے قیامت تک حج کرنا تھا، ان سب نے سنا اور یوں جواب دیا:
لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔



الْأَحْرَامُ وَمَوَاقِيتُهُ وَصِفَتُهُ وَأَحْكَامُهُ

احرام، اس کے مَوَاقِیت، طریقے اور اس سے متعلقہ دوسرے احکام کے ابواب

مَوَاقِيتُ الْأَحْرَامِ الْمَكَانِيَّةُ مَوَاقِيتُ احرام کے مقامات کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، اہل یمن کے لئے یلمم اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو بطور میقات مقرر کیا اور فرمایا: ”یہ مَوَاقِیت ان مقامات کے لوگوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان مَوَاقِیت سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے آئیں اور جس آدمی کی قیام گاہ ان حدود کے اندر ہے، وہ جہاں سے روانہ ہوگا وہی اس کا میقات ہوگا، یہاں تک کہ مکہ والے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔“

(دوسری سند) اس میں ہے: ”اور جو لوگ اس میقات کی حد کے اندر رہتے ہیں، وہ جہاں سے سفر شروع کریں گے، وہیں سے احرام باندھیں گے، یہاں تک کہ مکہ والے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول

(۴۱۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَآ، وَقَالَ: ((وَهُنَّ وَقَّتَ لِأَهْلِيهِنَّ، وَلِمَنْ مَرَّ بِهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ، يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ مَنَزَلُهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَيْقَاتِ، فَأَهْلَا لَهُ مِنْ حَيْثُ يُنْشِئُ وَكَذَلِكَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ إِهْلَا لَهُمْ مِنْ حَيْثُ يُنْشِئُونَ.)) (مسند احمد: ۲۱۲۸)

(۴۱۳۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ، يَنْخُورُ وَفِيهِ) ((فَمَنْ كَانَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.)) (مسند احمد: ۲۲۷۲)

(۴۱۴۰) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ

(۴۱۳۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۲۶، ۱۵۲۹، ومسلم: ۱۱۸۱ (انظر: ۲۱۲۸)

(۴۱۳۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۴۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ومسلم: ۱۱۸۲ (انظر: ۴۴۵۵)

اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کہاں سے احرام باندھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جھہ، اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل میقات ہے۔“ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگوں نے ذات عرق کو قرن المنازل پر قیاس کر لیا ہے۔

رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ مَنْ أَيْنَ يُحْرِمُ؟ قَالَ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلْمَلَمَ، وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ.)) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَقَاسَ النَّاسُ ذَاتَ عَرَقٍ بِقَرْنٍ. (مسند احمد: ۴۴۵۵)

(دوسری سند) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل نجد کے لیے قرن اور اہل شام کے لیے جھہ کو میقات مقرر کیا ہے، پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ تین مقامات تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یاد کیے اور مجھے یہ بھی بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اہل یمن کے لیے یلملم ہے۔“ کسی نے ان سے پوچھا: اور اہل عراق کا میقات؟ انھوں نے کہا: ان دنوں عراق کا وجود ہی نہ تھا۔

(۴۱۴۱) (وَمِنْ طَرِيقَيْ ثَانٍ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَقَالَ: هُوَ لَاءِ الثَّلَاثِ حَفِظْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ.)) فَقِيلَ لَهُ: الْعِرَاقُ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ عِرَاقًا. (مسند احمد: ۵۱۱۱)

فوائد:..... سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ ہے کہ ان دنوں عراق فتح نہیں ہوا تھا، دراصل جس حدیث میں عراق کے میقات کی وضاحت کی گئی ہے، وہ ان کے علم میں نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ذات عرق کو لوگوں کے اندازے کا نتیجہ قرار دیا۔ حالانکہ آپ ﷺ نے خود ذات عرق کو عراق کا میقات قرار دیا تھا، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، اگر فتح نہ ہونے والا نقطہ سامنے لایا جائے تو عہد نبوی میں شام بھی فتح نہیں ہوا تھا، جبکہ اس کے میقات کا تعین تو کر دیا گیا تھا۔

ابوزبیر کہتے ہیں: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ان مقامات کے بارے میں پوچھا گیا، جہاں سے تلبیہ کہا جاتا ہے، انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے، پھر وہ خاموش ہو گئے، میرا خیال ہے کہ ان کی مراد نبی کریم ﷺ تھے کہ آپ ﷺ نے

(۴۱۴۲) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ، فَقَالَ: سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهَى، أَرَاهُ يُرِيدُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

(۴۱۴۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۴۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۸۳ (انظر: ۱۴۵۷۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

النَّبِيِّ ﷺ وَقَتَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا۔ (مسند احمد: ۱۶۲۲۵)

نے اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے بیت المقدس سے احرام باندھا، اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔“

(۴۱۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))۔ (مسند احمد: ۲۷۰۹۲)

(دوسری سند) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے مسجد اقصیٰ سے عمرہ یا حج کا احرام باندھا، اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔“ یہ حدیث سن کر ام حکیم نے بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں۔

(۴۱۴۸) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سَفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ ابْنَةِ أُمِّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ أَهَلَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِعُمْرَةٍ أَوْ بِحُجَّةٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) قَالَ: فَرَكِبْتُ أُمُّ حَكِيمٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْحَدِيثِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ حَتَّى أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۹۳)

نوائد: یہ روایات ضعیف ہیں، مسجد اقصیٰ کا حج و عمرہ کے احرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنی بہن عائشہ کو اپنے پیچھے بٹھالو، پھر جب تم تمعیم کے ٹیلے سے اترو تو احرام باندھ لو اور (عمرہ کے لیے) آ جاؤ۔“ یہ روایت والی رات کی بات تھی۔

(۴۱۴۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَوَاهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ارْحَلْ هَذِهِ النَّاقَةَ، ثُمَّ ارْذِفْ أُخْتَكَ فَإِذَا هَبَطْتَ مِنْ أَكْمَةِ التَّنْعِيمِ فَأَهْلًا وَأَقْبِلَا)) وَذَلِكَ لَيْلَةَ الصَّدْرِ۔ (مسند احمد: ۱۷۰۹)

(۴۱۴۷) اسنادہ ضعیف لجهالة حال ام حكيم حكيمة بنت امية - أخرجه ابوداود: ۱۷۴۱، وابن ماجه: ۳۰۰۱ (انظر: ۲۶۵۵۷)

(۴۱۴۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۴۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۸۴، ۲۹۸۵، ومسلم: ۱۲۱۲ (انظر: ۱۷۰۹)

(۴۱۵۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ)، بِنَحْوِهِ (دوسری سند) یہ حدیث بھی سابق حدیث کی مانند ہے، البتہ وَفِيهِ: ((فَإِذَا هَبَطْتَ بِهَا مِنَ الْأَكْمَةِ فَلْتَحْرِمِ اس میں ہے: ”جب تم تعیم کے ٹیلے سے اتر تو عانتہ احرام فَإِنَّهَا عُمَرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ)) (مسند احمد: ۱۷۱۰) باندھ لے، پس بیشک یہ عمرہ مقبول ہوگا۔“

فوائد: حج و عمرہ کے مکانی مواقیت کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے، مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ان مواقیت کے اندر رہتا ہے، وہ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ لے گا اور جو ان مواقیت سے باہر رہتا ہے، وہ احرام کے ساتھ ان کو عبور کرے گا۔ رہا مسئلہ زمانی مواقیت کا تو عمرہ کے لیے تو ہر وقت احرام باندھا جاسکتا ہے، لیکن حج کے لیے صرف حج والے مہینوں میں احرام باندھا جائے گا۔

اِخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَهَلَ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف کہ نبی کریم ﷺ نے کس جگہ سے تلبیہ پڑھا تھا (۴۱۵۱) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ عَجَبًا لِإِخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي إِهْلَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَوْجَبَ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِذَلِكَ، إِنَّهَا إِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَجَّةً وَاحِدَةً فَمِنْ هُنَالِكَ اخْتَلَفُوا، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَاجًّا، فَلَمَّا صَلَّى فِي مَنْجِدِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكَعَتَيْهِ أَوْجَبَ فِي مَجْلِسِهِ، فَأَهَلَ بِالْحَجِّ حِينَ فَرَغَ مِنْ رَكَعَتَيْهِ، فَسَمِعَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ فَحَفِظُوا عَنْهُ ثُمَّ رَكِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ أَهَلَ وَأَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، وَذَلِكَ أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا كَانُوا يَأْتُونَ أَرْسَالًا، فَسَمِعُوهُ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ يُهْلُ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

سعيد بن جبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ابوالعباس! مجھے تعجب ہے کہ صحابہ کا اس جگہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے تلبیہ کہاں سے پڑھا تھا؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بارے میں میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ایک ہی حج کیا تھا، اس لئے یہ اختلاف ہوا ہے، تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں اپنی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے وہیں سے تلبیہ پڑھا تھا اور حج کا احرام باندھا تھا، جن لوگوں نے یہ تلبیہ آپ سے سنا، انہوں نے اس کو یاد کر لیا، پھر جب آپ ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور اونٹنی سیدھی ہوئی تو آپ ﷺ نے دوبارہ تلبیہ پڑھا، کچھ لوگوں نے پہلی بار یہ تلبیہ سنا، بات یہ ہے کہ لوگ مختلف گروہوں اور قافلوں کی صورت میں آرہے تھے، بہر حال جب اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس

(۴۱۵۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۵۱) تخریج: حسن لغیره - أخرجه ابوداود: ۱۷۷۰ (انظر: ۲۳۵۸)

وقت کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے تلبیہ سنا اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے اونٹنی کے کھڑے ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہوئے اور جب بیداء کے ٹیلے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے پھر تلبیہ پڑھا، جن لوگوں نے آپ ﷺ سے وہاں تلبیہ سنا انہوں نے کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے بیداء کے ٹیلے پر جا کر تلبیہ پڑھا تھا، اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے جہاں نماز پڑھی تھی وہیں سے تلبیہ شروع کیا تھا، اس کے بعد جب آپ ﷺ کی اونٹنی سیدی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے پھر تلبیہ پڑھا تھا اور جب آپ ﷺ بیداء کے ٹیلے پر پہنچے تب بھی آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا تھا۔ پس جن لوگوں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے وہ دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر تلبیہ پڑھتے ہیں۔

حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، أَهْلٌ وَأَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، وَأَيُّمُ اللَّهِ لَقَدْ أَوْجَبَ فِي مُصَلَّاهُ، وَأَهْلٌ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، وَأَهْلٌ حِينَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ فَمَنْ أَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَهْلًا فِي مُصَلَّاهُ إِذَا فَرَغَ مِنْ رَكَعَتَيْهِ۔ (مسند احمد: ۲۳۵۸)

فوائد:..... سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے اس اختلاف میں بہترین تطبیق پیش کی ہے، اس اختلاف کی وجہ دوسری حدیث کا علم نہ ہونا ہے، آنے والی روایات کو اس تطبیق کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔ ذوالحلیفہ میں اپنی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، بعد میں اس مقام پر مسجد تعمیر کی گئی۔

(۴۱۵۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا عَلَا جَبَلَ الْبَيْدَاءِ أَهْلًا۔ (مسند احمد: ۱۳۱۸۵)

(۴۱۵۳) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: هَذِهِ الْبَيْدَاءُ الَّتِي يَكْذِبُونَ فِيهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَاللَّهِ! مَا أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: يَعْنِي مَسْجِدَ)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے اور جب بیداء کے ٹیلے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے تلبیہ پکارا۔

سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے: یہ ہے وہ مقام بیداء، جس کے متعلق لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرتے ہیں، اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے تو اس مقام سے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا تھا، جہاں اس وقت مسجد ذوالحلیفہ ہے۔

(۴۱۵۲) تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابو داود: ۱۷۷۴، والنسائي: ۵/ ۱۲۷ (انظر: ۱۳۱۵۳)

(۴۱۵۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۴۱، ومسلم: ۱۱۸۶ (انظر: ۴۵۷۰)

ذی الحلیفۃ۔ (مسند احمد: ۴۵۷۰)

فوائد: یعنی لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیداء مقام سے تلبیہ شروع کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ اس سے پہلے تلبیہ کہہ چکے تھے۔

(۴۱۵۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُ الْبَيْدَاءُ يَسُبُّهَا، وَيَقُولُ إِنَّمَا أَحْرَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔ (مسند احمد: ۵۹۰۷)

(دوسری سند) جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے بیداء کا ذکر کیا جاتا تو وہ اسے برا بھلا کہتے اور پھر بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا۔

(۴۱۵۵) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَذْخَلَ رَجُلَهُ فِي الْغَرَزِ، وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهْلًا مِنْ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔ (مسند احمد: ۴۸۴۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رکاب میں پاؤں رکھتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ ﷺ ذوالحلیفہ مسجد کے مقام سے تلبیہ کہتے۔

فوائد: آپ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو بطور میقات مقرر کیا اور خود بھی اسی پر عمل کیا، بعد میں اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کر دی گئی تھی۔

مَا يَصْنَعُ مَنْ أَرَادَ الْإِحْرَامَ مِنَ الْغُسْلِ وَالطَّيْبِ احرام کا ارادہ کرنے والے کا غسل کرنا اور خوشبو لگانا

(۴۱۵۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ غَسَلَ رَأْسَهُ بِخَطْمِي وَأُشْنَانٍ وَدَهْنَهُ بِشَىْءٍ مِنْ زَيْتٍ غَيْرِ كَثِيرٍ۔ (مسند احمد: ۲۴۹۹۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو خطمی بوٹی اور اُشنان گھاس سے اپنا سر دھوتے اور سر پر کچھ زیتون کا تیل بھی لگاتے تھے۔

فوائد: احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور غسل کیا۔ (ترمذی: ۸۳۰)

(۴۱۵۷) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ سَيِّدَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: حجۃ الوداع کے

(۴۱۵۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۵۵) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۸۷ (انظر: ۴۸۴۲)

(۴۱۵۶) تخریج: اسنادہ ضعیف، عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف یعتبر بہ، ولم يتابع هنا۔ أخرجه البزار: ۱۰۸۵، والدارقطنی: ۲/ ۲۲۶، والطبرانی فی "الوسط": ۱۱۷۲ (انظر: ۲۴۴۹۰)

(۴۱۵۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۹۳۰، ومسلم: ۱۱۸۹ (انظر: ۲۶۰۷۸)

موقع پر میں نے اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھتے وقت اور احرام کھولتے وقت مختلف اشیاء سے بنی ہوئی خوشبو لگائی تھی، یعنی جب آپ ﷺ احرام باندھنے لگے تو اس وقت لگائی اور جب آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں تو اس وقت خوشبو لگائی تھی۔

عروہ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کونسی خوشبو لگائی تھی؟ انہوں نے کہا: سب سے عمدہ خوشبو (یعنی کستوری)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے سر پر لگی ہو کستوری کی چمک دیکھ رہی ہوں، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہوتے۔

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں، جبکہ آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے ہوتے۔

فوائد: ترجمہ میں صرف مفرد لفظ ”مفرق“ کا لحاظ رکھا گیا ہے جبکہ ایک روایت میں مفارق کا لفظ ہے جو

مفرق کی جمع ہے یہ سر کی مختلف جہتوں کا لحاظ کر کے بول دیا گیا ہے۔ (بلوغ الامانی)۔ (عبد اللہ رفیق)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جب آپ ﷺ کی معیت میں حج و عمرہ کے لئے روانہ ہوتیں تو ان پر خوشبو ملی ہوئی ہوتی تھی، وہ احرام سے پہلے

اللَّهُ بِبَدَيِّ (وَفِي لَفْظٍ: بَدَيِّ هَاتَيْنِ) بِدَرِيْرَةٍ لِحَجَّةٍ الْوَدَاعِ لِلْحَجِّ وَالْإِحْرَامِ حِينَ أَحْرَمَ وَحِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ (وَفِي لَفْظٍ: قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ)۔ (مسند احمد: ۲۶۶۰۶)

(۴۱۵۸) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: بِأَطْيَبِ الطِّيبِ۔ (مسند احمد: ۲۴۶۰۶)

(۴۱۵۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبْنِصِ الْمَسْكِ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۴۶۰۸)

(۴۱۶۰) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبْنِصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (وَفِي لَفْظٍ: فِي مَفَارِقِهِ) وَهُوَ يَلْبِي۔ (مسند احمد: ۲۶۹۲۸)

(۴۱۵۸) أخرجه مسلم: ۱۱۸۹ (انظر: ۲۴۱۰۵)

(۴۱۵۹) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۱۹۰ (انظر: ۲۴۱۰۷)

(۴۱۶۰) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۶۱) تخريج: اسنادہ صحیح - أخرجه ابوداود: ۱۸۳۰ (انظر: ۲۴۵۰۲)

يَغْتَسِلْنَ. وَهُوَ عَلَيْهِنَّ، يَغْرِقْنَ وَيَغْتَسِلْنَ. خوشبو ملتی تھیں، پھر غسل کرتی تھیں اور وہ ان پر ہوتی تھی، ان کو لَا يَنْهَاهُنَّ عَنْهُ۔ (مسند احمد: ۲۵۰۰۷) پسینہ آتا تھا اور وہ غسل کرتی تھیں، آپ ﷺ ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

فوائد: ”الْضَّمَاد“ یہ لفظ اصل میں اس پٹی کے لیے وضع کیا گیا ہے جو زخمی عضو پر باندھی جاتی ہے، پھر اس زخم پر دوا وغیرہ لگانے کے معنی میں استعمال کیا گیا، بعد ازاں بطور استعارہ اس کو ہر اس چیز کے لیے استعمال کیا گیا، جو جسم پر رکھی جاتی ہے، وہ دوا ہو یا خوشبو یا کوئی اور چیز، اس حدیث میں خوشبو مراد ہے۔ سنن ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَكَّةَ فَنُضْمِدُ جِبَاهَنَا بِالسُّلُكِ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرَفَتْ أَحَدَنَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا يَنْهَانَا)) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلتی تھیں تو ہم احرام باندھتے وقت مشک ملی ہوئی ایک قسم کی خوشبو اپنی پیشانیوں پر ملتی تھیں، جب کسی کو پسینہ آتا تھا تو وہ اس کے چہرے پر بہہ پڑتی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ دیکھتے تھے اور منع نہیں کرتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے اس طرح خوشبو لگانا جائز ہے کہ اس کا اثر احرام کے بعد تک جاری رہے، وہ اثر خوشبو کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور خوشبو کے وجود کے برقرار رہنے کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے، لیکن درج ذیل حدیث مبارکہ اس اعتبار سے قابل توجہ ہے کہ اس میں محرم کو خوشبو کا اثر دور کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے: سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ہجرانہ مقام میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور ”خلوق“ خوشبو لگائی ہوئی تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے عمرے کے لیے کیا کچھ کرنے کا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اخْلَعْ عَنْكَ هَذِهِ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ اَثَرَ الْخَلُوقِ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ۔)) ”تو یہ جبہ اتار دے، اس ”خلوق“ خوشبو کا اثر دھو دے اور جیسے توجج میں کرتا تھا، اس طرح عمرے میں کر۔“

خلوق: ایک قسم کی خوشبو جس کا بیشتر حصہ زعفران ہوتا ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو خوشبو دھونے کا حکم کیوں دیا؟ اس اعتراض کے تین جوابات ممکن ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کا خوشبو لگانے کا عمل ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا، جبکہ ہجرانہ مقام کی بات کا تعلق ۸ھ سے ہے، اس اعتبار سے آپ ﷺ کا آخری عمل خوشبو لگانا ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ ممکن ہے کہ اس آدمی نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو دھو دینے کا حکم دیا ہو، اس تطبیق سے تمام احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے گا، لیکن حدیث نمبر (۴۲۵۵) سے پتہ چلتا ہے کہ اس آدمی نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی۔

۳۔ اس خوشبو میں زعفران تھی، جس کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے، اس لیے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا، حدیث نمبر (۴۲۴۳) میں آپ ﷺ نے محرم کے لباس کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: ”محرم وہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا، جس کو ورس اور زعفران کی خوشبو لگی ہوئی ہو۔“

لیکن احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے، اس کی وضاحت ”محرم کے لئے جائز اور ناجائز امور کا بیان“ کے تحت پہلے باب میں آئے گی۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو کی مہک محسوس کی اور پوچھا: یہ خوشبو کس سے آرہی ہے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! مجھ سے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری زندگی کی قسم! تم سے آرہی ہے، انھوں نے کہا: مجھے تو ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ خوشبو لگائی ہے اور ان کا خیال ہے کہ انہوں نے احرام باندھتے وقت رسول اللہ ﷺ کو بھی خوشبو لگائی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اور اس کو قسم دو کہ وہ اس کو ہر صورت میں دھو ڈالے، پھر وہ سیدہ کی طرف گئے اور انھوں نے اس کو دھو ڈالا۔

محمد بن منشر نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے احرام کے وقت خوشبو لگانے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: اگر میں گندھک مل لوں، تو یہ مجھے خوشبو لگانے سے زیادہ پسندیدہ ہوگا، پھر انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ پوچھا اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات بھی ان کو بتائی، تو سیدہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے، میں خود رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگایا کرتی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے، پھر جب آپ ﷺ صبح کو احرام باندھتے تو آپ ﷺ سے خوشبو آرہی ہوتی تھی۔

(۴۱۶۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَدَ رِيحَ طَيْبٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَقَالَ: مِمَّنْ هَذِهِ الرِّيحُ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مِنِّي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَقَالَ: مِنْكَ لَعَمْرِي، فَقَالَ: طَيَّبْتَنِي أُمُّ حَبِيبَةَ، وَزَعَمَتْ أَنَّهَا طَيَّبَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ، فَقَالَ: إِذْهَبْ فَأَقْسِمْ عَلَيْهَا لَمَّا غَسَلْتَهُ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَغَسَلْتَهُ۔ (مسند احمد: ۲۷۲۹۵)

(۴۱۶۳) عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدَ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الرَّجُلِ يَطْطِيبُ عِنْدَ إِحْرَامِهِ؟ فَقَالَ: لِأَنَّهُ أَطْلَسَ بِقَطْرَانِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَهُ، قَالَ: فَسَأَلَ أَبِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كُنْتُ أُطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يَصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْتَضِحُ طَيِّبًا۔ (مسند احمد: ۲۵۹۳۵)

(۴۱۶۲) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، سلیمان بن یسار لم یسمع من عمر۔ أخرجه البزار:

۱۰۹۹ (انظر: ۲۶۷۵۹)

(۴۱۶۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۶۷، ۲۷۰، و مسلم: ۱۱۹۲ (انظر: ۲۵۴۲۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فوائد: دراصل سیدنا عمر، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم احرام سے پہلے بھی اس طرح خوشبو لگانے کے قائل نہیں تھے کہ اس کا اثر احرام کے بعد تک جاری رہے، لیکن اس باب کے شروع میں مذکورہ احادیث اور ان کی شرح کا تقاضا یہ ہے کہ اس انداز میں خوشبو لگانا جائز ہے۔

مَا تَفْعَلُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ قَبْلَ الْإِحْرَامِ وَبَعْدَهُ

حیض اور نفاس والی عورتیں احرام سے پہلے اور اس کے بعد کیا کریں، ان امور کا بیان

(۴۱۶۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّفْسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ، وَتُحْرِمُ، وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهُمَا لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرَا. (مسند احمد: ۳۴۳۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نفس اور حیض والی عورت غسل کر کے احرام باندھ لے گی، پھر وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک ادا کرے گی، جب وہ پاک ہو جائے گی تو تب بیت اللہ کا طواف کرے گی۔“

فوائد: حیض اور نفاس والی عورت کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا، ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یہ غسل صرف صفائی ستمرائی کے لیے ہے، اس سے حیض اور نفاس کے احکام میں کوئی فرق نہیں آئے گا، یہ غسل مستحب ہے۔

(۴۱۶۵) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَلَدَتْ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ بِالْبَيْدَاءِ فَذَكَرَ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مُرَهَا فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِيُهَلَّ)). (مسند احمد: ۲۷۶۲۴)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) بیداء کے مقام پر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان کو حکم دو کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔“

فوائد: صحیح مسلم وغیرہ کی کئی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا بچہ ذوالحلیہ کے مقام پر پیدا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ولادت درخت کے پاس ہوئی تھی، جبکہ یہ تینوں مقامات ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں، درخت ذوالحلیہ میں تھا اور ذوالحلیہ کے ساتھ متصل ایک اونچے مقام کا نام بیداء ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ممکن ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا لوگوں سے دور ہونے کے لیے بیداء مقام میں چلی گئی ہوں، لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیہ میں اترے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے اسی مقام میں رات گزاری تھی، اس لیے سب لوگوں کی منزل کو آپ ﷺ کی منزل کی طرف منسوب کیا گیا۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہمارا ارادہ صرف حج کا تھا، جب ہم سرف مقام پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا، جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیوں رو رہی ہو؟“ میں نے کہا: کاش کہ میں اس سال حج کے لئے نہ آئی ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم وہ تمام امور سرانجام دو جو دوسرے حجاج کریں گے، البتہ بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو، جب تک پاک نہ ہو جاؤ،.....“ الحدیث

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ہے: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مجھے حیض آ گیا اور وہ جاری رہا، حتیٰ کہ عرفہ والا دن آنے والا ہو گیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عمرہ کو رہنے دو اور سرکھول کر نکلی کر لو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔“ چنانچہ میں نے اسی طرح کیا..... الحدیث۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا بات ہے، رو رہی ہو؟“ انہوں نے کہا: لوگ حلال ہو گئے ہیں، لیکن میں حلال نہ ہو سکی اور انہوں نے بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا ہے، لیکن میں طواف

(۴۱۶۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا سَرِفَ، طِمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكِ؟)) قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَخْرُجِ الْعَامَ، قَالَ: ((لَعَلَّكَ نَفِسْتَ، يَعْنِي حِضَّتْ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي.....)) الْحَدِيث۔ (مسند احمد: ۲۶۸۷۵)

(۴۱۶۷) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ وَفِيهِ: فَحِضَّتْ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَّوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمُرَتِكَ، وَانْقُضِي رَأْسَكَ وَامْتَسِطِي وَاعْتَسِلِي وَأَهْلِي بِالْحَجِّ)) فَقَعَلْتُ الْحَدِيث۔ (مسند احمد: ۲۵۹۵۵)

(۴۱۶۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ لَهَا: مَا لَكَ تَبْكِينَ؟ قَالَتْ: أَبْكِي أَنَّ النَّاسَ أَحَلُّوا وَلَمْ أَحَلِّ، وَطَافُوا بِالْبَيْتِ وَلَمْ أَطُفْ، وَهَذَا الْحَجُّ قَدْ حَضَرَ، قَالَ:

(۴۱۶۶) تخريج: أخرجه البخاري: ۳۰۵، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۶۳۴۴)

(۴۱۶۷) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۶۸) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۳ (انظر: ۱۴۳۲۲)

نہ کر سکی اور اب حج کے دن بھی آگئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یشک اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور حج ادا کرو۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے اسی طرح کیا، پھر جب میں حیض سے پاک ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب تم بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لو، اس طرح تم حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو جاؤ گی۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے دل میں یہ کھٹکا سا ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھنے کے باوجود بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی، یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عبد الرحمن! جاؤ اور اپنی بہن کو تعظیم سے عمرہ کرا لاؤ۔“

فوائد: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دورانِ احرام حج کے لیے از سر نو غسل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، تاکہ طبعی تازگی اور عمل کی مزید اہمیت پیدا ہو جائے۔ حیض اور نفاس والی خواتین عام دوسری خواتین و حضرات کی طرح احرام باندھ کر حج و عمرہ کے تقاضوں کو پورا کریں گے، فرق صرف یہ ہے کہ وہ پاک ہونے تک بیت اللہ کے طواف کو مؤخر کر دیں گی۔

الْأَشْرَاطُ فِي الْإِحْرَامِ

احرام میں شرط لگانے کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا: میں بھاری جسم والی خاتون ہوں اور میں حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتی ہوں، اب آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں کیسے احرام باندھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”احرام باندھ لو اور اللہ سے یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ! تو نے مجھے جہاں روک دیا، میں وہیں حلال ہو جاؤں گی۔“ پھر اس نے حج کر لیا تھا۔

(دوسری سند) انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حج کی

((إِنَّ هَذَا أَمْرٌ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاعْتَسِلِي، وَأَهْلِي بِالْحَجِّ وَحُجِّي-))
قَالَتْ: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ، فَلَمَّا طَهَرْتُ قَالَ: ((طُوفِي بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَدْ أَحْلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَمِنْ عُمْرَتِكَ-))
قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ عُمْرَتِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ طُفْتُ حَتَّى حَجَجْتُ، قَالَ: ((فَاذْهَبِ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! فَأَعِمِّرْ أُخْتَكَ مِنَ التَّنْعِيمِ-))
(مسند احمد: ۱۴۳۷۳)

(۴۱۶۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتْ ضَبَاعَةُ بِنْتُ الزُّبَيْرِ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ ثَقِيلَةٌ، وَإِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي كَيْفَ أَهْلُ؟ قَالَ: ((أَهْلِي وَاشْتَرِطِي أَنْ مَحَلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي-)) قَالَ: فَأَذْرَكْتُ- (مسند احمد: ۳۱۱۷)

(۴۱۷۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّهَا قَالَتْ:

(۴۱۶۹) (تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۰۸) (انظر: ۳۱۱۷)

(۴۱۷۰) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول)

یا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَحْجَّ فَأَشْتَرِطُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ...)) قَالَتْ: فَكَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: ((قُولِي لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ تَحْسِنِي...)) (مسند احمد: ۲۷۵۷۰)

ادائیگی کا ارادہ رکھتی ہوں، تو میں کوئی شرط لگا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ انھوں نے کہا: تو پھر میں کیسے کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو اس طرح کہہ: ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ تَحْسِنِي“ (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میرے حلال ہونے کی جگہ وہ ہوگی، جہاں تو مجھے روک لے گا)۔“

(۴۱۷۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهِيَ شَاكِيَةٌ، فَقَالَ: ((أَلَا تَخْرُجِينَ مَعَنَا فِي سَفَرِنَا هَذَا؟)) وَهُوَ يُرِيدُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي شَاكِيَةٌ، وَأَخْشَى أَنْ تَحْسِنِي شَكْوَايَ، قَالَ: ((فَاهْلِي بِالْحَجِّ وَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْسِنِي...)) (مسند احمد: ۲۷۱۲۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ بیمار تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا تم اس سفر میں ہمارے ساتھ نہیں چلو گی؟“ جبکہ آپ ﷺ کا ارادہ حجۃ الوداع کا تھا، سیدہ ضباعہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو بیماری ہوں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ میری بیماری مجھے روک دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم حج کا احرام باندھ لو اور یوں کہو: اے اللہ! تو مجھے جہاں روک دے گا، وہی میرے حلال ہونے کی جگہ ہوگی۔“

(۴۱۷۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ضَبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ: إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَأَنَا شَاكِيَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنْ مَحِلِّي حَيْثُ حَسَنَتِي...)) (مسند احمد: ۲۵۸۲۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ، سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے کہا: میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں، لیکن میں بیماری بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم حج کے لئے روانہ ہو جاؤ اور یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ تو مجھے جہاں روکے گا، میں وہیں حلال ہو جاؤں گی۔“

(۴۱۷۳) ((وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ)) قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى ضَبَاعَةَ بِنْتَ

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ، سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور ان

(۴۱۷۱) تخریج: حدیث صحیح لغیرہ - أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۲۳ / ۸۹۴ (انظر: ۲۶۵۹۰)

(۴۱۷۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۰۸۹، ومسلم: ۱۲۰۷ (انظر: ۲۵۳۰۸)

(۴۱۷۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

سے فرمایا: ”کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟“ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو اپنے آپ کو بیمار سمجھتی ہوں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم حج کے لئے نکلو اور یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ! تو مجھے جہاں روک لے گا، میں اسی مقام پر حلال ہو جاؤں گی۔“ یہ خاتون ان دنوں سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حج میں شرط لگانے کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے: کیا تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے، آپ ﷺ نے کوئی شرط نہیں لگائی تھی۔

الزُّبَيْرُ، فَقَالَ لَهَا: أَرَدْتَ الْحَجَّ؟ قَالَتْ: وَاللَّهِ! مَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجَعَةً، فَقَالَ لَهَا: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي)) فَقَالَ: ((قُولِي اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي)) وَكَانَتْ تَحْتَ الْمَقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۷۸)

(۴۱۷۴) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُهُ الْإِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُولُ: أَمَّا حَسْبُكُمْ بُسْنَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يَشْتَرِطْ۔ (مسند احمد: ۴۸۸۱)

فوائد:..... اس باب کی پہلی پانچ احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے دوران کسی مانع یا رکاوٹ کے خدشہ کے پیش نظر احرام سے حلال ہونے کی شرط لگانا جائز ہے، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود، سیدنا جابر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عمار، سیدہ عائشہ، سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف تھا، نیز بہت سارے تابعین اور امام احمد بھی اسی نظریے کے قائل تھے، البتہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی رائے یہ تھی کہ اس قسم کی شرط لگانا درست نہیں ہے، لیکن یہ رائے مرجوح ہے۔ جب حج و عمرہ کرنے والے شخص کو کسی بیماری یا طوفان یا سیلاب یا دشمن یا کسی اور وجہ سے اس طرح روک دیا جائے کہ اس سے حج و عمرہ فوت ہو جائے تو ان تمام صورتوں کو احصار اور ایسے شخص کو منحصر کہتے ہیں۔ ایسا شخص اسی مقام اپنا سر منڈوائے اور قربانی کرے اور احرام کھول کر حلال ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی آدمی اس باب کی احادیث کے مطابق مشروط احرام باندھتا ہے اور پھر واقعی کوئی رکاوٹ پیش آ جاتی ہے تو منحصر کی طرح اس پر قربانی وغیرہ لازم نہیں ہوگی۔

مَنْ أَحْرَمَ مُطْلَقًا أَوْ قَالَ: أَحْرَمْتُ بِمَا أَحْرَمَ بِهِ فَلَانٍ مطلق طور پر احرام باندھنے والے یا اس شخص کا بیان جو یہ کہے:

میں نے وہ احرام باندھا جو فلاں نے باندھا

(۴۱۷۵) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ سَيِّدَنَا ابْنِ مَوْسَى الْأَشْعَرِيِّ كَا بَيَانُ هُـ كَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَے مجھے میری قوم کی طرف (یعین کے علاقہ میں) عامل بنا کر روانہ کیا، جب حج کا موسم آیا اور رسول اللہ ﷺ حج کے لئے

(۴۱۷۵) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ سَيِّدَنَا ابْنِ مَوْسَى الْأَشْعَرِيِّ كَا بَيَانُ هُـ كَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَے مجھے میری قوم کی طرف (یعین کے علاقہ میں) عامل بنا کر روانہ کیا، جب حج کا موسم آیا اور رسول اللہ ﷺ حج کے لئے

(۴۱۷۴) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۱۰ (انظر: ۴۸۸۱)

(۴۱۷۵) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۹، ۴۳۴۶، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲ (انظر: ۱۹۰۰۵)

روانہ ہوئے تو میں بھی حج کا ارادہ کر کے آیا، آپ ﷺ سے میری ملاقات اٹح وادی میں ہوئی، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ”اے عبد اللہ بن قیس! تم نے کیسے احرام باندھا ہے؟“ یعنی کن الفاظ کے ساتھ نیت کی ہے؟ میں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ میں اس حج کے لیے حاضر ہوں، جو رسول اللہ ﷺ کا حج ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے بہت اچھا کیا۔“ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تم قربانی کا جانور ہمراہ لائے ہو؟“ میں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر جاؤ اور بیت اللہ کا طواف کر کے صفا مروہ کی سعی کرو اور احرام کھول دو۔“ پس میں گیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کیا، اس کے بعد میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس گیا، انہوں نے خطمی بوٹی کے ساتھ میرا سر دھویا اور اس سے جو دوئیں تلاش کیں، اس کے بعد آٹھ ذوالحجہ کو میں نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو کچھ فرمایا تھا، میں آپ ﷺ کی وفات تک اسی طرح لوگوں کو فتوے دیتا رہا، بعد ازاں عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، اچانک ایک دن میں حجر اسود یا مقام ابراہیم کے پاس کھڑا یہی بات بیان کر رہا تھا کہ ایک آدمی میرے قریب آیا اور اس نے آہستہ سے مجھے کہا: تم فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرو، امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مناسک حج کے متعلق ایک نیا حکم جاری کیا ہے، میں نے باوازا بلند کہا: لوگو! ہم نے مناسک کے بارے میں جس کسی کو فتویٰ دیا ہے وہ ذرا رک جائے، امیر المومنین تشریف لانے والے ہیں، تم ان کی اقتدا کرنا، وہ جیسے کہیں گے، ویسے کرنا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو میں نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ نے مناسک حج کے متعلق کوئی نیا حکم جاری کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، بات یہ ہے کہ اگر ہم

اللہ ﷻ وَحَجَّجْتُ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْأَبْطَحِ، فَقَالَ لِي: ((بِمَ أَهَلَّلْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ؟)) قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِحَجِّ كَحَجِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ((أَحْسَنْتَ--)) ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ سَفَّتَ هَذَا؟)) فَقُلْتُ: مَا فَعَلْتُ، فَقَالَ لِي: ((إِذْ هَبَ قُطْفٌ بِالسَّيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ احْلِلْ--)) فَانْطَلَقْتُ فَفَعَلْتُ مَا أَمَرَنِي، وَآتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي، فَغَسَلْتُ رَأْسِي بِالْخِطْمِيِّ وَقُلْتُ: ثُمَّ أَهَلَّلْتُ بِالْحَجِّ يَوْمَ الرَّوِيَّةِ، فَمَا زِلْتُ أَفْتِي النَّاسَ بِالَّذِي أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷻ حَتَّى تُوُفِّيَ، ثُمَّ زَمَنَ أَبِي بَكْرٍ ﷺ، ثُمَّ زَمَنَ عُمَرُ ﷺ، فَبَيْنَا أَنَا قَائِمٌ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ أَوْ الْمَقَامِ، أَفْتِي النَّاسَ بِالَّذِي أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷻ إِذْ أَتَانِي رَجُلٌ فَسَارَنِي فَقَالَ: لَا تَعْجَلْ بِفُتْيَاكَ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ أَحْدَثَ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا، فَقُلْتُ: أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كُنَّا أَفْتِيَانَهُ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا، فَلْيَتَّبِعْهُ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ فِيهِ فَأَتَمُّوا، قَالَ: فَقَدِمَ عُمَرُ ﷺ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ أَحْدَثْتَ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ نَأْخُذَ بِكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالتَّمَامِ (وَفِي لَفْظٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: ﴿وَأَتَمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾) وَإِنْ نَأْخُذَ بِسُنَّةِ نَبِيِّنَا ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ

يَحْلِلُ حَتَّى نَحْرَ الْهَدْيِ - (مسند احمد: ۱۹۷۳۴)

کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں حج و عمرہ کو مکمل کرنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (تم حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو) (سورہ بقرہ: ۱۹۶) اور اگر ہم نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپ ﷺ نے بھی جانور ذبح کرنے کے بعد احرام کھولا تھا۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”تم نے تلبیہ کس طرح پڑھا تھا؟“ انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا: اے اللہ! میں وہی احرام باندھ رہا ہوں، جو تیرے رسول نے باندھا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: میرے پاس ہدی کا جانور بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر تم حلال نہیں ہو سکتے۔“

(۴۱۷۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((بِمَ أَهْلَلْتُ؟)) قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَهْلُ بِمَا أَهْلَ بِهِ رَسُولُكَ، قَالَ: ((وَمَعِيَ الْهَدْيُ)) قَالَ: ((فَلَا تَحِلَّ)) (مسند احمد: ۱۴۴۹۳)

فوائد: چونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی تھی، اس لیے وہ حلال نہ ہو سکے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ حج کے سارے احکام ان پر لاگو ہو گئے، جبکہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی کا جانور نہیں تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں اور آٹھ ذوالحجہ کو از سر نو حج کا احرام باندھیں گے، اس طرح وہ حج تمتع ادا کریں گے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کو معلق طور پر بھی ذکر کیا جاسکتا ہے، پھر اگر وہ حرم متعلقہ آدمی کے احکام پر پورا نہ اترتا ہو تو وہ شریعت کے دوسرے احکام کے مطابق تبدیلی کر لے گا، جیسے جب سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے احرام کا مصداق نہیں بن سکتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس احرام میں عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائیں۔

التَّخْيِيرُ فِي الْأَحْرَامِ بَيْنَ التَّمَتُّعِ وَالْإِفْرَادِ وَالْقِرَانِ
حج تمتع، حج افراد اور حج قران میں سے کوئی ایک ادا کر لینے کا اختیار دینے کا بیان

حج کی تین اقسام ہیں:

- ۱۔ حج افراد: صرف حج کے لیے احرام باندھ کر تمام مناسک حج ادا کرنا۔
- ۲۔ حج قران: میقات سے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا، لیکن سعی کے بعد نہ بال اتروانا اور نہ ہی احرام کھولنا، بلکہ حالت احرام میں ہی ایام حج کے انتظار میں رہنا، حتیٰ کہ ان ایام میں حج مکمل کرنا لینا، نبی کریم ﷺ نے یہی حج کیا تھا، وہ آدمی یہ حج کر سکے گا، جس کے ہمراہ ہدی کا جانور ہوگا، لہٰذا حج قران کو بھی حج

تمتع کہہ دیا جاتا ہے، کیونکہ دونوں میں حج کے ساتھ ساتھ عمرے کا فائدہ بھی حاصل کر لیا جاتا ہے۔

حج کی ان دونوں قسموں میں (قارن کو شروع احرام سے اور تمتع کو آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر) ۱۰ ذوالحجہ تک احرام میں ہی ٹھہرنا پڑتا ہے۔

۳۔ حج تمتع: حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا اور تکمیل عمرہ کے بعد احرام کھول دینا اور ایام حج میں دوبارہ احرام باندھ کر حج ادا کرنا، یہ طریقہ اس آدمی کے لیے ہے، جس کے ہمراہ قربانی نہیں ہوگی، یہ علیحدہ بات ہے کہ حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا فرض ہے، عدم استطاعت کی صورت میں دس روزے رکھے گا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی عمرہ کرنا چاہتا ہو، وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو آدمی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے، رہا مسئلہ میرا تو اگر میں قربانی کا جانور ہمراہ نہ لایا ہوتا تو میں بھی صرف عمرہ کا احرام باندھتا۔“ سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چنانچہ بعض صحابہ نے عمرے کا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، میں نے بھی عمرے کا احرام باندھا تھا، لیکن ہوا یوں کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے حیض آ گیا اور اسی حالت میں عرفہ کا دن آنے والا ہو گیا، میں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم عمرے کو چھوڑ دو، اپنا سر کھول کر کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔“ چنانچہ میں نے اسی طرح کیا، جب وادی محصب والی رات تھی، تو آپ ﷺ نے میرے بھائی عبد الرحمن کو میرے ہمراہ تنعیم کی طرف بھیجا، انہوں نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیا، میں نے عمرے کا احرام باندھا، یہ عمرہ دراصل پہلے والے عمرے کے عوض میں تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرا حج اور عمرہ دونوں کرا دیئے، جبکہ اس صورت میں نہ تو ہدی تھی، نہ روزہ اور نہ صدقہ۔

(۴۱۷۷) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهَلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهْلَ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهْلَ بِحَجَّةٍ فَلْيُهْلْ فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَا هَلَلَتْ بِعُمْرَةٍ)) قَالَتْ: فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، فَحَضْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْخُلَ مَكَّةَ فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَّوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعْنِي عُمْرَتِكَ وَانْقُضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي وَأَهْلِي بِالْحَجِّ)) فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَضْبَةِ، أَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَزْدَفَهَا فَأَهْلَتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَذِي وَلَا صَوْمٌ، وَلَا صَدَقَةٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۰۵)

فوائد:..... حدیث کے آخری جملے کا مفہوم یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام کے دوران احرام کی وجہ سے کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب نہیں کیا، جیسے خوشبو لگانا، شکار قتل کرنا، بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا وغیرہ وغیرہ۔

(۴۱۷۸) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِذِي الْحُلَيْفَةِ، قَالَ: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهْلَ بِالْحَجِّ فَلْيُهْلْ، وَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهْلَ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلْ-)) قَالَتْ أَسْمَاءُ: وَكُنْتُ أَنَا وَعَائِشَةُ وَالْمِقْدَادُ وَالزُّبَيْرُ مِمَّنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ۲/۲۷۵۰)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کو روانہ ہوئے، جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو آدمی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور تم میں سے جو فرد عمرے کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرے کا احرام باندھ لے۔“ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں، سیدہ عائشہ، سیدنا مقداد اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

(۴۱۷۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، فَمَنْ كَانَ أَهْلًا بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا، لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصَرَ، أَحَلَّ مِمَّا حَرَّمَ مِنْهُ، حَتَّى يَسْتَقْبِلَ حَجًّا۔ (مسند احمد: ۲/۲۵۶۰۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم تین قسم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، بعض لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے حج افراد کا اور بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا، جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کے لیے اکٹھا احرام باندھا تھا، وہ حج مکمل کرنے تک ان چیزوں سے حلال نہیں ہوا، جو اللہ تعالیٰ نے اس پر احرام کی وجہ سے حرام کی تھیں اور جن حضرات نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد بال کٹوا کر حلال ہو گئے اور احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں ان کے لیے اس وقت تک حلال ہو گئیں، جب تک وہ از سر نو حج کے احرام نہ باندھ لیں۔

(۴۱۷۸) (تخریج: اسنادہ ضعیف بهذه السیاقه من حدیث اسماء، لجهالة عبادة بن المهاجر، وابن لهيعة سيبويه الحفظ، وقوله: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهْلَ بِالْحَجِّ فَلْيُهْلْ، وَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهْلَ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلْ-)) صحيح من حدیث عائشة۔ أخرجه البخاری: ۱۷۹۶، و مسلم: ۱۲۳۷ بلفظ: انه كان يسمع اسماء كلما مرت بالحجون تقول: لقد نزلنا معه هاهنا ونحن يومئذ خفاف الحقائب، قليل ظهرونا، قليلة ازوادنا، فاعتمرت انا واختي عائشة والزبير، وفلان وفلان، فلما مسحنا البيت احللنا، ثم اهللنا من العشي بالحج۔ (انظر: ۲/۲۶۹۶۲)

(۴۱۷۹) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۲، و مسلم: ۱۲۱۱) (انظر: ۲/۲۵۰۹۶)

(۴۱۸۰) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، فَأَهْدَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَهَلَ بِالْعُمْرَةِ وَلَمْ يَهْدِ، فَلْيَحِلَّ، وَمَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ فَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ، وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيَتِمَّ حَجَّهُ)) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ - (مسند احمد: ۲۵۳۸۸)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم میں سے بعض نے صرف حج کا اور بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا اور عمرے کا احرام باندھنے والے بعض لوگ قربانی کا جانور بھی ہمراہ لائے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور قربانی کا جانور ان کے ہمراہ نہیں ہے، وہ عمرہ کے بعد احرام کی پابندی سے آزاد ہو جائیں اور جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا، لیکن قربانی کا جانور ان کے ہمراہ ہے تو وہ احرام نہیں کھولیں گے اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا وہ اپنا حج پورا کریں گے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

فوائد: ان احادیث میں حج کی تینوں اقسام میں کوئی حج ادا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، البتہ جس آدمی کے ہمراہ ہدی ہوگی، وہ حج قرآن ادا کرے گا۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ حج کی کون سی قسم افضل ہے۔ بلاشبہ شبہ حج تمتع اور حج قرآن دونوں حج افراد کی بہ نسبت افضل ہوں گے، کیونکہ ان کے ساتھ عمرہ بھی ادا کر لیا جاتا ہے اور یہ حج کرنے والوں پر قربانی بھی لازم ہوتی ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کی حج قرآن اور حج تمتع میں سے کون سی قسم افضل ہے، تو حج قرآن میں احرام کی پابندی زیادہ ہے اور آپ ﷺ نے یہ حج ادا کیا تھا اور حج تمتع میں محنت اور مشقت زیادہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے لیے الگ الگ طواف اور سعی کرنا پڑتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر یہ حج ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، درست بات یہی ہے کہ حج قرآن افضل ہے، حافظ ابن قیم نے اس کی افضلیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

الْأَفْرَادُ حج افراد کا بیان

(۴۱۸۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: أَهَلَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْصِرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ الْهَدْيِ، وَأَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقٍ سِيدَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِمَا بَيَّنَّ هُوَ أَنَّهُ قَالَ: أَهَلَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْصِرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ الْهَدْيِ، وَأَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقٍ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا، جب آپ ﷺ مکہ میں آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے بال نہ کٹوائے اور قربانی کا جانور ہمراہ ہونے کی وجہ سے

(۴۱۸۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۸۱) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه ابوداود: ۱۷۹۲ (انظر: ۳۱۲۸)

الْهَدْيَ أَنْ يَطُوفَ وَأَنْ يَسْعَى وَيَقْصِرَ أَوْ يَخْلُقَ ثُمَّ يَحِلَّ - (مسند احمد: ۳۱۲۸)

آپ ﷺ حلال نہ ہوئے اور جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں تھے، آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ طواف اور سعی کے بعد بال منڈا کر یا کٹوا کر حلال ہو جائیں۔

(۴۱۸۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ النَّاسَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَبْدَأَ مِنْكُمْ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ وَأَفْرَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَجَّ وَلَمْ يَعْتَمِرْ - (مسند احمد: ۲۵۱۲۲) تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو حکم دیا اور فرمایا: ”تم میں سے جو آدمی حج سے قبل عمرہ کرنا پسند کرتا ہو وہ عمرہ کر سکتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، عمرہ نہیں کیا تھا۔

فوائد: یہ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرہ کیا تھا، تو پھر اس حدیث میں اس امر کا کیا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے حج افراد کیا تھا، حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۳/۳۲۹) میں جمع تطبیق کی یہ صورت پیش کی: جس نے آپ ﷺ سے حج افراد نقل کیا، اس کی بات کو ابتداء میں آپ ﷺ کے کہے ہوئے تلبیہ پر محمول کیا جائے گا، جس نے حج تمتع کی بات کی، اس کی مراد آپ ﷺ کا صحابہ کو دیا جانے والا حکم ہے اور جس نے حج قرآن کی بات کی، اس نے آپ ﷺ کا آخر میں پیش آنے والا عمل بیان کیا۔ بہر حال جو آدمی آپ ﷺ کے حوالے سے حج قرآن کی بات کرتا ہے، اس کی بات مقبول ہوگی، کیونکہ اس کے پاس زیادہ علم ہے۔

(۴۱۸۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْلُنَا أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحَجِّ خَالِصًا لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ، خَالِصًا وَحْدَهُ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ صُبْحَ رَابِعَةِ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((جَلُّوا وَاجْعَلُوا هَا عُمْرَةً)) الْحَدِيث - (مسند احمد: ۱۴۴۶۲)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف اور صرف حج کا احرام باندھا تھا، اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز نہیں تھی، لیکن جب ہم چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حلال ہو جاؤ اور اس کو عمرہ بنا دو،.....“ الحدیث

(۴۱۸۴) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: أَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ بِالْحَجِّ - (مسند احمد: ۱۴۴۳۳)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کا احرام باندھا تھا۔

(۴۱۸۲) تخریج: حدیث صحیح دون قولہا: ولم یعتمر، وهذا اسناد ضعیف، ام علقمة روى عنها راویان، ولم یؤثر توثیقها عن غیر ابن حبان والعجلی۔ أخرجه مسلم: ۱۲۱۱ بلفظ: ان رسول الله ﷺ افرد الحج۔ (انظر: ۲۴۶۱۵)

(۴۱۸۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۷، ۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۳۶۷، ومسلم: ۱۲۱۶ (انظر: ۱۴۴۰۹)

(۴۱۸۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۷۲۳۰ (انظر: ۱۴۳۸۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

(۴۱۸۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا. (مسند احمد: ۵۷۱۹)

فوائد: حج افراد کی مشروعیت واضح ہے، لیکن آپ ﷺ نے حج قرآن ہی کیا تھا۔

الْقِرَانُ حج قرآن کا بیان

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں: ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں حج کے لیے روانہ ہوئے، جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حج اور عمرہ کو اکٹھا ادا کرنا چاہتا ہوں، لہذا جو آدمی اس طرح کرنا چاہتا ہو، وہ اسی طرح کہے جیسے میں کہوں، پھر انہوں نے یوں تلبیہ پڑھا: ”لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا“ (میں حاضر ہوں، حج اور عمرے دونوں کے ساتھ)۔ سالم کہتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتلائی: اللہ کی قسم! دوران سفر میری ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی ٹانگ کو لگ رہی تھی اور آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(۴۱۸۶) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَجْمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَمَنْ أَرَادَ ذَلِكَ فَلْيَقُلْ كَمَا أَقُولُ، ثُمَّ لَبَّى قَالَ: لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا، قَالَ: وَقَالَ سَالِمٌ وَقَدْ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَاللَّهِ إِنَّ رَجُلِي لَتَمَسُّ رَجُلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّهُ لِيَهْلُ بِهِمَا جَمِيعًا. (مسند احمد: ۱۴۰۲۹)

مطرف کہتے ہیں: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع پہنچائے گا، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع کر کے ادا کیا تھا، پھر نہ تو آپ ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے تک اس سے منع فرمایا اور نہ کوئی قرآن مجید کا ایسا حصہ نازل ہوا، جس نے اسے حرام کر دیا ہو۔ نیز میں عمران کہتا ہوں: اللہ کے فرشتے مجھے سلام کہا کرتے تھے، لیکن جب

(۴۱۸۷) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّقًا قَالَ: قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنِّي أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهِ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتَّى مَاتَ وَلَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ فِيهِ يُحَرِّمُهُ، وَإِنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فَلَمَّا

(۴۱۸۵) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۳۱ (انظر: ۵۷۱۹)

(۴۱۸۶) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۵۱ (انظر: ۱۳۹۸۴)

(۴۱۸۷) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۲۶ (انظر: ۱۹۸۳۳)

اِکْتَوَيْتُ اُمْسِيكَ عَنِّي، فَلَمَّا تَرَكْتُهُ عَادَ اِلَيَّ۔ (مسند احمد: ۲۰۷۱)

میں نے (بواسیر کے زخم کا علاج کرنے کے لیے اس کو) داغنا تو انھوں نے سلام کہنا بند کر دیا، پھر جب میں نے داغنے کا یہ عمل ترک کر دیا تو وہ مجھے دوبارہ سلام کہنے لگ گئے۔

فوائد:..... زخم کو داغنا جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، کیونکہ یہ توکل اور ایمان کے اعلیٰ درجے کے منافی ہے، اسی کراہت کی بنا پر فرشتوں نے سلام کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

(۴۱۸۸) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ الْهَرَمَّاسِ بْنِ زِيَادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رَدَفَ أَبِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَعِيرٍ وَهُوَ يَقُولُ: ((لَيْتَكَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا))۔ (مسند احمد: ۱۶۰۶۷)

ہر ماس بن زیاد کہتے ہیں: میں اپنے والد کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، میں نے اس حال میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹ پر سوار تھے اور یوں تلبیہ پکار رہے تھے: ”لَبَّيْكَ حَجَّجٌ وَعُمْرَةٌ مَعًا۔“ (میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے حاضر ہوں)۔

(۴۱۸۹) عَنْ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ أَنَّ الصُّبِّيَّ بْنَ مَعْبِدٍ كَانَ نَضْرَانِيًّا تَغْلِبِيًّا أَعْرَابِيًّا (وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ نَضْرَانِيًّا يَقَالَ لَهُ الصُّبِّيُّ بْنُ مَعْبِدٍ) فَأَسْلَمَ فَسَأَلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقِيلَ لَهُ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَرَادَ أَنْ يُجَاهِدَ، فَقِيلَ لَهُ: حَاجَجْتَ؟ فَقَالَ: لَا، فَقِيلَ: حُجَّ وَاعْتَمِرْ ثُمَّ جَاهِدْ، فَاِنْطَلَقَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْحَوَابِطِ، أَهَلَ بِهِمَا جَمِينًا، فَرَأَاهُ زَيْدُ بْنُ صُوحَانَ وَسَلَّمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ فَقَالَ: لَهُوَ أَضَلُّ مِنْ جَمَلِهِ أَوْ مَا هُوَ بِأَهْدَى مِنْ نَاقَتِهِ، فَاِنْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا فَقَالَ:

سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صبی بن معبد بنو تغلب کا ایک بدو آدمی تھا، وہ مذہباً عیسائی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد اس نے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ اسے بتلایا گیا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، جب اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے حج کیا ہے؟ اس نے بتلایا: جی نہیں۔ اس سے کہا گیا: تم پہلے حج اور عمرہ کر لو، پھر جہاد کرنا، پس وہ اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا اور جب وہ حوالبط مقام پر پہنچا تو اس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے اسے اس طرح دیکھ کر کہا: یہ تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہے، یا یہ تو اپنی اونٹنی سے زیادہ ہدایت والا نہیں، یہ سن کر وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان دونوں کی بات کا ان سے ذکر کیا۔ سیدنا

(۴۱۸۸) تخريج: حديث حسن دون قوله: ((لبيك بحجة وعمره معا)) فانها زيادة منكورة، عبد الله بن عمران الاصبهاني اخطأ في هذا الحديث۔ أخرجه الطبراني في "الكبير": ۲۲ / ۵۳۴، وفي "الوسط": ۴۳۲۳ (انظر: ۱۵۹۷۱)

(۴۱۸۹) تخريج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابو داود: ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، والنسائي: ۵ / ۱۴۶، وابن ماجه: ۲۹۷۰ (انظر: ۸۳)

مُدِينَتِ لِسْنَةِ نَبِيِّكَ ﷺ، قَالَ الْحَكَمُ: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی فُقُلْتُ لِأَبِي وَإِلَى: حَدَّثَكَ الصَّبِيُّ؟ فَقَالَ: توفیق ملی ہے۔ حکم کہتے ہیں: میں نے ابو وائل سے پوچھا: کیا نَعَمْ۔ (مسند احمد: ۸۳)

فوائد: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ توج وعمرہ کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے، لیکن اس مقام پر اس عمل کو سنت کہہ رہے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بعض مصلحتوں کی بنا پر اس کو جائز سمجھتے تھے۔

(۴۱۹۰) عَنْ سُرَّاقَةَ بِنِ مَالِكِ بْنِ سِيدَنَّا سُرَّاقَةَ بِنِ مَالِكِ بْنِ مَعْتَمِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جُعْشِمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) قَالَ: وَقَرَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ۱۷۷۲۶)

فوائد: اس حدیث کے دو معانی ہو سکتے ہیں: (۱) حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس سے پہلے دورِ جاہلیت میں اس چیز کو بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ (۲) حج قرآن کرنا، جس میں حج کے افعال میں عمرہ داخل ہو جاتا ہے اور ایک طواف اور ایک سعی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں۔

(۴۱۹۱) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِالْعَقِيقِ، يَقُولُ: ((أَتَانِي السَّلِيلَةُ آتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ: صَلَّى فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْتُ عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ)) قَالَ الْوَلِيدُ، يَعْنِي ذَا الْحَلِيفَةِ۔ (مسند احمد: ۱۶۱)

فوائد: وادی عقیق سے مراد ذوالحلیفہ ہے، جو کہ اہل مدینہ کی میقات ہے، برکت کی وجوہات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، آپ ﷺ کا اس وادی جو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس سے مراد نماز فجر ہے۔

(۴۱۹۲) عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: مِرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ كَتَبَ: فِي سَيِّدِنَا عَلِيٍّ أَوْ سَيِّدِنَا عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا شَهِدْتُ عَلِيًّا وَعُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَيْنَ مَكَّةَ سَاحِلِ مَكْرَمَةٍ أَوْ مَدِينَةِ مَنُورَةٍ فِي دَرَمِيَانٍ حَاضِرًا هُوَ، سَيِّدِنَا عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(۴۱۹۰) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۷۷ (انظر: ۱۷۵۸۳)

(۴۱۹۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۳۳۷ (انظر: ۱۶۱)

(۴۱۹۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۳ (انظر: ۱۱۳۹)

حج تمتع سے اور حج اور عمرے کو ایک احرام میں جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ لیکن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھا اور یوں کہا: ”لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ مَعًا“ (میں حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھتا ہوں)، یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں لوگوں کو ایسا کرنے سے روک رہا ہوں اور تم پھر وہی کام کر رہے ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: میں کسی آدمی کے قول کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

(دوسری سند) مروان کہتے ہیں: ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک آدمی حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھ رہا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں، تو انھوں نے کہا: کیا تم جانتے نہیں کہ میں نے اس عمل سے روکا ہوا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی بالکل جانتا ہوں، لیکن میں تمہارے قول کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو نہیں چھوڑ سکتا۔

وَالْمَدِينَةِ، وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتَعَةِ، وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَهْلًا بِهِمَا فَقَالَ: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ مَعًا، فَقَالَ عُثْمَانُ ﷺ: تَرَانِي أَنَّهُ يَنْهَى النَّاسَ عَنْهُ وَأَنْتَ تَفْعَلُهُ؟ قَالَ: لَمْ أَكُنْ أَدْعُ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ - (مسند احمد: ۱۱۳۹)

(۴۱۹۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا نَسِيرُ مَعَ عُثْمَانَ ﷺ فَإِذَا رَجُلٌ يَلْبِي بِهِمَا جَمِيعًا، فَقَالَ عُثْمَانُ ﷺ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا عَلِيٌّ فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي نَهَيْتُ عَنْ هَذَا؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنْ لَمْ أَكُنْ لِأَدْعَ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِقَوْلِكَ - (مسند احمد: ۷۳۳)

فوائد: ہم پہلے یہ گزارش کر چکے ہیں کہ جن خلفاء نے حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ لوگ حج کے لیے علیحدہ سفر کریں اور عمرے کے لیے علیحدہ، تاکہ وہ زیادہ اجر و ثواب کے مستحق ٹھہریں، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، جبکہ ان کو علم تھا کہ آپ ﷺ نے اس موسم میں عمرہ کرنے کا حکم بھی دیا تھا، سنن نسائی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے عمرہ کا تلبیہ کہا، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع نہ کیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تمتع کرتے نہیں سنا تھا؟ انھوں نے کہا: جی کیوں نہیں۔

اگلی حدیث اس معاملے میں زیادہ واضح ہے، جس کے مطابق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اس حکم کو اپنی ذاتی رائے کا نتیجہ سمجھ رہے ہیں، جو چاہے اس کو اپنا لے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

(۴۱۹۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ﷺ قَالَ: سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: اللَّهُمَّ! هَبْ لِي سَيِّدَنَا عُثْمَانَ

(۴۱۹۳) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۹۴) تخريج: اسنادہ حسن (انظر: ۷۰۷)

وَاللَّهِ! إِنَّا لَمَعَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
بِالْجُحْفَةِ، وَمَعَهُ رَهْطٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ
فِيهِمْ حَيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْفُهْرِيُّ، إِذْ قَالَ
عُثْمَانُ وَذَكَرَ لَهُ التَّمَتُّعُ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
إِنْ أَتَمَّ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَنْ لَا يَكُونَا فِي
أَشْهُرِ الْحَجِّ، فَلَوْا أَخَّرْتُمْ هَذِهِ الْعُمْرَةَ
حَتَّى تَزُورُوا هَذَا الْبَيْتَ زَوْرَتَيْنِ كَانَ
أَفْضَلَ، فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ وَسَّعَ فِي الْخَيْرِ،
وَعَلَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي
يَغْلِفُ بَعِيرَاتِهِ فَبَلَغَهُ الَّذِي قَالَ
عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَعَمَدْتُ إِلَى سُنَّةِ
سَيِّدَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ وَرُخْصَةِ رَخَّصَ اللَّهُ
تَعَالَى بِهَا لِلْعِبَادِ فِي كِتَابِهِ، تُضَيِّقُ عَلَيْهِمْ
فِيهَا وَتَنْتَهِي عَنْهَا وَقَدْ كَانَتْ لِذِي الْحَاجَةِ
وَلِنَائِي الدَّارِ، ثُمَّ أَهْلٌ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا،
فَأَقْبَلَ عُثْمَانُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: وَهَلْ
نَهَيْتُمْ عَنْهَا؟ إِنِّي لَمْ أَتِهِ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ رَأْيَا
أَشْرْتُ بِهِ، فَمَنْ شَاءَ أَخَذَ بِهِ، وَمَنْ شَاءَ
تَرَكَهُ۔ (مسند احمد: ٧٠٧)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لیے نیا سفر کر کے آنا، تاکہ دو عبادتوں کے لیے دو مستقل سفر ہوں اور اجر و ثواب میں اضافہ ہو۔

(۴۱۹۵) عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ إِنْ أَنَسَا أَخْبَرَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ)) قَالَ: خَرَجَ قَلْبِي بِالْحَجِّ وَلَبَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَدِمَ أَمْرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَنَسٍ، فَقَالَ: مَا تَعُدُّونَا إِلَّا صَبِيَانَا۔ (مسند احمد: ۵۱۴۷)

بکر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتلایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوں تبلیہ پڑھا تھا: ”لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ“ (میں عمرہ اور حج دونوں کے لئے حاضر ہوں) یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھول گئے ہیں، بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حج کا تبلیہ پڑھا اور ہم نے بھی حج کا تبلیہ پڑھا، لیکن جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ عمرہ کے بعد احرام کھول دیں۔ بکر کہتے ہیں: جب میں نے یہ بات سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بتائی تو وہ کہتے لگے: اصل میں تم ہمیں بچے سمجھتے ہو، (اس لیے ہماری باتوں پر اعتماد نہیں کرتے)۔

فوائد: صحیح بات یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو آپ ﷺ کے احرام کی ابتدائی حالت پر محمول کیا جائے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بات کو احرام کی آخری اور درمیانی حالت پر محمول کیا جائے، جو صورت سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں، اس کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا، جس کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بڑا معقول جواب دیا۔

(۴۱۹۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ قَرَنَ بَيْنَ حَجَّتِهِ وَعُمْرَتِهِ أَجْزَأَهُ لَهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ))۔ (مسند احمد: ۵۳۵۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا، اس کو ان دونوں کے لئے ایک طواف کافی ہے۔“

فوائد: لیکن مسئلہ ایسے ہی ہے کہ حج قرآن کرنے والے کے لیے حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

(۴۱۹۵) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۳۲، وأخرج بنحوه البخاری: ۴۳۵۳، ۴۳۵۴ (انظر: ۵۱۴۷)
(۴۱۹۶) تخریج: صحيح موقوفا بهذا اللفظ، عبد العزيز بن محمد الدراوردي تفرد به وحديثه هذا منكر، وقد رواه غير واحد عن عبيد الله بن عمر ولم يرفعه۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۷۵ (انظر: ۵۳۵۰)

(۴۱۹۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا قَرَنَ حَنْثِيَّةً أَنْ يُصَدَّ عَنِ النَّبْتِ، وَقَالَ: ((إِنْ لَمْ يَكُنْ حَاجَّةً فَعُمُرَةً...)) (مسند احمد: ۷۰۱۱)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں اس اندیشہ کی وجہ سے جمع کیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو بیت اللہ تک جانے سے روک دیا جائے، پھر انھوں نے کہا: اور آپ ﷺ کا یہ خیال تھا کہ اگر حج نہ ہو سکا تو عمرہ تو کر لیں گے۔

فوائد: یہ حدیث تو ضعیف ہے اور اس کے ان الفاظ کی سمجھ آرہی ہے نہ کسی مناسبت کا پتہ چل رہا ہے، کیونکہ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع ادا کر رہے تھے، اس وقت روک دیے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا تھا، مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا، ایک سال پہلے ایام حج میں یہ اعلان کیا جا چکا تھا کہ آئندہ کوئی مشرک اور ننگا آدمی طواف نہیں کر سکے گا اور آپ ﷺ کے ساتھ چالیس ہزار کے لگ بھگ صحابہ موجود تھے۔ بہر حال ممکن ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کسی گمان کی وجہ سے یہ الفاظ کہہ دیئے ہوں، یا ان سے نیچے کسی راوی سے کوئی غلطی ہو گئی ہو، جبکہ سند بھی ضعیف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نبی کریم ﷺ نے حج قرآن ادا کیا تھا، خلفائے راشدین کو یہ علم تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے، اس کے باوجود انھوں نے یہ رائے دی تھی سفر حج میں صرف حج ادا کیا جائے اور بعد میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے از سر نو سفر کیا جائے، تاکہ اجر و ثواب زیادہ ملے، ان کی اس رائے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت جیسے اسباب عطا کر دیئے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے ”البدایۃ والنہایۃ“ میں حجۃ الوداع کے موقع پر چالیس ہزار کی تعداد کا ذکر کیا ہے، جبکہ الرحیق المختوم اور رحمۃ للعالمین اور دیگر سیرت نگاروں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس یا چالیس ہزار ذکر کی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

التَّمَتُّعُ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ حج تمتع کا بیان

(۴۱۹۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَتْ آيَةُ التَّمَتُّعِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَعَمَلْنَا بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسُخُهَا، وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى مَاتَ. (مسند احمد: ۲۰۱۴۹)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حج تمتع کی آیت قرآن کریم میں نازل ہوئی اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس پر عمل کیا، اب اس کے بعد تو کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہو اور نہ نبی کریم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے تک اس سے منع کیا۔

(۴۱۹۷) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف یونس بن الحارث الثقفی (انظر: ۷۰۱۱)

(۴۱۹۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۵۱۸، ومسلم: ۱۲۲۶ (انظر: ۱۹۹۰۷)

فوائد: حج تمتع کی آیت سے مراد قرآن مجید کے یہ الفاظ ہیں: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ”(پس جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو) جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کر لے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۹۶)

(۴۱۹۹) عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ، الضُّبُعِيَّ قَالَ: تَمَتَّعْتُ فَتَهَانِي نَاسٌ عَنْ ذَلِكَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَنِي بِهَا، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَأَتَانِي آتٌ فِي مَنْامِي فَقَالَ عُمَرُ: مُتَقَبِّلَةٌ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ، قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَالَ فِي الْهَدْيِ: جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دِمٍّ - (مسند احمد: ۲۱۵۸)

ابو جرہ ضبعی کہتے تھے: میں نے حج تمتع کرنا چاہا لیکن لوگوں نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا، پس میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا، انہوں نے مجھے حج تمتع کرنے کا حکم دیا، سو میں بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور اس نے کہا: یہ تو عمرہ مقبولہ اور حج مبرور ہے۔ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا خواب بیان کیا، تو انہوں نے تعجب کرتے ہوئے بار بار کہا: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ یہ عمل تو ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہدی کے بارے میں کہا کہ وہ ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری یا بھیڑ ہو سکتی ہے یا ایک جانور میں حصہ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔

(۴۲۰۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى مَاتَ، وَعُمَرُ حَتَّى مَاتَ، وَعُثْمَانُ حَتَّى مَاتَ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ نَهَى عَنْهَا مُعَاوِيَةُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَعَجِبْتُ مِنْهُ، وَقَدْ حَدَّثَنِي أَنَّهُ قَصَّرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِمَشْقَصٍ - (مسند احمد: ۲۶۶۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے، سیدنا ابوبکر نے، سیدنا عمر نے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نے دنیا سے رخصت ہونے تک تمتع کی اجازت دیئے رکھی۔ سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان کے حج تمتع سے منع کرنے پر تعجب ہوا، کیونکہ انہوں نے خود مجھے بیان کیا تھا کہ انہوں نے تیر کے چوڑے پھل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بال تراشے تھے۔

فوائد: یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن یہ دو باتیں درست ہیں کہ سیدنا معاویہ حج کے مہینوں میں عمرے سے

(۴۱۹۹) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۷، ۱۶۸۸، ومسلم: ۱۲۴۲ (انظر: ۲۱۵۸)

(۴۲۰۰) اسنادہ ضعیف لضعف لیث بن ابی سلیم - أخرجه الترمذی: ۸۲۲، والنسائی: ۵/ ۱۵۳ (انظر:)

منع کرتے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال کاٹے تھے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سا موقع تھا کہ جس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بال کاٹے تھے، سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بال کاٹنے کا یہ واقعہ مروہ پر پیش آیا تھا اور اس میں تقصیر کی گئی تھی، جبکہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے (۱۰) ذوالحجہ کو منیٰ میں سر منڈوایا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ بعرانہ کے موقع پر آپ ﷺ کے بال کاٹے تھے، عمرہ قضا کے موقع پر تو وہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے، سنن ابوداؤد کی روایت میں ”لِحَجَّتِهِ“ کے الفاظ شاذ ہیں۔ اس تفصیل سے پتہ چلا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تعجب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ حجۃ الوداع کا موقع ہی نہیں تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قبل خلفائے راشدین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع بھی کرتے تھے، لیکن اس کی گنجائش بھی دیتے تھے، منع کرنے کی وجوہات بیان کی جا چکی ہیں، رہا مسئلہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو ممکن ہے کہ ان کا منع کرنا بھی اسی نوعیت کا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس موضوع سے متعلقہ مرفوع روایات کا علم نہ ہونے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کا لحاظ کرنے کی وجہ سے انھوں نے سختی سے منع کر دیا ہو۔

(۴۲۰۱) عَنْ غُنَيْمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ عَنِ الْمُتَعَةِ قَالَ: فَعَلْنَاَهَا وَهَذَا كَافِرٌ بِالْعُرْشِ، يَغْنِي مُعَاوِيَةَ۔ غنیم کہتے ہیں: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تمتع کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: ہم نے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) اُس وقت تمتع کیا تھا، جب یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے گھروں میں ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ (مسند احمد: ۱۵۶۸)

نوائد: اس حدیث میں تمتع سے مراد مکہ والا عمرہ قضا ہے، اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مقیم جاہلیت کی حالت میں تھے، وہ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے، اس طرح آپ ﷺ نے جب بعرانہ اور حجۃ الوداع والا عمرہ کیا تو اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور مکہ میں مقیم بھی نہ تھے۔ ”عُرْش“ سے مراد مکہ مکرمہ کے گھر ہیں، لغوی اعتبار سے یہ لفظ ”عُرْش“ کی جمع ہے، جس کے معانی سایہ دار چیز جیسے شامیانہ، چھپر، سائبان اور شید کے ہیں، چونکہ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر اسی قسم کے گھر نظر آتے تھے، اس لیے اس شہر کو ”عُرْش“ کہہ دیا گیا۔ بعض نے اس لفظ کو ”بِالْعُرْش“ پڑھا، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، اس سے مقصود بھی کفر ہی ہے۔

(۴۲۰۲) عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَارِثٍ كَبْتُهُ هِيَ: مِثْلُ مَا فِي سِوَالِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأُورِثَ سَيِّدَنَا ضَحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْهُ اس سال سنہ،

(۴۲۰۱) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۲۵ (انظر: ۱۵۶۸)

(۴۲۰۲) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه الترمذی: ۸۲۳، والنسائی: ۵ / ۱۵۲، وأخرجه مسلم بلفظ الحديث السابق (انظر: ۱۵۰۳)

جس سال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا، یہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے، ضحاک نے کہا: وہی آدمی یہ حج کرے گا، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہوگا۔ یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے! تم نے بڑی غلط بات کہی ہے، آگے سے سیدنا ضحاک نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے منع کیا ہے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: رسول اللہ ﷺ نے اور ہم نے آپ کی معیت میں حج تمتع کیا۔

نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ وَالضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَامَ حَجِّ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَهُمَا يَذْكُرَانِ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ الضَّحَّاكُ: لَا يَصْنَعُ ذَلِكَ إِلَّا مَنْ جَهِلَ أَمْرَ اللَّهِ، فَقَالَ سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِسْمَا قُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي، فَقَالَ الضَّحَّاكُ: فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ نَهَى عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ قَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَنَعْنَاهَا مَعَهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۰۳)

فوائد: اگر حج تمتع سے اس کی اصطلاحی تعریف مراد لی جائے، یعنی عمرہ کر کے حلال ہو جانا اور پھر بعد میں از سر نو حج کا احرام باندھنا، تو اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کرنے کی اجازت دی تھی، اور رئیس کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اس کو عملی طور پر بھی اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے زانی کو رجم کیا اور چور کا ہاتھ کاٹا، حالانکہ آپ ﷺ نے یہ کام خود اپنے ہاتھ سے انجام نہیں دیئے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے تو صرف حکم دیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ﴾ (فرعون نے اپنی قوم میں آواز دی)، اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون کے حکم سے آواز دی گئی تھی۔

(۴۲۰۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ مُتَعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَأَنْتَهَيْنَا۔ (مسند احمد: ۱۴۸۹۵) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نکاح متعہ اور حج تمتع دونوں کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اجازت تھی، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ان سے منع کیا تو ہم رک گئے۔

فوائد: نکاح متعہ: کسی عورت سے مقررہ مدت تک نکاح کرنا۔ یہ نکاح عہد نبوی میں ہی حرام ہو گیا تھا اور اس کی حرمت پر مسلمانوں پر اتفاق ہے، مگر بعض لوگوں کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اسے حسب سابق جائز سمجھتے رہے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس چیز کا علم ہوا تو انھوں سرکاری اعلان کے ذریعے اس کی حرمت کا دوبارہ اعلان کر دیا، لیکن جن لوگوں کو ساری تفصیل کا علم نہیں تھا، انھوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اس نکاح کو حرام قرار دیا ہے، نکاح متعہ کی مزید وضاحت کتاب النکاح میں آئے گی۔ حج تمتع کا جائز ہونا بھی اتفاقی مسئلہ ہے، پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اس سے منع کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(۴۲۰۴) عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى (الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّهُ كَانَ يُفْتَى بِالْمُنْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ، فَإِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا أَحَدَتْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النَّسْكِ بَعْدَكَ حَتَّى لَقِيَهُ بَعْدُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ فَعَلَهُ وَأَصْحَابَهُ، وَلَكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ يَظْلُمُوا بِهِنَّ مُعْرِسِينَ فِي الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرَوْهُوَ بِالْحَجِّ تَقْطُرُ رُؤُوسُهُمْ - (مسند احمد: ۳۵۱)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے، ایک آدمی نے ان سے کہا: ذرا اپنے بعض فتوؤں سے رک جاؤ، کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے مناسک حج کے بارے میں کیا حکم جاری کیا ہے۔ بعد میں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرام نے حج تمتع کیا ہے، مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ رات کو ”آراک“ درختوں کے نیچے اپنی بیویوں کے ساتھ ہم بستری کریں اور پھر جب حج کے لئے روانہ ہوں تو ان کے سروں سے غسل کے پانی کے قطرے گر رہے ہوں۔

(۴۲۰۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى (الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: هِيَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَغْنِي الْمُنْعَةَ، وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ يُعْرِسُوا بِهِنَّ تَحْتَ الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرَوْهُوَ بِحُجَّاجًا - (مسند احمد: ۳۴۲)

(دوسری سند) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج تمتع رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ”آراک“ کے درختوں کے نیچے اپنی بیویوں سے ہم بستری کریں گے اور پھر حج کا احرام باندھ کر چل پڑیں گے۔

فوائد: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو پابندی لگائی تھی، اس کی وجہ بیان کر دی، بہر حال یہ چیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو طبعی طور پر ناگوار گزرتی تھی، وگرنہ شرعی احکام کی روشنی میں جب میاں بیوی احرام کی حالت میں نہ ہوں تو وہ حق زوجیت ادا کر سکتے ہیں، یہ حج و عمرہ کے احرام سے پہلے ہوا کسی اور وقت۔

(۴۲۰۶) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُفْتَى بِالَّذِي أُنْزَلَ

سالم بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق

(۴۲۰۴) (تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۲۲ (انظر: ۳۵۱)

(۴۲۰۵) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۰۶) (تخریج: اسنادہ ضعیف بهذه السیاقه لضعف صالح بن ابی الاخضر۔ أخرجه الترمذی بسبابة

اخری: ۸۲۴، سیاتی لفظ فی الشرح (انظر: ۵۷۰۰)

حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب لوگ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ آپ کے والد حج تمتع سے منع کرتے ہیں، تو پھر آپ ان کے حکم کی مخالفت کیوں کرتے ہو تو وہ ان کو یوں جواب دیتے تھے: تم پر افسوس ہے، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے تو ان کا ارادہ بھی خیر کا ہی ہوگا کہ تم مستقل طور پر عمرہ کرو، اب تم اسے حرام کیوں سمجھتے ہو؟ جبکہ اللہ نے اسے حلال کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ اتباع کے زیادہ حقدار ہیں یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا حرام ہے، ان کا کہنا تو یہ تھا کہ مکمل عمرہ یہ ہے کہ تم اس کو حج کے مہینوں کے علاوہ مستقل طور پر ادا کرو۔

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَةِ بِالتَّمَتُّعِ، وَسَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهِ، فَيَقُولُ نَاسٌ لَابِنِ عُمَرَ: كَيْفَ تُخَالِفُ أَبَاكَ وَقَدْ نَهَى عَنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ: وَيَلَكُمْ أَلَّا تَتَّقُونَ اللَّهَ، إِنْ كَانَ عُمَرُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ فَيَبْتَغِي فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَمَامَ الْعُمْرَةِ، فَلَيْسَ تَحَرِّمُونَ ذَلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أَفَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ تَتَّبِعُوا أَم سُنَّةُ عُمَرَ؟ إِنْ عُمَرُ لَمْ يَقُلْ لَكُمْ إِنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: إِنْ أَتَمَّ الْعُمْرَةَ أَنْ تُفَرِّدُوهَا مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ - (مسند احمد: ۵۷۰۰)

فوائد: جامع ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں: ایک شامی باشندے نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج کے ساتھ عمرہ کر لینے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا: ایسا کرنا درست ہے۔ شامی نے کہا: آپ کے باپ تو اس سے منع کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس بارے تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میرے باپ ایک چیز سے منع کرتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عملاً کیا ہے تو میرے باپ کے حکم کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟ اس آدمی نے کہا: جی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی کی جائے گی۔ یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہے۔

ابونضرہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع کرتے ہیں اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیتے ہیں، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج سے متعلق یہ حدیث میرے ہاتھ پر گھومتی ہے، ہم نے رسول اللہ ﷺ اور پھر سیدنا ابوبکر کے ساتھ حج تمتع کیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: بیشک قرآن قرآن ہے اور

(۴۲۰۷) عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: قُلْتُ لَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَنْهَى عَنِ الْمُتَمَتُّعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَأْمُرُ بِهَا، قَالَ: فَقَالَ لِي: عَلَى يَدَي جَرَى الْحَدِيثُ، تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ عَفَّانُ: وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خُطِبَ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ الْقُرْآنَ هُوَ الْقُرْآنُ وَإِنَّ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ الرَّسُولُ، وَإِنَّهُمَا كَانَتَا مُتَعَتَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِحْدَاهُمَا مُتَعَةُ الْحَجِّ وَالْأُخْرَى مُتَعَةُ النِّسَاءِ۔ (مسند احمد: ۳۶۹)

اللہ کے رسول بھی رسول ہیں، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں متعہ کی دو قسمیں رائج تھیں، ایک حج والا متعہ اور دوسرا عورتوں والا۔

فوائد: ”بیشک قرآن قرآن ہے اور اللہ کے رسول بھی رسول ہیں۔“ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ ہے اور واجب الاتباع ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا جائے گا، کیونکہ آپ ﷺ کے بولنے کا دار و مدار بھی وحی پر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو قسم کے متعے جائز اور رائج تھے، اب ان کی ضرورت ختم ہو چکی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے حج تمتع کیا تھا، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے کہا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے، حلال کر دیتا ہے اور بیشک قرآن مجید بھی اپنی منازل پر نازل ہوا، ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ ”اور حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔“ جیسے اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے، اور ان عورتوں کے اس نکاح کو ختم کر دو، جس نے کسی عورت کے ساتھ مقررہ مدت تک یہ نکاح کیا تو میں اس کو پتھروں سے رجم کر دوں گا۔ (صحیح مسلم) نکاح متعہ کی مزید وضاحت کتاب النکاح میں آئے گی۔

(۴۲۰۸) عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرَادَ أَنْ يَنْهَى عَنْ مُتَعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي (بُنْ كَغِبْ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ، قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَنْهَنَا، فَأَضْرَبَ عَنْ ذَلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَرَادَ أَنْ يَنْهَى عَنْ حُلُلِ الْحَبْرَةِ، لِأَنَّهَا تُضْبَعُ بِالْبَوْلِ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ، قَدْ لَبَسَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ وَلَبَسْنَاهُنَّ فِي عَهْدِهِ۔ (مسند احمد: ۲۱۶۰۷)

حسن سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ حج تمتع سے منع نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں یہ حج کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے نہیں روکا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سے اعراض کیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یمنی چادروں سے منع کرنا چاہا کیونکہ ان کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا تھا، لیکن سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس سے بھی نہیں روک سکتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی یہ پہنی تھیں اور آپ کے زمانہ میں ہم نے ان کو زیب تن کیا تھا۔

فوائد: اگر واقعی وہ کپڑا پیشاب میں رنگا جاتا تھا تو وہ اس وقت تک ناپاک رہے گا، جب تک اس پر (تخریج: هذا الحديث منقطع، لان الحسن البصري لم يلق عمر ولا ابيا، لكن قد صحح نهي عمر عن متعة الحج، وأما الشطر الثاني فقد جاء من - طرق عن عمر - (انظر: ۲۱۲۸۳))

پیشاب کے اثرات باقی رہیں گے، جب اس کے اثرات ختم ہو جائیں گے تو وہ پاک ہو جائے گا، ایسی صورت کپڑے کو جس رنگ میں رنگا جائے گا، وہ رنگ ناپاک نہیں ہوگا۔

(۴۲۰۹) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: اجْتَمَعَ عَلِيُّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتَنَعَةِ وَالْعُمْرَةِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تُرِيدُ إِلَى أَمْرِ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَنْهَى عَنْهَا، فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: دَعْنَا مِنْكَ. (مسند احمد: ۱۱۴۶)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وادی عسفان میں اکٹھے ہو گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع اور عمرہ سے منع کرتے تھے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس عمل سے روکنا چاہتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا تھا، لیکن انھوں نے آگے سے کہا: آپ اپنی باتوں سے ہمیں معاف ہی رکھیں۔

فوائد: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دلیل انتہائی مضبوط تھی، کیونکہ انھوں نے مقابلے میں جواز یا عدم جواز کی بات نہیں کی، بلکہ براہ راست یہ کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ خود جو کام سرانجام دیتے تھے، اے عثمان! تم اس سے کیوں منع کرتے ہو۔

(۴۲۱۰) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: إِنَّا لَبِمَكَّةَ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَنَهَى عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَاتَّكَرَّ أَنْ يَكُونَ النَّاسُ صَنَعُوا ذَلِكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَبَّغَ ذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: وَمَا عَلِمَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِهَذَا؟ فَلْيَرْجِعْ إِلَى أُمِّهِ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلْيَسْأَلَهَا فَإِنَّ لَمْ يَكُنِ الزُّبَيْرُ قَدْ رَجَعَ إِلَيْهَا حَلَالًا، وَحَلَّتْ، فَلَبَّغَ ذَلِكَ أَسْمَاءَ فَقَالَتْ: يَغْفِرُ اللَّهُ لِبَنِي عَبَّاسٍ، وَاللَّهِ لَقَدْ أَفْحَشَ، قَدْ وَاللَّهِ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، لَقَدْ حَلُّوا وَأَحْلَلْنَا وَأَصَابُوا النِّسَاءَ. (مسند احمد: ۱۶۲۰۲)

اسحاق بن یسار کہتے ہیں: ہم مکہ مکرمہ میں تھے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور حج تمتع کرنے سے منع کیا اور انہوں نے اس بات کا بھی انکار کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا حج کیا ہو، جب یہ بات سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کا کیا علم؟ اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھ لے، اگر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے احرام نہ کھولا ہو اور ان کی ماں نے کھول دیا ہو۔ جب یہ بات سیدہ اسماء نے سنی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے، انھوں نے نامناسب بات کی ہے، بہر حال اللہ کی قسم ہے کہ انھوں نے سچی بات کی ہے، لوگوں نے واقعی احرام کھول دیئے تھے اور ہم نے بھی احرام کھول دیتے تھے اور لوگوں نے اپنی بیویوں سے ہم بستری بھی کی تھی۔

فوائد: یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ چند ابواب پہلے اس باب میں گزر چکی ہے: ”حج تمتع، حج افراد اور

حج قرآن میں سے کوئی ایک ادا کر لینے کا اختیار دینے کا بیان“ اس باب کی دوسری حدیث دیکھیں۔ ”انہوں نے نامناسب بات کی ہے۔“ اس سے ان کی مراد دو باتوں میں سے ایک ہو سکتی ہے: (۱) اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماں اسماء سے پوچھ لے، اس کے نامناسب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے حق زوجیت ادا کیا ہوگا، جبکہ اس طرح کا اشارہ نہیں کرنا چاہیے۔ (۲) اس بات سے یہ سمجھ آ رہی ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی حلال ہو گئے تھے، جبکہ وہ حلال نہیں ہوئے تھے، دیکھیں حدیث نمبر (۴۲۱۳)۔

(۴۲۱۱) عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْقُرَيْبِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَرَخَّصَ فِيهَا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا، فَقَالَ: هَذِهِ أُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِيهَا فَأَدْخُلُوا عَلَيْهَا فَاسْأَلُوهَا، قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَإِذَا أَمْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمِيَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهَا. (مسند احمد: ۲۷۴۸۵)

مسلم قری کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کی بابت پوچھا، انہوں نے اس میں رخصت دے دی، لیکن سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا، یہ دیکھ کر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ تو حج تمتع سے منع کرتے ہیں، جبکہ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے، تم جا کر ان سے پوچھ لو۔ مسلم قری کہتے ہیں: چنانچہ ہم ان کے ہاں گئے، وہ ایک بھاری بھر کم خاتون تھیں اور ناپینا ہو چکی تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعی اس کی اجازت دی ہے۔

(۴۲۱۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ الْعَامِرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ﷺ سُئِلُوا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالُوا: نَعَمْ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَقْدَمُ فَتَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَحِلُّ، وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ يَوْمٍ، ثُمَّ تُهَلُّ بِالْحَجِّ فَتَكُونُ قَدْ جَمَعْتَ عُمْرَةً وَحَجَّةً أَوْ جَمَعْتَ اللَّهُ لَكَ عُمْرَةً وَحَجَّةً. (مسند احمد: ۶۲۴۰)

عبد اللہ بن شریک عامری کہتے ہیں: میں نے سنا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے حج سے قبل عمرہ کر لینے کے متعلق پوچھا گیا تو ان سب نے کہا: جی ہاں، یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، جب تو مکہ مکرمہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مردہ کی سعی کر کے حلال ہو جا (اس طرح یہ عمرہ ہو جائے گا)، خواہ یہ عمل عرفہ سے ایک دن پہلے ہو، اس کے بعد تم حج کا احرام باندھ لو، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرنے کا موقع دے دے گا۔

(۴۲۱۱) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۳۸ (انظر: ۲۶۹۴۶)

(۴۲۱۲) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف شريك بن عبد الله بن النخعي، وعبد الله بن شريك العامري مختلف فيه - أخرجه الطبراني في "الكبير" (انظر: ۶۲۴۰)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم احرام باندھ کر سفر پر روانہ ہوئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور ہے، وہ احرام کی حالت میں رہیں گے اور جن کے ساتھ یہ جانور نہیں ہے، وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں۔“ اب میرے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا، اس لیے میں حلال ہو گئی یعنی احرام کھول دیا، لیکن میرے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا، سو وہ حلال نہ ہوئے۔ میں نے احرام کھول کر عام کپڑے پہن لیے اور اپنے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے قریب چلی گئی، لیکن انھوں نے کہا: مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ میں نے کہا: کیا آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ میں آپ پر کود پڑوں گی؟

(۴۲۱۳) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مُحْرِمِينَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلْيَتِمَّ (وَفِي لَفْظٍ: فَلْيَقُمْ عَلَى إِحْرَامِهِ) وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي فَلْيَحْلِلْ-)) قَالَتْ: فَلَمْ يَكُنْ مَعِيَ هَذِي فَحَلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ زَوْجِهَا هَذِي فَلَمْ يَحِلَّ، قَالَتْ: فَلَيْسَتْ بِنَائِي وَحَلَلْتُ، فَجِئْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: قُومِي عَنِّي، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَتَخْشَى أَنْ أَثْبَ عَلَيْكَ. (مسند احمد: ۲۷۵۰۵)

فوائد: سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ چونکہ احرام کی حالت میں تھے، جبکہ ان کی بیوی حلال ہو چکی تھی، اس لیے انھوں نے احتیاط کرتے ہوئے اپنی بیوی کو دور ہو جانے کا حکم دیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی حج سے قبل عمرہ کرنا چاہتا ہو، وہ کر سکتا ہے، بہر حال رسول اللہ ﷺ نے حج افراد کیا تھا اور آپ ﷺ نے عمرہ نہیں کیا تھا۔

(۴۲۱۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ النَّاسَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَبْدَأَ مِنْكُمْ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ-)) وَأَفْرَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَجَّ وَلَمْ يَعْتَمِرْ. (مسند احمد: ۲۵۱۲۲)

فوائد: نبی کریم ﷺ نے حج مفرد کیا تھا۔ اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ (دیکھیں حدیث ۳۱۸۲ کے فوائد)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہم نے عمرہ کا تلبیہ پکارا، بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جن لوگوں کے ساتھ قربانی

(۴۲۱۵) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ

(۴۲۱۴) تخریج: حدیث صحیح دون قولہا: ”ولم یعتمر“ وھذا اسناد ضعیف، ام علقمة ابن ابی علقمة لم یرو عنہا سوی اثین، ولم یؤثر توثیقہا عن غیر ابن حبان والعجلی - أخرجه مسلم: ۱۲۱۱ بلفظ: ان رسول الله ﷺ أفرد الحج - (انظر: ۲۴۶۱۵)

(۴۲۱۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۶، ۱۶۳۸، ۴۳۹۵، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۵۴۴۱)

کا جانور ہے وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پکاریں، وہ ان دونوں سے اکٹھے حلال ہوں گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حیض آ گیا، لہذا میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی نہ کر سکی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سر کھول دو اور کنگھی کر کے حج کا احرام باندھ لو اور عمرے کو ترک کر دو۔“ پس میں نے اسی طرح کیا، جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا، تاکہ میں عمرہ کر آؤں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمہارے عمرے کا متبادل ہے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے منیٰ سے آ کر حج کا طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا یعنی حج قرآن کیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔

مَعَهُ هَذِي فَلْيَهْلِ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)) قَالَتْ: فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطْفِ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكُوتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَنْقِضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي وَأَهْلِي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ)) قَالَتْ: فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ: ((هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكَ)) قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهْلُوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَحَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنَى لِحَجِّهِمْ، فَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ فَطَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ۲۵۹۵۵)

فوائد: ”اور عمرے کو ترک کر دو“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عمرہ کے افعال یعنی طواف، سعی اور تقصیر کو ترک کر دو اور حج قرآن کا تلبیہ شروع کر دو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حلال ہو جائیں اور پھر احرام باندھیں۔ ”یہ تمہارے عمرے کا متبادل ہے۔“ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری امہات المؤمنین اور بعض صحابہ کی طرح حج تمتع کرتے ہوئے جو عمرہ الگ سے کرنا تھا، یہ عمرہ تنعیم اس کا متبادل ہے، وگرنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج قرآن میں ایک عمرہ کر لیا تھا۔ اس حدیث کے آخر سے واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ حج قرآن کرنے والوں کو حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک ہی طواف کافی ہے، لیکن امام ابو حنیفہ ایسے حجاج کے لیے بھی دو طوافوں کے قائل ہیں، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

جَوَازُ ادْخَالِ الْحَجِّ عَلَى الْعُمْرَةِ وَالتَّحَلُّلِ بِالْإِحْصَارِ

حج کے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کے جائز ہونے اور کسی رکاوٹ کی بنا پر احرام کھول دینے کا بیان (۴۲۱۶) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حجة الوداع کے موقع پر ہم رسول قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے، میں نے عمرے

حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سَفْتُ الْهَدْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلْيَهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)) فَحَضْتُ، فَلَمَّا دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجَّتِي؟ قَالَ: ((أَنْقِضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ، وَأَهْلِي بِالْحَجِّ)) فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّيْ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ عَنْهَا. (مسند احمد: ۲۵۸۲۱)

کا احرام باندھا تھا اور میرے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور ہے، وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھیں اور وہ ان دونوں کے بعد احرام کھولیں گے۔“ اُدھر مجھے حیض آگیا، جب عرفہ کی رات تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے تو عمرے کا احرام باندھا تھا، اب میرے حج کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سر کھول کر کنگھی کرو اور عمرہ کو ترک کر دو اور حج کا احرام باندھ لو۔“ جب میں نے حج کر لیا تو آپ ﷺ نے میرے بھائی سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، پس انہوں نے مجھے تنعیم سے عمرہ کروایا، یہ عمرہ اس عمرے کا متبادل تھا، جس کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا۔

فوائد: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صرف عمرے کا احرام باندھ کر آئی تھیں، لیکن حیض کی وجہ سے ابھی تک وہ یہ عمرہ ادا نہ کر سکیں تھیں کہ اُدھر سے حج کے ایام شروع ہونے والے ہو گئے، جب انھوں نے اپنی صورت حال رسول اللہ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے ان کو اسی احرام کو حج قرآن میں بدل دینے کا حکم دے دیا اور انھوں نے عمرہ ترک کر کے یہ حج شروع کر دیا۔

(۴۲۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلِّمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ هَذَا الْعَامَ، فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَكُونَنَّ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، وَأَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، قَالَ: إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا

نافع کرتے ہیں کہ جس سال حجاج، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا ہوا تھا، اس سال سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں عبد اللہ اور سالم نے اپنے باپ سے کہا: اس سال جنگ کا خطرہ ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ حج کے لئے نہ جائیں، کیونکہ یہ اندیشہ ہے کہ لڑائی کی وجہ سے آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے، انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ تک جانے میں کوئی رکاوٹ آگئی تو میں اسی طرح کروں گا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر کیا تھا، جب کفار قریش نے آپ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک

مَعَهُ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ فُرَيْشَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
الْبَيْتِ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً
فَإِنْ خُلِيَ سَيْلِي فَضَبْتُ عُمَرَتِي، وَإِنْ
حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى أَتَى ذَا
الْحُلَيْفَةِ فَلَبَّى بِعُمْرَةٍ ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ثُمَّ سَارَ حَتَّى
إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا
وَاحِدٌ، إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْعُمْرَةِ حِيلَ
بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ
أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمَرَتِي، فَانْطَلَقَ حَتَّى
ابْتَاعَ بِقُدْبٍ هَذِيًّا ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا
وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ لَمْ
يَزَلْ كَذَلِكَ إِلَى يَوْمِ النَّحْرِ - (مسند احمد:

(۵۱۶۵)

دیا تھا۔ اب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں عمرہ کا ارادہ کر چکا
ہوں، اگر مجھے نہ روکا گیا تو عمرہ ادا کر لوں گا اور اگر بیت اللہ
تک پہنچنے میں مجھے رکاوٹ پیش آگئی تو میں اسی طرح کروں گا
جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، جبکہ اُس موقع پر میں بھی
آپ ﷺ کے ساتھ تھا، اس کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے
سفر شروع کر دیا، جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو انہوں نے عمرے کا
احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا۔ اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورہ
احزاب: ۲۱) ”تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین
نمونہ ہے۔“ اس کے بعد آگے کو روانہ ہوئے اور جب بیداء
کے اوپر پہنچے تو کہا: حج اور عمرے کے احکام تو ایک جیسے ہی ہیں،
اگر میرے عمرے کے سامنے کوئی رکاوٹ آگئی تو اس کا مطلب
یہ ہوگا کہ میرے حج کے سامنے بھی رکاوٹ آجائے گی، لہذا
میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں عمرہ کے ساتھ حج کا احرام بھی
باندھ رہا ہوں، اس کے بعد وہ آگے کو روانہ ہوئے اور قدید کے
مقام پر جا کر قربانی کا جانور خریدا۔ پھر مکہ پہنچ کر حج اور عمرہ
دونوں کے لئے بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا مروہ کی ایک سعی
کی، اس کے بعد یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ تک اسی طرح رہے۔

فوائد: جب بنو امیہ کا خلیفہ معاویہ بن یزید بن معاویہ خلیفہ کے تعیین کے بغیر فوت ہو گیا تو دو ماہ اور کچھ
دنوں تک کوئی خلیفہ نہ بن سکا، اس دورانیے میں مکہ مکرمہ کے اہل حل و عقد نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی
اور حجاز، عراق، خراسان اور مشرق کے کچھ علاقے ان کے ماتحت ہو گئے، جبکہ اُدھر شام اور مصر والوں نے مروان بن حکم کی
بیعت کر لی، مروان کی وفات تک یہی سلسلہ جاری رہا، جب عبد الملک بن مروان کی خلافت شروع ہوئی تو اس نے اس
ڈر سے لوگوں کو حج سے روک دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں، پھر اہل مکہ سے لڑنے کے
لیے اس نے حجاج بن یوسف کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا، اس نے اہل مکہ سے قتال کیا اور ان کا محاصرہ کر لیا، یہاں تک
کہ ان پر غالب آ گیا اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

(دوسری سند) نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے، جب انہیں بتایا گیا کہ اس دفعہ مکہ میں لڑائی کا خطرہ ہے تو انہوں نے کہا: میں عمرے کا احرام باندھ لیتا ہوں، اگر مجھے آگے جانے سے روک دیا گیا تو میں اسی طرح کروں گا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ لیا اور ذوالحلیفہ سے تھوڑا آگے جا کر جب بیداء کے ٹیلہ پر پہنچے تو کہنے لگے: حج اور عمرہ کے احکام تو ایک جیسے ہیں، لہذا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، یا یوں کہا: میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، کیونکہ حج اور عمرہ کے احکام و مسائل ایک جیسے ہیں، پس جب وہ مکہ پہنچے تو بیت اللہ کے گرد سات چکر اور صفا مروہ کی سعی کے بھی سات چکر لگائے اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا، اس سفر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما قدید کے مقام سے قربانی کا جانور خرید کر اسے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گئے تھے۔

(۴۲۱۸) (وَمِنْ طَرِيقِي ثَانٍ) عَنْ نَافِعٍ خَرَجَ ابْنُ عُمَرَ يُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ بِمَكَّةَ أَمْرًا، فَقَالَ: أَهْلُ بِالْعُمْرَةِ فَإِنْ حُسِبْتُ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَهْلُ بِالْعُمْرَةِ، فَلَمَّا سَارَ قَلِيلًا وَهُوَ بِالْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا سَبِيلُ الْعُمْرَةِ إِلَّا سَبِيلُ الْحَجِّ أَوْجِبُ حَجًّا أَوْ قَالَ: أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجِبْتُ حَجًّا، فَإِنَّ سَبِيلَ الْحَجِّ سَبِيلُ الْعُمْرَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ، أَتَى قُدَيْدًا فَاشْتَرَى هَذِيأَ فَسَاقَهُ۔ (مسند احمد: ۴۵۹۵)

فوائد: رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر حلال ہو گئے تھے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی سنت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس باب سے متعلقہ یہ بات ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا، لیکن جب بیداء مقام تک پہنچے تو عمرے کے احرام میں حج کو بھی داخل کر لیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا تھا، روح کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا تھا، جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں تھے، وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو گئے تھے یعنی انہوں نے احرام کھول دیا تھا، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی

(۴۲۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَرَوْحٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَالَ رَوْحٌ سَمِعْتُ مُسْلِمًا الْقُرِّيَّ، قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ مُسْلِمِ الْقُرِّيَّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَهْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ وَأَهْلُ أَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، قَالَ رَوْحٌ

(۴۲۱۸) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۱۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۳۹ (انظر: ۲۱۴۱)

أَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي أَحَلَّ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي طَلَحَهُ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلَّ -

ان لوگوں میں سے تھے، جن کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، اس لیے وہ بھی عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو گئے۔

(مسند احمد: ۲۱۴۱)

فوائد: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ کا تلبیہ بھی کہا تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سفر کی ابتداء حج کے احرام سے کی تھی۔ اس حدیث کے مطابق احرام میں یہ تبدیلی کی گئی تھی کہ جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا اور ان کے ہمراہ ہدی نہیں تھی، ان کو حکم دیا گیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور حلال ہو جائیں۔ اس باب کی اور اس موضوع سے متعلقہ احادیث سے حج و عمرہ کو ایک دوسرے میں داخل کر لینے کی درج ذیل صورتیں ثابت ہوئیں:

- ۱۔ صرف حج کے تلبیہ کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اسی احرام میں عمرہ کو داخل کر لینا۔
- ۲۔ صرف عمرہ کے تلبیہ کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اسی احرام میں حج کو داخل کر لینا۔
- ۳۔ صرف حج کے تلبیہ کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اس احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دینا۔

التَّلْبِيَّةُ وَصِفَتُهَا وَأَحْكَامُهَا

تلبیہ اور اس کی کیفیت اور احکام کا بیان

الْفَاطَةُ وَفَضْلُهَا

تلبیہ کے الفاظ اور اس کی فضیلت کا بیان

(۴۲۲۰) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَبَّيْكَ، اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ، لَا شَرِيكَ لَكَ)) قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: وَزِدْتُ أَنَا لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ - (مسند احمد: ۵۰۷۱)

نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: ((لَبَّيْكَ، اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ.....)) (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)۔ نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس تلبیہ میں میں ان الفاظ کا اضافہ بھی کرتا ہوں: ((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ)) (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور میں حاضر ہوں، اور بھلائی

تیرے ہاتھوں میں ہے اور رغبت اور عمل بھی تیری طرف ہے۔)

فوائد: ”لَبَّيْكَ“ یہ لفظ تثنیہ ہے اور ”لَا“ ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا ہے اور

یہ باب ”لَبَّ يَلْبُ“ سے ماخوذ ہے، جس کے معانی ہیں: قیام کرنا، برقرار رہنا، حاضر ہونا، جم جانا۔ تثنیہ دو چیزوں کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے، لیکن ”لَبَّيْكَ“ میں تثنیہ دو کے لیے نہیں، بلکہ تاکید، تکثیر اور مبالغہ کے لیے استعمال ہوا ہے، یعنی اے میرے اللہ! میں تیرے سامنے بار بار حاضر ہوں، مسلسل مقیم و موجود ہوں اور تیری اطاعت کو چمٹا ہوا ہوں۔ یہی معاملہ ”سَعْدَيْكَ“ کا ہے، البتہ اس کے معانی یہ ہیں: ((مُسَاعَدَةً لِّطَاعَتِكَ بَعْدَ مُسَاعَدَةٍ)) اور ”مُسَاعَدَةً“ کے معانی مدد، امداد، تقویت اور سہارے کے ہیں۔

قارئین کرام! ذہن نشین کر لیں کہ آپ ﷺ نے جس تلبیہ کی تعلیم دی، اس کے مخصوص الفاظ آپ کے سامنے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ کی زیادتی کی تھی، ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ آپ ﷺ کے الفاظ کو نامکمل اور ناکافی سمجھ رہے تھے جبکہ شریعت کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ حرم حالت احرام میں صرف وہی اذکار کرتا رہے، جن کی آپ ﷺ نے عملاً تعلیم دی ہے، دراصل بات یہ ہے کہ حرم اپنے آپ کو ہر معاملے میں آپ ﷺ کا پابند سمجھتا ہے، بسا اوقات وہ اپنی طبع کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کو مناسب سمجھتا ہے، یہی معاملہ یہاں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسنون تلبیہ کے پابند تھے اور وہ یہ تلبیہ پڑھنے کے بعد اپنے الفاظ بھی دوہرا دیتے تھے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم لوگ تلبیہ کہنے کے بعد اپنی اپنی زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا اور دعا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حدیث نمبر (۲۱۲۳) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے تلبیہ کے الفاظ میں ”ذَا الْمَعَارِجِ“ کے الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں بالوں کو بکھرنے سے بچانے کے لیے کوئی چیز لگائی ہوئی تھی اور آپ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ کہہ رہے تھے: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ،)) (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے: ((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ

(۴۲۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَهْلُ مُلَبِّدًا، يَقُوْلُ: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ..)) لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ (مسند احمد: ۶۰۲۱)

(۴۲۲۲) عَنِ الضَّحَّاكِ (بْنِ مُزَاجِمٍ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ تَلْبِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ:

(۴۲۲۱) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۲۲۲) تخریج: صحيح لغيره (انظر: ۲۷۵۴)

((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.)) (مسند احمد: ۲۷۵۴)

((۴۲۲۳)) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا لَبَّى يَقُولُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، (فَذَكَرَ مِثْلَ الطَّرِيقِ الْأَوَّلِيِّ ثُمَّ قَالَ) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهُ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا تَلْبِيَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. (مسند احمد: ۲۴۰۴)

((۴۲۲۴)) عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَلْبِسُ، قَالَ: ثُمَّ سَمِعْتُهَا تَلْبِي تَقُولُ: لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ. (مسند احمد: ۲۴۵۴۱)

((۴۲۲۵)) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ تَلْبِيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: ((لَبَّيْكَ إِلَهَ الْحَقِّ)). (مسند احمد: ۸۶۱۴)

((۴۲۲۶)) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَلْبِسُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيعًا، فَحَدَّثْتُ ابْنَ عُمَرَ بِذَلِكَ فَقَالَ: لَبَّى بِالْحَجِّ وَحَدَّه، فَلَقِيتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهُ

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب تلبیہ پکارتے تو یوں کہتے: "لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ....." (پہلی سند والا تلبیہ ذکر کیا)، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان ہی الفاظ پر رک جاؤ، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے۔

ابوعطیہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تلبیہ کیسے پکارتے تھے۔ ابوعطیہ نے کہا: پھر میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یوں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ میں یہ الفاظ بھی تھے: ((لَبَّيْكَ إِلَهَ الْحَقِّ))

بکر بن عبد اللہ مزینی کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ پکارا تھا، پھر جب میں نے یہ بات سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے تو صرف حج کا تلبیہ پکارا تھا، بعد میں جب سیدنا

((۴۲۲۳)) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

((۴۲۲۴)) تخریج: أخرجه: ۱۵۵۰ (انظر: ۲۴۰۴۰)

((۴۲۲۵)) اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه النسائی: ۵ / ۱۶۱، وابن ماجه: ۲۹۲۰ (انظر: ۸۶۲۹)

((۴۲۲۶)) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ومسلم: ۱۲۳۲ (انظر: ۱۱۹۶۱)

يَقُولُ ابْنُ عُمَرَ، فَقَالَ: مَا تَعْدُونَنَا إِلَّا صَبِيَانَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَبَّكَ عُمْرَةً وَحَجًّا)) (مسند احمد: ۱۱۹۸۳)

انس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: دراصل تم لوگ ہمیں صرف بچے ہی سمجھتے ہو، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اس طرح تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا: ((لَبَّكَ عُمْرَةً وَحَجًّا)) (میں حاضر ہوں عمرہ کے لیے اور حج کے لیے)۔

فوائد: لَبَّكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّكَ عُمْرَةً اور لَبَّكَ حَجًّا کے الفاظ ابتداءً احرام کے وقت کہہ کر ارادے کا اظہار کیا جاتا ہے، اس کے بعد دوران احرام بھی کہے جاسکتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ دونوں کی باتیں صحیح ہیں، دراصل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا علم نہیں تھا۔

(۴۲۲۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَبَّكَ ذَا الْمَعَارِجِ، فَقَالَ: إِنَّهُ لَذُو الْمَعَارِجِ وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَقُولُ ذَٰلِكَ۔ (مسند احمد: ۱۴۷۵)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یوں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: ”لَبَّكَ ذَا الْمَعَارِجِ“ (اے بلندیوں والے! میں حاضر ہوں)، یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: واقعی اللہ تعالیٰ بلندیوں والا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قسم کے الفاظ نہیں کہتے تھے۔

فوائد: لیکن ”لَبَّكَ ذَا الْمَعَارِجِ“ کے الفاظ درست ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر (۴۱۳۳) میں یہ بات گزر چکی ہے۔

(۴۲۲۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَصْحَى يَوْمًا مُحْرَمًا مُلَبِّيًّا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ غَرَبَتْ بِذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۰۷۲)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ایک دن احرام کی حالت میں تلبیہ پکارتا رہے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اس دن تھا، جس دن کو اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔“

فوائد: اس باب سے صرف تلبیہ کے الفاظ کا پتہ چلا، مزید احکام کا بیان اگلے ابواب میں آ رہا ہے۔ تلبیہ کی

(۴۲۲۷) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، عبد الله بن ابی سلمة الماجشون لم يدرك سعدا - أخرجه الزار: ۱۰۹۴، وابو يعلى: ۷۲۴ (انظر: ۱۴۷۵)

(۴۲۲۸) تخریج: اسنادہ ضعیف، عاصم بن عمر بن حفص وعاصم بن عبيد الله ضعيفان - أخرجه ابن ماجه: ۲۹۲۵ (انظر: ۱۵۰۰۸)

فضیلت درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتی ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا أَهْلَ مَهْلٍ قَطُّ إِلَّا بُشِّرَ، وَلَا كَبَرَ مُكَبَّرٌ قَطُّ إِلَّا بُشِّرَ)) قِيلَ: بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ))..... ”نہیں ہے کوئی تلبیہ پڑھنے والا، جو تلبیہ پڑھے، مگر اس کو بشارت دی جاتی ہے اور نہیں ہے کوئی تکبیر کہنے والا، جو تکبیر کہے، مگر اس کو بھی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔“ کہا گیا: کیا جنت کی خوشخبری؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ (معجم اوسط: ۷۹۴۳، صحیحہ: ۱۶۲۱)

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ مُلْكٍ يُلَبَّى إِلَّا لَبَّى مَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدْرٍ، حَتَّى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هَهُنَا وَهَهُنَا))..... ”جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر، درخت اور کنکریاں سب لبیک پکارتے ہیں۔“ (ابن ماجہ: ۲۹۲۱)

حُكْمُ التَّلْبِيَةِ وَالْجَهْرُ بِهَا

تلبیہ کا حکم اور اسے باواز بلند پکارنا

(۴۲۲۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((يَا آلَ مُحَمَّدٍ! مَنْ حَجَّ مِنْكُمْ فَلْيَهْلُ فِي حَجِّهِ أَوْ حَجَّهِ)) شَكَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ - (مسند احمد: ۲۷۲۲۸)

(۴۲۲۹) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اے آل محمد! تم میں سے جو کوئی حج کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تلبیہ کہے۔“

(۴۲۳۰) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِعَرَفَةَ وَهُوَ يَأْكُلُ رَمَانًا، فَقَالَ: أَفْطَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَةَ وَقَدْ بَعَثَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ بِلَبَنِ فَشَرِبَهُ، وَقَالَ: لَعَنَ اللَّهُ قُلَانًا، عَمَدُوا إِلَى أَعْظَمِ أَيَّامِ الْحَجِّ، فَمَحَوْا زِينَتَهُ، وَإِنَّمَا زِينَةُ الْحَجِّ التَّلْبِيَةُ - (مسند احمد: ۱۸۷۰)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں عرفہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ انار کھا رہے تھے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں روزہ نہیں رکھا تھا، سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا تھا، جسے آپ ﷺ نے نوش فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”اللہ تعالیٰ فلاں آدمی پر لعنت کرے، انہوں نے ایام حج میں سے سب سے زیادہ عظمت والے دن کی طرف قصد کیا اور اس

(۴۲۲۹) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه ابن حبان: ۳۹۲۰، وابو یعلیٰ: ۷۰۱۱، والطبرانی فی ”الکبیر“: ۷۹۱ / ۲۳ (انظر: ۲۶۶۹۳)

(۴۲۳۰) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه النسائی فی ”الکبری“: ۲۸۱۵ (انظر: ۱۸۷۰)

کی زینت کو مٹا ڈالا، حج کی زینت تلبیہ ہے۔“

فوائد: ممکن ہے کہ یہ ملعون عرب کا کوئی مشرک ہو، ایام حج سے مراد وہ دن ہیں، جن میں تلبیہ کہا جاتا ہے، اگلے باب میں ان کی وضاحت کی جائے گی۔ زینت کو مٹانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) تلبیہ کے کلمات کو کلی طور پر ترک کر دیا تھا، (۲) تلبیہ میں شرکیہ الفاظ داخل کر دیئے تھے، صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ یوں تلبیہ کہتے تھے: ”لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ.“

(۴۲۳۱) عَنْ خَلَادِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَادٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَتَانِي جَبْرِيلُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مُرْ أَصْحَابَكَ فَلْيَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ)) (مسند احمد: ۱۶۶۷۲)

سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا: آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ تلبیہ پکارتے وقت آواز بلند رکھیں۔“

(۴۲۳۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَتَانِي جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: أَنْ أَمُرَ أَصْحَابِي أَوْ مَنْ مَعِيَ أَنْ يَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ، أَوْ لِإِهْلَالٍ يُرِيدُ أَحَدُهُمَا۔ (مسند احمد: ۱۶۶۸۳)

(دوسری سند) سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنے صحابہ یا ساتھیوں کو یہ حکم دوں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکاریں۔“

(۴۲۳۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((جَاءَنِي جَبْرِيلُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ أَصْحَابَكَ الْبُذْنَ۔ (مسند احمد: ۱۶۶۸۲)

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکاریں، کیونکہ یہ کو نخر کرنے کے ہیں۔“

(۴۲۳۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((جَاءَنِي جَبْرِيلُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ أَصْحَابَكَ

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکاریں، کیونکہ یہ

(۴۲۳۱) تخريج: اسنادہ صحيح - أخرجه ابو داود: ۱۸۱۴، والترمذی: ۸۲۹، والنسائی: ۵/ ۱۶۲، وابن ماجه: ۲۹۲۲ (انظر: ۱/ ۱۶۵۵۷)

(۴۲۳۲) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۳۳) تخريج: حديث حسن - أخرجه الطبرانی في "الكبير": ۶۶۳۸ (انظر: ۱۶۵۶۶)

(۴۲۳۴) تخريج: اسنادہ صحيح - أخرجه ابن ماجه: ۲۹۲۳ (انظر: ۲۱۶۷۸)

دین کے شعائر اور علامات میں سے ہے۔“

فَلْيَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ، فَإِنَّهَا مِنْ شَعَائِرِ الدِّينِ۔)) (مسند احمد: ۲۲۰۱۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جبریل علیہ السلام نے مجھے بلند آواز سے تلبیہ پکارنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ حج کے شعائر اور علامات میں سے ہے۔“

(۴۲۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَرَنِي جِبْرِيلُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْإِهْلَالِ فَإِنَّهُ مِنْ شَعَائِرِ الْحَجِّ۔)) (مسند احمد: ۸۲۹۷)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میں بلند آواز سے تلبیہ پکاروں۔“

(۴۲۳۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَأَمَرَنِي أَنْ أُغْلِنَ بِالتَّلْبِيَةِ۔)) (مسند احمد: ۲۹۵۰)

فوائد: ان تمام احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ تلبیہ باواز بلند پڑھا جائے، اگرچہ جمہور نے ان ادا امر کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

مُدَّةُ التَّلْبِيَةِ وَفَعْلُهَا عَقَبَ الصَّلَاةِ

تلبیہ کے دورانیہ اور نمازوں کے بعد تلبیہ پکارنے کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ پکارا۔

(۴۲۳۷) وَعَنْهُ أَيْضًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبَّى دُبُرَ الصَّلَاةِ۔ (مسند احمد: ۲۵۷۹)

فوائد: اس سے مراد وہ تلبیہ ہے جو آپ ﷺ نے ابتداء احرام میں کہا تھا۔

ابن سبیر کہتے ہیں: ہم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات کو گئے، وہ تلبیہ پکارتے جا رہے تھے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا، ان کے سر پر دو ٹیس تھیں اور ان کا حلیہ دیہاتیوں کا سا تھا، ان کے تلبیہ کی آواز سن کر عام سادہ سے لوگوں نے شور مچا دیا اور کہنے لگے: ارے دیہاتی! آج

(۴۲۳۸) عَنْ ابْنِ سَبْرَةَ قَالَ: عَدَوْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَفَاتٍ، فَكَانَ يَلْبِي، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَجُلًا آدَمَ، لَهُ صَفْرَانٌ عَلَيْهِ مَسْحَةٌ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ عَوَّاءٌ مِنْ عَوَّاءٍ

(۴۲۳۵) تخريج: متن الحديث صحيح من حديث زيد بن خالد الجهني، فقد اخطأ اسامة بن زيد في هذا الحديث، فجعله من حديث ابي هريرة۔ أخرجه ابن خزيمة: ۲۶۳۰، والحاكم: ۱/ ۴۵۰، والبيهقي: ۵/ ۴۲ (انظر: ۸۳۱۴)

(۴۲۳۶) تخريج: حديث صحيح (انظر: ۲۹۵۰)

(۴۲۳۷) حسن لغیره۔ أخرجه ابوداود: ۱۷۷۰، والترمذی: ۸۱۹، والنسائی: ۵/ ۱۶۲ (انظر: ۲۵۷۹)

(۴۲۳۸) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۶۸۳، ومسلم: ۱۲۸۳ (انظر: ۳۹۶۱)

النَّاسِ، قَالُوا: يَا أَعْرَابِي! إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَيْسَ يَوْمَ تَبْلِيَةٍ إِنَّمَا هُوَ يَوْمُ تَكْبِيرٍ، قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ إلتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: أَجْهَلَ النَّاسُ أَمْ نَسُوا؟ وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ لَقَدْ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَا تَرَكَ التَّبْلِيَةَ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ إِلَّا أَنْ يُخْلِطَهَا بِتَكْبِيرٍ أَوْ تَهْلِيلٍ۔ (مسند احمد: ۳۹۶۱)

تبلیہ کا دن نہیں ہے، تکبیرات کا دن ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور کہا: لوگوں کو سرے سے علم نہیں تھا یا یہ بھول گئے ہیں؟ اس ذات کی قسم، جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں خود رسول ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی تک تبلیہ ترک نہیں کیا تھا، البتہ آپ ﷺ اس دوران ”اللہ اکبر“ اور ”لا الہ الا اللہ“ بھی کہہ لیتے۔

فوائد: حج کا تبلیہ (۱۰) ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک جاری رکھا جائے گا، البتہ بیچ میں دوسرے اذکار بھی کیے جاسکتے ہیں۔

یہ تبلیہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہوئے آخری کنکری کے ساتھ موقوف ہوگا۔ (ابن خزیمہ)

(۴۲۳۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَرَفَاتٍ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُتَلَبِّيُّ۔ (مسند احمد: ۴۷۳۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات کو جا رہے تھے، تو ہم میں سے کوئی تکبیر کہہ رہا تھا اور کوئی تبلیہ پکار رہا تھا۔

(۴۲۴۰) ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَرَدَّفُهُ أُسَامَةُ، وَأَقَاضَ مِنْ جَمْعٍ، وَرَدَّفُهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَلَبَّيْ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱۸۶۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عرفات سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک تبلیہ پکارتے رہے۔

(۴۲۴۱) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: وَقَفْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يَقُولُ لَبَّيْكَ حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! مَا هَذَا الْإِهْلَالُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي عَكْرِمَةَ قَالَ: وَقَفْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يَقُولُ لَبَّيْكَ حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! مَا هَذَا الْإِهْلَالُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي

عکرمہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وقف کیا اور میں نے سنا کہ وہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تبلیہ پکارتے رہے، میں نے عرض کیا: ابو عبد اللہ! یہ تبلیہ کیسا؟ انہوں نے کہا: میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سنا تھا

(۴۲۳۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۸۴ (انظر: ۴۷۳۳)

(۴۲۴۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۴۳، ۱۶۸۶، ومسلم: ۱۲۸۶ (انظر: ۱۸۶۰)

(۴۲۴۱) اسنادہ حسن۔ أخرجه ابويعلى: ۳۲۱، والبيهقي: ۱۳۸ / ۵، والبزار: ۵۰۰ (انظر: ۱۳۳۴)

کہ وہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے، نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ تک تلبیہ پکارتا تھا۔

دوسری سند: عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مزدلفہ سے آ رہا تھا، میں نے سنا کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک وہ تلبیہ پکارتے رہے، جب میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: میں اپنے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مزدلفہ سے چلا تھا، وہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے، اور انہوں نے یہ بتلایا تھا کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ سے چلا تھا تو یہ دیکھا تھا کہ آپ ﷺ بھی جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے۔ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دس ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے۔

طَالِبٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ وَحَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَهْلًا حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهَا۔ (مسند احمد: ۱۳۳۴)

(۴۲۴۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَضَيْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: أَقَضَيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۹۱۵)

(۴۲۴۳) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَبَّى يَوْمَ النَّحْرِ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱۸۰۶)

فوائد: دوران حج تلبیہ کہنے کی مدت ابتدائے احرام سے لے کر (۱۰) ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک ہے، جبکہ عمرہ کے موقع پر اس کی مدت ابتدائے احرام سے طوافِ قدوم شروع کرنے تک ہے۔

مَا يَجُوزُ فِعْلُهُ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوزُ لَهُ

محرم کے لئے جائز اور ناجائز امور کا بیان

نَزْعُ الْمَخِيطِ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوزُ لَهُ مِنَ الثِّيَابِ وَالطَّيِّبِ

محرم کا سلعے ہوئے کپڑے اتار دینے کا بیان اور اس امر کی وضاحت کہ کون سے کپڑے اور خوشبو اس کے لئے ناجائز ہے

(۴۲۴۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ أَوْ قَالَ: مَا كَیَا: اے اللہ کے رسول! محرم کس قسم کا لباس پہن سکتا ہے؟ یا

(۴۲۴۲) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۴۳) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۶۷۰، و مسلم: ۱۲۸۱ (انظر: ۱۸۰۶)

(۴۲۴۴) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۸۳۸، ۵۷۹۴، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، و مسلم: ۱۱۷۷ (انظر: ۴۴۸۲)

اس نے کہا کہ محرم کس قسم کا لباس نہیں پہن سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ قمیص، شلوار، پگڑی اور موزے نہیں پہن سکتا، ہاں اگر اسے جوتے دستیاب نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک (کاٹ کر) پہن سکتا ہے، اسی طرح کوٹ یا برائڈی نہیں پہن سکتا اور وہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا، جس کو درس اور زعفران کی خوشبو لگی ہوئی ہو۔“

(دوسری سند) یہ حدیث بھی سابقہ حدیث کی مانند ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ”اور احرام والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستا نہ پہنے۔“

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”محرم کوٹ یا برائڈی، قمیص، پگڑی، شلوار اور موزے نہیں پہن سکتا، اگر جوتے دستیاب نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر استعمال کر سکتا ہے، نیز وہ کپڑا بھی نہیں پہن سکتا، جس کو درس یا زعفران خوشبو لگی ہوئی ہو، الا یہ کہ وہ دھویا جائے۔“

يَتْرُكُ الْمُحْرِمُ، فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْحُقْفَيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْهُمَا، أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ.)) (مسند احمد: ۴۴۸۲)

(۴۲۴۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَنْخُوهُ وَزَادَ فِيهِ) وَلَا تَتَّقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامَ، وَلَا تَلْبَسُ الْقَفَّازِينَ. (مسند احمد: ۶۰۰۳)

(۴۲۴۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْبُرْنُسَ وَلَا الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْحُقْفَيْنِ إِلَّا أَنْ يَضْطَرَّ، يَفْطَعُهُ مِنْ عِنْدِ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا يَلْبَسَ ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ، وَلَا الزَّعْفَرَانُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا.)) (مسند احمد: ۵۰۰۳)

فوائد: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ((انطلق النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَأَدَّهَنَ وَلَبَسَ إِزَارَهُ وَهُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأَزْرِ تَلْبَسُ إِلَّا الْمَرْعَفَةُ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ)) نبی کریم ﷺ نے کنگھی کی، تیل لگایا اور ازار پہنا اور پھر آپ ﷺ اور صحابہ مدینہ سے چل پڑے، آپ ﷺ نے کوئی چادر اور ازار پہننے سے منع نہیں کیا، مگر وہ زعفران والی چادر، جس سے زعفران جسم پر لگ جاتی ہو۔ (صحیح بخاری: ۱۵۴۵)

(چوتھی سند) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر فرماتے ہوئے سنا، جبکہ آپ

(۴۲۴۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى هَذَا

(۴۲۴۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۴۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۴۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

الْمُسْبِرُ وَهُوَ يَنْهَى النَّاسَ إِذَا أَحْرَمُوا عَمَّا يُكْرَهُ لَهُمْ: ((لَا تَلْبَسُوا الْعَمَائِمَ)) فَذَكَرَ نَحْوَهُ. (مسند احمد: 4868)

ﷺ لوگوں کو احرام کے دوران ان امور سے منع کر رہے تھے، جو ان کے لیے ناپسند کیے جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”احرام کی حالت میں پگڑیاں نہ باندھا کرو،.....“ باقی

حدیث سابقہ حدیث کی مانند ہے۔

فوائد: قیص اور شلوار سے منع کر کے یہ تنبیہ کر دی گئی کہ ہر وہ لباس منع ہے جو بدن یا کسی ایک عضو کے مطابق سلائی کیا جائے۔ ٹخنوں سے مراد ہر پاؤں کی وہ دو دو ہڈیاں ہیں، جو پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ پر نظر آتی ہیں، عام طور پر ہم لوگ ان ہی ہڈیوں کو ٹخنے کہتے ہیں۔ نقاب سے مراد عورت کا چہرے پر کپڑے کا کسنا اور باندھنا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: نقاب سے مراد وہ دوپٹہ ہے، جو ناک پر یا آنکھوں کے خانوں کے نیچے باندھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جیسے مرد قیص نہیں پہن سکتا ہے، لیکن اپنے بدن کو چادر سے ڈھانک سکتا ہے اور عورت دستانے نہیں پہن سکتی، لیکن اس کے دوپٹے یا چادر وغیرہ میں اس کے ہاتھ چھپ سکتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے چہرے پر اس طرح کپڑا کر لے، جو کہ نقاب سے مختلف ہو تو یہ جائز ہوگا، مثلاً سر سے نیچے کپڑا لٹکا لینا، شیڈ والی ٹوپی پہن کر اس پر کپڑا لٹکا لینا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((نَهَى ﷺ النِّسَاءَ فَنِيْ اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقَفَّازِيْنَ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَتَلْبَسَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنَ الْوَانِ الثِّيَابِ مُعْصِفَرًا أَوْ خَزًّا أَوْ حَلِيًّا أَوْ سَرَاوِيلَ أَوْ قَمِيصًا أَوْ خُفًّا.)) (ابو داؤد: 1827)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو دوران احرام دستانوں، نقاب اور ان کپڑوں سے منع کیا، جس کو ورس یا زعفران لگا ہوا ہو، اس کے بعد عورت قسم قسم کے جوہلوں پسند کرے، پہن سکتی ہے، وہ زرد رنگ کی عُصْفُر ہوئی سے رنگا ہوا ہو یا اون یا ریشم کا بنا ہوا ہو یا زیور ہو یا شلوار ہو یا قیص ہو یا موزہ ہو۔

(۴۲۴۸) عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يُحْرِمَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ مَضْبُوعٍ بِزَعْفَرَانٍ قَدْ غُسِلَ فِيهِ نَفْضٌ وَلَا رَدْعٌ. (مسند احمد: 3313)

عطاء سے روایت ہے وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ محرم زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو اس طرح دھو کر استعمال کرے کہ نہ تو اس میں اتنا رنگ رہے کہ وہ جسم کو لگے اور نہ اس میں اس کی خوشبو رہے۔“

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میں ایک لونڈی خریدی اور اسے آزاد کر کے اس کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ حج کرے، پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے جوتے تلاش کئے، لیکن وہ نہ ملے، اس لیے انہوں نے موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: جب میں نے اس بات کا ابن شہاب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ سالم نے اس کو بیان کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے، لیکن بعد میں جب صفیہ بنت ابی عبید نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواتین کے لئے موزوں کی اجازت دیا کرتے تھے، یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عمل ترک کر دیا تھا۔

حَدَّثَنِي أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ابْتَعَ جَارِيَةً بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَحْجَّ مَعَهُ فَابْتَغَى لَهَا نَعْلَيْنِ فَلَمْ يَجِدْهُمَا، فَقَطَعَ لَهَا خُفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ شِهَابٍ فَقَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ، كَانَ يَضْنَعُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَنِي صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَخِّصُ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ ثُمَّ تَرَكَهُ۔ (مسند احمد: ۲۴۵۶۸)

فوائد: معلوم ہوا کہ عورت دورانِ احرام پورے موزے پہن سکتی ہے، حدیث نمبر (۴۲۴۷) کی شرح میں مذکور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۲۵۴) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: وَجَدَ ابْنُ عُمَرَ الْفُقْرَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ: أَلْتِيَ عَلَى ثَوْبًا، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنَسًا فَأَخْرَعُهُ، وَقَالَ: تُلْقِي عَلَى ثَوْبًا قَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ۔ (مسند احمد: ۴۸۵۶)

امام نافع کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو احرام کی حالت میں شدید سردی محسوس ہونے لگی، اس لیے انہوں نے کہا: مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو، میں نے ان کے اوپر کوٹ ڈال دیا، لیکن انہوں نے اسے ہٹا دیا اور کہا: تم مجھ پر ایسا کپڑا ڈال رہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو جس کو پہننے سے منع فرمایا تھا۔

فوائد: کپڑے کو اوپر ڈالنے سے پہننا تو لازم نہیں آتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے احتیاط کرتے ہوئے اپنے اوپر بھی کوٹ کر رکھنا پسند نہیں کیا یا پھر انہوں نے سمجھا ہوگا کہ جن کپڑوں سے محرم کو روکا گیا ہے وہ کسی شکل میں بھی اس کے لیے استعمال کرنے جائز نہیں۔ بہر حال اصل میں تو پہننے سے ہی روکا گیا ہے، تا کہ ہر قسم کے استعمال سے۔ (عبداللہ رفیق)

(۴۲۵۵) عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى

(۴۲۵۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین - أخرجه البخاری: ۵۷۹۴، ۵۸۰۵ (انظر: ۴۸۵۶)

(۴۲۵۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۳۶، ۴۳۲۹، ومسلم: ۱۱۸۰ (انظر: ۱۷۹۴۸)

بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَيْتَنِي أَرَى النَّبِيَّ ﷺ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ بِالْجِعْفَرَانَةِ وَعَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أَظْلَمَ بِهِ، مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، مِنْهُمْ عُمَرُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخًا بِطَيْبٍ (وَفِي لَفْظٍ: وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِخَلْقٍ وَعَلَيْهِ مَقْطَعَاتٌ) قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّنَ بِطَيْبٍ فَتَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى أَنْ تَعَالَ- فَجَاءَهُ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ (وَفِي لَفْظٍ قَالَ: فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مَعَهُمْ فِي السِّتْرِ) فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْصَرُ الْوَجْهِ يَغْطُ كَذَلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سَرَى عَنْهُ، فَقَالَ: ((أَيَنْ أَلَّذِي سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آفَاقًا؟)) فَالْتَمَسَ الرَّجُلُ فَأَتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الطَّيْبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ، فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ)) (مسند احمد: ١٨١١٢)

بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں اس کیفیت میں آپ ﷺ کو دیکھوں۔ بعد میں ایک دن جب آپ ﷺ سے سایہ کیا گیا تھا، صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، اسی دوران ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، جبکہ اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا اور اس سے خوشبو آ رہی تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس آدمی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس نے اچھی طرح خوشبو ملنے کے بعد جبہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے کچھ دیر اس کی طرف دیکھا اور پھر خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ ادھر آؤ، چنانچہ سیدنا یعلیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا سر کپڑے کے اندر داخل کر لیا، انھوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپ ﷺ خراٹے لے رہے تھے، کچھ دیر یہی کیفیت رہی، بعد ازاں یہ زائل ہو گئی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی ابھی عمرہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا، وہ کہاں ہے؟“ جب اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم پر جو خوشبو لگی ہوئی ہے، اسے تین دفعہ اچھی طرح دھو ڈالو، اور یہ جبہ اتار دو اور عمرہ کے لئے باقی سارے کام اسی طرح کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔“

فوائد: ”مَقْطَعَاتٌ“ سے مراد سلعے ہوئے کپڑے ہیں، صحیح مسلم کی روایت میں جبہ کے ساتھ اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے، اس لیے ہم نے ترجمہ کرتے ہوئے جبہ کا ذکر کر دیا ہے۔ ”عمرہ کے لئے باقی سارے کام اسی طرح کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔“ اس سے مراد یہ ہے جیسے حج میں طواف، سعی اور حجامت جیسے افعال کرتے ہو، اسی طرح عمرے میں بھی کرو، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ حج کے احرام میں جن امور سے اجتناب کرتے ہو، عمرے کے احرام میں بھی ان سے

اجتناب کرو۔

(۴۲۵۶) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنِ عَطَاءٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَحْرَمْتُ فِيمَا تَرَى وَالنَّاسُ يَسْخَرُونَ مِنِّي، وَأَطْرَقَ هُنَيْهَةٌ، قَالَ: ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ: ((إِخْلَعْ عَنْكَ هَذِهِ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ هَذَا الزَّعْفَرَانَ وَاصْنَعْ فِي عُمَرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ)) (مسند احمد: ۱۸۱۲۸)

(دوسری سند) سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، جبکہ اس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور اس پر زعفران کی خوشبو کے نشانات واضح تھے، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جس حال میں دیکھ رہے ہیں، میں نے اسی حالت میں احرام باندھا ہے، جبکہ لوگ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا اور پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا: ”تم یہ جبہ اتار دو اور اس زعفران کو دھو ڈالو اور عمرہ میں باقی کام اسی طرح انجام دو، جیسے حج میں کرتے ہو۔“

فوائد: لوگوں کے مذاق کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بے علمی کی وجہ سے احرام کی حالت میں جبہ پہنا ہوا تھا اور خوب زعفران لگائی ہوئی تھی، جبکہ یہ احکام دوسرے صحابہ کے لیے معروف تھے۔ حدیث نمبر (۴۱۶۱) میں اس حدیث سے متعلق احکام بیان کیے جا چکے ہیں۔

(۴۲۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُمِسُّوهُ بِطَيِّبٍ وَلَا تُحْمَرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَيًّا)) (مسند احمد: ۱۸۵۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی (حج کے سفر میں) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، اسے اس کی اونٹنی نے گرایا اور وہ اس وجہ سے احرام کی حالت میں ہی فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر اس کے انہی دو کپڑوں میں کفن دے دو اور اسے خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھانپو، کیونکہ اسے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ یہ تلبیہ پکار رہا ہوگا۔“

فوائد: احرام کی حالت میں وفات پانے والے کے کتنے خوبصورت احکام بیان کیے جا رہے ہیں، ایسے لگ رہا ہے کہ یہ شخص مرنے کے بعد بھی محرم ہے، اس پر مستزاد یہ کہ یہ جس حالت میں فوت ہوا، قیامت والے دن اسی حالت پر اٹھے گا اور اس پر حج کی علامت موجود ہوگی۔

(۴۲۵۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۵۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۵۱، ومسلم: ۱۲۰۶ (انظر: ۱۸۵۰)

(۴۲۵۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدَّهْنُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ بِالزَّيْتِ غَيْرَ الْمُقْتَتِ - (مسند احمد: ۴۷۸۳) ہوتا تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ اِحرام باندھتے وقت ایسا تیل لگایا کرتے تھے، جو خوشبو والا نہیں

فوائد: یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس قسم کے تیل وغیرہ کی پابندی کوئی نہیں ہے۔

الْحِجَامَةُ وَالْإِكْتِحَالُ وَغَسْلُ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے سیکنگی لگوانے، سرمہ لگانے اور سر دھونے کا بیان

(۴۲۵۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اِخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ صُدَاعٍ وَجَدَهُ - (مسند احمد: ۳۵۲۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے سر درد محسوس کرنے کی وجہ سے سر میں سیکنگی لگوائی، جبکہ آپ ﷺ اِحرام کی حالت میں تھے۔

(۴۲۶۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اِخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِلِخْفِي جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ عَلَى وَسْطِ رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ - (مسند احمد: ۲۳۳۱۲)

سیدنا عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے راستہ میں لُحی جمل کے مقام پر اِحرام کی حالت میں سر پر سیکنگی لگوائی تھی۔

فوائد: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام لُحی جمل ہے اور یہ مقام مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ امام نووی نے کہا: اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ کسی عذر کی بنا پر سر وغیرہ سیکنگی لگوانا جائز ہے، اگرچہ بال کاٹنے پڑیں، لیکن بال کاٹنے کی وجہ سے فدیہ لازم آئے گا، اگر بال کاٹنے کی نوبت نہ آئے تو کوئی فدیہ نہیں ہوگا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ﴾ ”البتہ جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سرمٹا لے) تو اس پر فدیہ ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۹۶) آپ ﷺ کا سر میں سیکنگی لگوانا، اس کو عذر پر محمول کیا جائے، کیونکہ اس کے لیے ہر صورت میں بال کاٹنا پڑیں گے، اگر محرم بغیر عذر کے سیکنگی لگوانا چاہے اور اس کے بال بھی کاٹنا پڑیں تو بال کاٹنے کی وجہ سے اس کا یہ فعل حرام ہوگا، ہاں اگر بال کاٹنے بغیر سیکنگی لگوائی جائے، جبکہ کوئی مجبوری بھی نہ ہو، تو یہ جائز ہوگا اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں پڑے گا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۲۳/۸)

(۴۲۵۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف فرقد السبخی - أخرجه الترمذی: ۹۶۲، وابن ماجه: ۳۰۸۳ (انظر: ۴۷۸۳)

(۴۲۵۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۷۰۰ (انظر: ۳۵۲۳)

(۴۲۶۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۳۶، ۵۶۹۸، ومسلم: ۱۲۰۳ (انظر: ۲۲۹۲۴)

(۴۲۶۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ - (مسند احمد: ۱۲۷۱۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں پاؤں کی پشت پر سینگ لگوائی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کو اس مقام پر تکلیف تھی۔

(۴۲۶۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ مِنْ وَثِي كَانَ يَوْرِكُهُ أَوْ ظَهْرِهِ - (مسند احمد: ۱۴۳۳۱)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پشت یا کولہے میں تکلیف تھی، اس لیے آپ ﷺ سینگ لگوائی تھی، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے۔

(۴۲۶۳) عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ: أَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْكُحْلَ عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحَرَّمٌ أَوْ بِأَيِّ شَيْءٍ يَكُحْلُهَا وَهُوَ مُحَرَّمٌ؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَضْمِدَهَا بِالصَّبْرِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْدُثُ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - (مسند احمد: ۴۹۴)

نبیہ بن وہب کا بیان ہے کہ عمر بن عبید اللہ نے سیدنا ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ایک آدمی کو بھیج کر پوچھا کہ آیا وہ احرام کی حالت میں آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں یا وہ احرام کی حالت میں آنکھوں میں کوئی چیز لگائیں؟ ابان نے واپسی جواب بھیجا کہ ”صبر“ لگائیں، انھوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا تھا۔

(۴۲۶۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ أَوْ قَالَ فِي الْمُحَرَّمِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ أَنْ يَضْمِدَهَا بِالصَّبْرِ - (مسند احمد: ۴۹۷)

(دوسری سند) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ رخصت دی ہے کہ اگر محرم کی آنکھوں میں تکلیف ہو تو وہ ”صبر“ لگا سکتا ہے۔

فوائد: ایلو، جو ایک کڑوا پودا ہے، اس کو اور اس کے عرق کو ”صبر“ کہتے ہیں۔ اس چیز کی جگہ پر آنکھ کا ڈراپ بھی ڈالا جا سکتا ہے، بہر حال اس سے کوئی خوشبو نہیں آتی چاہیے۔

(۴۲۶۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ: كُنْتُ

عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا

(۴۲۶۱) تخريج: اسنادہ صحيح على شرط الشيخين - أخرجه ابوداود: ۱۸۳۷، والنسائي: ۵/ ۱۹۴ (انظر: ۱۲۶۸۲)

(۴۲۶۲) تخريج: صحيح لغيره - أخرجه ابوداود: ۳۸۶۳، وابن ماجه: ۳۰۸۲ (انظر: ۱۴۲۸۰)

(۴۲۶۳) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۲۰۴ (انظر: ۴۹۴)

(۴۲۶۴) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۶۵) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۸۴۰، ومسلم: ۱۲۰۵ (انظر: ۲۳۵۷۸)

مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمُسَوِّرِ بِالْأَبْوَاءِ، فَتَحَدَّثْنَا حَتَّى ذَكَرْنَا غَسْلَ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ، فَقَالَ الْمُسَوِّرُ: لَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ (الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) يَقْرَأُ عَلَيْكَ ابْنُ أَخِيكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامَ وَيَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ مُحْرِمًا، قَالَ: فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ قَرْنَيْ يَثْرٍ قَدْ سَتَرَ عَلَيْهِ يَثُوبٍ، فَلَمَّا اسْتَبْنَتْ بِهِ ضَمَّ الثَّوبَ إِلَى صَدْرِهِ حَتَّى بَدَأَ لِي وَجْهَهُ وَرَأَيْتُهُ وَإِنْسَانًا قَانِثًا يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، قَالَ: فَأَشَارَ أَبُو أَيُّوبَ بِيَدِهِ عَلَى رَأْسِهِ جَمِيعًا عَلَى جَمِيعِ رَأْسِهِ، أَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ، فَقَالَ الْمُسَوِّرُ لَابْنِ عَبَّاسٍ: لَا أُمَارِيكَ أَبَدًا۔ (مسند احمد: ۲۳۹۷۵)

مسور رضی اللہ عنہما کے ساتھ ابواء کے مقام پر تھا، ہم باتیں کر رہے تھے، دوران گفتگو یہ ذکر ہونے لگا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟ سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں دھو سکتا، لیکن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دھو سکتا ہے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ان کو کہنا کہ آپ کا بھتیجا عبد اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھویا کرتے تھے؟ جب میں وہاں پہنچا تو انہیں اس حال میں پایا کہ وہ ایک کنوئیں کے دو ستونوں کے درمیان غسل کر رہے تھے اور کپڑے سے پردہ کیا ہوا تھا، جب میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تو انہوں نے پردے والے کپڑے کو سینہ تک نیچے کیا، سوان کا چہرہ میرے لئے ظاہر ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر ان کے سر پر پانی ڈال رہا تھا۔ (جب میں نے یہ سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں اپنے سر کو کیسے دھوتے تھے؟) تو سیدنا ابویوب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے اپنے پورے سر پر آگے پیچھے پھیرا، جب میں نے واپس جا کر ساری بات ذکر کی تو سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آئندہ آپ سے کوئی مباحثہ نہیں کروں گا۔

(دوسری سند) عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں: سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دھو سکتا ہے، لیکن سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں دھو سکتا، ان دونوں نے مجھے سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا تا کہ میں ان سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤں، جب

(۴۲۶۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: اخْتَلَفَ الْمُسَوِّرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِي الْمُحْرِمِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ، وَقَالَ الْمُسَوِّرُ: لَا يَغْسِلُ، فَأَرْسَلُونِي إِلَى أَبِي أَيُّوبَ فَسَأَلْتُهُ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ أَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَذْبَرَ بِهِمَا،

(۴۲۶۶) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ - میں نے ان سے جا کر پوچھا تو انہوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے گھمایا اور پھر کہا: میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

فوائد: محرم کے نہانے، سر دھونے اور آنکھ کوئی دوا وغیرہ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سنگی لگوانے کا مسئلہ باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

تَظَلُّ الْمُحْرَمُ مِنَ الْحَرِّ أَوْ غَيْرِهِ وَمَا جَاءَ فِي تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ لِلرَّجُلِ
وَالْوَجْهِ لِلْمَرْأَةِ وَفِي ضَرْبِ الْمُحْرَمِ خَادِمَهُ
احرام کی حالت میں گرمی وغیرہ سے بچنے کے لئے سایہ کرنے، مرد کا سر اور عورت کا چہرہ کو ڈھانپنے اور محرم کا اپنے خادم کو مارنے کا بیان

(۴۲۶۷) عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: حَجَّجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَبِلَالًا وَأَحَدَهُمَا أَخِذَ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ - (مسند احمد: ۲۷۸۰۱)

سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان میں سے ایک نے نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرا اپنا کپڑا اٹھا کر آپ ﷺ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ پر سایہ کر رہا تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حجرہ عقبہ کو نکلیاں ماریں۔

فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ محرم پر سایہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح کسی سایہ دار چیز جیسے شامیانہ، چھپر، سائبان اور شیڈ وغیرہ کے نیچے بھی بیٹھ سکتا ہے۔

(۴۲۶۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَاحَ إِلَى مَنَى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَإِلَى جَانِبِهِ بِلَالٌ، بِيَدِهِ عُوْدٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ يُظِلُّ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ - (مسند احمد: ۲۲۶۶۱)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ، ایک ایسے آدمی سے روایت کرتے ہیں، جس نے دیکھا کہ آپ ﷺ ترویہ والے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پہلو میں تھے، ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، اس پر ایک کپڑا تھا، جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر سایہ کر رہے تھے۔

(۴۲۶۷) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۹۸ (انظر: ۲۷۲۵۹)

(۴۲۶۸) تخریج: اسنادہ ضعيف جدا، على بن يزيد الالهاني متروك الحديث، وعثمان بن ابى العاتكة ضعيف - أخرجه الطبراني في "الكبير": ۷۸۸۸ (انظر: ۲۲۳۰۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، جسے اس کی اونٹنی نے گرا دیا تھا اور وہ فوت ہو گیا تھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا: ”اس کا سر نہ ڈھانپنا، کیونکہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ یہ تلبیہ کہہ رہا ہوگا۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، جب قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنی چادریں سروں سے چہروں کے اوپر کر لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم چہرے سے چادریں ہٹا لیتیں۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے، جب ہم مقام عرج پر پہنچے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی، رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری اور سامان وغیرہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کی تحویل میں تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے غلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب وہ آیا تو اس کے پاس اونٹ نہیں تھا، جب انھوں نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو رات کو گم ہو گیا تھا، یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے: ایک ہی اونٹ تھا، وہ بھی تم نے گم کر دیا، یہ کہہ کر اسے مارنے بھی لگ گئے، جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے: ”دیکھو یہ احرام کی حالت میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔“

(۴۲۶۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي الرَّجُلِ الَّذِي وَقَصَّتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَلَا تُحْمَرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْتَبًا.)) (مسند احمد: ۱۸۵۰)

(۴۲۷۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَادُوا بِنَا، أَسْدَلْتُ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَازُونَا كَشَفْنَاهُ. (مسند احمد: ۲۴۵۲۲)

(۴۲۷۱) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حُجَّاجًا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَرَجِ، نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَلَسْتُ عَائِشَةَ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي وَكَانَتْ زِمَالَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَزِمَالَةُ أَبِي بَكْرٍ وَاحِدَةً مَعَ غُلَامٍ أَبِي بَكْرٍ، فَجَلَسَ أَبُو بَكْرٍ يَنْتَظِرُهُ أَنْ يَطْلُعَ عَلَيْهِ فَطَلَعَ وَلَيْسَ مَعَهُ بَعِيرٌ، فَقَالَ: أَيْنَ بَعِيرُكَ؟ قَالَ: قَدْ أَضَلَلْتُهُ الْبَارِحَةَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَعِيرٌ وَاحِدٌ تَضِلُّهُ؟ فَطَفِقَ يَضْرِبُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَبَسَّمُ، وَيَقُولُ: ((انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ وَمَا يَصْنَعُ.)) (مسند احمد: ۲۷۴۵۵)

(۴۲۶۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۵۱، ومسلم: ۱۲۰۶ (انظر: ۱۸۵۰)

(۴۲۷۰) اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد القرشی۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۳۳، وابن ماجه: ۲۹۳۵ (انظر: ۲۴۰۲۱)

(۴۲۷۱) قال الالبانی: حسن (سنن ابی داود)۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۱۸، وابن ماجه: ۲۹۳۳ (انظر: ۲۶۹۱۶)

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم تادیبی کاروائی کرتے ہوئے اپنے غلام کو سزا دے سکتا ہے، بہر حال افضل یہی ہے کہ معاف کر دیا جائے، آپ ﷺ کا مقصود یہی تھا یا سزا دینا ضروری ہو تو ممکن حد تک اسے حلال ہونے تک مؤخر کر دیا جائے۔

حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَتَعَدُّ طُرُقَهُ فِي الرُّخْصَةِ فِي

حَلْقِ رَأْسِ الْمُحْرِمِ لِعُذْرِ وَبَيَانِ فِدْيَتِهِ

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اور اس کے متعدد طرق کا بیان

اس حدیث میں کسی عذر کی بنا پر محرم کا سر منڈوانے اور اس کے فدیے کا بیان ہے۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر احرام کی حالت میں تھے، مشرکین مکہ نے ہمیں آگے جانے سے روک دیا، میرے لمبے لمبے بال تھے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے مجھے سر منڈانے کا حکم دیا اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ﴾ (تم میں سے جو آدمی مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو، تو وہ بال منڈوالے اور روزوں کا، یا صدقہ کا یا قربانی کا فدیہ دے)۔

(٤٢٧٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحَدِيبَةِ، وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ وَكَانَتْ لِي وَفَرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهُوَامُ تَسَاقُطُ عَلَى وَجْهِهِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَيُّ ذِيكَ هَؤُلَاءِ رَأْسُكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَخْلُقَ، قَالَ: وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ آذَى مِنْ رَأْسِهِ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلْيَقِمْ رَأْسَهُ﴾ (مسند احمد: ١٨٢٨٠)

(دوسری سند) اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ سر منڈوالے اور فرمایا: ”تم فدیہ میں تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو اس طرح کھانا کھلاؤ کہ ہر ایک کو دو دو منہ کھانا آجائے یا ایک بکری ذبح کر دو، تم ان میں سے جو کام بھی کر لو گے، تمہیں کفایت کرے گا۔“

(٤٢٧٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَنْحُوهُ وَفِيهِ) فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَخْلُقَ رَأْسَهُ وَقَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، مُدَّيْنِ مُدَّيْنِ لِكُلِّ إِنْسَانٍ أَوْ أَنْتُكَ بِشَايَةٍ، أَى ذَالِكَ فَعَلْتَ أَجْرًا لَكَ.)) (مسند احمد: ١٨٢٨٦)

(٤٢٧٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨١٤، ١٨١٦، ٤٥١٧، ٦٧٠٨، ومسلم: ١٢٠١ (انظر: ١٨١٠١)

(٤٢٧٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(تیسری سند) اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سرمنڈ والوں، جبکہ مسلمان ابھی حدیبیہ کے مقام میں تھے اور ابھی تک ان کو یہ علم نہیں تھا کہ سب کو اسی مقام پر سرمنڈوانا پڑے گا، سب کو یہی امید تھی کہ وہ مکہ مکرمہ داخل ہوں گے، ادھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک ”فُرْق“ چھ مساکین میں تقسیم کر دوں یا تین روزے رکھوں یا ایک بکری ذبح کروں۔

فوائد: ایک ”فُرْق“ میں تین صاع کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک صاع میں چار مُد ہوتے ہیں، اس طرح ہر مسکین کو دو دو مُد ہی آئے گے۔

(چوتھی سند) یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ”سرمنڈوا دو اور بطور فدیہ ایک بکری ذبح کرو یا تین روزے رکھو یا کھجور کے تین صاع چھ مساکین میں تقسیم کر دو۔“

(پانچویں سند) عبد اللہ بن معقل مزنی کہتے ہیں: میں کوفہ کی مسجد میں سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے اس آیت ﴿فَفِذْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۹۶) کی بابت پوچھا، انہوں نے کہا: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، میرے سر میں جوئیں تھیں، اس لیے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرا یہ خیال تو نہیں تھا کہ تجھے اس قدر تکلیف اور مشقت ہو گی، کیا تم بکری ذبح کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟“ میں نے

(۴۲۷۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ بَنَحُوهُ وَفِيهِ) فَأَمَرَنِي أَنْ أَخْلِقَ وَهُمْ بِالْحُدَيْبِيَّةِ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَخْلِقُونَ بِهَا، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفِذْيَةَ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ أَوْ أَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَذْبَحَ شَاةً. (مسند احمد: ۱۸۲۹۳)

(۴۲۷۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ بَنَحُوهُ وَفِيهِ) قَالَ: فَأَخْلَفَهُ وَأَذْبَحَ شَاةً أَوْ صُمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقَ بِثَلَاثَةِ أَصْعٍ مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ. (مسند احمد: ۱۸۲۹۷)

(۴۲۷۶) (وَمِنْ طَرِيقٍ خَامِسٍ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمُزْنِيِّ قَالَ: قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (وَفِي لَفْظٍ: يَغْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ) فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ ﴿فَفِذْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ قَالَ: فَقَالَ كَعْبٌ: نَزَلَتْ فِيَّ، كَانَ بِي أَذَى مِنْ رَأْسِي فَحِمَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمَلُ يَتَنَازَرُ عَلَيَّ وَجْهِي، فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا

(۴۲۷۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۷۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۷۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فوائد: عمرہ کے موقع پر سعی کے بعد اور حج کے موقع پر (۱۰) ذوالحجہ کو حجامت کروائی جاتی ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے وقت سے پہلے سر کی تقصیر یا تخلیق کروانا پڑ جائے، تو ایسا کروایا جاسکتا ہے، لیکن فدیہ ادا کرنا پڑے گا، فدیہ کی تفصیل اس باب میں بیان ہوگئی ہے۔

نِكَاحُ الْمُحْرِمِ وَانْكَاحُهُ وَخِطْبَتُهُ

احرام کی حالت میں نکاح کرنے یا کروانے کا پیغام بھیجنے کا بیان

(۴۲۸۰) عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ (بْنِ عَفَّانَ) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نہ محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے، نہ کسی کا کروا سکتا ہے اور نہ نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔“ (مسند احمد: ۵۳۴)

(۴۲۸۱) عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ وَكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بِنِ عُثْمَانَ عَلَى ابْنِهِ، فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ، فَقَالَ: أَلَا أُرَاهُ أَغْرَابِيًّا، إِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ وَلَا يَنْكِحُ، أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ وَحَدَّثَنِي نُبَيْهِ عَنْ أَبِيهِ بِنَحْوِهِ۔ (مسند احمد: ۵۳۵)

(۴۲۸۲) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ امْرَأَةٍ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ وَهُوَ خَارِجٌ مِنْ مَكَّةَ، فَأَرَادَ أَنْ يَغْتَمِرَ أَوْ يَحُجَّ، فَقَالَ: لَا تَتَزَوَّجَهَا وَأَنْتَ مُحْرِمٌ، نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۵۹۵۸)

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی، ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ عمرہ اور حج بھی کر لے (اور پھر احرام کی حالت میں شادی بھی کرے) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تم احرام کی حالت میں اس سے شادی نہیں کر سکتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے

(۴۲۸۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۴۰۹ (انظر: ۵۳۴)

(۴۲۸۱) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۴۰۹ (انظر: ۵۳۵)

(۴۲۸۲) تخریج: صحيح لغيره۔ أخرجه الدارقطني في "السنن": ۳ / ۲۶۰ (انظر: ۵۹۵۸)

سے منع فرمایا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں شادی کر لینے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے خود سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کی حالت میں شادی کی تھی، جبکہ اس وقت آپ ﷺ سرف مقام پر پانی کے پاس تھے، پھر جب آپ ﷺ نے اپنا حج پورا کر لیا تو اسی پانی کے پاس آئے تو ان کی رخصتی عمل میں آئی۔

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، لیکن جب سرف مقام پر ان کے ساتھ خلوت اختیار کی تو اس وقت آپ ﷺ حلال تھے، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بعد میں اسی مقام سرف پر فوت ہوئی تھیں۔

(تیسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ دونوں احرام کی حالت میں تھے۔

(۴۲۸۳) عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَيَقُولُ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ سَرْفٌ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَلَمَّا قَضَى نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ حَجَّتْهُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِذَلِكَ الْمَاءِ أَغْرَسَ بِهَا. (مسند احمد: ۲۴۹۲)

(۴۲۸۴) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَكَحَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنَى بِهَا حَلَالًا بِسَرْفٍ وَمَاتَتْ بِسَرْفٍ. (مسند احمد: ۳۳۸۴)

(۴۲۸۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُمَا مُحْرِمَانِ. (مسند احمد: ۲۲۰۰)

فوائد: آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، یہ سیدنا عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما کا وہم ہے، آپ ﷺ نے احرام سے پہلے نکاح کیا تھا، تفصیل آگے آرہی ہے۔

یزید بن اہم سے روایت ہے کہ زوجہ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو آپ ﷺ حلال تھے، اسی طرح جب آپ ﷺ نے

(۴۲۸۶) عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا، وَبَنَى بِهَا حَلَالًا وَمَاتَتْ بِسَرْفٍ

(۴۲۸۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۲۵۸، ۵۱۱۴، ومسلم: ۱۴۱۰ (انظر: ۲۴۹۲)

(۴۲۸۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۸۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۸۶) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۴۱۱ (انظر: ۲۶۸۲۸)

فَدَفَنَّاَهَا فِي الطَّلَةِ الَّتِي بَنَى بِهَا فِيهَا، فَتَزَلْنَا فِي قَبْرِهَا أَنَا وَابْنُ عَبَّاسٍ۔ (مسند احمد: ۲۷۳۶۵)

ان سے خلوت اختیار کی تو اس وقت بھی آپ ﷺ احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ بعد میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی سرف کے مقام پر ہوا تھا، ہم نے انہیں اسی سائے میں دفن کیا تھا، جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ شب باشی کی تھی، میں اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی قبر میں اترے تھے۔

(۴۲۸۷) عَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ حَلَالًا وَبَنَى بِهَا حَلَالًا وَكُنْتُ الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا۔ (مسند احمد: ۲۷۷۳۹)

مولائے رسول سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور جب ان کے ساتھ خلوت اختیار کی تو آپ ﷺ حلال تھے یعنی احرام کی حالت میں نہ تھے اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔

فوائد: منگنی کا پیغام بھیجنا، نکاح کرنا اور نکاح کروانا، یہ سب امور محرم کے لیے حرام ہیں، نبی کریم ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام سے پہلے شادی کی تھی، اس معاملے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حقیقت حال کا علم نہ ہو سکا تھا اور انھوں نے کسی وہم کی بنا پر یہ سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا، ممکن ہے کہ جب یہ نکاح مشہور ہوا ہو تو اس وقت آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہوں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھ لیا ہو کہ ابھی نکاح ہوا ہے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا صاحب القصد تھیں اور سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ اس نکاح کے قاصد تھے، ان دونوں کا بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے احرام سے پہلے نکاح کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ نے محرم کے لیے نکاح کرنے کو حرام بھی قرار دیا ہے، اس لیے یہ قرآن اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ نکاح احرام سے پہلے ہوا تھا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام بڑہ تھا، آپ ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا، آپ ﷺ نے عمرہ فضا کے موقع پر ذوالحجہ ۷ھ میں احرام سے پہلے ان سے نکاح کیا تھا اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد حق زوجیت ادا کیا تھا۔

تَحْرِيمُ صَيْدِ الْبَرِّ عَلَى الْمُحْرِمِ وَآكِلِهِ

محرم کے لئے خشکی کا شکار کرنے اور اس کو کھانے کے حرام ہونے کا بیان

(۴۲۸۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّغْبَ بْنَ جَثَامَةَ الْأَسَدِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا حِمَارًا وَخَشِشًا وَهُوَ مُحْرِمٌ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا صعب بن جثامہ اسدی رضی اللہ عنہ نے وحشی گدھے کی ایک ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی، لیکن آپ ﷺ

(۴۲۸۷) تخریج: حدیث حسن۔ أخرجه الترمذی: ۸۴۱ (انظر: ۲۷۱۹۷)

(۴۲۸۸) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۹۴ (انظر: ۱۸۵۶)

فَرَدَّهُ، وَقَالَ: ((إِنَّا مُحْرَمُونَ)) (مسند احمد: ۱۸۵۶)

نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا: ”ہم احرام کی حالت میں ہیں۔“

(۴۲۸۹) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ الصَّغْبِ بْنِ جَثَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَبِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا بِالْأَبْوَاءِ، أَوْ بِوَدَّانَ فَأَهْدَيْتُ لَهُ مِنْ لَحْمٍ حِمَارٍ وَخَيْسٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ، قَالَ: ((أَنَّهُ لَيْسَ بِنَارِدٍ عَلَيْكَ وَلَكِنَّا حُرْمٌ)) (مسند احمد: ۱۶۵۳۶)

سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابواء یا ودان کی وادی میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، میں نے جنگلی گدھے کا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے، آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا، لیکن جب میرے چہرے پر افسردگی کے آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم نے یہ گوشت واپس کرنا تھا، بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔“

(دوسری سند) سیدنا صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے ابواء یا ودان میں جنگلی گدھے کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا،.....

(۴۲۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) عَنِ الصَّغْبِ بْنِ جَثَامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ حِمَارًا وَخَيْسًا فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلْحَدَيْتُ. (مسند احمد: ۱۶۸۰۷)

(تیسری سند) یہ حدیث ایسے ہی مروی ہے، البتہ اس میں ہے: میں نے جنگلی گدھے کا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا، اس کے آخر میں ہے: میں (ابن جریج) نے ابن شہاب سے کہا: کیا یہ جنگلی گدھا شکاری کے تیر کی وجہ سے مرا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: معلوم نہیں۔

(۴۲۹۱) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَالِثِ بْنِ خُوَيْمٍ وَفِيهِ) فَأَهْدَيْتُ لَهُ حِمَارًا وَخَيْسَ فَرَدَّهُ عَلَيَّ، أَلْحَدَيْتُ، وَفِي آخِرِهِ قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: أَلْحِمَارُ عَقِيرٌ؟ قَالَ: لَا أَذْرِي. (مسند احمد: ۱۶۵۴۲)

(۴۲۹۲) عَنْ طَاوُوسٍ قَالَ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

طاؤس سے روایت ہے کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا:

(۴۲۸۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۲۵، ۲۵۷۳، ومسلم: ۱۱۹۳ (انظر: ۱۶۴۲۲)

(۴۲۹۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۹۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۹۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۹۵ (انظر: ۱۹۲۷۱)

يَسْتَذْكِرُهُ: كَيْفَ أَخْبَرْتَنِي عَنْ لَحْمٍ أَهْدَىٰ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ حَرَامٌ، قَالَ: نَعَمْ أَهْدَىٰ رَجُلٌ عُضْوًا مِنْ لَحْمٍ صَيْدٍ، فَرَدَّهُ وَقَالَ: إِنَّا لَا نَأْكُلُهُ، أَنَا حُرْمٌ. (مسند احمد: ۱۹۴۸۶)

آپ نے مجھے کیسے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ محرم تھے تو آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: جی ہاں، ایک آدمی نے شکار کے گوشت کا ایک عضو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا تھا: ”ہم یہ نہیں کھائیں گے، کیونکہ ہم محرم ہیں۔“

(۴۲۹۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَهْدَىٰ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَشَيْقَةَ طَبِيٍّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهَا، (وَفِي لَفْظٍ: فَلَمْ يَأْكُلْهُ) قَالَ سَفِيَانُ: الْوَشَيْقَةُ مَا طَبَخَ وَقُدِّدَ. (مسند احمد: ۲۴۶۲۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہرن کا کم ابلا ہوا گوشت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، چونکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے اس لیے آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا اور نہیں کھایا۔ سفیان نے کہا: ”وَشَيْقَةُ“ وہ ہوتا ہے، جس کو پکایا جائے اور پارچے بنا کر خشک کر لیا جائے۔

(۴۲۹۴) عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ قَالَ: كَانَ أَبِي الْحَارِثُ عَلَىٰ أَمْرِ مِنْ أَمْرِ مَكَّةَ فِي زَمَنِ عُمَانَ فَأَقْبَلَ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَىٰ مَكَّةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ: فَاسْتَقْبَلْتُ عُمَانَ بِالنُّزْلِ بِقُدَيْدٍ فَاضْطَادَ أَهْلُ الْمَاءِ حَجَلًا، فَطَبَخْنَاهُ بِمَاءٍ وَمِلْحٍ، فَجَعَلْنَاهُ عَرَاقًا لِلشَّرِيدِ، فَقَدَّ مِنْهُ إِلَىٰ عُمَانَ وَأَصْحَابِهِ فَأَمْسَكُوا، فَقَالَ عُمَانُ: صَيْدٌ لَمْ أَصْطَدْهُ وَلَمْ نَأْمُرْ بِصَيْدِهِ، اضْطَادَهُ قَوْمٌ حِلٌّ، فَأَطْعَمُونَا فَمَا بَأْسُ؟ فَقَالَ عُمَانُ: مَنْ يَقُولُ فِي هَذَا؟ فَقَالُوا: عَلِيُّ، فَبَعَثَ إِلَيَّ

عبد اللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں میرے والد حارث بن نوفل مکہ کے مسؤل تھے، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے تو میں عبد اللہ بن حارث نے قدید کے قریب نزل کے مقام پر ان کا استقبال کیا، وہاں کے لوگوں نے چکور پرندے کا شکار کیا ہوا تھا، ہم نے اسے پانی اور نمک میں پکایا اور شرید کے لئے اس کا شور بانایا، پھر ہم نے اسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی خدمت میں پیش کیا، لیکن وہ اسے کھانے سے باز رہے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے نہ تو یہ شکار کیا ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی حکم دیا ہے اور جو لوگ احرام میں نہیں ہیں، انہوں نے یہ شکار کر کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، اب اس میں کیا حرج ہے؟ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس مسئلہ کے

(۴۲۹۳) تخریج: حدیث صحیح ان ثبت سماع الحسن بن محمد من عائشة - أخرجه ابو يعلى: ۶۱۶،

وعبد الرزاق: ۸۳۲۵ (انظر: ۲۴۱۲۹)

(۴۲۹۴) تخریج: حسن لغیره۔ أخرجه البزار: ۹۱۴، وأخرجه بنحوه ابو داود: ۱۸۴۹ (انظر: ۷۸۳)

بارے میں کون بیان کرے گا؟ لوگوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ، پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا، سو وہ تشریف لائے۔ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں: میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے، وہ اپنی ہتھیلیوں سے پتے جھاڑ رہے تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نہ تو ہم نے یہ شکار کیا اور نہ ہم نے اس کو شکار کرنے کے بارے میں کوئی حکم دیا، جو لوگ احرام میں نہیں ہیں، انہوں نے شکار کر کے اس کو ہمارے سامنے پیش کر دیا، اب اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے: میں اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو اس واقعہ میں موجود تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا ایک عضو پیش کیا گیا، جبکہ آپ ﷺ محرم تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”ہم احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہیں ہیں۔“ بارہ صحابہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کی تائید کی۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس آدمی کو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت موجود تھا جب آپ ﷺ کی خدمت میں شتر مرغ کے انڈے (اور ایک روایت کے مطابق) پانچ انڈے پیش کئے گئے تھے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”ہم تو احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہیں ہیں۔“ اس دفعہ بارہ سے کم افراد نے گواہی دی، یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کھانے سے اپنے سرین موڑ لیے اور اٹھ کر اپنے خیمے میں چلے گئے اور اس پانی والوں نے وہ کھانا کھالیا۔

فوائد: ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ احرام کی حالت میں شکار کا گوشت نہیں کھایا جاسکتا، مزید

وضاحت اگلے باب میں آرہی ہے۔

عَلِيٍّ فَجَاءَ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ جَاءَ وَهُوَ يَحْتُ الْحَبْطَ عَنْ كَفِّهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: صَيْدَلَمْ نَصْطْذُهُ وَلَمْ نَأْمُرْ بِصَيْدِهِ، قَوْمٌ جَلٌّ فَأَطْعَمُونَا فَمَا بَأْسُ؟ قَالَ: فَغَضِبَ عَلِيٌّ وَقَالَ: أَتَشُدُّ اللَّهُ رَجُلًا شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَتَى بِقَائِمَةِ حِمَارٍ وَخَشٍ (وَفِي لَفْظٍ: بِعَجْزِ حِمَارٍ وَخَشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا قَوْمٌ حُرْمٌ فَأَطْعَمُوهُ أَهْلَ الْحِلِّ)) قَالَ: فَشَهِدَ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ: أَشْهَدُ اللَّهُ رَجُلًا شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَتَى بِبَيْضِ النَّعَامِ، (وَفِي لَفْظٍ: بِخَمْسِ بَيْضَاتِ نَعَامٍ) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا قَوْمٌ حُرْمٌ، أَطْعَمُوهُ أَهْلَ الْحِلِّ)) قَالَ: فَشَهِدَ دُونَهُمْ مِنَ الْعِلَّةِ مِنَ الْإِثْنَى عَشَرَ، قَالَ: فَتَنَى عُثْمَانُ وَرَكَهُ عَنِ الطَّعَامِ فَدَخَلَ رَحْلَهُ (وَفِي لَفْظٍ: فَسَطَاطَهُ) وَأَكَلَ ذَلِكَ الطَّعَامَ أَهْلُ الْمَاءِ۔ (مسند احمد: ۷۸۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کی تلاش میں روانہ ہوا، میں اپنے گھوڑے کو کچھ دور تک دوڑاتا اور کچھ فاصلے تک آہستہ چلتا، رات کو میری ملاقات بنو غفار کے ایک آدمی سے ہوئی، میں نے اس سے پوچھا: آپ کی رسول اللہ ﷺ سے کس مقام پر ملاقات ہوئی تھی؟ اس نے بتایا کہ اس نے آپ ﷺ کو سقیا کے قریب ”تَعْنِیْن“ کے مقام پر چھوڑا تھا، میں نے آپ ﷺ کو اس مقام پر پالیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے رفقاء آپ کو سلام اور اللہ کی رحمت پیش کرتے تھے، انہیں اندیشہ تھا کہ دشمن ان پر حملہ نہ کر دے، لہذا آپ یہیں ان کا انتظار کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں ان کا انتظار کیا اور میں نے عرض کیا: میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا تھا، میرے پاس اس کا ایک عضو باقی بچا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کھا لو۔“ جبکہ وہ محرم تھے۔

(دوسری سند) معبد بن کعب سے روایت ہے کہ سیدنا ابوقنادہ حارث بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کے ایک سفر میں ہمیں ساحل سمندر کی طرف روانہ کیا، جبکہ آپ ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے اور ہم سے وعدہ لیا کہ ہم قدید کے مقام پر آپ ﷺ کو جا ملیں، پس ہم نکل پڑے، ہم میں سے بعض لوگ محرم تھے اور بعض غیر محرم، میں بھی غیر محرم تھا،..... اس کے بعد ساری حدیث بیان کی اور کہا: یہ اس کی ایک ٹانگ ہے، میں نے اسے خوب بھونا پکایا اور اچھا بنایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ادھر لاؤ۔“ جب میں وہ آپ ﷺ کے پاس لے آیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو گئے، جبکہ آپ ﷺ محرم تھے۔

فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ وَهُوَ بَيْنَهُنَّ، وَهُوَ مِمَّا يَلِي السُّقْيَا، فَأَدْرَكْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَصْحَابَكَ يُقَرِّئُونَكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ، وَقَدْ خَشُوا أَنْ يُقَتَّلُوا دُونَكَ فَانْتَظِرْهُمْ، قَالَ: فَانْتَظَرْتُهُمْ، قُلْتُ وَقَدْ أَصَبْتُ حِمَارًا وَخَيْشًا وَعِنْدِي مِنْهُ فَاصِلَةٌ، فَقَالَ لِلْقَوْمِ: ((كُلُوا وَهُمْ مُحَرِّمُونَ.)) (مسند احمد: ۲۲۹۳۷)

(۴۲۹۷) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ مَعْبِدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رَبِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى سَيْفِ الْبَحْرِ، فِي بَعْضِ عَمْرِهِ إِلَى مَكَّةَ وَوَعَدَنَا أَنْ نَلْقَاهُ بِقُدَيْدٍ فَخَرَجْنَا وَمِنَّا الْحَلَالُ وَمِنَّا الْحَرَامُ، قَالَ: فَكُنْتُ حَلَالًا، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ: هَذِهِ الْعَصُودُ قَدْ شَوِيَتْهَا وَأَنْصَجَتْهَا وَأَطْيَبَتْهَا، قَالَ: ((فَهَاتِيهَا.)) قَالَ: فَجِئْتُهَا بِهَا فَتَهَسَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ حَرَامٌ حَتَّى فَرَّغَ مِنْهَا. (مسند احمد: ۲۲۹۷۶)

(۴۲۹۷) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۹۸) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۲۹۸) (وَمِنْ طَرِيقِي ثَالِثٍ) عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طُرُقِ مَكَّةَ، تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحَرِّمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحَرَّمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحَشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ وَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَنَالُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا، فَأَخَذَهُ، ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ، أَطْعَمَكُمُوهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ)) (مسند احمد: ۲۲۹۳۵)

(۴۲۹۹) (وَمِنْ طَرِيقِي رَابِعٍ) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بَنِيهِ (وَفِيهِ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ مِنْ شَيْءٍ؟)) (مسند احمد: ۲۲۹۳۶)

(۴۳۰۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ ﷺ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابِي وَلَمْ أُحْرِمْ، فَرَأَيْتُ حِمَارًا فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَأَصْطَدْتُهُ فَذَكَرْتُ شَأْنَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَكَرْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَحْرَمْتُ وَإِنَّمَا

(تیسری سند) سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ مکہ کے کسی راستے میں تھے، میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا، دوسرے لوگ محرم تھے اور میں محرم نہ تھا، میں ایک جنگلی گدھا دیکھ کر گھوڑے پر سیدھا ہو گیا اور اپنے دوستوں سے کہا: مجھے ذرا میری لاٹھی پکڑا دو، لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: مجھے میرا نیزہ پکڑا دو، انہوں نے یہ کام کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ میں نے خود اتر کر نیزہ اٹھالیا اور اس جنگلی گدھے پر چڑھ دوڑا اور بالآخر اسے شکار کر لیا، بعض صحابہ نے تو اس سے کھا لیا، لیکن بعض نے اسے کھانے سے انکار دیا، جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس بارے میں آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ایسا کھانا تھا، جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا۔“

(چوتھی سند) اس میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کوئی حصہ باقی ہے؟“

سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حدیبیہ والے سال سفر میں روانہ ہوا، میرے رفقاء نے احرام باندھا ہوا تھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا، میں نے دوران سفر ایک جنگلی گدھا دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کو شکار کر لیا۔ پھر میں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا اور آپ ﷺ کو بتلایا کہ میں احرام کی

(۴۲۹۹) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۰۰) حديث صحيح دون قوله: ”انما اصطدته لك“ ودون قوله: ”ولم يأكل منه حين اخبرته اني اصطدته

له“۔ أخرجه ابن ماجه: ۳۰۹۳، وأخرجه البخاري: ۱۸۲۳، ومسلم: ۱۱۹۶ مختصرا (انظر: ۲۲۵۹۰)

إِصْطَدْتُهُ لَكَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ
فَأَكَلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ حِينَ أَخْبَرْتُهُ أَنِّي
إِصْطَدْتُهُ لَهُ۔ (مسند احمد: ۲۲۹۶۱)

حالت میں نہیں تھا اور میں نے اس کو آپ ﷺ کی خاطر
شکار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ”تم
کھاؤ۔“ پس صحابہ نے تو کھالیا، مگر آپ ﷺ نے نہ کھایا،
اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے آپ کو بتلادیا تھا کہ میں نے یہ شکار
آپ ﷺ کی خاطر کیا تھا۔

سیدنا عمیر بن سلمہ ضمری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
عرج کے مقام پر تھے کہ وہاں ایک شکار کیا ہوا جنگلی گدھا پڑا
تھا، تھوڑی دیر کے بعد بنو ہزرا ایک آدمی وہاں آگیا، اس نے
کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس پر تیر چلایا تھا، یہ یہاں آ
کر گر گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھائیں، چنانچہ رسول
اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا
گوشت رفقائے سفر میں تقسیم کر دیا، اس کے بعد آپ ﷺ
آگے کو روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ اٹالیہ کی گھاٹی پر پہنچے تو
وہاں آپ ﷺ نے ایک ہرن دیکھا، اس کو تیر لگا ہوا تھا اور
وہ ایک پتھر کے سائے میں سر جھکائے کھڑا تھا، آپ
ﷺ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: ”تم یہاں کھڑے رہو
تاکہ لوگ گزر جائیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف
کوئی چیز نہ پھینکے۔“

(۴۳۰۱) عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَلَمَةَ الضَّمَرِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِالْعَرَجِ، فَإِذَا
هُوَ بِحِمَارٍ عَقِيرٍ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ رَجُلٌ
مِنْ بَهْزٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ رَمَيْتِي
فَشَانُكُمْ بِهَا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الرِّفَاقِ، ثُمَّ سَارَ حَتَّى
تَنَى عُقْبَةَ أَثَايَةَ، فَإِذَا هُوَ بِظَبْيٍ فِيهِ سَهْمٌ
وَهُوَ حَاقِفٌ فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ، فَأَمَرَ
النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: ((قِفْ
هَاهُنَا حَتَّى يَمُرَّ الرِّفَاقُ لَا يَرْمِيهِ أَحَدٌ
بِشَيْءٍ۔)) (مسند احمد: ۱۵۵۲۹)

فوائد: آخری جملے سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی آدمی نہ اس جانور کو چھوئے، نہ اس کو حرکت دے

اور نہ اس کو جوش دلائے۔

(۴۳۰۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ:
كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَحْنُ
حُرْمٌ فَأَهْدَى لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ، فَمِنَّا
مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَزَّعَ فَلَمْ يَأْكُلْ، فَلَمَّا

عبد الرحمن بن عثمان کہتے ہیں: ہم سیدنا طلحہ بن عبید اللہ
رضی اللہ عنہ کے ساتھ احرام کی حالت میں جا رہے تھے، ان کی خدمت
میں شکار کیا ہوا ایک پرندہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا، سیدنا طلحہ رضی اللہ
عنہ اس وقت سوئے ہوئے تھے، ہم میں سے بعض نے تو اس کو کھا

(۴۳۰۱) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه النسائي: ۷/ ۲۰۵ (انظر: ۱۵۴۵۰)

(۴۳۰۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۹۷ (انظر: ۱۳۸۳)

اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَقَّ مَنْ أَكَلَهُ وَقَالَ: أَكَلْنَاهُ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ. (مسند احمد: ۱۳۸۳)

لیا اور بعض نے اپنا حصہ تقسیم کر دیا اور اسے نہ کھایا، جب سیدنا
طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اس شکار کو کھانے والوں کو
درست قرار دیا اور کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
ایسے شکار کا گوشت کھایا تھا۔

(۴۳۰۳) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ
ﷺ بِلَحْمٍ صَيْدٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَمْ يَأْكُلْهُ.
(مسند احمد: ۸۳۰)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ احرام کی حالت
میں تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا
گیا، آپ ﷺ نے اسے نہ کھایا۔

فوائد: اس باب کی روایات سے معلوم ہوا کہ محرم شکار کا گوشت اس وقت کھا سکتا ہے جب نہ تو اس نے
خود شکار کیا ہو اور نہ اس کو کھلانے کی نیت سے کیا گیا ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کسی غیر محرم آدمی نے اپنے لیے یا
دوسرے غیر محرم افراد کے لیے شکار کیا ہو، لیکن اتفاقی طور پر محرم تک بھی وہ گوشت پہنچ گیا تو اسے چاہیے کہ وہ کھالے۔

جَزَاءُ الصَّيْدِ وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ... (الآية)﴾

شکار کا متبادل اور اس آیت کریمہ کی تفسیر: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا... أَنْتُمْ حُرُمٌ﴾

(۴۳۰۴) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ رَجُلٍ مِنَ
الْأَنْصَارِ أَنَّ رَجُلًا أَوْطَأَ بَعِيرَهُ أَذْجَى نَعَامٍ
وَهُوَ مُحْرِمٌ فَكَسَرَ بَيْضَهَا، فَاذْطَلَقَ إِلَى
عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ:
عَلَيْكَ بِكُلِّ بَيْضَةٍ جَنِينٍ نَاقَةٍ أَوْ ضِرَابُ
نَاقَةٍ، فَاذْطَلَقَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ
ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ قَالَ
عَلِيٌّ بِمَا سَمِعْتَ، وَلَكِنْ هَلُمَّ إِلَى الرُّخْصَةِ
عَلَيْكَ بِكُلِّ بَيْضَةٍ صَوْمٍ، أَوْ إِطْعَامُ
مُسْكِينٍ.)) (مسند احمد: ۲۰۸۵۸)

ایک انصاری آدمی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے اونٹ نے
شتر مرغ کے انڈے توڑ ڈالے، جبکہ اس پر سوار آدمی احرام کی
حالت میں تھا، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور ان سے
اس بارے میں مسئلہ پوچھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو
ہر انڈے کے عوض اونٹنی کا ایک جنین (یعنی بچہ) بطور فدیہ ادا
کر، اس کے بعد وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ
گیا اور سارا واقعہ آپ ﷺ کو بیان کیا، رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: ”تم علی کی بات تو سن چکے ہو، لیکن اب رخصت اور
آسانی کی طرف آؤ اور وہ یہ کہ تم ہر انڈے کے بدلے ایک
روزہ رکھ لو یا ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ۔“

(۴۳۰۳) تخريج: حسن لغيره - أخرجه ابن ماجه: ۳۰۹۱ (انظر:)

(۴۳۰۴) اسنادہ ضعیف، مطربن طهمان الوراق کثیر الخطأ لیس بذالك القوی، وقد اضطرب فی اسنادہ۔
أخرجه ابو داود فی "المراسیل": ۱۳۹، والبيهقي: ۵/ ۲۰۷، والدارقطني: ۲/ ۲۴۸ (انظر: ۲۰۵۸۲)

نوائے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يُحْكَمُ بِهِ ذَوْأٌ عَدْلٌ مِنْكُمْ هَذَا بَالِغُ الْكَفَّةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ ”اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں، خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے۔“ (سورہ مائدہ: ۹۵)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے ”صُئِعُ“ کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ)) یہ واقعی شکار ہے اور جب محرم اس کا شکار کرے گا تو اس میں (بطور فدیہ) دینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔“ (ابو داؤد: ۳۸۰۱، ترمذی: ۸۵۱، نسائی: ۲۸۳۶، ابن ماجہ: ۳۰۸۵) ”صُئِعُ“ کو فارسی میں کفتار کہتے ہیں، یہ وہ جانور ہے جو تازہ قبریں اکھاڑتا ہے، کیونکہ یہ بندوں کا گوشت کھانے کا بڑا شوقین ہوتا ہے، اگر تصویر والی لغت دیکھ لی جائے تو بہتر ہوگا۔ آیت کریمہ میں مساوی جانور سے مراد خلقت یعنی قد و قامت میں مساوی ہونا ہے، قیمت میں مساوی ہونا نہیں، مثلاً اگر ہرن کو قتل کیا ہے تو اس کی مساوی بکری ہے، نیل گائے کی مثل گائے ہے، وغیرہ، ایسے متبادل جانور کو حرم میں لے جا کر ذبح کر کے وہاں کے مسکینوں میں اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ البتہ جس جانور کا مثل نہ مل سکتا ہو، وہاں اس کی قیمت بطور فدیہ لے کر مکہ پہنچا دی جائے گی اور اس سے غلہ خرید کر مکہ کے مساکین میں تقسیم کر دیا جائے گا، یہاں کعبہ اور مکہ سے مراد حرم ہے۔ مساکین کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھنا، دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنا جائز ہے، مقتول جانور کے حساب سے طعام میں جس طرح کمی بیشی ہوگی، روزوں میں بھی کمی بیشی ہوگی، مثلاً محرم نے ہرن قتل کر دیا، اس کی مثل بکری ہے، یہ فدیہ حرم مکہ میں ذبح کیا جائے گا، اگر یہ نہ ملے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے مطابق چھ مساکین کو کھانا یا تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے، اگر اس نے بارہ سنگھا، سانہریا اس جیسا کوئی جانور قتل کر دیا تو اس کی مثل گائے ہے، اگر یہ دستیاب نہ ہو یا اس کی طاقت نہ ہو تو بیس مسکین کو کھانا یا بیس دن کے روزے رکھنا ہوں گے، یا ایسا جانور (شتر مرغ یا گورخر وغیرہ) قتل کیا ہے، جس کی مثل اونٹ ہے تو اس کی عدم دستیابی کی صورت میں ۳۰ مساکین کو کھانا یا ۳۰ روزے رکھنے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

حدیث نمبر (۴۲۷۳) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جب سیدنا کعب بن عجرہ نے احرام کی حالت میں سر منڈوا لیا تھا تو آپ ﷺ ان کو جو فدیہ بتلایا تھا، اس کی تفصیل یہ تھی: وہ تین روزے رکھے یا چھ مساکین کو تین صاع کھانا کھلائے یا ایک بکری ذبح کر دے۔ اس حدیث سے اس حقیقت کا اشارہ ساملتا ہے کہ ایک صاع کے بدلے ایک روزہ

ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جَوَازُ أَكْلِ صَيْدِ الْبَحْرِ مُطْلَقًا لِلْمَحْرَمِ وَغَيْرِهِ وَمَا جَاءَ فِي الْجَرَادِ، وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْغِيَّارَةِ﴾

محرم اور غیر محرم کے لیے مطلق طور پر سمندری شکار کو کھانے کا اور اس سلسلے میں مڈی کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْغِيَّارَةِ﴾ کا بیان

(۴۳۰۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَاسْتَقْبَلَنَا رَجُلٌ مِنْ جَرَادٍ فَجَعَلْنَا نَضْرِبُهُنَّ بِعَصِينَا وَسِيَّاطِنَا وَنَقْتُلُهُنَّ وَأَسْقِطُ فِي أَبْدِينَا، فَقُلْنَا: مَا نَصْنَعُ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا بَأْسَ بِصَيْدِ الْبَحْرِ)) (مسند احمد: ۸۷۵۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم حج یا عمرہ کے ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، مڈیوں کا ایک لشکر ہمارے سامنے آگیا، ہم اپنی لاٹھیوں اور چھڑیوں کے ساتھ ان کو مارنے لگے اور قتل کرنے لگے، پھر ہمیں اپنے کیے پر ندامت ہوئی اور ہم نے کہا: ہم تو محرم تھے، ہم نے کیا کر دیا ہے؟ پس ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”سمندر کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔“

فوائد: پوری آیت یوں ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْغِيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾..... ”تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے، جب تک تم احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔“ (سورہ مائدہ: ۹۶) اس حقیقت پر اہل علم کا اجماع ہے کہ محرم کے لیے سمندر کا شکار کرنا، اس کو کھانا اور اس کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور اس شکار سے مراد وہ جانور ہے جو صرف پانی میں زندہ رہ سکتا ہے، جیسے مچھلی۔ سمندر کے شکار سے مراد وہ جانور ہے جو صرف پانی میں رہتا ہے، اس لیے اگر محرم ایسے جانور کو کنوؤں اور تالابوں وغیرہ میں پالے تو اس کا شکار کر سکتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْجَرَادُ مِنَ صَيْدِ الْبَحْرِ))..... ”مڈی سمندر کے شکار میں سے ہے۔“ (ابوداؤد: ۱۸۵۳، اسنادہ حسن، میمون بن جہان لا ینزل حدیثہ عن درجۃ الحسن)

(۴۳۰۵) تخريج: اسنادہ ضعیف جدا، مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ، وابو المہزم واسمہ یزید ویقال: عبد الرحمن بن سفیان، متروک۔ أخرجه ابوداؤد: ۱۸۵۴، وابن ماجه: ۳۲۲۲، والترمذی: ۸۵۰ (انظر: ۸۷۶۵)

مَا يَجُوزُ لِلْمُحْرَمِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي الْحَرَمِ وَغَيْرِهِ

(۴۳۰۶) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدَّثَنَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ، كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْعَفْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحَدْيَا وَالْفَأْرَةُ))

(مسند احمد: ۲۵۰۷۶)

(۴۳۰۷) (وَمِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((خَمْسٌ، فَوَاسِقُ، يُقْتَلْنَ فِي الْجِلِّ، وَالْحَرَمِ، الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحَدْيَا))

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”پانچ قسم کے جانور موزی اور فاسق ہیں، ان کو حد و حرم کے اندر اور باہر ہر جگہ قتل کیا جائے: سانپ، کوا، چوہا، کلب عقور اور چیل۔“

(مسند احمد: ۲۵۱۶۸)

(تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان پانچ قسم کے جانوروں کو محرم قتل کر سکتا ہے: سانپ، چوہا، کوا، چیل اور باؤلا کتا، ان جانوروں کو حدود و حرم کے اندر اور باہر ہر جگہ قتل کیا جاسکتا ہے۔“

حمد: (۲۶۱۹۷)

(٤٣٠٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٢٩، ومسلم: ١١٩٨ (انظر: ٢٤٥٦٩)

(٤٣٠٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٩) تخريج: حديث صحيح دون قولها: "ولدغ رسول الله عقرب"، وهذا اسناد فيه الحسن البصري مدلس، وقد عنعن، وانظر الحديث بالطريق الاول

(چوتھی سند) حسن سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو ان پانچ قسم کے جانوروں کو مارنے کی اجازت دی ہے: سانپ، بچھو، باؤلا کتا، کوا، چیل اور چوہا، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں تھے کہ ایک بچھو نے آپ کو ڈس لیا اور آپ ﷺ نے اس کو مارنے کا حکم دے دیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پانچ قسم کے جانور ہیں، وہ موزی ہیں، محرم بھی ان کو قتل کر سکتا ہے اور حد و حرم میں بھی ان کو قتل کیا جاسکتا ہے: چوہا، بچھو، سانپ، کلب عقور اور کوا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”محرم ازدہا، بچھو، چیل، باؤلا کتا اور چوہے کو قتل کر سکتا ہے۔“ میں نے کہا: ”فَوَيْسَقَةَ“ سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”چوہا۔“ میں نے پوچھا: چوہے کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا: ایک دفعہ یوں ہوا کہ آپ ﷺ بیدار ہوئے اور دیکھا کہ چوہا چراغ کی جلتی لو لے کر چھت کی طرف جا رہا تھا تا کہ چھت کو آگ لگا دے۔

(۴۳۰۹) (وَمِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحَلَّ مِنْ قَتْلِ الدَّوَابِّ وَالرَّجُلِ مُحْرِمٌ أَنْ يَقْتُلَ الْحَيَّةَ وَالْعَفْرَبَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُورَ وَالْغُرَابَ الْأَبْقَعَ وَالْحُدْيَا وَالْفَأْرَةَ، وَلَدَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَفْرَبٌ فَأَمَرَ بِقَتْلِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۶۶۱)

(۴۳۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ، كُلُّهُنَّ فَاسِقَةٌ، يَقْتُلُهُنَّ الْمُحْرِمُ وَيَقْتُلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْفَأْرَةُ، وَالْعَفْرَبُ، وَالْحَيَّةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالْغُرَابُ۔)) (مسند احمد: ۲۳۳۰)

(۴۳۱۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْأَفْعَى، وَالْعَفْرَبَ وَالْحِدْيَا، وَالْكَلْبَ الْعَقُورَ، وَالْفَوَيْسَقَةَ۔)) قُلْتُ مَا الْفَوَيْسَقَةُ؟ قَالَ: ((الْفَأْرَةُ۔)) قُلْتُ: وَمَا شَأْنُ الْفَأْرَةِ؟ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيْقَطَ وَقَدْ أَخَذَتِ الْفَتِيلَةَ فَصَعِدَتْ بِهَا إِلَى السَّقْفِ لِتُحْرِقَ عَلَيْهِ۔

(مسند احمد: ۱۱۷۷۷)

(۴۳۱۲) وَعَنْهُ أَيُّضًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَيِّدُنَا ابُوسَعِيدٍ خَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيِّدُنَا ابُوسَعِيدٍ خَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيِّدُنَا ابُوسَعِيدٍ خَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(۴۳۱۰) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه البزار: ۱۰۹۷، وابو يعلى: ۲۴۲۸، ۲۶۹۳ (انظر: ۲۳۳۰)

(۴۳۱۱) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه ابن ماجه: ۳۰۸۹ وفيه ذكر السبع العادي بدل الحداة وسنده ضعيف (انظر: ۱۱۷۵۵)

(۴۳۱۲) اسناده ضعيف لضعف يزيد بن ابي زياد القرشي۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۴۸، والترمذي: ۸۳۸ (انظر: ۱۰۹۹۰)

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کون کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سانپ، بچھو، چوہے، باؤلے کتے، چیل اور خون خوار درندے کو قتل کرے اور کوئے کو ڈرا کر اڑا دے اور اسے قتل نہ کرے۔“

الْحُدْرَى ۖ)) (مسند احمد: ۱۱۰۰۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم کون کون سے جانور قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بچھو، چوہے، چیل، کوئے اور کلب عقور کو قتل کر سکتا ہے۔“

(۴۳۱۳) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ، قَالَ: ((يَقْتُلُ الْعُقْرَبَ وَالْفُؤَيْسِقَةَ وَالْحِدَاةَ وَالْغُرَابَ وَالْكَلْبَ الْعَقُورَ-)) (مسند احمد: ۴۴۶۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو حکم دیا کہ وہ بھیڑیے، چوہے، کوئے اور چیل کو مار قتل کرے۔ ان سے کہا گیا: سانپ اور بچھو کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں: روایات میں ان کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

(۴۳۱۴) عَنْ وَبَرَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَتْلِ الذَّنَبِ لِنُحْرِمِ يَغْنَى وَالْفَارَةَ وَالْغُرَابَ وَالْحِدَاةَ فَقِيلَ لَهُ: فَالْحَيَّةُ وَالْعُقْرَبُ فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُقَالُ ذَلِكَ- (مسند احمد: ۴۷۳۷)

زید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ کسی آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ محرم کون کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے ایک خاتون نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چیل، کوئے، باؤلے کتے، چوہے اور بچھو کو مارا جاسکتا ہے۔“

(۴۳۱۵) عَنْ زَيْدِ يَغْنَى ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ: حَدَّثَنِي إِحْدَى النِّسْوَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يُقْتَلُ الْحُدَايَا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْفَارَةُ وَالْعُقْرَبُ-)) (مسند احمد: ۲۶۹۷۱)

فوائد: ”الْكَلْبُ الْعَقُورُ“: حقیقت میں اس لفظ کا اطلاق ہر زخمی کرنے والے اور چیر پھاڑ کرنے والے

(۴۳۱۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۲۷، ومسلم: ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، بزيادة لفظة ”فی الصلاة“ فی احدی روایات مسلم (انظر: ۴۴۶۱)

(۴۳۱۴) تخریج: حدیث حسن - أخرجه الدارقطنی: ۲/ ۲۳۲، والبيهقي: ۵/ ۲۱۰ (انظر: ۴۷۳۷)

(۴۳۱۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ومسلم: ۱۲۰۰ (انظر: ۲۶۴۳۹)

درندے پر بھی ہوتا ہے، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا۔ درندگی میں اشتراکیت کی وجہ سے ان کو بھی ”کلب“ کہتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی) ہڑکائے ہوئے اور باؤلے کتے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

امام مالک نے ”الموطا“ میں کہا: ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹے، ان پر حملہ کرے اور ان کو ڈرائے، مثلاً: شیر، چیتا، فہد، بھیڑیا، وہ عقور ہے۔ (فہد، چیتے کی طرح کا ایک درندہ ہوتا ہے) ابو عبیدہ نے سفیان سے یہی قول نقل کیا ہے اور یہی جمہور اہل علم کی رائے ہے۔ ان جانوروں کے لیے لفظ ”فَاسِقٌ“ استعمال ہوا، اس کا لفظی معنی ہے نکلنے والا، یہاں اس سے مراد وہ جانور ہیں کہ تکلیف پہنچانے اور افساد انگیزی کی وجہ سے جن کا حکم دوسرے جانوروں کے حکم سے خارج ہو گیا ہے۔

اس باب کی احادیث صحیحہ میں درج ذیل کل سات جانوروں کا ذکر ہوا ہے: بچھو، کوا، چیل، چوہا، کلب، عقور، سانپ، بھیڑیا۔ کیا ان کے علاوہ کسی جانور کو قتل نہیں کیا جاسکتا؟ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: روایات کے مطابق پانچ جانوروں کو مقید کرنا، اگرچہ اس کے مفہوم میں خصوصیت پائی جاتی ہے، لیکن یہ مفہوم العدو ہے، جو اکثر اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے، اگر اس کی حجت تسلیم کر لیں تو اس کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ شروع شروع میں آپ ﷺ نے پانچ جانوروں کے بارے میں ہی حکم دیا، بعد میں ان میں اضافہ کر دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بعض طرق میں ”چار“ کا اور بعض میں ”چھ“ کا لفظ روایت کیا گیا ہے، ”چار“ کی روایت صحیح مسلم میں ہے، اس میں بچھو کا ذکر نہیں ہے اور ”چھ“ کی روایت مستخرج ابو عوانہ میں ہے، اس میں بچھو کا ذکر موجود ہے اور سانپ کا اضافہ کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی شبان کی روایت اس روایت کا شاہد ہے، اگرچہ اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے،..... (فتح الباری: ۴ / ۴۴)

جن روایات میں خون خوار درندے اور چیتے وغیرہ کے الفاظ ہیں، ان پر نقد کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جن جانوروں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے یہ جانور انسان کے لیے ضرر، نقصان، تکلیف، خوف اور فساد کا سبب بن سکتے ہیں، بلکہ ان کی وجہ سے انسان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے، اس لیے جس جانور میں یہ وصف پایا جائے، حرم و غیر حرم کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دے، جبکہ کلب عقور کا مفہوم بھی یہی بنتا ہے۔



دُخُولُ مَكَّةَ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور اس سے متعلقہ دوسرے مسائل کا بیان

الْفُغْلُ لِلدُّخُولِ مَكَّةَ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا

(۴۳۱۶) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَذَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، فَإِذَا انْتَهَى إِلَى ذِي طَوًى بَاتَ فِيهِ حَتَّى يُضْطَبَّحَ، ثُمَّ يُصَلِّيُ الْغَدَاةَ وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ، وَيَقُولُ: بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهِ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْمِلُ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، يَمْشِي مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، فَإِذَا أَتَى عَلَى الْحَجَرِ اسْتَلَمَهُ وَكَبَّرَ، أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ مَشْيًا ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْحَجَرِ فَيَسْتَلِمُهُ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا مِنَ الْبَابِ الْأَعْظَمِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ فَيَكْبُرُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، ثَلَاثًا يَكْبُرُ ثُمَّ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کے قریب پہنچتے تو تلبیہ پکارنا بند کر دیتے اور جب ذی طوی میں پہنچتے تو رات وہاں بسر کرتے، جب صبح ہو جاتی تو نماز فجر کے بعد غسل کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے، اس کے بعد چاشت کے وقت مکہ میں داخلہ ہوتے، بیت اللہ میں جا کر حجر اسود کو استلام کرتے اور کہتے: بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، پھر طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلتے، جب حجر اسود کے قریب آتے تو اس کا استلام کرتے اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہتے۔ باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے، بعد ازاں مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت ادا کرتے، اس کے بعد پھر حجر اسود کے پاس آکر اس کا استلام کرتے، پھر بڑے دروازے کے راستہ سے صفا کی طرف جاتے، اس کے اوپر کھڑے ہو کر سات دفعہ تکبیر کہتے، ان میں سے تین بار ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہتے اور یہ دعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (مسند احمد: ۴۶۲۸)

فوائد:..... سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر جب حرم کی میں داخل ہوتے تو اس وقت سے لے کر سعی سے فارغ ہونے تک تلبیہ بند کر دیتے، لیکن جمہور اہل علم کی رائے اس سے مختلف ہے، جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اگر کوئی آدمی ذوطوی کے راستے سے آرہا ہو تو وہ اس مقام پر غسل کرے اور اگر وہ کسی اور راستے سے آرہا ہے تو اتنی مسافت پہلے غسل کرنا لینا چاہیے۔
ذوطوی: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

رمل: چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اور کندھے ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی دوڑ لگانا ”رمل“ کہلاتا ہے۔ صرف طوافِ عمرہ یا طوافِ قدم کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جاتا ہے۔

”سات دفعہ تکبیر کہتے“ ان الفاظ کا مفہوم ایک تو وہ ہو سکتا ہے جو ترجمہ سے واضح ہے اور ایک یہ ہے کہ صفا اور مروہ کے سات چکروں میں سے ہر ایک چکر میں اللہ کی بڑھائی بیان کرتے اور پھر آگے ہر چکر میں کن الفاظ کے ساتھ یہ بڑھائی بیان کی جائے، اس کی وضاحت ہے۔ یعنی تین دفعہ اللہ اکبر اور بعد میں وہ پورے الفاظ جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ مفصل روایات میں یہ دوسری کیفیت میں تکبیرات اور توحید کا اظہار کرنے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مبدلہ رفیق)

(۴۳۱۷) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَنْتَسِبُ بِذِي طَوًى فَإِذَا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ وَأَمَرَ مَنْ مَعَهُ أَنْ يَغْتَسِلُوا وَيَدْخُلُوا مِنَ الْعُلْيَا، فَإِذَا خَرَجَ خَرَجَ مِنَ السُّفْلَى، وَيَزْعُمُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔ (مسند احمد: ۶۴۶۲)

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذی طوی میں رات بسر کرتے، صبح ہوتی تو غسل کرتے اور جو لوگ ان کے ساتھ ہوتے انہیں بھی غسل کرنے کا حکم دیتے اور ثنیہ علیا کی جانب سے مکہ میں داخل ہوتے، لیکن جب مکہ سے باہر جانا ہوتا تو ثنیہ سفلی کے راستے سے جاتے، پھر وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

فوائد:..... ثنیہ علیا سے مراد بالائی گھاٹی ہے، جس سے آدمی اہل مکہ کے قبرستان ”المعلی“ کے دروازے پر جا نکلتا تھا، اس کو چون بھی کہتے تھے، یہ انتہائی دشوار گزار گھاٹی تھی، بالترتیب سیدنا معادیہ، عبد الملک اور مہدی نے اس کو کچھ ہموار بنا کر آسان کیا، پھر ۸۱۱ھ میں اس کو کچھ اور ہموار کیا گیا، بعد ازاں ۸۲۰ھ ملک مؤید نے اس ساری گھاٹی کو ہموار کر دیا تھا۔

ثنیہ سفلی، یہ گھاٹی باب شہک کے پاس ہے، جو شعب شامیین اور شعب ابن الزبیر کے قریب ہے۔

مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَفِي أَيِّ وَقْتٍ

مکہ مکرمہ میں کس راستے سے اور کس وقت داخل ہوا جائے

(۴۳۱۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَإِذَا خَرَجَ خَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى۔ (مسند احمد: ۶۲۵)

سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ثنیۃ علیا کے راستے سے داخل ہوتے تھے اور ثنیۃ سفلی کے راستے سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

(۴۳۱۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَدَخَلَ فِي الْعُمْرَةِ مِنْ كُدَى۔ (مسند احمد: ۲۴۸۱۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ کی بالائی جہت ”کدء“ کے راستے سے اس شہر میں داخل ہوئے اور عمرہ کے موقع پر ”کدی“ کے راستے سے داخل ہوئے۔

فوائد: ”کدء“ سے مراد ”ثنیۃ علیا“ اور ”کدی“ سے مراد ”ثنیۃ سفلی“ ہے، جن کا ذکر پچھلی دو احادیث میں گزر چکا ہے۔

(۴۳۲۰) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ ثُنْيَةِ الْإِذْخِرِ۔ (مسند احمد: ۲۶۷۶۸)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اذخر گھاس والی گھاٹی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

فوائد: اذخر گھاس والی گھاٹی سے مراد ”ثنیۃ علیا“ ہی ہے۔ امام نووی نے کہا: صحیح اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ ہر حرم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت ثنیۃ علیا والی جہت سے آئے، اگر یہ گھاٹی اس کے راستے میں نہیں پڑتی تو پھر بھی اسے ادھر سے ہی آنا چاہیے، ہمارے محققین کی یہی رائے ہے۔ (شرح المہذب) بلکہ شیخ محمد جوینی نے کہا: یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کے راستے پر نہیں ہے، آپ ﷺ نے جان بوجھ کر اصل راستے کو چھوڑ کر یہ جہت اختیار کی، اس لیے ہر آدمی کے اس گھاٹی کی طرف سے آنا مستحب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت بالائی جہت والا راستہ کیوں اختیار کیا اور پھر واپسی پر راستہ بدلنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: راستہ بدلنے کی وجہ تو یہ ہے کہ دونوں راستوں

(۴۳۱۸) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۳۱۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۷۷، ۴۲۹۱، ومسلم: ۱۲۵۸ (انظر: ۲۴۳۱۱)

(۴۳۲۰) تخریج: استاده ضعيف لضعف عبید اللہ بن ابی زیاد القداح۔ أخرجه الطبرانی فی "الوسط":

۴۲۸۶ (انظر: ۲۶۲۳۸)

والے آپ ﷺ سے تبرک حاصل کریں گے، جیسا عیدین کے لیے آنے جانے کا مسئلہ تھا، اور تشریف آوری کے وقت بالائی جہت سے آنے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح سے آنے میں جگہ کی تعظیم ہوتی ہے اور چلی جانب کی جہت سے نکل جانے میں اس جگہ سے جدا ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس بالائی جہت سے داخل ہوئے تھے، جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے آپ ﷺ ہجرت کے موقع پر اس شہر سے چھپ کر نکلے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اس بار چاہا کہ شہر کی بالائی جانب سے اور کھلم کھلا اور اعلانیہ طور پر داخل ہوا جائے، ایک قول یہ ہے کہ اس طرف سے آمد کی وجہ آدمی کا بیت اللہ کے سامنے رہنا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ چونکہ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اس جہت سے داخل ہوئے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اسی عمل کو برقرار رکھنا چاہا ہو اور اس کا سبب ابوسفیان کا یہ قول ہے، جو انھوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گا، جب تک گھوڑوں کو کدّاء سے آتا ہوا نہیں دیکھ لوں گا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیسی بات ہوئی؟ انھوں نے کہا: بس میرے دل میں یہ خیال آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ادھر سے کبھی بھی گھوڑوں کو نہیں لائے گا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو میں نے ابوسفیان کو ان کی بات یاد کرائی، جبکہ سنن بیہقی کی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”حسان نے کیسے کہا تھا؟“ انھوں نے جواباً یہ شعر پڑھا:

عُدِمَتْ بَنِيَّ إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
تُنِيرُ النَّفْعَ مَطْلَعُهَا كَدَاءُ

یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: ((أَدْخُلُوهَا مِنْ حَيْثُ قَالَ حَسَّانُ))..... ”وہاں سے داخل ہو، جہاں سے حسان نے کہا تھا۔“ (فتح الباری: ۳/۵۵۹)

معلوم ایسے ہوتا ہے کہ بالائی جہت سے آنے میں آپ ﷺ کا مقصد اچھی فال تھا کہ جس مقصد کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا وہ غالب آ گیا، اب اس خطہ زمین میں دشمنان اسلام اور ان کا نظام پست ہو گیا ہے اور اوپر سے آنے اور نیچے کو نکل جانے میں یہ اشارہ ہے کہ اس خطے کی ہر طرف یہ نظام مصطفیٰ چھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۴۳۲۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ نَهَارًا۔ (مسند احمد: ۵۲۳۰) مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے۔

فوائد:..... آپ ﷺ صرف عمرہ جعرانہ کے موقع پر رات کو داخل ہوئے تھے اور رات کو ہی عمرہ کر کے واپس چلے گئے تھے۔ آپ ﷺ کا دن کو تشریف لانا اس اعتبار سے انتہائی مناسب تھا کہ آپ ﷺ کے افعال کی اقتداء کرنا آسان ہو جائے گی، جبکہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ لوگ مناسک حج کی تعلیم حاصل کر لیں۔

(۴۳۲۱) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۴۱، والترمذی: ۸۵۴ (انظر: ۵۲۳۰)

الدُّعَاءُ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کی دعا

(۴۳۲۲) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلَ مِنَا يَانَا بِهَاءَ، حَتَّى تُخْرِجَنَا مِنْهَا.)) مَسَائِلُنَا بِهَاءَ، حَتَّى تُخْرِجَنَا مِنْهَا. ((يَا اللَّهُ! هَامِرِي مَوْتِي)) مَسْئَلَةُ أَحْمَد: (۴۷۷۸) مکہ میں نہ بنا، یہاں تک کہ تو ہم کو یہاں سے باہر لے جا۔

فوائد: یہ دعا صرف وہ لوگ کر سکتے تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تھی، نبی کریم ﷺ اپنی ذات سمیت مہاجرین کے گروہ کو مراد لے رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی یا کسی مہاجر کی وفات مکہ میں ہو، تاکہ ہجرت کا شرف باقی رہے، آپ ﷺ اس بنا پر سیدنا سعد بن خویہ رضی اللہ عنہ پر اظہار غم کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((اللَّهُمَّ أَمْضِ لَا ضَحَابِي هَجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ.)) ”اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت کو نافذ کر دے اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا دے، لیکن بے چارہ سعد بن خویہ۔“ (صحیح بخاری: ۳۹۳۶، مسلم: ۱۶۲۸)

خانہ کعبہ کو دیکھ کر جو مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں، ان کی سندیں ضعیف ہیں، مثلاً: مکحول کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: ((اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَبِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، اللَّهُمَّ زِدْ هَذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ حَجَّهٖ أَوْ اعْتَمَرَهُ تَكْرِيمًا وَتَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَبِرًّا.)) (سنن بیہقی، اس کی سند مرسل معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے) سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بیت اللہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: ((اللَّهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا تَشْرِيفًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًّا وَمَهَابَةً.)) (معجم کبیر، معجم اوسط، اس میں عاصم بن سلیمان کوڑی راوی متروک ہے۔)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُرْفَعُ الْيَدَانِ فِي الدُّعَاءِ لَا سَبْقُ بَالِ الْبَيْتِ.)) ”بیت اللہ کے سامنے آتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔“ (سنن سعید بن منصور، سنن بیہقی، اس میں عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابولیلی ضعیف ہے)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کیا آدمی بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھائے گا، انہوں نے کہا: جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو ہم اس طرح کرتے تھے۔ (جامع ترمذی: ۸۵۵، لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

مکہ میں داخل ہونے کے مسائل

لوگوں کو چاہیے کہ وہ مکہ مکرمہ یا کسی دوسرے شہر اور بستی میں داخل ہونے سے پہلے درج ذیل عام حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس میں مذکورہ دعا پڑھ لیں۔

سیدنا صہیب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی ایسی بستی دیکھتے، جس میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے تو اس کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتے:

((اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَّاحِ وَمَا ذَرَيْنَ، أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا)).....

(مسند ترك حاكم: ۱/۶۱۴)

”اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن پر انھوں نے سایہ کیا ہوا ہے! اے ساتوں زمینوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو انھوں نے اٹھایا ہوا ہے! اے شیطانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو انھوں نے گمراہ کیا! اے ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو انھوں نے اڑایا! میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور اس میں رہنے والوں کی خیر اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتا ہوں جو اس بستی میں ہے اور تجھ سے اس بستی کے شر اور اس کے رہنے والوں کے شر اور اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے، کی پناہ طلب کرتا ہوں۔“



الطَّوَّافُ بِالْبَيْتِ وَآدَابُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ بیت اللہ کے طواف اور اس کے آداب کا بیان

الطَّهَارَةُ وَالسُّتْرَةُ لِلطَّوَّافِ

طواف کے لئے طہارت اور سترہ کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نفس اور حیض والی خواتین غسل کر کے احرام باندھ لیں اور تمام مناسک ادا کریں، البتہ جب تک پاک نہ ہو جائیں، بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔“

(۴۳۲۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ النِّفْسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ وَتُحْرِمُ وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهَرَ.)) (مسند احمد: ۳۴۳۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی تمام حج کے افعال ادا کرے گی۔“

(۴۳۲۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْحَائِضُ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَّافَ بِالْبَيْتِ.)) (مسند احمد: ۲۵۵۶۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے سرف مقام پر حائضہ ہو گئیں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: ”تم وہ سارے امور ادا کرو، جو دوسرے حاجی لوگ ادا کریں گے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔“

(۴۳۲۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا، وَحَاضَتْ بِسَرَفٍ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ: ((اقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ.....)) الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ۲۴۶۱۰)

(۴۳۲۳) تخریج: حسن لغیرہ۔ أخرجه ابو داود: ۱۷۴۴، والترمذی: ۹۴۵ (انظر: ۳۴۳۵)

(۴۳۲۴) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف - أخرجه الترمذی: ۹۴۵ (انظر: ۲۵۰۵۵)

(۴۳۲۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۲۹۴، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۴۱۰۹)

فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حیض اور نفاس والی خواتین طواف نہیں کر سکتیں۔

(۴۳۲۶) عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ بِرَاءَةً لِأَهْلِ مَكَّةَ: ((لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ)) الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ۴)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں سورۃ براءۃ والی آیات دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ وہاں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا، نہ کوئی آدمی برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے گا اور جنت میں صرف مسلمان ہی کو داخل ہوگا۔

فوائد: سورۃ توبہ کی تفسیر میں آخری حدیث پر بحث کی جائے گی۔ طواف سے متعلقہ مزید دو احادیث اور ان کی فقہ:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((الطَّوَّافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ، إِلَّا أَنْكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ-)) ”بیت اللہ کے ارد گرد طواف نماز کی طرح ہے، البتہ تم اس میں باتیں کر سکتے ہو، لیکن جو آدمی بات کرے، وہ خیر والی بات کرے۔“ (ترمذی: ۹۶۰)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الطَّوَّافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ فَأَقِلُّوا مِنْ الْكَلَامِ-)) ”بیت اللہ کا طواف نماز ہے، پس اس میں کم کلام کیا کرو۔“ (سنن نسائی: ۲۹۲۲)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد سمیت جمہور اہل علم نے ان احادیث کی روشنی میں کہا ہے کہ چونکہ طواف نماز ہے، اس لیے یہ وضو کے بغیر درست نہیں ہوگا، امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ وضو، طواف کے لیے شرط نہیں ہے۔ اگر احتیاطاً وضو کر لیا جائے تو مناسب ہوگا، وگرنہ مذکورہ بالا احادیث وضو کے شرط ہونے کے بارے میں واضح نہیں ہیں، کیونکہ کسی چیز کو نماز کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نماز کے تمام احکام و مسائل اور شروط و قیود کا مصداق بن جائے گی، مثلاً طواف کے دوران یہ امور جائز ہیں: نقل و حرکت کرنا، ادھر ادھر دیکھنا، باتیں کرنا، قبلہ رخ نہ ہونا، طواف میں انقطاع پیدا کر دینا، بلکہ کچھ چکروں کے بعد کہیں چلے جانا اور واپس آ کر مکمل کرنا، طواف قدم میں کندھا ننگے رکھنا۔ جبکہ ان امور میں سے کوئی چیز بھی نماز میں جائز نہیں ہے، اور نماز کے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک کے تمام ارکان، فرائض اور مستحبات میں سے کوئی چیز طواف کے اندر نہیں ہے، مثلاً رفع الیدین، قراءت، رکوع، سجدہ، تشہد، درود وغیرہ۔ اگر ان تمام امور میں طواف اور نماز میں کوئی مماثلت اور مشابہت نہیں ہے تو مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں وضو کی شرط کیسے لگائی جا سکتی ہے، اس بات کو تسلیم کرنا تو ضروری ہے کہ طواف بھی ایک قسم کی نماز ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز والی شرطیں طواف کرنے والے پر بھی عائد کر دی جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴۳۲۶) اسنادہ ضعیف، زید بن یثیع فی عداد المجہولین، ثم هو منقطع بین زید وابی بکر، لكن ثبت هذا اللفظ المذكور من حدیث علی رضی اللہ عنہ عند الامام احمد والامام الترمذی۔ أخرجه ابو یعلی: ۱۰۴ (انظر: ۴)

طَوَافُ الْقُدُومِ وَالرَّمْلِ وَالِاضْطِبَاعِ فِيهِ

طوافِ قدوم اور اس میں رمل اور اضطباع کا بیان

طوافِ قدوم: جو طواف مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔

رمل: چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اور کندھے ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی دوڑ لگانا ”رمل“ کہلاتا ہے۔ اہل علم

کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمل صرف مردوں کے لیے مشروع ہے۔

اضطباع: چادر کو اس طرح لپیٹنا کہ اس کو دائیں کندھے کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈال دیا جائے،

تا کہ دایاں کندھا ننگا رہے، طوافِ قدوم کے ساتوں چکروں میں اضطباع کیا جاتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ تشریف لائے، یثرب کے بخاری کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہو چکے تھے، مشرکین آپس میں یہ باتیں کرنے لگے کہ ان کے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جن کو بخار نے لاغر اور کمزور کر دیا ہے، ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی اس بات سے آگاہ کر دیا، اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف میں رمل کریں، مشرکین حطیم کی طرف بیٹھے ان کو دیکھ رہے تھے، پس مسلمانوں نے طواف میں رمل کیا، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلے، ان کو دیکھ کر مشرک لوگ کہنے لگے: یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق تم کہتے تھے کہ انہیں بخار نے لاغر کر دیا ہے، یہ تو بڑے طاقتور ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

(۴۳۲۷) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَى يَثْرِبَ قَالَ: فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدُمُ عَلَيْكُمْ قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمْ الْحُمَى، قَالَ: فَأَطْلَعَ اللَّهُ أَنْبِيَائَهُ ﷺ عَلَى ذَلِكَ، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَرْمِلُوا، وَقَعَدَ الْمُشْرِكُونَ نَاحِيَةَ الْحَجَرِ، يَنْظُرُونَ إِلَيْهِمْ فَرَمَلُوا وَمَشَوْا مَا بَيْنَ ارْكُنَيْنِ، قَالَ: فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ تَزْعُمُونَ أَنَّ الْحُمَى وَهَنَتْهُمْ، هَؤُلَاءِ أَقْسَوَى مِنْ كَذَا وَكَذَا، ذَكُرُوا قَوْلَهُمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمْ يَمْنَعَهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمِلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا إِبْقَاءَ عَلَيْهِمْ۔ (مسند احمد: ۲۶۳۹)

فوائد: یہ عمرہ قضا کا واقعہ ہے اور ہجرت کے بعد بیت اللہ میں آپ ﷺ کی پہلی آمد کا موقع تھا۔ حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کیا جاتا ہے اور رکن یمانی سے حجر اسود کے مابین عام چال چلی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین حطیم کی طرف بیٹھے تھے، اس لیے جب مسلمان ان دو کونوں کے مابین عام چال چلتے تھے تو وہ ان کو نہیں دیکھ

پاتے تھے۔ سنن ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: ((وَكَانُوا إِذَا بَلَغُوا الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ وَتَغَيَّبُوا مَشُوا ثُمَّ يَطْلِعُونَ يَرْمُلُونَ)) جب صحابہ کرام رکن یمانی تک پہنچتے اور مشرکوں سے چھپ جاتے تو عام چال چلنا شروع کر دیتے، پھر جب (حجر اسود کے بعد) ان کے سامنے آتے تو رمل شروع کر دیتے۔

کعبہ کی عمارت درج ذیل چار کونوں پر مشتمل ہے:

(۱) حجر اسود، (۲) رکن یمانی، (۳) رکن شامی اور (۴) رکن عراقی۔ اول الذکر دو کو ”رکنین یمانیین“ اور مؤخر الذکر دو کو ”رکنین شامیین“ کہتے ہیں، شامی ارکان کی طرف حطیم ہے۔

اگرچہ رمل کا سبب یہ تھا کہ مسلمان، مشرکوں کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کریں اور بعد میں یہ سبب زائل ہو گیا، لیکن رمل کو بطور سنت برقرار رکھا گیا، جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہوگا۔

(۴۳۲۸) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ بِالنَّبِيِّ إِذَا انْتَهَى إِلَى الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ مَشَى حَتَّى يَأْتِيَ الْحَجَرَ ثُمَّ يَرْمِلُ، وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكَانَتْ سُنَّةَ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ) قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ - (مسند احمد: ۲۲۲۰)

ابو طفیل سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا، جب آپ رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو حجر اسود تک عام رفتار سے چلتے، اس کے بعد پھر رمل کرتے اور باقی چار چکروں میں آپ عام رفتار سے چلے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس طرح یہ رمل سنت ہے اور یہ حجة الوداع کا واقعہ تھا۔

فوائد: جن اسباب کی بنا پر رمل کی ابتداء ہوئی تھی، وہ حجة الوداع کے موقع پر مفقود تھے، لیکن رمل کا حکم مستقل سنت کی حیثیت اختیار کر جانے کی وجہ سے باقی رہے گا۔

(۴۳۲۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ سَبْعًا وَطَافَ سَعْيًا، وَإِنَّمَا سَعَى أَحَبَّ أَنْ يَرَى النَّاسَ قُوتَهُ - (مسند احمد: ۲۸۲۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور (پہلے تین چکر) آپ ﷺ نے دوڑ کر پورے کیے، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنی قوت دکھائیں۔

(۴۳۲۸) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۶۴ (انظر: ۲۲۲۰)

(۴۳۲۹) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری - أخرجه الطبرانی: ۱۱۸۲۷، والبيهقي: ۵/

۱۱۰ (انظر: ۲۸۰۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج اور تمام عمروں کے طواف میں اور سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم اور باقی خلفاء نے رمل کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو ابتدائی تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے اور صفا و مروہ کی سعی کرتے وقت وادی کے درمیان میں دوڑتے تھے۔

نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چکروں میں عام رفتار چلتے اور یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین عام رفتار سے چلا کرتے تھے، جناب نافع نے کہا: وہ ان دو کے درمیان اس لیے چلتے تھے، تاکہ حجر اسود کا استلام کرنے میں آسانی ہو۔

فوائد:..... امام نافع کے نزدیک رکن یمانی سے حجر اسود تک عام چال چلنے کی وجہ حجر اسود کا استلام کرنے میں آسانی پیدا کرنا ہے، یہ جناب نافع کا ذاتی فہم ہے، یہاں عام چال چلنے کی وجہ مشرکوں سے اوجھل ہو جانا تھا، جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں وضاحت ہو چکی ہے۔

(۴۳۳۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ۔ (مسند احمد: ۶۰۴۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا۔

فوائد:..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک تین چکروں

(۴۳۳۰) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔ أخرجه ابو يعلى: ۲۴۹۲، وابن ابی شیبہ: ص ۴۰۷ (انظر: ۱۹۷۲)

(۴۳۳۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۴۴، ومسلم: ۱۲۶۱ (انظر: ۵۷۳۷)

(۴۳۳۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۱۷، ومسلم: ۱۲۶۱ (انظر: ۴۶۱۸)

(۴۳۳۳) تخریج: انظر الحديث السابق

میں ”رل“ کیا اور چار چکروں میں عام چال چلتے رہے۔ (مسلم) عمرہ قضاء کے موقع پر آپ ﷺ نے طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں حجرِ اسود سے رکنِ یمانی تک رل کیا تھا، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک، یعنی پورے چکر میں رل کیا، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ امام مبارکپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث والا عمل عمرہ قضاء کے موقع پر ۷ھ میں پیش آیا، جبکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث والا عمل ۱۰ھ میں پیش آیا، اس لیے آپ ﷺ کے آخری عمل کو لیا جائے گا اور پہلے والے عمل کو منسوخ سمجھا جائے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۹۲/۲) خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلے تین چکروں میں مکمل رل کیا جائے گا۔

(۴۳۳۴) عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ سَيِّدَنَا يَعْلَى بْنَ أُمِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ النَبِيِّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ مُضْطَبِعٌ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرمی چادر بَرْد لَهُ حَضْرَمِيٍّ۔ (مسند احمد: ۱۸۱۲۰) سے اضطباع کیا ہوا تھا۔

فوائد: اضطباع کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے وہ چادر اس طرح لپیٹی ہوئی تھی کہ آپ کا دایاں کندھا برہنہ تھا، طوافِ قدوم کے ساتوں چکروں میں اضطباع کیا جاتا ہے۔

(۴۳۳۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوا مِنْ جِعْرَانَةَ فَأَضْطَبَعُوا أَرْدِيَّتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ (وَفِي لَفْظٍ) جَعَلُوا أَرْدِيَّتَهُمْ وَقَذَفُوهَا عَلَى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرَى۔ (مسند احمد: ۲۷۹۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا تو انہوں نے اس طرح اضطباع کیا ہوا تھا کہ انہوں نے (دائیں کندھوں کی) بغلوں سے چادروں کو گزار کر بائیں کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔

(۴۳۳۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِي ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوا مِنْ جِعْرَانَةَ فَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا وَمَشُوا أَرْبَعًا۔ (مسند احمد: ۲۶۸۸)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا اور انہوں نے بیت اللہ کے گرد طواف کرتے وقت پہلے تین چکروں میں رل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔

(۴۳۳۷) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: فِيمَا سَيِّدَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے کہا: اب دورانِ طوافِ رل اور کندھوں کو ننگا کرنے کا کیا مقصد ہے؟ اب تو اللہ تعالیٰ نے

(۴۳۳۴) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه ابوداود: ۱۸۸۳ (انظر: ۱۷۹۵۶)

(۴۳۳۵) تخریج: اسنادہ قوی علی شرط مسلم - أخرجه ابوداود: ۱۸۸۴، ۱۸۹۰ (انظر: ۲۷۹۲)

(۴۳۳۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۳۷) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۸۷، و ابن ماجه: ۲۹۵۲، وأخرجه بنحوه البخاری:

۱۶۰۵ (انظر: ۳۱۷)

الرَّمْلَانِ الْآنَ وَالْكَشْفُ عَنِ الْمَنَاجِبِ وَقَدْ
 أَطَا اللَّهَ الْإِسْلَامَ وَنَفَى الْكُفْرَ وَأَهْلَهُ، وَمَعَ
 ذَلِكَ لَا نَدْعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ
 رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - (مسند احمد: ۳۱۷)

اسلام کو غلبہ دے دیا ہے اور کفر اور اہل کفر کو ختم کر دیا ہے، لیکن
 اس کے باوجود ہم اس عمل کو ترک نہیں کریں گے جو ہم رسول
 اللہ ﷺ کے عہد میں کیا کرتے تھے۔

فوائد:..... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ رمل اور اضطباع کا سبب وہ مشرک تھے، جو عمرہ
 جہرانہ کے موقع پر حطیم کی طرف بیٹھے تھے اور جن کا نظریہ یہ تھا کہ یثرب کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور اور لاغر کر دیا ہے،
 ان کے اس تصور کو رد کرنے کے لیے آپ ﷺ نے رمل اور اضطباع کا حکم دیا تھا، غلبہ اسلام کے بعد سرے سے یہ
 سبب ہی ختم ہو چکا تھا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو عمل کر دیا ہے، اس کو بحال رکھا جائے،
 اگرچہ اس کا سبب ختم ہو چکا ہے۔

فَضْلُ الطَّوَافِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَمَقَامِ إِبْرَاهِيمَ
 طواف، رکن یمانی، حجر اسود اور مقام ابراہیم کی فضیلت

(۴۳۳۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
 قَالَ: ((إِنَّ مَسْحَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالرُّكْنِ
 الْأَسْوَدِ يَحُطُّ الْخَطَايَا حَطًّا)) (مسند
 احمد: ۵۶۲۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے
 فرمایا: ”رکن یمانی اور حجر اسود کو چھونا غلطیوں کو مٹا دینا ہے۔“

فوائد:..... حجر اسود کو استلام کرنے کے چار طریقے ہیں: (۱) اسے بوسہ دینا، (۲) اپنے ہاتھ کے ساتھ حجر اسود کو
 چھو کر ہاتھ کا بوسہ لینا، (۳) کسی چھڑی وغیرہ کے ساتھ حجر اسود کو چھونا اور پھر چھڑی کو بوسہ دینا اور اگر یہ تمام صورتیں
 ناممکن ہوں تو (۴) دور سے اس کی طرف منہ کر کے صرف اشارہ کرنا۔ رہا مسئلہ رکن یمانی کا، تو حسب امکان اسے صرف
 ہاتھ سے مس کرنا مشروع ہے، اگر چھونا ناممکن یا زیادہ بامشقت ہو تو طواف کرنے والا اس کی طرف اشارہ کیے یا متوجہ
 ہوئے بغیر وہاں سے گزر جائے گا، اس کو نہ بوسہ لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا غیر مشروع ہے۔

(۴۳۳۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّهُ
 سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ لِابْنِ عُمَرَ مَالِي لَا أَرَاكَ
 تَسْتَلِمُ إِلَّا هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ
 وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ أَفْعَلَ

عبید بن عمیر نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا وجہ ہے کہ
 آپ صرف رکن یمانی اور حجر اسود والے دو کوٹوں کا ہی استلام
 کرتے ہیں؟ انھوں نے جواباً کہا: اگر میں اس طرح کر رہا
 ہوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا

(۴۳۳۸) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه الترمذی: ۹۵۹، والنسائی: ۵/ ۲۲۱ (انظر: ۵۶۲۱)

(۴۳۳۹) تخریج: انظر الحديث السابق

ذَالِكَ، فَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اسْتِلاَمَهُمَا يَحُطُّ الْخَطَايَا)) قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَنْ طَافَ أَسْبُوعًا يُخْصِيهِ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، كَانَ لَهُ كِعْدَلِ رَقَبَةٍ)) قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَا رَفَعَ رَجُلٌ قَدَمًا وَلَا وَضَعَهَا إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) (مسند احمد: ۴۴۶۲)

کہ ”ان دونوں رکنوں کا استلام کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔“ نیز سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی طواف کے سات چکر لگائے اور پھر دو رکعت ادا کرے اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔“ مزید انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ”طواف میں آدمی کو ایک ایک قدم اٹھانے اور رکھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن یہ پتھر (حجر اسود) ضرور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا۔ اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا جس نے اسے حق کے ساتھ چوما ہوگا اس کے حق میں گواہی دے گا۔ (۴۳۴۰)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَأْتِي هَذَا الْحَجَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ لِمَنْ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ)) (مسند احمد: ۲۲۱۵)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حجر اسود جنت سے ہے، (جب اس کو جنت سے اتارا گیا تھا تو) اس وقت یہ برف سے زیادہ سفید تھا، لیکن اب مشرکین کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے۔“ (۴۳۴۱)

وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَكَانَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلَجِ، حَتَّى سَوَدَتْهُ خَطَايَا أَهْلِ الشِّرْكِ)) (مسند احمد: ۳۵۳۷)

فوائد:..... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ لَا مَامَسَّهُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ، مَامَسَّهُ دُوعَاهَةٌ إِلَّا شَفِي، وَمَا عَلَى الْأَرْضِ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ غَيْرُكَ))..... ”اگر اس (حجر اسود) کو جاہلیت کی نجاستوں نے نہ چھوا ہوتا تو اسے مس کرنے سے کسی بھی تکلیف والے آدمی کی تکلیف دور ہو جاتی، اس پتھر کے علاوہ زمین میں جنت کی کوئی چیز نہیں ہے۔“ (سنن بیہقی: ۷۵/۵، صحیحہ: ۳۳۵۵)

معلوم ہوا کہ جنتی چیزیں بابرکت ہوتی ہے اور ان کو چھونے سے شفا ملتی ہے۔ نیز گناہوں کی نحوست اور بے برکتی دیکھیں کہ جنت سے اتارا جانے والا پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ معلوم نہیں کہ خطاؤں کی نحوست گنہگاروں سے کیا سلوک کرے گی۔

(۴۳۴۰) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه ابن ماجه: ۲۹۴۴، والترمذی: ۹۶۱ (انظر: ۲۲۱۵)

(۴۳۴۱) صحیح (صحیحہ: ۲۶۱۸) - أخرجه النسائي: ۵/۲۲۶، والترمذی: ۸۷۷ (انظر: ۳۵۳۷)

(۴۳۴۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ - (مسند احمد: ۱۳۹۸۶)

(۴۳۴۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يَأْتِي الرُّكْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمُ مِنْ أَبِي قُبَيْسٍ، لَهُ لِسَانٌ وَشَفَتَانِ)) (مسند احمد: ۶۹۷۸)

(۴۳۴۴) عَنْ مُسَافِعِ بْنِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو (يَعْنِي ابْنَ الْعَاصِ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: فَأَنْشُدُ بِاللَّهِ ثَلَاثًا وَوَضَعَ إصْبَعِيهِ فِي أُذُنِيهِ، لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: ((إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ (وَفِي لَفْظٍ إِنَّ الْحَجَرَ وَالْمَقَامَ) يَأْفُوتَانِ مِنْ يَأْفُوتِ الْجَنَّةِ، طَمَسَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ نُورَهُمَا، وَلَوْ لَا أَنَّ اللَّهَ طَمَسَ نُورَهُمَا لِأَضَاءِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (وَفِي لَفْظٍ: مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)) (مسند احمد: ۷۰۰۰)

فوائد:..... اس باب کی احادیث میں حجر اسود اور رکن یمانی کی فضیلت کا بیان ہے۔ درج ذیل حدیث ضعیف ہے: ((إِنَّ الْحَجَرَ يَمِينُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ يُصَافِعُ بِهَا خَلْقَهُ))..... ”بیشک حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے، وہ اس کے ساتھ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔“ (معجم اوسط: ۱/ ۱۷۷)

اِسْتِلاَمُ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ وَالْيَمَانِيِّ وَعَدْمُ اِسْتِلاَمِ الرُّكْنَيْنِ الْآخَرَيْنِ

حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرنے اور دوسرے دو کونوں کا استلام نہ کرنے کا بیان

(۴۳۴۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

(۴۳۴۲) تخريج: اسنادہ صحیح علی شرط الشيخین - أخرجه البزار: ۱۱۱۵، والطبرانی فی "الوسط": ۴۹۵۱، والبيهقي: ۵/ ۷۵ (انظر: ۱۳۹۴۴)

(۴۳۴۳) تخريج: حسن لغيره - أخرجه ابن خزيمة: ۲۷۳۷، والحاكم: ۱/ ۴۵۷ (انظر: ۶۹۷۸)

(۴۳۴۴) اسنادہ ضعیف، والاصح وقفه، رجاء ابو یحییٰ لیس بقوی - أخرجه الترمذی: ۸۷۸ (انظر: ۷۰۰۰)

(۴۳۴۵) تخريج: اسنادہ قوی - أخرجه ابوداود: ۱۸۷۶، والنسائی: ۵/ ۲۳۱ (انظر: ۵۹۶۵)

اللّٰهُ ۖ كَانَ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ وَالْأَسْوَدَ كُلَّ طَوْفَةٍ وَلَا يَسْتَلِمُ الرُّكْنَيْنِ الْآخَرَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ - (مسند احمد: ۵۹۶۵)

بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا کرتے تھے اور حطیم کی جانب والے دونوں کونوں کا استلام نہیں کرتے تھے۔

فوائد:..... سابقہ باب کے شروع میں حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کے طریقے گزر چکے ہیں۔

(۴۳۴۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِي ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُ أَنْ يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ فِي كُلِّ طَوَافٍ - (مسند احمد: ۴۶۸۶)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ ہر طواف کے ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام نہ چھوڑتے تھے۔

(۴۳۴۷) عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسُحُ مِنَ النَّبْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ - (مسند احمد: ۶۰۱۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے صرف دو یعنی کونوں (یعنی رکن یمانی اور حجر اسود) کا استلام کیا کرتے تھے۔

فوائد:..... رکن یمانی اور حجر اسود کو تغلیباً دو یعنی کونے کہہ دیا جاتا ہے، جیسے ”آب“ اور ”أُمُّ“ کو ”أَبَوَان“ اور شمس و قمر کو ”قَمَرَان“ کہہ دیتے ہیں۔

(۴۳۴۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ۖ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَسْتَلِمُ إِلَّا هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّ وَالْأَسْوَدَ - (مسند احمد: ۳۵۳۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف دو کونوں یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا کرتے تھے۔

(۴۳۴۹) عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ ۖ قَالَ: طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۖ فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الرُّكْنِ الَّذِي يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: أَمَا طُفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهَلْ رَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ:

سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا، جب میں بیت اللہ کے دروازے سے حطیم والے کونے کے پاس پہنچا تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا تاکہ وہ اس کونے کا بھی استلام کر لیں، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، کیا

(۴۳۴۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۴۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۰۹، ومسلم: ۱۲۶۷ (انظر: ۶۰۱۷)

(۴۳۴۸) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۶۹ (انظر: ۳۵۳۳)

(۴۳۴۹) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه ابویعلی: ۱۸۲، وعبد الرزاق: ۸۹۴۵ (انظر: ۲۵۳)

فَانْقُذْ عِنْدَكَ، فَإِنَّ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
أُسْوَةً حَسَنَةً۔ (مسند احمد: ۲۵۳)

ہے۔ انھوں نے کہا: تو کیا تم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ
ﷺ نے ان کونوں کا استلام کیا ہو؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ تو
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر اس کو چھوڑو اور آگے بڑھو، کیونکہ
رسول اللہ ﷺ میں ہی بہترین نمونہ ہے۔

(دوسری سند) سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا، انھوں نے حجر اسود کا استلام
کیا، میں بیت اللہ کے قریب تھا، جب میں حجر اسود سے اگلے
مغربی کونے کے پاس پہنچا تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ
لیا تاکہ وہ اس کونے کا بھی استلام کر لیں لیکن انھوں نے آگے
سے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ اس کونے کا استلام
نہیں کریں گے؟ انھوں نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا: جی کیا ہے۔ انھوں
نے کہا: تو کیا تم نے آپ ﷺ کو ان مغربی کونوں کا استلام
کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں، سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے
عمل میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا: جی کیوں
نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس کو چھوڑو اور آگے کو بڑھو۔

(۴۳۵۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: طُفْتُ
مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاسْتَلَمَ
الرُّكْنَ، قَالَ يَغْلَى فَكُنْتُ مِمَّا يَلِي النَّبْتَ،
فَلَمَّا بَلَغْتُ الرُّكْنَ الْغَرْبِيَّ الَّذِي يَلِي
الْأَسْوَدَ جَرَرْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: مَا
شَأْنُكَ؟ فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَلِمُ؟ قَالَ: أَلَمْ تَطْفُ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ:
أَفَرَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْغَرْبِيَيْنِ؟
قَالَ: فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: أَفَلَيْسَ لَكَ فِيهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَانْقُذْ عَنْكَ۔
(مسند احمد: ۳۱۳)

اِسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَتَقْبِيلُهُ وَمَا يُقَالُ عِنْدَ ذَلِكَ وَمَا يَفْعَلُ مَنْ رُؤِجِمَ
حجر اسود کا استلام کرنے، اس کو بوسہ دینے اور اس وقت کی دعا کا بیان، نیز ہجوم والا بندہ کیا کرے،

اس چیز کا بیان

(۴۳۵۱) عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ:
سَمِعْتُ رَجُلًا، سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ
الْحَجَرِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَسْتَلِمُهُ وَيُقْبِلُهُ، فَقَالَ: رَجُلٌ: أَرَأَيْتَ إِنْ

زبیر بن عربی کہتے ہیں: ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے حجر اسود کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا: میں نے
رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لے
کر اس کا استلام کیا، اس آدمی نے کہا: اگر ہجوم ہو تو؟ سیدنا عبد اللہ

(۴۳۵۰) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۵۱) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۱۱ (انظر: ۶۳۹۶)

رُحِمْتُ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ
بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ
وَيُقَبِّلُهُ۔ (مسند احمد: ۶۳۹۶)
بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ”اگر مگر“ کو یمن میں رکھو، میں کہہ رہا
ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا استلام کرتے
ہوئے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد:..... بہر حال حجر اسود کے استلام کے چار طریقے ہیں، حدیث نمبر (۴۳۳۸) میں گزر چکے ہیں۔

(۴۳۵۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فَلَا
أَدْعُ اسْتِلَامَهُ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ۔ (مسند
احمد: ۴۴۶۳)
سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے
رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے،
اب ہجوم ہو یا نہ ہو، میں اس کا استلام نہیں چھوڑوں گا۔

فوائد:..... یہاں استلام سے مراد بوسہ لینا ہے۔

(۴۳۵۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَكْبَبَ عَلَى الرُّكْنِ، فَقَالَ:
إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْ لَمْ أَرْ حَبِيبِي ﷺ
قَبْلَكَ وَاسْتَلَمْتُكَ، مَا اسْتَلَمْتُكَ وَلَا
قَبْلَتُكَ، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (مسند احمد: ۱۳۱)
سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے اوپر جھکے اور کہا: میں خوب جانتا ہوں
کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے اپنے حبیب ﷺ کو تجھے
بوسہ دیتے اور تیرا استلام کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ تیرا
استلام کرتا اور نہ تجھے بوسہ دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.....
”تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ
ہے۔“

فوائد:..... صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا
تَنْفَعُ وَلَوْ لَا إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.)) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس مناسبت سے یہ
وضاحت کی تھی کہ لوگوں نے کچھ عرصہ پہلے ہی بتوں کی پوجا پات چھوڑی تھی، اس لیے ممکن تھا کہ حجر اسود کے استلام سے
ان کو یہ شبہ ہونے لگ جاتا کہ اسلام میں بھی پتھروں کی تعظیم کی جاتی ہے، جیسا کہ دور جاہلیت میں عرب لوگ کرتے تھے،
سو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے واضح کر دیا کہ اس پتھر کا نفع و نقصان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی
کی جارہی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ امور دین میں شارع علیہ السلام کی پیروی کی جائے، اگرچہ ان
امور کی حکمتوں اور معنوں کو ہم نہ سمجھ سکیں۔

(۴۳۵۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۰۶، ومسلم: ۱۲۶۸ (انظر: ۴۴۶۳)

(۴۳۵۳) تخریج: اسنادہ قوی - أخرجه البزار: ۱۹۱ (انظر: ۱۳۱)

(۴۳۵۴) عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَظَرَ إِلَى الْحَجَرِ فَقَالَ: أَمَّا وَاللَّهِ! لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ، ثُمَّ قَبَّلَهُ. (مسند احمد: ۹۹)

عابس بن ربیعہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کی طرف دیکھا اور اس سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر انہوں نے اس کو بوسہ دیا۔

(۴۳۵۵) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ((يَا عُمَرُ! إِنَّكَ رَجُلٌ قَوِيٌّ لَا تَزَاحِمُ عَلَى الْحَجَرِ فَتُوذَى الضَّعِيفُ، إِنْ وَجَدْتَ خَلْوَةً فَاسْتَلِمَهُ وَإِلَّا فَاسْتَفِئْهُ فَهَلِّلْ وَكَبِّرْ.)) (مسند احمد: ۱۹۰)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ”عمر! تم قوی آدمی ہو، اس لیے تم حجر اسود پر ہجوم کر کے کمزوروں کو تکلیف نہ پہنچانا، اگر جگہ مل جائے تو استلام کر لینا، وگرنہ اس کی طرف رخ کر کے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”اَللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ لینا۔“

فوائد: یہ اسلام کا ایک سنہری اصول ہے کہ کسی مستحب اور افضل چیز پر عمل کرنے کے لیے کسی مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے، حجر اسود کو بوسہ دینا کتنا عظیم عمل ہے، لیکن اس عظمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ بیسیوں مسلمانوں کی تکلیف کا باعث بنا جائے۔ آج کل لوگ یہ بوسہ دینے اور ملتزم تک پہنچنے کے لیے غیر محرم عورتوں کے تقدس کو بھی بھول جاتے ہیں اور کوئی لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے، کٹیوں کے پاؤں کو مسلتے ہوئے اور کئی عورتوں کے جسموں کے ساتھ رگڑ کھاتے ہوئے یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔

اِسْتِلَامُ الْأَرْكَانِ كُلِّهَا

بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کرنا

(۴۳۵۶) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِمَ تَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا،

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، ہوا یوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیا، یہ دیکھ کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیوں کرتے ہیں، جبکہ اللہ کے رسول نے تو ان سب کا استلام نہیں کیا؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بیت اللہ

(۴۳۵۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۹۷، ومسلم: ۱۲۷۰ (انظر: ۹۹)

(۴۳۵۵) تخریج: حدیث حسن - أخرجه البيهقي: ۵/ ۸۰ (انظر: ۱۹۰)

(۴۳۵۶) تخریج: حسن لغيره - أخرجه الترمذی: ۸۵۸، وأخرجه مسلم: ۱۲۶۹ ولم يذكر قصة معاوية،

وعلقه البخاری: ۱۶۰۸ بصيغة الجزم (انظر: ۱۸۷۷)

کے کسی حصے کو بھی نہیں چھوڑا جاسکتا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے)۔ یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ ابو طفیل کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دونوں مکہ مکرمہ آئے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے طواف کیا اور انہوں نے بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے صرف یمنی کونوں کا استلام کیا ہے، لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کا کوئی بھی حصہ چھوڑا ہوا نہیں ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: راویوں نے اس حدیث کو مختلف اندازوں میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تھی کہ بیت اللہ کا کوئی حصہ بھی چھوڑا نہیں جاسکتا، لیکن انھوں نے قنادہ سے یہ حدیث اسی طرح ہی بیان کی ہے۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: صَدَقْتَ۔ (مسند احمد: ۱۸۷۷)

(۴۳۵۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ حَجَّاجٌ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَطَافَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَلَمَ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: إِنَّمَا اسْتَلَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانَيْنِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَ مِنْ أَرْكَانِهِ شَيْءٌ مَهْجُورٌ، قَالَ حَجَّاجٌ: قَالَ شُعْبَةُ: النَّاسُ يَخْتَلِفُونَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، يَقُولُونَ: مُعَاوِيَةُ هُوَ الَّذِي قَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبَيْتِ شَيْءٌ مَهْجُورٌ وَلَكِنَّهُ حَفِظَهُ مِنْ قَتَادَةَ هَكَذَا۔ (مسند احمد: ۱۶۹۸۳)

اس حدیث کو اس سیاق سے روایت کرنے میں امام احمد مفرد ہیں۔ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فوائد: یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رہے تھی کہ چاروں کونوں کا استلام کیا جائے، لیکن جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا عمل بیان کیا تو انھوں نے اسی عمل کا اعتراف کیا اور یہی مؤمن کی شان ہے کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد وہ اپنی رائے کو ترک کر کے حق کی پیروی کرتا ہے، جبکہ حق کی طرف رجوع کرنے میں فضیلت و عظمت ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ یہ نقطہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ بسا اوقات ہمارے فہم کے تقاضے اور ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تقاضے اور ہوتے ہیں، کعبۃ اللہ کے چار کونے ہیں، ایک کونے میں حجر اسود ہے، آپ ﷺ

(۴۳۵۷) تخریج: رجالہ ثقات رجال الشيخين، على قلب في متنه، فالمحفوظ ان القائل: "ليس من البيت شيء مهجور" هو معاوية۔ انظر الحديث السابق

نے چار طریقوں سے اس کا استلام کرنے کو مشروع قرار دیا، جبکہ رکن یمانی کو حسب امکان صرف مس کرنے کا حکم دیا اور باقی دو کونوں کو بالکل چھوڑ دیا، اب اگر کوئی آدمی رکن یمانی کو بوسہ دینا شروع کر دے یا دوسرے دو کونوں کا استلام بھی شروع کر دے تو اسے وہی بات کہی جائے گی، جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھی اور انھوں نے جواباً ان کی تصدیق کی تھی۔ اب بھی دوران طواف کئی لوگ درج ذیل امور کی پابندی کرتے ہیں، جبکہ یہ تمام امور خلاف شرع ہیں: حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنا، رکن یمانی کو چومنا یا اس رکن کی طرف اشارہ کرنا، دوران طواف باواز بلند اجتماعی ذکر کرنا، ہر چکر کے لیے مخصوص اذکار کا اہتمام کرنا، رکن یمانی کو چھونے اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور ملتزم تک پہنچنے کے لیے خوب دھکم پیل کرنا، لوگوں کے پاؤں مسلنا اور غیر محرم عورتوں کے جسوں سے رگڑ کھا کر جانا۔

جَوَازُ الطَّوَافِ عَلَى بَعِيرٍ وَغَيْرِهِ وَاسْتِیْلَامُ الْحَجَرِ بِمُحْجَنٍ وَنَحْوِهِ لِحَاجَةٍ

اس امر کا بیان کہ کسی عذر اور ضرورت کی بنا پر اونٹ وغیرہ پر طواف اور چھڑی وغیرہ

کے ساتھ حجر اسود کا استلام کیا جاسکتا ہے

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ کمرہ تشریف لائے، ان دنوں آپ کچھ بیمار تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تھا، آپ ﷺ کے پاس ایک لاشی تھی، جب آپ ﷺ حجر اسود کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ حجر اسود کا استلام کرتے، پھر جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے اونٹ کو بٹھا دیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

(۴۳۵۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ قَدْ اشْتَكَى، فَطَافَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ وَمَعَهُ مُحْجَنٌ، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اسْتَلَمَهُ بِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَنَاخَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ۔ (مسند احمد: ۲۷۷۳)

(دوسری سند) یہ حدیث دوسری سند سے بھی اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ طواف کے بعد وہاں تشریف لائے، جہاں زمزم کا پانی پلایا جا رہا تھا اور آپ ﷺ

(۴۳۵۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ يَنْحَوِيهِ وَفِيهِ: قَالَ:)) وَأَتَى السَّقَايَةَ فَقَالَ: ((اسْقُونِي۔)) فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا يَخْوضُهُ النَّاسُ وَلَكِنَّا نَأْتِيكَ

(۴۳۵۸) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف۔ أخرجه ابو داود: ۱۸۸۱، وأخرجه البخاری: ۱۶۰۷، ومسلم: ۱۲۷۲ بلفظ: عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ طاف بالبيت على راحلته يستلم الركن بمحجن۔ (انظر: ۲۷۷۳)

(۴۳۵۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول۔ أخرجه البخاری: ۱۶۳۵ بلفظ: عن ابن عباس: ان رسول الله ﷺ جاء الى السقاية فاستسقى، فقال العباس: يا فضل! اذهب الى امك فأت رسول الله ﷺ بشراب من عندها، فقال: ((اسقني۔)) قال: يا رسول الله! انهم يجعلون ايديهم فيه، قال: ((اسقني۔)) فشرب منه (انظر: ۱۸۴۱)

بِهِ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ: ((لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، إِنْ سَقُونِي مِمَّا يَشْرَبُ مِنْهُ النَّاسُ...)) (مسند احمد: ۱۸۴۱)

نے فرمایا: ”مجھے بھی پلاؤ۔“ انہوں نے کہا: اس پانی کو تو لوگ متاثر کرتے رہتے ہیں، ہم آپ کے لیے گھر سے (صاف) پانی لے آتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی ضرورت نہیں ہے، جہاں سے لوگ پی رہے ہیں، وہیں سے مجھے بھی پلا دیں۔“

فوائد: یہ آپ ﷺ کی تواضع، عدم تکلف، سادگی اور حسن اخلاق کا ایک انداز تھا کہ جو چیز عام لوگ استعمال کر رہے ہیں، اسی کو آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے ترجیح دی، جبکہ صاف پانی مہیا کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(۴۳۶۰) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَدِمَتْ، وَهِيَ مَرِيضَةٌ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ...)) قَالَتْ: فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ يَقْرَأُ بِالطُّورِ. قَالَ أَبِي: وَقَرَأْتُهُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَتْ: فَطَفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي بِجَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ. (مسند احمد: ۲۷۲۵۰)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ آئیں تو وہ ان دنوں بیمار تھیں، انہوں نے اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم سوار ہو کر لوگوں سے پرے ہٹ کر طواف کرلو۔“ وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس تھے اور سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔ امام احمد کہتے ہیں: میں نے عبدالرحمن پر یہ روایت پڑھی: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس میں نے طواف کیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کی ایک جانب نماز ادا کر رہے تھے اور اس میں سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

(۴۳۶۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلَى نَاقَةٍ، (وَفِي لَفْظٍ عَلَى رَاحِلَتِهِ) يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمُخِجَتِهِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. (مسند احمد: ۲۱۱۸)

(۴۳۶۲) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: طَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَعِيرٍ فَكُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ وَكَبَّرَ. (مسند احمد: ۲۳۷۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کے ساتھ حجر اسود کا استلام کیا، آپ ﷺ نے صفادمرہ کی سعی بھی سواری پر کی تھی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، جب آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے آتے تو اس کی طرف اشارہ

(۴۳۶۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۴۶۴، ۱۶۱۹، ۱۶۲۶، ومسلم: ۱۲۷۶ (انظر: ۲۶۷۱۴)

(۴۳۶۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۰۷، ومسلم: ۱۲۷۲ (انظر: ۲۱۱۸)

(۴۳۶۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۶۲۹۹ (انظر: ۲۳۷۸)

کر کے "اللہ اکبر" کہتے۔

(۴۳۶۳) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَنَا عَلَامٌ شَابٌّ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمُحْجَنِهِ۔ (مسند احمد: ۲۴۲۰۸)

سیدنا ابو طفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور اپنی لائچی سے حجر اسود کا استلام کر رہے تھے، جبکہ میں اس وقت جوان تھا۔

فوائد: صحیح مسلم کی روایت میں یہ زیادتی ہے: وَيَقْبَلُ الْمُحْجَنَ۔ اور لائچی کو بوسہ دیتے تھے۔

(۴۳۶۴) عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقَةٍ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمُحْجَنِهِ۔ (مسند احمد: ۱۵۴۹۱)

سیدنا قدامہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اونٹنی پر سوار تھے اور اپنی لائچی سے حجر اسود کا استلام کر رہے تھے۔

فوائد: سواری پر طواف اور سعی کرنے کی مزید روایات اور اس کی وجوہات: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کعبہ کے ارد گرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، وہیں سے حجر اسود کا استلام کر لیتے، (سوار ہونے کی وجہ یہ تھی کہ) آپ ناپسند کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ ﷺ سے دور کرنے کے لیے مارا جائے۔ (صحیح مسلم)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((طَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُسْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوهُ)) رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سواری پر اس لیے کی تھی تاکہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ سکیں اور آپ ﷺ لوگوں کو اوپر سے دیکھ سکیں اور لوگ آپ ﷺ سے سوال کر سکیں، بات یہ تھی کہ لوگوں نے آپ ﷺ پر ہجوم کیا ہوا تھا۔ (ابوداؤد، نسائی)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر طواف اور سعی کی جاسکتی ہے، نیز جو امام لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہو یا لوگ جس کی اقتدا کر رہے ہوں یا اس کو اپنی طرف لوگوں کے ہجوم کا خطرہ ہو تو ایسا امام طواف اور سعی کے دوران سوار ہو سکتا ہے۔

(۴۳۶۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۷۵ (انظر: ۲۳۷۹۸)

(۴۳۶۴) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه ابو يعلى: ۹۲۸، والطبرانی في "الكبير": ۱۹ / ۸۰، وفي

"الوسط": ۸۰۲۴ (انظر: ۱ / ۱۵۴۱۴)

الطَّائِفُ يَخْرُجُ فِي طَوَافٍ عَنِ الْحَجَرِ لِيَكُونَ طَائِفًا بِالْبَيْتِ

كُلِّهِ مِنْ وَرَاءِ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اس امر کا بیان کہ طواف کرنے والا آدمی حطیم کے باہر سے طواف کرے، تاکہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق پورے بیت اللہ کا طواف ہو سکے

(۴۳۶۵) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَمْ تَرَى إِلَى قَوْمِكَ جِنِينَ بَنَوْا الْكُعْبَةَ، افْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا تُرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ لَا حِذْنَانُ قَوْمِكَ بِالْكَفْرِ)) قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: فَوَاللَّهِ! لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتِمَّ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِرَادَةً أَنْ تَسْتَوْعِبَ النَّاسُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ كُلِّهِ مِنْ وَرَاءِ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - (مسند احمد: ۲۵۳۳۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ جب تمہاری قوم قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کرنے سے عاجز رہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا: تو کیا آپ اسے ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر نہیں کر دیتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر کو چھوڑ کر نہ آئی ہوتی تو ایسا کر دیتا تھا۔“ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کی قسم! اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے تو میرا خیال ہے کہ چونکہ بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر نہیں ہوا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حطیم کی جانب والے بیت اللہ کے دو کونوں کا استلام نہیں کیا، اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ارادہ یہ ہو گا کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت ابراہیمی بنیادوں والے مکمل بیت اللہ کا چکر پورا کریں۔

فوائد:..... حطیم، کعبہ کا حصہ ہے، اس لیے طواف کے دوران حطیم کے باہر سے چکر لگانا چاہیے۔ اب اس حصے پر چار پانچ فٹ اونچی اور تین چار فٹ چوڑی دیوار موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حطیم کی جانب والے بیت اللہ کے دو کونوں کا استلام نہ کرنا، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی جو وجہ بیان کی ہے، یہ ان کا ذاتی فہم اور فقہ ہے، وگرنہ جب آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعمیر کعبہ کے بارے میں ہدایات دی تھیں، اس وقت آپ ﷺ نے ان دو کونوں کے استلام کے مسئلے کی وضاحت بھی کر دینی تھی۔ اخراجات کی کمی کی وجہ سے قریشی پوری عمارت تعمیر نہ کر سکے تھے۔

(۴۳۶۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدِي فَأَدْخَلَنِي فِي الْحِجْرِ، فَقَالَ لِي: ((صَلِّي فِي الْحِجْرِ إِذَا أَرَدْتَ دُخُولَ الْبَيْتِ فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ وَلَكِنَّ قَوْمَكَ اسْتَقْصَرُوا حِجْنَ بَنُو الْكُغْبَةِ، فَأَخْرَجُوهُ مِنَ الْبَيْتِ.)) (مسند احمد: ۲۵۱۲۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں چاہتی تھی کہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں، لیکن ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم کے اندر داخل کر کے مجھ سے فرمایا: ”اگر تم بیت اللہ کے اندر جانا چاہتی ہو تو یہاں نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے، لیکن چونکہ تمہاری قوم قریش کعبہ کی تعمیر کے وقت ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہی، اس لیے انہوں نے اتنا حصہ بیت اللہ سے نکال دیا۔“

فوائد: ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ حطیم، کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، جو آدمی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا تھا، تو وہ حطیم میں پڑھ لے، کعبہ کی موجودہ عمارت میں داخل ہونے کا اعزاز تو صرف حکمران طبقے کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

(۴۳۶۷) وَعَنْهَا أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِشِرْكٍ أَوْ بِجَاهِلِيَّةٍ لَهَدَمْتُ الْكُغْبَةَ، فَأَلَزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا، وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حِينَ بَنَتِ الْكُغْبَةَ.)) (مسند احمد: ۲۵۹۷۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اگر تمہاری قوم تازہ تازہ شرک یا جاہلیت کو چھوڑ کر نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین کے ساتھ ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک مشرق کی طرف سے اور دوسرا مغرب کی جانب سے اور میں حطیم میں سے چھ ہاتھ کے بقدر جگہ بیت اللہ میں شامل کر دیتا، بات یہ ہے کہ جب قریش نے اس کی تعمیر کی تھی تو (مصارف کی قلت کی وجہ سے) وہ اس کی پوری تعمیر نہ کر سکے تھے۔“

فوائد: اصول فقہ کا ایک قانون ہے، جس کو دو طرح سے تعبیر کیا گیا ہے: ”يُدْفَعُ أَشَدُّ الضَّرَرَيْنِ بِتَحْمُلِ أَخْفَاهُمَا“ (چھوٹے ضرر کو اختیار کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے گا) ”دَفْعُ أَغْظَمِ الْمَفْسَدَتَيْنِ بِاخْتِمَالِ أَذْنَاهُمَا“ (چھوٹی مفسدت کو اختیار کر کے بڑی مفسدت سے بچا جائے گا) آپ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے بھی یہی قانون ثابت ہے کہ ایک طرف قریب الاسلام لوگوں کے متفر ہو جانے کی متوقع مفسدت ہے اور دوسری طرف کعبہ کو نامکمل حالت میں باقی چھوڑنے کی مفسدت ہے، بڑی مفسدت لوگوں کا متفر ہونا ہے، اس لیے اس

(۴۳۶۶) حدیث صحیح - أخرجه ابوداود: ۲۰۲۸، والترمذی: ۸۷۶، والنسائی: ۵/۲۱۹ (انظر: ۲۴۶۱۶)

(۴۳۶۷) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۳۳۳، (انظر: ۲۵۴۶۳)

سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے کعبہ کی عمارت کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اس کو مصلحت اور حکمت کہتے ہیں، لیکن قارئین کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عام آدمی اس مصلحت و مفدت کا فیصلہ نہیں کر سکتا، یہ فیصلہ کرنے کے لیے علم شریعت میں رسوخ پیدا کرنے کے بعد اس کے مقاصد کو جاننا ضروری ہے۔

جَوَازُ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ فِي أَيِّ وَقْتٍ كَانَ وَمَنْ قَالَ بِكَرَاهَتِهِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ
ہر وقت میں طواف کے جائز ہونے کا اور بعض اوقات میں اس کو مکروہ سمجھنے والوں کا بیان

(۴۳۶۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَتْلُغُ بِهِ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعَنَّ فرمایا: ”اے بنی عبد مناف! اگر کوئی آدمی دن اور رات کے کسی أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ أَوْ صَلَّى أَى سَاعَةٍ حصے میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے یا نماز پڑھنا چاہے تو تم مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ)) (مسند احمد: ۱۶۸۵۶) نے کسی کو کسی صورت میں نہیں روکنا۔“

فوائد:..... سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کعبہ کے دروازے کا کٹھا پکڑا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، إِلَّا بِمَكَّةَ، إِلَّا بِمَكَّةَ))..... نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں۔“ (مسند احمد: ۱۶۵/۵، سنن بیہقی: ۲/۴۶۱، هذا حديث صحيح لغيره دون قوله ”الا بمكة“ لكن يشهد له حديث جبیر بن مطعم)

یہ بیت اللہ کا شرف ہے کہ اس میں طواف اور نماز کی ادائیگی کو ہر وقت جائز قرار دیا گیا ہے اور اس پاک خطہ زمین میں کسی وقت کو کراہت والا نہیں قرار دیا گیا، تاکہ لوگ ہر وقت اس کی فضیلت سے مستفید ہوتے رہیں، اس مقام پر کوئی وقت کراہت کا نہیں ہے، جبکہ اس رخصت میں لوگوں کی بہت بڑی منفعت بھی ہے، خصوصاً اس دور میں کہ ایک طرف لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہے، دوسری طرف طواف قدوم، طواف افاضہ، طواف وداع اور نقلی طواف اور طواف کی نماز کا مسئلہ ہے، لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسجد حرام میں داخل ہو رہے اور لاکھوں کی تعداد میں رخصت ہو رہے ہیں، ادھر سے فرض نماز کے متصل بعد لوگ مسجد حرام سے نکل رہے ہوتے ہیں، جبکہ ادھر سے بیسیوں نئے قافلے پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے میں اس مبارک مقام پر مکروہ اوقات کی پابندی میں بہت بڑی مشقت تھی، قربان جائیے حکیم و دانا پیغمبر پر کہ جنھوں نے یہ مسائل پیدا ہونے سے پہلے ہی رخصت کا بندوبست کر دیا تھا۔

(۴۳۶۹) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ ابْنِ سَيْدَانَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَأَلْتُ جَابِرَ ابْنِ سَيْدَانَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَأَلْتُ جَابِرَ ابْنِ سَيْدَانَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

(۴۳۶۸) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه ابوداود: ۱۸۹۴، وابن ماجه: ۱۲۵۴، والترمذی: ۸۶۸، والنسائی: ۱/۲۸۴ (انظر: ۱۶۷۳۶)

(۴۳۶۹) تخریج: المرفوع منه صحیح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة (انظر: ۱۵۲۳۲)

بَنَ عَبْدُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الطَّوَّافِ بِالْكَعْبَةِ
فَقَالَ: كُنَّا نَطُوفُ فَنَمْسَحُ الرُّكْنَ الْفَاتِحَةَ
وَالْخَاتِمَةَ، وَلَمْ نَكُنْ نَطُوفُ بَعْدَ صَلَاةِ
الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ
الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَطْلُعُ الشَّمْسُ عَلَى قَرْنِي
الشَّيْطَانِ)) (مسند احمد: ۱۵۳۰۲)

کے طواف کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ہم
طواف کرتے تھے اور رکن یمانی اور حجر اسود کو چھوتے تھے اور
ہم نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب
آفتاب تک طواف نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ میں نے رسول
اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: ”سورج شیطان کے
دو سینگوں پر طلوع ہوتا ہے۔“

فوائد: اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت شیطان کے دو سینگوں پر طلوع ہوتا
ہے، لیکن اس باب کی پہلی حدیث کے ذریعے بیت اللہ کو اس کراہت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ بعض صحابہ اور ائمہ کا
بیت اللہ کو اس قسم کے مکروہ اوقات سے متعلقہ احادیث کا مصداق ٹھہرانا، یہ ان ہستیوں کا ذاتی اجتہاد ہوگا، اس کی وجہ یہ
تھی کہ ان کو مذکورہ بالا خصوصیت والی حدیث کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ کے بارے میں کل تین اقوال ہیں:

۱۔ سیدنا عمر، سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما اور امام مالک سمیت ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد
طواف تو جائز ہے، لیکن دو رکعت نماز کو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے بعد ادا کیا جائے۔

۲۔ سعید بن جبیر اور مجاہد سمیت بعض اہل علم کا خیال ہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف مکروہ ہے۔

۳۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، امام حسن، عطاء، طاووس، قاسم اور
عروہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر وقت طواف جائز ہے، صبح کے بعد کا وقت ہو یا عصر کے بعد کا یا کوئی اور۔

سخری مسلک رائج ہے، جیسا اس باب کی پہلی حدیث سے پتہ چل رہا ہے۔



طَوَافُ الْمُفْرِدِ وَالْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ

جج افراد، جج قران اور جج تمتع کرنے والے کے طواف کا بیان

طَوَافُ الْمُفْرِدِ

جج افراد کرنے والے کا طواف

(۴۳۷۰) عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَقَالَ: أَيْضَلُّحُ أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَأَنَا مُحَرِّمٌ؟ قَالَ: مَا يَمْنَعُكَ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِنَّ فُلَانًا يَنْهَانَا عَنْ ذَلِكَ حَتَّى يَرْجِعَ النَّاسُ مِنَ الْمَوْقِفِ، وَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ مَالَتْ بِهِ الدُّنْيَا وَأَنْتَ أَعْجَبُ إِلَيْنَا مِنْهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَسَنَّهُ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ تُتَّبَعَ مِنْ سُنَّةِ ابْنِ فُلَانٍ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔ (مسند احمد: ۵۱۹۴)

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور ان سے پوچھا: کیا یہ جائز ہے کہ میں (جج افراد کے) احرام کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کروں؟ انھوں نے کہا: تمہیں اس سے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: فلاں آدمی ہمیں اس سے اس وقت تک منع کر رہا ہے، جب تک لوگ عرفات سے واپس نہ آجائیں، نیز میں نے اسے دیکھا ہے کہ دنیا نے اس کو فتنے میں ڈال رکھا ہے، تاہم ہماری نظر میں آپ اس سے برتر ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تھا تو آپ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی تھی، اگر تمہاری بات درست ہے کہ فلاں آدمی تمہیں احرام کی حالت میں طواف کرنے سے منع کرتا ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا طریقہ فلاں کے طریقے سے اولیٰ ہے۔

فوائد: فلاں آدمی سے مراد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا خیال یہ تھا کہ جج افراد کرنے والا طواف نہ کرے، وگرنہ اس کو حج فتح کرنا پڑے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا۔ لیکن جمہور اہل علم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق جب اس آدمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا کہ ”دنیا نے اس کو فتنے میں ڈال رکھا ہے“ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تواضع اور عاجزی کرتے ہوئے کہا: وَأَيْنَا أَوْ أَيْكُمْ لَمْ تَفْتِنَهُ الدُّنْيَا۔ اور ہم میں سے یا تم میں سے کون ہے، جس کو دنیا نے فتنے میں مبتلا نہیں کیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فتنے والی بات کرنے کی بنیاد یہ تھی کہ وہ والی بصرہ بن گئے تھے، جبکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی قسم کی ولایت کو اختیار نہیں کیا تھا۔

(دوسری سند) ویرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے تو کیا میں اس حالت میں بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہوں؟ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں کیا حرج ہے؟ اس نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور آپ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا اور صفامروہ کی سعی بھی کی۔

(٤٣٧١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: أَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَقَدْ أَحْرَمْتُ بِالنَّحْيِ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ نَهَى عَنْ ذَلِكَ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمَ بِالنَّحْيِ وَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (مسند احمد: ٤٥١٢)

عبد اللہ بن بدر سے روایت ہے کہ وہ اپنے چند احباب کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے، جب یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کا استلام کیا، پھر ہم نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے، اس کے بعد ہم نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی، اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک بھاری بھر کم آدمی، جس نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ایک چادر اوپر اوڑھ رکھی تھی، وہ حوض کے پاس بیٹھا ہمیں بلارہا تھا۔ ہم اس کی طرف چلے گئے، جب میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: ہم اہل یمامہ ہیں، جو مشرق

(٤٣٧٢) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَدْرٍ أَنَّهُ خَرَجَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ حُجَّاجًا حَتَّى وَرَدُوا مَكَّةَ فَدَخَلُوا الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمُوا الْحَجَرَ، ثُمَّ طُفْنَا بِالْبَيْتِ أُسْبُوعًا، ثُمَّ صَلَّيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ فَإِذَا رَجُلٌ ضَخْمٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ يُصَوِّتُ بِنَا عِنْدَ الْحَوْضِ، فَقَمْنَا إِلَيْهِ وَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقَالُوا: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمَّا أَتَيْنَاهُ قَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قُلْنَا: أَهْلُ الْمَشْرِقِ وَتَمَّ أَهْلُ الْيَمَامَةِ، قَالَ: فَحُجَّاجٌ أَمْ عُمَارٌ؟ قُلْتُ: بَلَى حُجَّاجٌ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ قَدْ نَقَضْتُمْ

(٤٣٧١) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٧٢) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه النسائي في "الكبرى": ٣٩٠٦ (انظر: ٥٩٣٩)

حَجَّكُمْ، قُلْتُ: قَدْ حَجَجْتُ مِرَارًا فَكُنْتُ أَفْعَلُ كَذَا، قَالَ: فَإِنْ طَلَقْنَا مَكَانَنَا، حَتَّى يَأْتِيَ ابْنُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: يَا ابْنَ عُمَرَ! إِنَّا قَدِمْنَا فَقَصَصْنَا عَلَيْهِ قِصَّتَنَا وَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ نَقَضْتُمْ حَجَّكُمْ، قَالَ: أَذْكَرُكُمْ بِاللَّهِ! أَخْرَجْتُمْ حُجَّاجًا؟ قُلْنَا: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللَّهِ! لَقَدْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ كُلُّهُمْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُمْ۔ (مسند احمد: ۵۹۳۹)

کی طرف سے آئے ہیں، انہوں نے پوچھا: حج کے لئے آئے ہو یا عمرہ کرنے کے لئے؟ میں نے کہا: جی حج کے لئے آئے ہیں، انہوں نے کہا: تم لوگوں نے تو اپنا حج فاسد کر دیا ہے، میں نے عرض کیا: میں تو متعدد مرتبہ حج کر چکا ہوں اور ہر دفعہ ایسے ہی کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے، تاکہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئیں اور ہم ان سے یہ مسئلہ دریافت کریں۔ میں نے عرض کیا: اے عبد اللہ بن عمر! ہم حج کرنے کے لئے آئے ہیں، پھر ہم نے سارا ماجرا ان کے گوش گزار کیا اور کہا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو ہمیں کہا ہے کہ ہمارا حج فاسد ہو گیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم حج کرنے آئے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما، ان سب نے حج کی اور سب نے اسی طرح کیا تھا جس طرح تم نے کیا ہے، یعنی تمہارا عمل درست ہے۔

فوائد: نبی کریم ﷺ تو حج قرآن کر رہے تھے، بہر حال حج افراد کرنے والے کے لیے عرفہ میں وقوف کرنے سے پہلے طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی مشروع ہے، پھر ایسا شخص (۱۰) ذوالحجہ کو طواف افاضہ کرے گا اور صفا مروہ کی پہلی سعی پر اکتفا کرتے ہوئے دوبارہ سعی نہیں کرے گا۔

طَوَافُ الْقَارِنِ

حج قرآن کرنے والے کا طواف

(۴۳۷۳) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ قَرَنَ بَيْنَ حَجَّتِهِ وَعُمْرَتِهِ أَجَزَّاهُ لُهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ۔))
سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص حج قرآن کرے، اس کے لئے حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک طواف کافی ہے۔“

(مسند احمد: ۵۳۵۰)

(۴۳۷۳) تخریج: صحیح موقوفاً بهذا اللفظ، عبد العزيز الدراوردي حديثه عن عبيد الله بن عمر منكر۔
آخر جہ ابن ماجہ: ۲۹۷۵، والترمذی: ۹۴۸ (انظر: ۵۳۵۰)

فوائد: جامع ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((مَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَجْزَأَهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعَى وَاحِدٌ عَنْهُمَا حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)) جو آدمی حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے گا، اس کو ایک طواف اور ایک سعی کفایت کریں گے اور وہ دونوں سے اکٹھا حلال ہو گا۔“ امام البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴۳۷۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا طَوَافَهُ الْأَوَّلَ۔ (مسند احمد: ۱۴۴۶۷)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کی ایک ہی سعی کی تھی، جو کہ شروع میں کر لی تھی۔

(۴۳۷۵) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ لَمْ تَقْرَبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ۔ (مسند احمد: ۱۵۲۴۸)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے اور ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، قربانی والے دن یعنی دس ذوالحجہ کو ہم صفا مروہ کے قریب تک نہیں گئے۔

(۴۳۷۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي حَدِيثٍ لَهَا قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهْلُوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَحْلَوْا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مَنَى لِحَجَّتِهِمْ، فَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ، فَطَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ۲۵۹۵۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں بیان کرتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے، لیکن انھوں نے اس کے بعد منی سے واپس آ کر حج کے لئے الگ سے طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا یعنی حج قرآن کا احرام باندھا ہوا تھا، انہوں نے ایک ہی طواف کیا تھا۔

فوائد: حج قرآن کرنے والا طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرے گا، پھر (۱۰) ذوالحجہ کو طواف افاضہ کرے گا اور یہی طواف حج و عمرہ دونوں کی طرف سے کفایت کرے گا، جبکہ طواف قدوم کے ساتھ کی گئی صفا مروہ کی سعی ہی دونوں کے لیے کافی ہوگی۔ زیر مطالعہ حدیث اور دیگر صحیح صریح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قارن کے لیے صرف سعی نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف بھی ایک ہی کافی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں فتح الباری: ۳/۳۹۳ - التعلیقات السلفیہ: ۲/۳۲۳ - جازۃ الاحوزی: ۲/۲۵۷۔ (عبد اللہ رفیق)

(۴۳۷۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۵ (انظر: ۱۴۴۱۴)

(۴۳۷۵) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه أخرجه الدارقطني: ۲/۲۵۹ (انظر: ۱۵۱۸۱)

(۴۳۷۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۶، ۱۶۳۸، ۴۳۹۵، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۵۴۴۱)

طَوَافُ الْمُتَمَتِّعِ وَهُوَ الَّذِي أَهَلَ بِعُمْرَةٍ فَقَطُّ

حج تمتع کرنے والے کے طواف کا بیان، یعنی وہ آدمی جو شروع میں صرف عمرے کا احرام باندھتا ہے (۴۳۷۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَيُصِيبُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَدِمَ فَطَافَ بِالنَّبِيِّ ثُمَّ رَكَعَ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (مسند احمد: ۱۴۳۶۸)

عمر بن دینار سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ کیا کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماعت کر سکتا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، بعد ازاں دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے۔)

فوائد: صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: عمرو بن دینار کہتے ہیں: ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جو عمرہ ادا کرنے کے آتا ہے اور بیت اللہ کا طواف کر لیتا ہے، تو کیا وہ صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کا لب لباب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ طواف اور سعی کر لینے کے بعد عمرہ سے حلال ہوئے، اس لیے آپ ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے حلال ہونے سے پہلے حق زوجیت ادا نہ کیا جائے۔

(۴۳۷۸) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ طَافُوا بِالنَّبِيِّ وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ طَافُوا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مَنَى لِحَجَّتِهِمْ، وَالَّذِينَ قَرَنُوا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ۲۵۹۵۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیا تھا، اس کے بعد منیٰ سے واپسی پر انہوں نے حج کے لئے طواف کیا تھا اور جن لوگوں نے حج قرآن کا احرام باندھا تھا، انہوں نے ایک ہی طواف کیا تھا۔

فوائد: حج تمتع کرنے والے صرف عمرہ کے احرام سے میقات سے داخل ہوں گے اور طواف، سعی اور جماعت سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں گے، پھر آٹھ ذوالحجہ کو از سر نو حج کا احرام باندھیں اور اس کے لیے الگ سے

(۴۳۷۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۹۵، ۳۹۶، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ومسلم: ۱۲۳۴ (انظر: ۱۴۳۱۷)

(۴۳۷۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۶، ۱۶۳۸، ۴۳۹۵، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۵۴۴۱)

طوافِ افاضہ اور سعی کریں گے۔

طَوَافُ أَهْلِ مَكَّةَ وَأُمُورُ جَاءَتْ فِي الطَّوَافِ وَالْكَلَامُ فِيهِ

اہل مکہ کے طواف اور طواف سے متعلق احکام و مسائل اور دورانِ طواف کلام کرنے کا بیان

(۴۳۷۹) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَطَعَ الْأَوْدِيَةَ وَجَاءَ بِهِدْيٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنْ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَيَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ، فَأَمَّا أَنْتُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ! فَأَخْرُؤْا طَوَافَكُمْ حَتَّى تَرْجِعُوا۔ (مسند احمد: ۲۴۵۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صورتحال تو یہ تھی کہ آپ ﷺ وادیاں تو طے کر کے آئے تھے، لیکن چونکہ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا، اس لیے آپ ﷺ کے تو اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ آپ وقوفِ عرفہ سے پہلے طواف کریں اور صفا مروہ کی سعی کریں، مکہ والو! رہا مسئلہ تمہارا تو تم لوگ حج سے واپسی تک طواف کو موخر رکھا کرو۔

فوائد: جیسے اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمرہ کرنے والا صرف طوافِ قدوم ہی کرے گا، یعنی یہی طواف اس کے عمرے کے لیے بھی کافی ہوگا، اسی طرح اس حقیقت پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اہل مکہ، طوافِ قدوم سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ یہ طواف باہر سے آنے والے کے لیے مشروع ہے، اہل مکہ آٹھ ذوالحجہ کو اپنی رہائش گاہوں سے احرام باندھ کر منیٰ کو روانہ ہو جائیں گے اور دوسرے حاجیوں کی طرح واپس آکر طوافِ افاضہ کریں گے۔

(۴۳۸۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُ إِنْسَانًا بِخِزَامَةٍ فِي أَفْئِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ۔ (مسند احمد: ۳۴۴۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو دوسرے آدمی کی ناک میں رسی ڈال کر اس کو کھینچ رہا تھا، آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس رسی کو کاٹ دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچے۔

(۴۳۸۱) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ قَدْ رَبَطَ يَدَهُ بِإِنْسَانٍ آخَرَ بِسَيْرٍ أَوْ بِخِيطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ، فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ:

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ کا ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزر ہوا، جس نے رسی وغیرہ کے ساتھ اپنا ہاتھ دوسرے آدمی کے ساتھ باندھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس رسی کو کاٹ ڈالا اور فرمایا:

(۴۳۷۹) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف عبد الله بن المؤمل (انظر: ۲۴۵۱)

(۴۳۸۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۲۱، ۶۷۰۲، ۶۷۰۳ (انظر: ۳۴۴۲)

(۴۳۸۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

((قَدْهُ بِيَدِهِ...)) (مسند احمد: ۳۴۴۳) ”اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو۔“

فوائد: تکریم انسانیت کا سبق دیا جا رہا ہے، اگر کسی انسان کو اس طرح پکڑنے کی ضرورت ہو تو اس کو ہاتھ سے پکڑنا چاہیے، رسی وغیرہ تو جانوروں کو ڈالی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ دوران طواف خیر و بھلائی والی باتیں کی جاسکتی ہیں، حدیث نمبر (۳۳۲۶) کے فوائد میں اس موضوع سے متعلق مزید دلائل گزر چکے ہیں۔

مَا يُقَالُ مِنَ الذِّكْرِ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْإِسْتِغْلَامِ وَمَا كَانَ يَقُولُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي الطَّوَافِ وَاسْتِحْبَابُ تَرْتِيبِ الْكَلَامِ

طواف اور استلام کے موقع پر کیا جانے والا ذکر، جاہلیت والے لوگ طواف میں کیا کہتے تھے اور دوران طواف کلام نہ کرنے کا مستحب ہونا، ان سب امور کا بیان

(۴۳۸۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (مسند احمد: ۱۵۴۷۴) سیدنا عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھ رہے تھے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب فرماتا اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما)۔ (سورہ بقرہ: ۲۰۱)

فوائد: طواف کے دوران رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا بطور خاص پڑھنی چاہیے، چکر کے باقی حصے میں کوئی بھی ذکر اور دعا کی جاسکتی ہے اور درود و سلام بھی پڑھا جاسکتا ہے، کسی چکر کا کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، چونکہ طواف کو نماز کہا گیا ہے اور ساری کی ساری نماز ذکر پر مشتمل ہے، اس لیے طواف میں بھی کثرت کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔ (۴۳۸۳) عَنْ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ: ((بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ...)) (مسند احمد: ۴۶۲۸) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ میں تشریف لاتے اور حجر اسود کا استلام کرتے تو یہ الفاظ پڑھتے تھے: ”بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“

فوائد: حدیث نمبر (۳۳۵۵) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: تم قوی آدمی ہو، اس لیے تم حجر اسود پر ہجوم کر کے کمزوروں کو تکلیف نہ پہنچانا، اگر جگہ مل جائے تو استلام کر لینا، ورنہ اس کی طرف رخ کر کے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ لینا۔“ حجر اسود کا استلام کرتے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں۔

(۴۳۸۲) تخریج: اسنادہ محتمل للتحسين۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۹۲ (انظر: ۱۵۳۹۹)

(۴۳۸۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۷۳، ومسلم: ۱۲۵۹ (انظر: ۴۶۲۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور جمرات کی رمی، یہ سارے امور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی خاطر مشروع کئے گئے ہیں۔“

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”طواف نماز ہی ہے، اس لیے جب تم طواف کرو تو کم باتیں کیا کرو۔“

(۴۳۸۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمَى الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (مسند احمد: ۲۵۵۹۲)

(۴۳۸۵) عَنْ طَاوُوسٍ عَنْ رَجُلٍ قَدْ أَذْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا الطَّوْفُ صَلَاةٌ، فَإِذَا طُفْتُمْ فَأَقِلُّوا الْكَلَامَ)) (مسند احمد: ۱۶۷۲۹)

سباع بن ثابت کہتے ہیں: میں نے اہل جاہلیت کو سنا کہ وہ طواف کرتے ہوئے یوں کہتے تھے: آج ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملی ہے کہ ہم صفا مروہ کی سعی کر رہے ہیں۔

(۴۳۸۶) عَنْ سَبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَطُوفُونَ وَهُمْ يَقُولُونَ: الْيَوْمَ قَرْنَا عَيْنًا نَفْرَعُ الْمَرْوَتَيْنَا۔ (مسند احمد: ۲۷۶۸۱)

باب رُكْعَتِي الطَّوْفِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا وَاسْتِلامِ الْحَجَرِ بَعْدَهُمَا طواف کی دو رکعتوں اور ان کی قراءت اور ان کے بعد حجر اسود کے استلام کا بیان

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا، اس کے بعد طواف کے ابتدائی تین چکروں میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے، طواف سے فراغت کے بعد آپ ﷺ مقام ابراہیم پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (اور تم مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھو) (سورہ بقرہ: ۱۲۵) اور آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں میں سورہ اخلاص اور سورہ کافرون کی تلاوت کی تھی، نماز کے بعد آپ ﷺ دوبارہ

(۴۳۸۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَلَمَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعَةً، حَتَّى إِذَا فَرَغَ عَمَدَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ، فَصَلَّى خَلْفَهُ رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ فَقَرَأَ فِيهِمَا بِالتَّوْحِيدِ، وَ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ثُمَّ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّفَا، الْحَدِيثُ۔ (مسند احمد: ۱۴۴۹۳)

(۴۳۸۴) تخريج: اسنادہ ضعیف، وقد روی مرفوعاً وموقوفاً، والصحيح وقفه۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۸۸، والترمذی: ۹۰۲ (انظر: ۲۵۰۸۰)

(۴۳۸۵) تخريج: حديث صحيح - أخرجه النسائي: ۵/۲۲۲ (انظر: ۱۶۶۱۲)

(۴۳۸۶) تخريج: أثر في اسنادہ وهم (انظر: ۲۷۱۴۰)

(۴۳۸۷) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۴۴۴۰)

حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا استلام کیا اور پھر آپ ﷺ صفا کی طرف تشریف لے گئے،.....

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کر کے ابتدائی تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا، مکمل طواف کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے، بعد ازاں زمزم کی طرف گئے اور وہاں جا کر یہ پانی پیا اور اپنے سر پر بھی ڈالا، اس کے بعد آپ ﷺ پھر حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کا استلام کیا، پھر آپ ﷺ صفا کی تشریف لے گئے اور فرمایا: ”جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی ہے، میں بھی اسی سے ابتدا کرتا ہوں۔“

(۴۳۸۸) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَلَ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الْحَجَرِ، ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْهَا وَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الصَّفا فَقَالَ: ((أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ...)) (مسند احمد: ۱۵۳۱۴)

فوائد:..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں کے بعد اور زمزم کا پانی پینے کے بعد دو دفعہ حجر اسود کا استلام کیا، لیکن اس روایت کے علاوہ صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سمیت باقی تمام روایات میں طواف کی دو رکعتوں کے بعد ایک دفعہ استلام کرنے اور اس کے بعد صفا مروہ کی سعی شروع کر دینے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث کے آخری جملے کا اس آیت کے ساتھ تعلق ہے: ﴿إِنَّ الصَّفا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾..... ”یشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۵۸) چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے صفا پہاڑی کا نام لیا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے بھی اسی سے سعی کا آغاز کیا۔

(۴۳۸۸م) وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَأَنْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفا، الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ۶۲۴۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے طواف کے بعد مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز پڑھی، پھر سلام پھیرا اور صفا کی طرف چلے گئے،.....

(۴۳۸۸) تخريج: انظر الحديث السابق - أخرجه (انظر:)

(۴۳۸۸م) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۶۹۱، ومسلم: ۱۲۲۷ (انظر: ۶۲۴۷)

محمد بن عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سائب، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام کر لے جاتے اور حطیم کی طرف بیت اللہ کے دروازہ کے قریب تیسرے روزن کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیتے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن سائب سے کہتے: آیا رسول اللہ ﷺ اسی مقام پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے؟ وہ کہتے: جی ہاں، یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔

(۴۳۸۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ السَّائِبِ كَانَ يَقُودُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَيُقِيمُهُ عِنْدَ الشَّقَةِ الثَّلَاثَةِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، فَقُلْتُ، يَعْنِي الْقَائِلُ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُومُ هَاهُنَا أَوْ يُصَلِّي هَاهُنَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيَقُومُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَيُصَلِّي. (مسند احمد:

(۱۵۴۶۶)

الطَّوَافُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

صفا مروہ کی سعی

وَجُوبُ الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ.....﴾ صفا مروہ کی سعی کے وجوب اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ.....﴾ کی تفسیر کا بیان

جناب عروہ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا آپ نے اس آیت پر غور نہیں کیا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔) اللہ کی قسم! اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ انھوں نے جواباً کہا: بھانجے! تم نے بڑی غلط بات کہی ہے، اگر بات اسی طرح ہوتی جیسے تم کہتے ہو تو اس آیت کی عبارت یوں ہوتی ”فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا

(۴۳۹۰) عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. قَوْلُ اللَّهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحَ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، قَالَتْ: بِشَيْءٍ قُلْتُ يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنَّهَا لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوْلَتْهَا عَلَيْهِ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، إِنَّمَا نَزَلَتْ إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمُوا يَهْلُؤُوا لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ، الَّتِي

(۴۳۸۹) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة محمد بن عبد الله بن السائب، واختلفت الرواية عن السائب بن عمر۔ أخرجه ابوداود: ۱۹۰۰، والنسائي: ۵/ ۲۲۱ (انظر: ۱۵۳۹۱)

(۴۳۹۰) تخریج: أخرجه مطولا ومختصرا البخاری: ۱۶۴۳، ۴۸۶۱، ومسلم: ۱۲۷۷ (انظر: ۲۵۹۰۵)

يَطُوفُ بِهِمَا“ (اس پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان کا طواف نہ کرنے)۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ آیت تو اس لئے نازل ہوئی تھی کہ انصار کا یہ قبیلہ اسلام سے قبل مناة نامی بت کے لئے احرام باندھا کرتا تھا اور یہ لوگ مثل کے قریب اس کی پوجا کیا کرتے تھے، اس مناة کے لئے احرام باندھنے والے لوگ صفا اور مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے تھے، جب ان لوگوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں)۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۸)

اب تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کی سعی کو مشروع قرار دیا ہے، لہذا کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سعی کو ترک کرے۔

كَانُوا يَعْبُدُونَ عِنْدَ الْمُشَلِّ، وَكَانَ مَنْ أَهْلَ لَهَا يَتَحَرَّجُ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا﴾ قَالَتْ: ثُمَّ قَدْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّوْفَ بِهِمَا فَلَيْسَ يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدَعَ الطَّوْفَ بِهِمَا۔ (مسند احمد: ۲۶۴۳۰)

فوائد: صحیح مسلم کی روایت کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صفا مروہ کی سعی کے بارے میں کہا: ((مَا أَمَّمَ اللَّهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.)) اللہ تعالیٰ اس بندے کا حج اور عمرہ پورا نہیں کرے گا، جو صفا مروہ کی سعی نہیں کرے گا۔ عروہ نے آیت کے الفاظ ”ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں“ سے یہ اندازہ لگایا کہ سعی کوئی مباح عمل ہے، اگر واجب ہوتی تو اس آیت کے الفاظ اس طرح نہ ہوتے۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، جو تیز فہم، گہری معرفت اور لطافتِ علم سے متصف تھیں، نے وضاحت کی کہ آیت میں تو طواف کرنے والے سے گناہ کی نفی کی گئی ہے، پھر انھوں نے بتایا کہ اس آیت سے نہ سعی کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور نہ عدم وجوب، پھر انھوں نے شانِ نزول اور اس سیاق کی حکمت کی وضاحت کر دی۔ مکہ مکرمہ سے سمندر کی جانب قدید کے قریب ایک جگہ کا نام مُشَلِّ ہے۔

(۴۳۹۱) عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي تَجْرَنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سِيدَةُ حَبِيبَةَ بِنْتُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرُوءٍ سَعَى مَرُوءٍ، وَهِيَ كَهْتِي هُنَّ: هَمَّ قَالَتْ: دَخَلْنَا عَلَى دَارِ أَبِي حُسَيْنٍ فِي كَچھ قریشی خواتین دارِابی حسین میں گئیں اور دیکھا کہ نبی

(۴۳۹۱) تخریج: حسن بطرقہ وشاہدہ۔ أخرجه الشافعي في "المسند": ۱/ ۳۵۱، والطبرانی في "الكبير": ۲۴/ ۵۷۳، والدارقطني في "السنن": ۲/ ۲۵۶، والبيهقي: ۵/ ۹۸ (انظر: ۲۷۳۶۷)

کریم ﷺ صفا مروہ کی سعی کر رہے تھے، آپ ﷺ اس قدر دوڑ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی چادر اڑ رہی تھی اور آپ ﷺ صحابہ سے فرما رہے تھے: ”دوڑو، دوڑو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے۔“

(دوسری سند) وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھا، لوگ آپ ﷺ کے آگے آگے تھے اور آپ ﷺ ان سے پیچھے اس قدر دوڑ رہے تھے کہ تیز چلنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی چادر اڑ رہی تھی اور مجھے آپ ﷺ کے گھٹنے دکھائی دے رہے تھے اور آپ ﷺ لوگوں سے یہ فرما رہے تھے: ”دوڑو، دوڑو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے۔“

نِسْوَةٌ مِّنْ فُرْنِسٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَ: هُوَ يَسْعَى يَدُورُ بِهِ إِزَارُهُ مِّنْ شِدَّةِ السَّعْيِ وَهُوَ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: ((اسْعَوْا، إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ.)) (مسند احمد: ۲۷۹۱۱)

(۴۳۹۲) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ وَرَاءَ هُمْ وَهُوَ يَسْعَى حَتَّى أَرَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ، يَدُورُ بِهِ إِزَارُهُ وَهُوَ يَقُولُ: ((اسْعَوْا، فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ.)) (مسند احمد: ۲۷۹۱۲)

فوائد: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں سعی کرنا فرض ہے اور یہ رکن ہے، اس کے بغیر حج و عمرہ کی تکمیل نہیں ہوگی اور کسی قربانی وغیرہ سے اس کی تلافی نہیں ہوگی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، امام مالک، امام اسحاق اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک تھا۔

الْبَدَأُ بِالصَّفَا فِي الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَحُكْمُ الْمَشْيِ وَالرَّمْلِ فِيهِ
صفا مروہ کی سعی میں صفا سے ابتدا کرنے اور اس میں چلنے یا رمل کرنے کا بیان

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام سے نکل کر یہ کہتے ہوئے صفا کی طرف جارہے تھے: ”ہم بھی سعی میں اسی مقام سے ابتدا کریں گے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ابتدا کی ہے۔“

(۴۳۹۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُرِيدُ الصَّفَا وَهُوَ يَقُولُ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ.)) (مسند احمد: ۱۵۲۳۷)

فوائد: صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: پھر آپ ﷺ صفا کی طرف نکلے اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ”بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔“ اور پھر

(۴۳۹۲) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۹۳) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۵۱۷۰)

فرمایا: ”ہم بھی اس (پہاڑی) سے آغاز کریں گے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی۔“ پھر آپ ﷺ صفا پر چڑھ گئے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں پہلے صفا پہاڑی کا ذکر کیا، اس لیے آپ ﷺ نے بھی صفا سے سعی کی ابتدا کی۔

(۴۳۹۴) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا نَزَلَ مِنَ الصَّفَا مَشَى حَتَّى إِذَا نَصَبَتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعَى حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۲۳۹)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صفا سے نیچے اتر کر وادی کے درمیان پہنچ جاتے تو آپ ﷺ دوڑتے، یہاں تک کہ وادی کو عبور کر جاتے۔

(۴۳۹۵) عَنْ عَلِيٍّ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي الْمَسْعَى كَاشِفًا عَنْ تَوْبِهِ قَدْ بَلَغَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ۔ (مسند احمد: ۵۹۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے والی جگہ میں یوں سعی کرتے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر کو گھٹنوں تک اوپر کیا ہوا تھا۔

(۴۳۹۶) عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ وَلَدِ شَيْبَةَ (ابْنِ عَثْمَانَ) أَنَّهَا أَبْصَرَتْ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، (وَفِي رِوَايَةٍ: وَقَدْ انْكَشَفَ الثَّوْبُ عَنْ رُكْبَتَيْهِ) يَقُولُ: ((لَا يَقْطَعُ الْأَبْطَحُ إِلَّا شَدًّا)) (مسند احمد: ۲۷۸۲۳)

شیبہ بن عثمان کی ام ولد (سیدہ تملک عبد رییہ) رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان اس طرح سعی کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کا کپڑا گھٹنوں سے ہٹ رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”اس وادی کو دوڑ کر ہی عبور کیا جائے۔“

(۴۳۹۷) وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ، أَنَّهَا رَأَتْ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ خَوْخَةٍ وَهُوَ يَسْعَى فِي بَطْنِ الْمَسِيلِ وَهُوَ يَقُولُ: ((لَا يَقْطَعُ الْوَادِي إِلَّا شَدًّا)) (مسند احمد: ۲۷۸۲۴)

(دوسری سند) ایک عورت (یعنی سیدہ تملک رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک چھوٹے دروازے سے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ وادی میں دوڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ”اس وادی سے دوڑ کر ہی گزرا جائے۔“

(۴۳۹۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه النسائي: ۵ / ۲۴۳ (انظر: ۱۵۱۷۲)

(۴۳۹۵) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه البزار: ۶۳۷ (انظر: ۱۹۸)

(۴۳۹۶) تخریج: حدیث حسن ، وهذا اسناد ضعيف لا اضطرابه - أخرجه ابن ماجه: ۲۹۸۷ ، والنسائي:

۵ / ۲۴۲ (انظر: ۲۷۲۸۰)

(۴۳۹۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۳۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمِقْدَامِ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَمْشِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! مَا لَكَ، لَا تَرْمُلُ؟ فَقَالَ: قَدْ رَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَرَكَ. (مسند احمد: ۴۹۹۳)

عبداللہ بن مقدم کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صفا اور مروہ کی سعی کے دوران عام رفتار سے چل رہے تھے، اس لیے میں نے ان سے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا بات ہے، آپ دوڑتے کیوں نہیں؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس دوران دوڑے بھی تھے اور اس کو ترک بھی کیا تھا۔

(۴۳۹۹) عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُمَهَانَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَمْشِي فِي الْوَادِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا يَسْعَى، فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: إِنْ أَسْعَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْعَى، وَإِنْ أَمْشَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْشِي وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ. (مسند احمد: ۵۲۶۵)

کثیر بن جہان کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صفا مروہ کے درمیان دیکھا کہ وہ عام رفتار سے چل رہے تھے اور دوڑ نہیں رہے تھے جب میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: اگر میں دوڑوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں دوڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اگر میں عام رفتار سے چلوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں عام رفتار سے چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے، جبکہ اب میں بوڑھا بھی ہو چکا ہوں۔

فوائد:..... سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

۱۔ آپ ﷺ پہاڑی سے اترتے اور چڑھتے وقت چلتے تھے اور وادی میں دوڑتے تھے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ چلنا اور دوڑنا مراد لے رہے ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ وادی میں دوڑتے دوڑتے دو چار قدم چل بھی لیتے تھے۔

امام ترمذی نے کہا: اہل علم نے صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کو مستحب قرار دیا ہے، اگر کوئی آدمی نہ دوڑ سکے تو وہ چل لے۔

آجکل صفا مروہ کی پہاڑیوں کے کچھ نشان باقی ہیں اور ہموار جگہ بہت زیادہ ہو گئی ہے، آپ ﷺ جس وادی میں دوڑتے تھے، اب وہاں سبز رنگ کی ٹیوہیں لگا دی گئی ہیں، جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں، اس لیے صرف ان سبز نشانوں کے درمیان ہی دوڑنا چاہیے۔

(۴۳۹۸) تخریج: قال الالبانی: صحیح - أخرجه ابوداود: ۱۹۰۴، والترمذی: ۸۶۴، النسائی: ۵/ ۲۴۲، وابن ماجه: ۲۹۸۸ (انظر: ۴۹۹۳)

(۴۴۹۹) تخریج: انظر الحديث السابق

جَوَازُ الرُّكُوبِ فِي الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَاجَةٍ کسی حاجت کے پیش نظر سوار ہو کر صفا مروہ کی سعی کرنے کا بیان

(۴۴۰۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: طَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشَوُهُ. (مسند احمد: ۱۴۴۶۸)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سواری پر سوار ہو کر کی تھی تاکہ لوگ اچھی طرح آپ ﷺ کو دیکھ سکیں اور آپ ﷺ بھی سب لوگوں کی اچھی طرح رہنمائی کر سکیں، اور تاکہ لوگ آپ ﷺ سے سوال کریں اور وہ آپ ﷺ پر چھائے ہوئے تھے۔

(۴۴۰۱) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: حَدِّثْنِي عَنِ الرُّكُوبِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ، فَقَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، قُلْتُ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا مَاذَا؟ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ فَخَرَجُوا، حَتَّى خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُضْرَبُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، فَارْتَكَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ وَهُوَ رَاكِبٌ، وَلَوْ نَزَلَ لَكَانَ الْمَشْيُ أَحَبَّ إِلَيْهِ. (مسند احمد: ۳۴۹۲)

ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے صفا مروہ کی سعی کے موقع پر سوار ہونے کے متعلق بتلائیں، کیونکہ آپ کی قوم تو اسے سنت سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا: ان کی بات کسی حد تک درست بھی ہے اور کسی حد تک غلط بھی ہے۔ میں نے کہا: ان کی بات کسی حد تک درست بھی ہے اور کسی حد تک غلط بھی ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے، سارے لوگ بھی آ گئے، حتیٰ کہ نوجوان لڑکیاں بھی آ گئیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کو مارا نہیں جاتا تھا، (لیکن ہجوم بھی بہت زیادہ تھا) اس لئے آپ ﷺ نے طواف اور سعی سواری پر کی تھی، ورنہ آپ کو زیادہ پسند یہی تھا کہ آپ سواری سے نیچے اتر کر یہ عمل کرتے۔

فوائد:..... معلوم ہوا کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر سعی کی جاسکتی ہے، نیز جو امام لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہو یا لوگ جس کی اقتدا کر رہے ہوں یا اس کو اپنی طرف لوگوں کے ہجوم کا خطرہ ہو تو ایسا امام سعی کے دوران سوار ہو سکتا ہے۔

(۴۴۰۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۷۳ (انظر: ۱۴۴۱۵)

(۴۴۰۱) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۶۴ (انظر: ۳۴۹۲)

الْوُقُوفُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالذِّكْرُ عِنْدَ ذَلِكَ

صفا اور مروہ کے اوپر وقوف کرنے اور اس دوران اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا بیان

(۴۴۰۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَقَفَ عَلَى الصَّفَا، يُكَبِّرُ ثَلَاثًا وَيَقُولُ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) يَصْنَعُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدْعُو وَيَصْنَعُ عَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلَ ذَلِكَ. (مسند احمد: ۱۵۲۳۸)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صفا کے اوپر جا کر کھڑے ہوتے تو تین دفعہ ”اللہ اکبر“ کہتے، پھر تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔“ اس طرح آپ ﷺ تین دفعہ کرتے تھے اور ہر دفعہ دعا بھی کرتے تھے، پھر مروہ پر آپ ﷺ یہی عمل دوہراتے تھے۔

(۴۴۰۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ عُمَرُ يَأْمُرُ بِالْمَقَامِ عَلَيْهِمَا مِنْ حَيْثُ يَرَاهَا. (مسند احمد: ۵۶۶۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفا اور مروہ کے اوپر جا کر کھڑے ہو جاتے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے اوپر جا کر ایسی جگہ کھڑے ہونے کا حکم دیا کرتے تھے، جہاں سے بیت اللہ نظر آ سکے۔

(۴۴۰۴) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ثُمَّ قَالَ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ)) فَرَفَعَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ كَبَّرَ قَالَ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَصَدَقَ عَبْدُهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)) ثُمَّ دَعَا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى هَذَا الْكَلَامِ، ثُمَّ نَزَلَ حَتَّى إِذَا انْصَبَتْ قَدَمَاهُ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ (صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) (سورہ بقرہ: ۱۵۸) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم بھی اسی مقام سے ابتدا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر پہلے کیا ہے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ صفا پر چڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں آپ ﷺ نے ”اللہ اکبر“ کہا، اور یہ دعا پڑھی: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔“ اس

(۴۴۰۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۵۱۷۱)

(۴۴۰۳) تخریج: حدیث حسن، وهذا اسناد ضعیف (انظر: ۵۶۶۹)

(۴۴۰۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۴۴۴۰)

فِي الْوَادِي رَمَلَ، حَتَّى إِذَا صَعِدَ مَشَى حَتَّى آتَى الْمَرْوَةَ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ عَلَيْهَا كَمَا قَالَ عَلَى الصَّفَا. (مسند احمد: ۱۴۴۹۳)

کے بعد آپ ﷺ نے وہاں دعائیں کیں، پھر آپ ﷺ نیچے اتر آئے، اور جب آپ ﷺ وادی کے درمیان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دوڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ جب وادی کو عبور کر کے مروہ کے اوپر چڑھنے لگے تو عام رفتار سے چلنا شروع کر دیا اور جب مروہ کے اوپر پہنچ گئے اور بیت اللہ آپ ﷺ کو دکھائی دینے لگا تو آپ ﷺ نے وہاں بھی وہی عمل کیا، جو صفا پر کیا تھا۔

فوائد: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا فَرَعَ مِنْ طَوَافِهِ آتَى الصَّفَا فَعَلَا عَلَيْهِ حَتَّى نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَحْمَدُ اللَّهَ وَيَدْعُو مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُو)) جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو صفا کی طرف آئے اور اس پر چڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اتنی دعا کی، جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی۔ (صحیح مسلم)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سعی کرنے والا صفا پر چڑھے اور جہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں کھڑا ہو جائے اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ کر یہ دعا پڑھے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَصَدَقَ عَهْدَهُ، وَعَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔“ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے، یہ عمل تین دفعہ دوہرائے اور صفا مروہ سے ہر چکر شروع کرتے وقت یہی عمل کرے۔

أَمْرُ الْمُتَمَتِّعِ بِالتَّحَلُّلِ بَعْدَ السَّعْيِ وَالْحَلْقِ أَوْ التَّقْصِيرِ إِلَّا مَنْ سَاقَ هَذِيًا حَجَّ تَمَتُّعَ كَرْنِ وَالْكَوَسَى أَوْرِبَالِ مَنْدُوانِ يَأْكُوَانِ كَ بَعْدِ أَحْرَامِ كُھول دینے کا حکم دینے کا بیان،

الآیہ کہ وہ قربانی لے کر آیا ہو

اس باب سے متعلق مسائل پہلے بھی گزر چکے ہیں، مندرجہ ذیل احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی حج تمتع کرے گا، وہ طواف، سعی اور حجامت کے بعد یعنی عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا اور پھر حج کے ایام میں حج کے لیے نیا احرام باندھے گا اور حج قرآن کرنے والا طواف قدم اور سعی کر کے احرام کی حالت میں ہی ٹھہرے گا اور (۱۰) ذوالحجہ کو حلال ہوگا۔

(۴۴۰۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهْلَ بِحَجٍّ وَمِنَّا مَنْ أَهْلَ بِعُمْرَةٍ فَأَهْدَى سِيدَه عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَیْئَ رَوَايَتِ هِی، وَهَ كَتَبَتْ هِی: هَمَّ حِجَّةُ الْوَادِی كَ مَوَاقِعِ پَر رَسولِ اللہ ﷺ كَ سَاھِجِ كُورَا نَہ ہوئے، هَمِّ مِیْنِ سَیْئَ اَفْرَادِ نَیْ حِجِّ كَا اَحْرَامِ بَا نَدَھَا ہوا تھا اور بعض افراد

فَقَالَ: ((مَنْ أَهْلٌ بِالْعُمْرَةِ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَجِلْ، وَمَنْ أَهْلٌ بِعُمْرَةٍ فَأُهْدِ فَلْيَجِلْ، وَمَنْ أَهْلٌ بِحَجٍّ فَلْيَتِمَّ حَجَّهُ.))
قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: وَكُنْتُ مُسَمَّنَ أَهْلٍ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ۲۵۳۸۸)

نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، لیکن ان کے پاس قربانی کے جانور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور ان کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے تو وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا ہے، لیکن قربانی کا جانور ان کے ساتھ ہے تو وہ احرام نہیں کھولیں گے اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج پورا کریں۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

فوائد: حدیث مبارکہ کے آخری جملے ”اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج پورا کریں“ کا

مصدق وہ لوگ ہیں، جن کے پاس قربانی کے جانور تھے۔

(دوسری سند) اس میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور اس نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد بال کنوا لئے ہیں، وہ احرام کی پابندی سے آزاد ہو گیا ہے اور وہ دوبارہ حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھے گا۔“

(۴۴۰۶) ((وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ، بِنَحْوِهِ وَفِيهِ)) ((وَمَنْ أَهْلٌ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ طَافَ بِالتَّنِيبِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصَرَ أَحْلَ مِمَّا حَرَّمَ مِنْهُ حَتَّى يَسْتَقْبِلَ حَجًّا.))
(مسند احمد: ۲۵۶۰۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر ان کو حلال ہو جانے کا حکم دیا تھا۔

(۴۴۰۷) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ حَفْصَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَجِلَّ فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ۔
(مسند احمد: ۲۶۹۶۷)

زوجہ رسول سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو عمرہ کے بعد حلال ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو ہمارے ساتھ حلال ہو جانے سے کون سی چیز

(۴۴۰۸) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ بِعُمْرَةٍ، قُلْنَ: فَمَا يَمْنَعُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْ تَحِلَّ مَعَنَا؟

(۴۴۰۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۴۰۷) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۹۷، ۴۳۹۸، ومسلم: ۱۲۲۹ (انظر: ۲۶۴۳۵)

(۴۴۰۸) تخریج: انظر الحديث السابق

مانع ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے ساتھ تو قربانی کا جانور ہے اور میں نے اپنے بالوں کو لیپ کر رکھا ہے، اس لیے میں جب تک قربانی نہ کر لوں، حلال نہیں ہوں گا۔“

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ لوگ تو عمرہ کے بعد احرام کھول رہے ہیں، لیکن آپ ﷺ حلال نہیں ہو رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس قرآنی کا جانور ہے اور میں نے اسے قلاذہ ڈالا ہوا ہے اور اپنے سر کو لیپ کیا ہوا ہے، لہذا حج سے فارغ ہونے تک حلال نہیں ہوں گا۔“

فوائد: چونکہ آپ ﷺ حج قرآن کر رہے تھے، اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا: اے اللہ کے رسول! آپ حج کے ساتھ جو عمرہ کر رہے ہیں، اس سے حلال کیوں نہیں ہو رہے؟

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کو لیپ دیا تھا اور قربانی کا جانور بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، مکہ مکرمہ پہنچ کر جب آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا تو انھوں نے کہا: کیا بات ہے کہ آپ خود تو احرام نہیں کھول رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تو قربانی کے جانور کے گلے میں قلاذہ ڈال چکا ہوں اور سر کو لیپ کر رکھا ہے، لہذا میں جب تک حج اور سرمنڈوانے سے فارغ نہ ہو جاؤں، اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔“

فَسُخِّ الْحَجِّ بِالْعُمْرَةِ

حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینا

(۴۴۱۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَيِّدُنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَحِلَّ مِنْ حَجَّتِهِ رَأْسِي، فَلَا أُحِلُّ حَتَّى أُحِلَّ مِنْ حَجَّتِي وَأُحِلَّ رَأْسِي.» (مسند احمد: ۶۰۶۸)

(۴۴۰۹) تخریج: انظر الحديث السابق
(۴۴۱۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۶، ۴۳۹۸، ومسلم: ۱۲۲۹ (انظر: ۶۰۶۸)
(۴۴۱۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۷، ۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۳۶۷، ومسلم: ۱۲۱۶ (انظر: ۱۴۹۴۳)

پکارتے ہوئے چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد دو دو رکعت نماز پڑھی، پھر ہم نے صفا مروہ کی سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں بال کٹوانے کا حکم دیا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”حلال ہو جاؤ یعنی احرام کھول دو۔“ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کس چیز کے لیے حلال ہونا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر وہ چیز حلال سمجھو جو احرام کے بغیر حلال ہوتی ہے، مثلاً خوشبو اور بیوی وغیرہ۔“ پس عورتوں سے مجامعت کی گئی اور خوشبوئیں مہک اٹھیں۔ خلف کہتے ہیں: جب آپ ﷺ کو یہ بات موصول ہوئی کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کے اس حکم کے بارے میں کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب ہم منیٰ کی طرف جارہے ہوں گے تو ہماری شرم گاہیں منیٰ چکا رہی ہوں گی، تو آپ ﷺ نے انہیں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ”تمہاری باتیں مجھ تک پہنچ چکی ہیں، میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ نیک ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس بات کا مجھے بعد میں پتہ چلا، اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو میں سرے سے قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم مجھ سے حج کے احکام و مسائل سیکھ لو۔“ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس لوگ حلال ہو گئے اور اسی حالت پر برقرار رہے، یہاں تک کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن آ گیا اور وہ منیٰ کو جانے لگے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا، جو لوگ صاحب استطاعت تھے انہوں نے قربانی کی اور جو لوگ صاحب استطاعت نہ تھے انہوں نے قربانی کے عوض دس روزے رکھے اور آپ نے صحابہ کو اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کو شریک کیا اور حج قرآن

مَضِينَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهَلِّينَ بِالْحَجِّ كُنَّا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَنُطِفْنَا بِالْبَيْتِ وَصَلَّيْنَا الرُّكْعَتَيْنِ وَسَعَيْنَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنَا فَقَصَرْنَا ثُمَّ قَالَ: ((أَحِلُّوا)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حِلُّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حِلُّ مَا يَحِلُّ لِلْحَلَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّيبِ)) قَالَ: فَغُشِبَتِ النِّسَاءُ وَسَطَعَتِ الْمَجَامِرُ، قَالَ خَلَفْتُ: وَبَلَغَهُ أَنَّ بَعْضَهُمْ يَقُولُ: يَنْطَلِقُ أَحَدُنَا إِلَى مَنَى وَذَكَرُهُ يَفْطُرُ مَنِيًّا، قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ (وَفِي لَفْظٍ: فَقَالَ: فَقَدْ بَلَغَنِي الَّذِي قُلْتُمْ وَإِنِّي لَا أَتَقَاكُمْ وَأَبْرُكُمْ)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَذْبَرْتُ مَا سَقَتْ الْهَدْيُ، وَلَوْ لَمْ أَسْقِ الْهَدْيَ لَأَخْلَلْتُ)) قَالَ: ((فَخُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ)) قَالَ: فَأَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلَّتِهِمْ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، وَأَرَادُوا التَّوَجُّهَ إِلَى مَنَى أَهْلُوا بِالْحَجِّ، قَالَ: فَكَانَ الْهَدْيُ عَلَى مَنْ وَجَدَ، وَالصِّيَامُ عَلَى مَنْ لَمْ يَجِدْ وَأَشْرَكَ بَيْنَهُمْ فِي هَدْيِهِمْ، الْحَزْزُورُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةُ بَيْنَ سَبْعَةٍ وَكَانَ طَوَافُهُمْ بِالْبَيْتِ وَسَعْيُهُمْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِهِمْ وَعُمْرَتِهِمْ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ۱۵۰۰۶)

والوں کے لئے بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی تھی۔

فوائد: صرف عمرہ کا تلبیہ کہنے والے صحابہ بھی موجود تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ سارے لوگ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، اس کو اکثریت پر یا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے علم پر محمول کیا جائے گا۔ اس معاملے میں صحابہ کی کل تین قسمیں تھیں: کسی نے حج اور عمرے دونوں کا، کسی نے صرف حج کا اور کسی نے صرف عمرے کا تلبیہ کہا تھا۔ حج قرآن کرنے والے مکہ مکرمہ پہنچ کر طوافِ قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں اور پھر (۱۰) ذوالحجہ کو صرف طوافِ افاضہ کرتے ہیں، اس طرح ان کی طوافِ قدوم کے بعد والی سعی اور طوافِ افاضہ ان کو حج اور عمرہ دونوں سے کفایت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حج کی نیت کو عمرہ کی نیت میں تبدیل کر دینا درست ہے۔

(۴۴۱۲) عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ قَالَ: فَأَخْرَمْنَا بِالْحَجِّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ: ((اجْعَلُوا حَجَّكُمْ عُمْرَةً)) قَالَ: فَقَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ أَخْرَمْنَا بِالْحَجِّ، فَكَيْفَ نَجْعَلُهَا عُمْرَةً؟ قَالَ: ((انْظُرُوا مَا أَمْرُكُمْ بِهِ، فافْعَلُوا، فَرَدُّوا عَلَيْهِ الْقَوْلَ فَغَضِبَ، ثُمَّ انْطَلَقَ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ غَضْبَانَ فَرَأَتْ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَتْ: مَنْ أَغْضَبَكَ أَغْضَبَهُ اللَّهُ؟ قَالَ: ((وَمَا لِي لَا أَغْضَبُ وَأَنَا أَمْرٌ فَلَا أُتْبَعُ)) (مسند احمد: ۱۸۷۲۲)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ حج کیلئے روانہ ہوئے، ہم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دو۔“ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے تو حج کا احرام باندھا تھا، اب ہم اسے عمرہ کا احرام کیسے قرار دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں، اس پر غور کرو اور اسے سرانجام دو۔“ لیکن لوگوں نے پھر وہی بات دوہرائی، آپ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور غصہ کی حالت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، جب انہوں نے آپ ﷺ کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے تو کہا: آپ ﷺ کو کس نے ناراض کر دیا، اللہ اس پر ناراض ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں ناراض کیوں نہ ہوں، بات یہ ہے کہ میں کوئی حکم دیتا ہوں اور میری پیروی نہیں کی جاتی۔“

(۴۴۱۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَرْبَعِ مَضِينَ مِنْ ذِي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، آپ ﷺ میرے ہاں

(۴۴۱۲) تخریج: اسنادہ ضعیف، سماع ابی بکر بن عیاش من ابی اسحاق السبعمی لیس بذاک القوی،

ثم ان ابا اسحاق لم یصرح بسماعه من البراء۔ - أخرجه ابن ماجه: ۲۹۸۲ (انظر: ۱۸۵۲۳)

(۴۴۱۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۵۴۲۵)

الْحِجَّةَ، فَدَخَلَ عَلَى وَهُوَ غَضَبَانٌ،
فَقُلْتُ: مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ أَذْخَلَهُ
اللَّهُ النَّارَ. فَقَالَ: ((وَمَا شَعَرْتُ أَنِّي أَمَرْتُ
النَّاسَ بِأَمْرِ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ.)) (قَالَ
الْحَكَمُ: كَأَنَّهُمْ، أَحْسِبُ) وَلَوْ أَنِّي
اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُفِّتُ
الْهَدْيَ مَعِيَ حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَجِلُّ كَمَا
أَحْلُوا.)) قَالَ رَوْحٌ: يَتَرَدَّدُونَ فِيهِ، (قَالَ
الْحَكَمُ: كَأَنَّهُمْ هَابُوا أَحْسِبُ). - (مسند

فوائد: قارئین کرام! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اس امت میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کا سب سے زیادہ حق ادا کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے، اس حقیقت کی غمازی کرنے والی اُن گنت مثالیں موجود ہیں۔ تو پھر مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ کے حکم پر ان کے متردد ہونے کا کیا معنی و مفہوم ہے، کچھ دوسری احادیث میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے سفر میں روزہ توڑ دیا تھا، لیکن بعض صحابہ تردد میں پڑ گئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے اُن پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کی مجبوری کو مد نظر رکھ کر محض ان کو رخصت دی ہے، جبکہ اُن کا نظریہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اس عمل کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں اور وہ اس رخصت کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے۔ پھر جب آپ ﷺ مسئلے کی پوری وضاحت کرتے کہ یہ صرف رخصت والی بات نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کا حکم ہے، تو وہ آپ ﷺ کی اطاعت کے تمام تقاضے پورے کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جن صحابہ کو حج کے موقع پر عمرہ ادا نیگی کے بعد احرام کھولنے میں تردد ہوا تھا، وہی بعد میں اسی حج تمتع کا فتویٰ دما کرتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے، اس لئے وہ لوگ مہینوں میں تقدیم و تاخیر کرتے اور محرم کو صفر قرار دیتے اور وہ کہا کرتے تھے: جب سفر کی وجہ سے اونٹوں کو آئے ہوئے زخم درست ہو جائیں، راستوں سے قافلوں کی

(٤٤١٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانُوا يَرَوْنَ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْمَجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفْرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ، وَعَمَّا الْأَثَرِ، وَأَنْسَلَخَ صَفَرٌ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنْ

(٤٤١٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٦٤، ٣٨٣٢، ومسلم: ١٢٤٠ (انظر: ٢٢٧٤)

اعْتَمَرَ۔ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لَصَبِيحَةٍ (وَفِي رَوَايَةٍ لَصُبْحٍ) رَابِعَةٍ مُهْلَتَيْنِ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((الْحِلُّ كُلُّهُ)) (مسند احمد: ۲۲۷۴)

آمدورفت کے نشانات مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ کرنا حلال ہوگا۔ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ چار ذوالحجہ کو حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ اسے حج کی بجائے عمرہ کا احرام قرار دیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ لیکن انہوں نے تو اس بات کو بہت بڑا خیال کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کون سا حلال ہونا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مکمل طور پر حلال ہونا۔“

فوائد: دورِ جاہلیت کے لوگ اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے حرمت والے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کر لیتے تھے، اس کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ سال کو تیرہ مہینوں کا تصور کر لیتے ہوئے صفر کو سال کا اور اشہر الحج کا آخری مہینہ قرار دیتے تھے، اس طرح حج کے بعد حج کے مہینوں کے چالیس پچاس دن فوج جاتے تھے اور اتنے عرصے میں اونٹوں کے زخم مندمل ہو جاتے تھے۔ ان الفاظ کی مزید شرح حدیث نمبر (۴۱۰۶) میں گزر چکی ہے۔ دورِ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے ان کے اس نظریے کو رد کر دیا اور سال کے بارہ مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کو جائز قرار دیا، حرمت والا مہینہ ہو یا کوئی اور۔

(۴۱۵) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَصُبْحٍ رَابِعَةٍ مُهْلَتَيْنِ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَذْيُ، قَالَ: فَلَيْسَتْ الْقُمْصُ وَسَطَعَتِ الْمَجَامِرُ وَنُكِحَتْ النِّسَاءُ۔ (مسند احمد: ۲۶۴۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، لوگ حج کا تلبیہ پکار رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ قرار دیں اور جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور ہیں، وہ اپنے احرام ہی میں رہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: چنانچہ قیصیں پہن لی گئیں، خوشبوئیں مہک اٹھیں اور بیویوں سے جماعت کی گئی۔

(۴۱۶) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هَذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي فَلْيَحِلِّ الْحِلَّ كُلَّهُ، فَقَدْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہم اس عمرہ کا فائدہ اٹھا رہے ہیں، جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ مکمل طور پر حلال ہو جائیں، قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے، (یعنی قیامت تک حج

(۴۱۵) تخریج: انظر الحديث السابق (انظر: ۲۶۴۱)

(۴۱۶) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۴۱ (انظر: ۳۱۷۲)

يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسند احمد: ۳۱۷۲) کے مہینوں میں عمرہ کیا جاسکتا ہے۔“

(۴۴۱۷) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ قَدِمَ حَاجًّا وَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ انْقَضَتْ حَجَّتُهُ، وَصَارَتْ عُمْرَةً كَذَلِكَ سُنَّةُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ ﷺ. (مسند احمد: ۲۲۲۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو لوگ حج کے ارادہ سے آئے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر چکے ہیں، ان کا حج پورا ہو گیا اور ان کا یہ عمل عمرہ بن گیا ہے، یہی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی سنت ہے۔

فوائد: دراصل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ حج افراد کرنے والا طواف نہ کرے، وگرنہ اس کو حج نفع کرنا پڑے گا، جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا، یہاں وہ اسی رائے کو بیان کر رہے ہیں۔ لیکن جمہور اہل علم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔

(۴۴۱۸) عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ! أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ مَا حَجَّ رَجُلٌ لَمْ يَسْقِ الْهَدْيَ مَعَهُ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ إِلَّا حَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمَا طَافَ بِهَا حَاجٌّ قَدْ سَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ إِلَّا اجْتَمَعَتْ لَهُ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ، وَالنَّاسُ لَا يَقُولُونَ هَذَا؟ فَقَالَ: وَيْنَحَكَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ وَمَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ لَا يَذْكُرُونَ إِلَّا الْحَجَّ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَيَحِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّمَا هُوَ الْحَجُّ، فَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّهُ لَيْسَ بِالْحَجِّ وَلَكِنَّهَا عُمْرَةٌ)). (مسند احمد: ۲۳۶۰)

مولائے ابن عباس جناب کریم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو العباس! آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ جو آدمی حج کی نیت سے آئے اور قربانی کا جانور اس کے ہمراہ نہ ہو، تو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے عمرہ مکمل کر کے حلال ہو جائے اور جس کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو اس کا حج اور عمرہ جمع ہو جائے گا، جبکہ دوسرے لوگوں کی رائے اس طرح نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: تجھ پر افسوس! بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تشریف لائے اور صحابہ حج کا تلبیہ پکار رہے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ بیت اللہ کا طواف کر کے عمرہ کے بعد حلال ہو جائیں، بعض لوگ کہنے لگے: اللہ کے رسول! ہم نے تو حج کا ارادہ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ حج نہیں ہے، بلکہ یہ تو عمرہ ہے۔“

(۴۴۱۷) تخریج: عبد اللہ بن میمون الرقی شیخ احمد لم یذکروہ بجرح ولا تعدیل، وباقی رجالہ ثقات۔ أخرجه الطبرانی: ۱۱۴۸۳ (انظر: ۲۲۲۳)

(۴۴۱۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۴، ۳۸۳۲، ومسلم: ۱۲۳۹، ۱۲۴۰ (انظر: ۲۳۶۰)

بنو حنیم کے ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ابو العباس! یہ آپ کا کیسا فتویٰ لوگوں میں مشہور ہوا ہے کہ جو آدمی بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، وہ حلال ہو جاتا ہے؟ انھوں نے کہا: تمہارے نبی کی یہی سنت ہے، خواہ تم لوگ اسے پسند نہ کرو۔ ہم نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ جس کے ہمراہ قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ (عمرہ کر کے) حلال ہو جائے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! حج افراد کیا کرو اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات کو چھوڑ دو۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواباً کہا: آپ اس بارے میں اپنی والدہ سے کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ پس انھوں نے ان کی خدمت میں ایک آدمی کو بھیج کر مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات صحیح ہے، کیونکہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے ارادہ سے چلے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا اور ہم نے اسے عمرہ میں تبدیل کر لیا تھا، اس کے بعد ہمارے لئے (احرام کی وجہ سے ممنوع ہو جانے والی) ہر حلال چیز حلال ہو گئی، یہاں تک کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان سے خوشبوئیں مہک اٹھیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم حج کا تبلیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے، لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے عمرہ قرار دیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو خیال مجھے بعد میں آیا ہے، اگر

(۴۴۱۹) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْهَجْمِ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ! مَا هَذَا الْفَتْيَا الَّتِي تَفْتَشُ بِالنَّاسِ، أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ، فَقَدْ حَلَ؟ فَقَالَ: سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ وَإِنْ رَغِمَتْ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ بَعْدَ قَوْلِهِ: وَإِنْ رَغِمَتْ) قَالَ: هَمَّامٌ: يَغْنَى مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي. (مسند احمد: ۲۵۱۳)

(۴۴۲۰) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَفَرِدُوا الْحَجَّ وَدَعُوا قَوْلَ هَذَا، يَغْنَى ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا تَسْأَلُ أُمَّكَ عَنْ هَذَا؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حُجَّاجًا فَأَمَرْنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً فَحَلَّ لَنَا الْحَلَالُ حَتَّى سَطَعَتِ الْمَجَامِرُ بَيْنَ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ. (مسند احمد: ۲۷۴۵۶)

(۴۴۲۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَقَالَ: ((لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ

(۴۴۱۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۴۴ (انظر: ۲۵۱۳)

(۴۴۲۰) تخریج: حدیث حسن، وهذا اسنادہ ضعیف - أخرجه مسلم: ۱۲۳۸ مثله (انظر: ۲۶۹۱۷)

(۴۴۲۱) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد فیہ جہالة - أخرجه ابو یعلی: ۴۳۴۵، والبطرانی فی

”الوسط“: ۱۰۷۳ (انظر: ۱۳۸۱۳)

پہلے آ جاتا تو میں بھی اس کو عمرہ بنا دیتا، لیکن میں اپنے ہمراہ قربانی کا جانور لایا ہوں اور میں نے حج و عمرہ کو جمع کر رکھا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے، لیکن جب ہم نے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے عمرہ قرار دو، البتہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں، وہ احرام نہیں کھول سکتے۔“ چنانچہ ہم نے اسے عمرہ بنالیا اور ہم حلال ہو گئے، جب آٹھ ذوالحجہ ہوئی تو ہم نے (ازسرنو) حج کا تلبیہ پکارا اور منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے ارادہ سے آئے، لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو انھوں نے اسے عمرہ بنالیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو خیال مجھے بعد میں آیا ہے، اگر یہ پہلے آ جاتا تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسے ان لوگوں نے کیا ہے، لیکن اب بات یہ ہے کہ قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔“ ساتھ ہی آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا، (یعنی اب حج کے دنوں میں عمرہ کیا جاسکتا ہے)، چنانچہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، ان کے علاوہ باقی سب لوگ حلال ہو گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”تم نے تلبیہ کیسے پکارا؟“ انہوں نے کہا: میں نے وہی احرام باندھا ہے، جو آپ نے باندھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ قربانی کا جانور ہے؟ انہوں نے کہا: جی

لَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً وَلَكِنِّي سَفَتُ الْهُدَى وَفَرَنْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔ (مسند احمد: ۱۳۸۴۹)

(۴۴۲۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا حَتَّى إِذَا طُفْنَا بِالْبَيْتِ، قَالَ: ((اجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهُدَى)) قَالَ: فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً فَحَلَلْنَا، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ صَرَخْنَا بِالْحَجِّ، وَانْطَلَقْنَا إِلَى مَنَى۔ (مسند احمد: ۱۱۰۲۷)

(۴۴۲۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حُجَّاجًا فَأَمَرَهُمْ، فَحَعَلُوهَا عُمْرَةً، ثُمَّ قَالَ: ((لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَذْبَرْتُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلُوا، وَلَكِنْ دَخَلْتُ الْعُمْرَةَ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ثُمَّ أَنْشَبَ أَصَابِعَهُ بَعْضُهَا فِي بَعْضٍ، فَحَلَّ النَّاسُ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي، وَقَدِمَ عَلَيَّ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بِمَ أَهْلَلْتَ؟)) قَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهْلَلْتَ بِهِ، قَالَ: فَهَلْ مَعَكَ هَذِي؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَوْقِمْ كَمَا أَنْتَ، وَلَكَ ثُلُثُ هَذِي، قَالَ: وَكَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِائَةٌ بَدَنَةٍ۔ (مسند احمد: ۲۲۸۷)

(۴۴۲۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۴۷ (انظر: ۱۱۰۱۴)

(۴۴۲۳) تخریج: حسن لغيره - أخرجه الترمذی: ۹۳۲، (انظر: ۲۲۸۷)

نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم احرام کی حالت میں ہی رہو اور میرے قربانیوں کا ایک تہائی حصہ تمہارے لیے ہے۔“ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سوانٹ تھے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہمارا خیال صرف یہ تھا کہ ہم حج کرنے کے لیے جا رہے ہیں، لیکن جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو یہ اعلان کیا گیا: تم میں سے جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ عمرہ کے بعد حلال ہو جائیں اور جن کے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں، وہ احرام کی حالت میں رہیں۔ پس جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، ان کے علاوہ باقی سب لوگ عمرہ کر کے حلال ہو گئے، نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سوانٹ تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے،.....

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور اس کا تبلیہ پکارا، صرف نبی کریم ﷺ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے، ان کے ہمراہ بھی قربانی کا جانور تھا۔ انہوں نے (احرام باندھتے وقت یوں) کہا تھا: میں رسول اللہ ﷺ والا احرام باندھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے تبلیہ یا احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دیں

(۴۴۲۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَحْسِبُ إِلَّا أَنَّنَا حُجَّاجًا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ نُودِيَ فِينَا: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَذِي فَلْيَحْلِلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلْيَقُمْ عَلَى إِحْرَامِهِ، قَالَ: فَأَحْلَلِ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ إِلَّا مَنْ كَانَ سَاقَ الْهَذْيِ، قَالَ: وَبَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ، وَمَعَهُ مَائَةٌ بَدَنِيَّةٌ، وَقَدِمَ عَلَيَّ مِنَ الْيَمَنِ،.....
الْحَدِيثُ۔ (مسند احمد: ۱۵۰۰۷)

(۴۴۲۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَنْحَوِرُ۔ (مسند احمد: ۴۸۲۲)

(۴۴۲۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَهْلًا وَأَصْحَابَهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ هَذِي إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ وَطَلْحَةُ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَذْيُ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَّلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ

(۴۴۲۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۵۷، ۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۳۶۷، وأخرجه مسلم: ۱۲۱۳،

۱۲۱۶، ۲۶۴۸ مرفوعاً (انظر: ۱۴۹۴۴)

(۴۴۲۵) تخریج: إسناده صحيح على شرط مسلم - أخرجه بنحوه وباختصار البخاری: ۴۳۵۳،

۴۳۵۴، ومسلم: ۱۲۳۲ (انظر: ۴۸۲۲)

(۴۴۲۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۷۲۳۰، وأخرجه مسلم: ۱۲۱۳ بقصة عائشة منه

فقط (انظر: ۱۴۲۷۹)

اور بیت اللہ کا طواف اور سعی کے بعد بال کنوا کر حلال ہو جائیں، البتہ جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں، وہ حلال نہیں ہو سکتے۔ لیکن لوگ کہنے لگے: کیا ہم منیٰ کی طرف اس حال میں جائیں گے کہ ہماری شرم گاہوں سے منیٰ کے قطرات ٹپکتے ہوں گے؟ جب ان کی یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو خیال مجھے اب آیا ہے، اگر یہ پہلے آ یا ہوتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔“ اسی سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا تھا، لیکن انہوں نے تمام مناسک ادا کئے تھے، صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور جب وہ حیض سے پاک ہو گئی تھیں تب طواف کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگ، حج اور عمرہ دو عبادتیں کر کے جارہے ہیں اور میں صرف حج کر کے؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تعیم تک جائیں (اور ان کو عمرہ کروا کر لائیں) چنانچہ سیدہ نے حج کے بعد ذوالحجہ میں ہی عمرہ کیا تھا۔ سیدنا سراقہ بن مالک بن جحشم رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے حجرۃ عقبہ کے قریب ملاقات ہوئی، جبکہ آپ ﷺ اس وقت رمی کر رہے تھے، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! (کیا حج کے دنوں میں عمرہ کرنا) صرف آپ کے ساتھ اسی سال کیلئے مخصوص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی نہیں، بلکہ یہ حکم ہمیشہ کیلئے ہے۔“

فوائد: سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کچھ دوسرے صحابہ کے پاس بھی ہدی کے جانور تھے، جیسا کہ اگلی حدیث سے پتہ چل رہا ہے، سیدنا جابر اپنے علم کے مطابق بات کر رہے ہیں۔

[illegible]

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا تَذْكُرُوا إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا سَرِفَ، طَمِئْتُ، فَذَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكَ؟)) قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَخْرُجِ النَّعَامَ، قَالَ: ((لَعَلَّكَ نَفْسُ؟)) يَغْنَى حِضْبُ. قَالَتْ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالنِّبْتِ حَتَّى تَطْهُرِي.)) فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لِأَصْحَابِهِ: ((اجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَحَلَّ النَّاسُ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي.)) وَكَانَ الْهَذِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَذَوِي الْيَسَارَةِ، قَالَتْ: ثُمَّ رَاحُوا مُهْلِينَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهَرْتُ، فَأَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَقْضْتُ يَغْنَى طِفْتُ، قَالَتْ: فَأَتَيْنَا بِلَحْمٍ بَقَرٍ فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَبَحَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرِ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَتْ نَيْلَةُ الْحَضْبَةِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَرْجِعُ النَّاسُ بِحِجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحِجَّةٍ، فَأَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلَى جَمَلِهِ، قَالَتْ: فَإِنِّي لَا ذِكْرَ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنِّي أَنْعَسُ فَتَضَرَّبُ وَجْهِي مُوْخِرَةُ الرَّحْلِ، حَتَّى جَاءَ بِي التَّنْعِيمُ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ جَزَاءَ لِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا. (مسند احمد:

رہے تھے، جب ہم سرف کے مقام پر پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی، جب آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم کیوں رو رہی ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”کاش! میں اس سال حج کے لئے نہ آتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”گلتا ہے کہ تمہیں حیض آ گیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر یہ چیز لکھ دی ہے، تم وہ تمام مناسک ادا کرو جو حاجی لوگ ادا کریں، البتہ تم اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک حیض سے پاک نہ ہو جاؤ۔“ جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”تم ان مناسک کو عمرہ بنا لو، جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، وہ سب حلال ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، اور دیگر صاحب استطاعت لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ سیدہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: یہ لوگ بعد میں حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ میں دس ذوالحجہ کو حیض سے پاک ہوئی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تا کہ میں طوافِ افاضہ کراؤں۔ پھر ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو بتانے والوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔ پھر جب حصہ کی رات تھی (اور لوگ مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے موقع پر وادیِ حصہ میں ٹھہرے) تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ حج اور عمرہ کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے واپس ہو رہی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے بھائی سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا کر (عمرہ کرا کر لائے)، مجھے خوب یاد ہے میں نوعمر تھی اور جب مجھے اٹکھ آ جاتی تو میرا چہرہ پالان کی بچھلی لکڑی کو

(۲۶۸۷۵)

جا لگتا تھا، بہر حال میرے بھائی مجھے تنہا لے گئے، اور میں نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا، یہ اس عمرہ کے عوض تھا جو لوگ کر چکے تھے۔

سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینا، کیا یہ حکم صرف ہمارے لئے خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ صرف ہمارے لیے خاص ہے۔“

(۴۴۲۸) عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَسَخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةٌ أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةٍ؟ قَالَ: ((بَلْ لَنَا خَاصَّةٌ.)) (مسند احمد: ۱۵۹۴۷)

(دوسری سند) سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر کے حج تمتع کر لینے کی اجازت ہمارے لیے خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی نہیں، یہ صرف ہمارے لیے خاص ہے۔“

(۴۴۲۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ مُنْعَةَ الْحَجِّ، لَنَا خَاصَّةٌ أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةٍ؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ لَنَا خَاصَّةٌ.)) (مسند احمد: ۱۵۹۴۸)

مَتَى يُحْرَمُ الْمُتَمَتِّعُ بِالْحَجِّ وَمَتَى يَتَوَجَّهُ النَّاسُ إِلَى مِنًى وَمَقْدَارُ مَكُثِهِمْ بِهَا وَأَوَّلُ صَلَاةٍ صَلَّيْتُ بِهَا
اس امر کا بیان کہ حج تمتع کرنے والا کس وقت احرام باندھے، لوگ کس وقت منیٰ کو روانہ ہوں، وہاں کتنا عرصہ ٹھہریں اور منیٰ میں جا کر پہلے کوئی نماز پڑھی جائے؟

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! مجھ سے مناسک کی تعلیم حاصل کرو۔“ پس لوگ حلال ہو گئے، یہاں تک کہ جب ترویہ والا دن آ گیا اور انھوں نے منیٰ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو حج کا تلبیہ کہا۔

(۴۴۳۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَا فَخْذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ)) قَالَ: فَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلْيَتِهِمْ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَأَرَادُوا التَّوَجُّعَ إِلَى

(۴۴۲۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لجهالة حال الحارث بن بلال۔ أخرجه ابوداود: ۱۸۰۸، وابن ماجه: ۲۹۸۴، والنسائی: ۱۷۹/۵ (انظر: ۱۵۸۵۳)
(۴۴۲۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول
(۴۴۳۰) تخریج: حديث صحيح - أخرجه الطيالسي: ۱۶۷۶ (انظر: ۱۴۹۴۳)

مِنَى أَهْلُوا بِالْحَجِّ - (مسند احمد: ۱۵۰۰۶)

فوائد: آٹھ ذوالحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں، ”تَرْوِيَّةٌ“ باب ”رَوَى يَرْوِي“ کا مصدر ہے، اس کا معنی سیراب کرنا ہے، چونکہ حجاج کرام آٹھ تاریخ کو آئندہ کے لیے پانی لے لیتے ہیں اور سیرابی کا سامان کر لیتے، اس لیے اس کو ترویہ والا دن کہتے ہیں۔ یہ اس دور کی بات ہے، جس میں کنویں اور چشمے نہیں تھے، اب چونکہ ہر مقام پر وافر مقدار میں پانی موجود ہوتا ہے، اس لیے لوگ اپنے ساتھ پانی اٹھانے یا اس کا اہتمام کرنے سے مستغنی ہو گئے ہیں۔

(۴۴۳۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّى سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَقُولُونَ: رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ نَظَرِيَّةً يَوْمَ التَّرْوِيَةِ الطَّهَرُ - تَرْوِيَّةٌ وَالْهِيَ دُنْ مَنَى فِي مَنَى نَظَرِيَّةً يَوْمَ التَّرْوِيَةِ الطَّهَرُ -

(مسند احمد: ۲۳۰۶)

(۴۴۳۲) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ إِذَا اسْتَطَاعَ أَنْ يُصَلِّيَ الطَّهَرُ بِمَنَى مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الطَّهَرُ

بِمَنَى - (مسند احمد: ۶۱۳۱)

(۴۴۳۳) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ آتَيْنِ صَلَّي الطَّهَرُ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمَنَى، وَأَيْنِ صَلَّي الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفَرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِفْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أَمْرَاؤُكَ -

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ کو یاد ہے تو مجھے بتلائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے پھر کہا: آپ ﷺ نے حج کے بعد واپس جاتے ہوئے عصر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح وادی میں۔ اس کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: تم اسی طرح کیا کرو، جیسے تمہارے حکمران کرتے ہیں۔

(مسند احمد: ۱۱۹۹۸)

فوائد: مکہ اور منیٰ کے درمیان وادی ابطح واقع ہے، اس کو بطحاء، محصب اور معزز بھی کہتے ہیں۔ جب سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے عبدالعزیز کے لیے دو مسکوں کی وضاحت کی تو ان کو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ممکن ہے کہ یہ آدمی ان سنتوں پر

(۴۴۳۱) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه بنحوه ابوداود: ۱۹۱۱، والترمذی: ۸۸۰، وابن ماجه:

۳۰۰۴ (انظر: ۲۳۰۶)

(۴۴۳۲) تخریج: صحیح لغیرہ (انظر: ۶۱۳۱)

(۴۴۳۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۵۳، ۱۷۶۳، ومسلم: ۱۳۰۹ (انظر: ۱۱۹۷۵)

عمل کرنے کا حریص ہو، لیکن ممکن ہے کہ اس کے امراء اس چیز کی پابندی نہ کرتے ہوں، اس لیے انھوں نے وضاحت کر دی کہ اس قسم کے مسائل میں حکمرانوں کا حکم تسلیم کر لینا چاہیے، تاکہ فتنہ برپا نہ ہو جائے۔

(۴۴۳۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّى سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سِرْمًا مِنْ مَرُومٍ هِيَ كَهَيْئَةِ كَرِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنْىَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ - (مسند) نے منیٰ میں پانچ نمازیں ادا کی تھیں۔ (احمد: ۲۷۰۰)

فوائد:..... یعنی آٹھ ذوالحجہ کی ظہر سے نو ذوالحجہ کی فجر تک۔

(۴۴۳۵) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سِرْمًا مِنْ مَرُومٍ هِيَ كَهَيْئَةِ كَرِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَنْىَ وَصَلَّى الْعِدَّةَ يَوْمَ عَرَفَةَ بِهَا - (مسند احمد: ۲۷۰۱) نماز فجر منیٰ میں ادا کی۔

فوائد:..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کیں، پھر آپ ﷺ طلوع آفتاب تک وہیں ٹھہرے رہے اور سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام آٹھ ذوالحجہ کو نماز ظہر سے پہلے منیٰ میں پہنچ جائیں اور نو ذوالحجہ کی نماز فجر ادا کر کے طلوع آفتاب تک وہیں قیام کریں، پھر سورج کے طلوع ہونے کے بعد عرفہ کے لیے روانہ ہو جائیں۔

الْمَسِيرُ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَفَةَ وَالْوُقُوفُ بِهَا وَالِدَفْعُ مِنْهَا

منیٰ سے عرفہ کے لیے روانگی، عرفہ میں وقوف اور وہاں سے واپسی کے ابواب

وَقْتُ الْمَسِيرِ مِنْ مَنَى وَالنُّزُولُ بِوَادِي نَمْرَةٍ وَوَقْتُ الْقِيَامِ إِلَى الْمُوقِفِ بِعَرَفَةَ

منیٰ سے روانگی کا وقت، وادی نمرہ میں نزول اور عرفہ میں وقوف کے وقت کا بیان

(۴۴۳۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَدَا سَيِّدُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سِرْمًا مِنْ مَرُومٍ هِيَ كَهَيْئَةِ كَرِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنْ مَنَى حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ فِي صَبِيْحَةِ يَوْمٍ عَرَفَةَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمْرَةٍ وَهِيَ مَنَزِلُ الْإِمَامِ الَّذِي كَانَ يَنْزِلُ بِهِ

(۴۴۳۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری - أخرجه الدارمی: ۱۸۷۱، وابن خزيمة: ۲۷۹۹، والطبرانی: ۱۲۱۲۶ (انظر: ۲۷۰۰)

(۴۴۳۵) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه بنحوه ابو داود: ۱۹۱۱، والترمذی: ۸۸۰، وابن ماجه: ۳۰۰۴ (انظر: ۲۷۰۱)

(۴۴۳۶) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه ابو داود: ۱۹۱۳ (انظر: ۶۱۳۰)

بِعَرَفَةَ حَتَّىٰ إِذَا كَانَ عِنْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ، رَاحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ رَاحَ فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ۔ (مسند احمد: ۶۱۳۰)

ہیں، جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ ﷺ دوپہر کے وقت آئے اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں، اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا، بعد ازاں آپ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کی جگہ پر وقوف کیا۔

فوائد: عرفات کے پاس ایک مقام کا نام وادی نمرہ ہے، یہ وادی عرفات کا حصہ نہیں ہے، زوال کے بعد آپ ﷺ وادی عُرْنہ میں تشریف لائے اور وہاں ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں اور خطبہ ارشاد فرمایا، جمہور اہل علم کے نزدیک وادی عُرْنہ بھی عرفات کا حصہ نہیں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرفہ میں وقوف کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، کیونکہ اس وقت سے پہلے تو آپ ﷺ وادی نمرہ میں رہے۔ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، لیکن امام احمد زوال سے پہلے بھی وقوف کی اجازت دیتے ہیں، مؤخر الذکر قول راجح معلوم ہوتا ہے، مزید حدیث نمبر (۴۴۳۲) دیکھیں۔

(۴۴۳۷) عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِعَرَفَةَ وَادِي نَمْرَةَ، فَلَمَّا قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ آيَةً سَاعَةً كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَرُوحُ فِي هَذَا الْيَوْمِ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ ذَلِكَ رُحْنَا، فَأَرْسَلَ الْحَجَّاجُ رَجُلًا يَنْظُرُ أَيَّ سَاعَةٍ يَرُوحُ، فَلَمَّا أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يَرُوحَ قَالَ: أَزَاغَتِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا: لَمْ تَزِغِ الشَّمْسُ، قَالَ: أَزَاغَتِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا: لَمْ تَزِغْ، فَلَمَّا قَالُوا: قَدْ زَاغَتْ، إِرْتَحَلَ۔ (مسند احمد: ۴۷۸۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں وادی نمرہ میں ٹھہرا کرتے تھے، جب حجاج نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس دن کس وقت یہاں سے روانہ ہوتے تھے؟ انھوں نے کہا: جب وہ وقت ہوگا تو ہم چل پڑیں گے، حجاج نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ وہ خیال رکھے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کس وقت روانہ ہوتے ہیں، پس جب انھوں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو پوچھا: آیا سورج ڈھل چکا ہے؟ لوگوں نے بتلایا: جی نہیں، ابھی تک نہیں ڈھلا، پھر کچھ دیر بعد انھوں نے پوچھا: کیا سورج ڈھل چکا ہے، لوگوں نے کہا: جی نہیں ڈھلا، جب لوگوں نے یہ بتلایا کہ سورج ڈھل گیا ہے تو وہ چل پڑے۔

فوائد: حجاج کرام نو ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہوں گے، وہاں پہنچ کر

(۴۴۳۷) تخريج: اسنادہ ضعیف، سعید بن حسان الحجازی لم یرو عنه الا ابراهيم بن نافع و نافع بن عمر الجمحي، ولم يؤثر توثيقه عن احد غير ان ابن حبان ذكره في الثقات - أخرجه ابوداود: ۱۹۱۴، وابن ماجه. ۶ (انظر: ۴۷۸۲)

وقوف کریں گے اور زوال آفتاب کے بعد ظہر کے پہلے وقت میں ظہر و عصر کی قصر نمازیں جمع کر کے ادا کریں، پھر خطبہ سنیں اور پھر غروب آفتاب تک وقوف جاری رکھیں اور غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائیں، نماز مغرب مزدلفہ میں نمازِ عشاء کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ ابن منذر نے کہا: اس بات پر اہل علم کا اجماع اور اتفاق ہے کہ امام اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کریں گے۔ یہ حقیقت تو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفات میں ظہر و عصر کی قصر نمازیں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا کیں، آپ ﷺ کے ساتھ اہل مکہ بھی حج کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کو جمع بین الصلواتین اور قصر کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، اس سے ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، جو کوئی حد بندی کیے بغیر مطلق سفر کو قصر کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں احناف نے عجیب قسم کے رویے اختیار کر رکھے ہیں، عرفات میں ان کی طرف سے درج ذیل مختلف باتیں سنائی دیتے ہیں:

- ۱۔ جو آدمی امام کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں ادا کرے گا، وہ قصر اور جمع کرے گا، وگرنہ پوری نماز پڑھی جائے گی اور اپنے اپنے وقت پر ادا کی جائے گی۔
- ۲۔ جو آدمی مسجد میں نماز پڑھے گا، وہ جمع اور قصر کرے گا، وگرنہ ہر نماز اس کے وقت پر پوری پڑھنا پڑے گی۔
- ۳۔ آپ ﷺ اور صحابہ نے سفر کی وجہ سے جمع اور قصر کیا تھا، چونکہ ہم لوگ عرفات میں مقیم ہیں، اس لیے ہم نہ جمع کریں گے اور نہ قصر۔

قصر اور جمع کے لیے امام یا مسجد یا منفرد یا غیر مسجد کی قید لگا کر فرق کرنا اتنی غیر معقول بات ہے کہ ممکن ہے یہ عقدہ کسی کو سمجھایا ہی نہ جاسکے، یہ بات تو تسلیم کر لی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے باجماعت نماز ادا کی اور قصر اور جمع کا اہتمام کیا، لیکن اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ جو جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، وہ نہ قصر کر سکتا ہے اور نہ اس کو جمع کرنے کا حق حاصل ہے۔ مسجد کا چونکہ اُس عہد میں وجود ہی نہ تھا، اس لیے اس کو بنیاد بنا کر جمع اور قصر میں فرق کرنا بھی خود ساختہ سی بات لگتی ہے۔ رہا معاملہ آخری بات کا تو گزارش ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے اپنے سابق شہر میں پہنچ کر عرفات میں جمع اور قصر کرتے ہیں، لیکن پاکستان اور دوسرے ممالک سے جانے والے جب ایک دن یا نصف دن کے لیے عرفات میں قیام کے لیے جاتے ہیں تو یہ مقیم بن جاتے ہیں۔ سبحان اللہ!

اس سے حیران کن بات یہ ہے کہ جب اسی دن کی شام کو مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کر کے ادا کی جاتی ہیں، تو اس وقت یہ لوگ سارے نقطے بھول جاتے ہیں، نہ تو مزدلفہ میں اجتماعی جماعت ہوتی ہے، نہ وہاں کوئی مسجد ہے، اس پر مستزاد یہ کہ مسافت بھی کم ہو جاتی ہے، کیونکہ مزدلفہ، عرفات کی بہ نسبت مکہ مکرمہ کے قریب ہے۔

التَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ فِي الْمَسِيرِ إِلَى عَرَفَةَ

عرفہ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنے کا بیان

محمد بن ابی بکر ثقفی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس وقت یہ سوال کیا، جب وہ دونوں عرفہ کی طرف جا رہے تھے: تم لوگ عرفہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دن کو کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم میں سے کوئی تلبیہ پکارتا جاتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کیا جاتا اور کوئی تکبیر پکارتا جاتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کیا جاتا تھا۔

(۴۴۳۸) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُمَا غَادِيَانِ إِلَى عَرَفَةَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ يَعْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: كُنَّا يُهْلُ الْمُهْلُ مِنَّا، فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا وَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. (مسند

احمد: ۱۳۵۵۵)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات کو روانہ ہوئے تو ہم میں سے کوئی تکبیر کہنے والا ہوتا تھا اور کوئی تلبیہ پکارنے والا۔

(۴۴۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدْ غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَرَفَاتٍ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُتَلَبِّي. (مسند احمد: ۴۴۵۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم عرفہ کی صبح کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہم میں کوئی تکبیر کہنے والا تھا اور کوئی تلبیہ پکارنے والا تھا، تاہم ہم تو تکبیریں کہہ رہے تھے۔ عبد اللہ بن ابی سلمہ نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے کہا: تم پر بڑا تعجب ہے، تم نے (سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ) سے یہ کیوں نہیں پوچھا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کیا کچھ کیا تھا؟

(۴۴۴۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَبِيحَةَ عَرَفَةَ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهْلُ، أَمَا نَحْنُ نُكَبِّرُ، قَالَ: قُلْتُ: الْعَجَبُ لَكُمْ، كَيْفَ لَمْ تَسْأَلُوهُ كَيْفَ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ (مسند احمد: ۴۸۵۰)

فوائد: اگرچہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر درس ذوالحجہ کو حجرہ عقبہ کو نکلیاں مارنے تک تلبیہ ”لَبَّيْكَ،

اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ.....“ کا حکم جاری رہتا ہے، لیکن بیچ میں تکبیر و تہلیل جیسے دوسرے اذکار بھی کیے جاسکتے ہیں۔

(۴۴۳۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۹۷۰، ۱۶۵۹، ومسلم: ۱۲۸۵ (انظر: ۱۳۵۲۱)

(۴۴۳۹) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۸۴ (انظر: ۴۴۵۸)

(۴۴۴۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۸۴ (انظر: ۴۸۵۰)

وُجُوبُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَوَقْتُهُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ

وقوفِ عرفہ کے واجب ہونے اور اس کے وقت اور عرفہ کے سارے مقام کا جائے وقوف ہونے کا بیان (۴۴۴۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْمَرَ الدَّيْلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ وَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ((الْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَأَيَّامُ مِنَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ثُمَّ أَرْدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَصَارَ يُنَادِي بِهِنَّ - (مسند احمد: ۱۸۹۸۱)

سیدنا عبدالرحمن بن یعمر دیلی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے، میں بھی وہاں موجود تھا، اسی دوران نجد کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ کا نام ہے، جو آدمی مزدلفہ والی رات کو نماز فجر سے پہلے پہلے عرفہ پہنچ جائے، اس کا حج مکمل ہے اور حج کے بعد منیٰ میں تین دن گزارنے ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (جو آدمی جلدی کرتے ہوئے دو دنوں کے بعد چلا جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی ٹھہرا رہے (اور تین دن پورے کرے) اس پر بھی کوئی حرج نہیں)۔ اس کے بعد آپ نے ایک آدمی کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کیا، وہ ان مسائل کو پکار پکار کر بیان کرتا جا رہا تھا۔

فوائد: یعنی حج کا بزار کن عرفہ کا وقوف ہے، اس کے رہ جانے سے حج فوت ہو جائے گا۔ امام شوکانی نے کہا: اس کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ عرفہ کی سرزمین کے کسی حصے میں اس وقت میں لمحہ بھر کا وقوف کفایت کرے گا۔ مزید وضاحت اگلی حدیث میں ہوگی۔

(۴۴۴۲) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مِصْرٍ بْنِ أَوْسٍ بَنِي حَارِثَةَ بْنِ لَاحِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَجَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يُذْرِكِ النَّاسَ إِلَّا لَيْلًا

سیدنا عروہ بن مضر بن اوس بن حارثہ بن لامی سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حج کیا، وہ رات کو پہنچا تھا، اس وقت لوگ مزدلفہ میں تھے، وہ عرفات چلا گیا، پھر وہاں سے واپس

(۴۴۴۱) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه النسائي: ۵ / ۲۵۶، وابن ماجه: ۳۰۱۵، والترمذی: ۸۸۹، ۸۹۰ (انظر: ۱۸۷۷۴)

(۴۴۴۲) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه الترمذی: ۸۹۱، والنسائي: ۵ / ۲۶۳، وابن ماجه: ۳۰۱۶ (انظر: ۱۶۲۰۹)

وَهُوَ بِجَمْعٍ، فَأَنْطَلَقَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَأَفَاضَ مِنْهَا، ثُمَّ رَجَعَ فَأَتَى جَمْعًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَعْبَتْ نَفْسِي وَأَنْصَبْتُ رَاحِلَتِي، فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى مَعَنَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِجَمْعٍ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتَّى يُفِيضَ وَقَدْ أَفَاضَ قَبْلَ ذَلِكَ مِنْ عَرَفَاتٍ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضَى نَفْسَهُ)) (مسند احمد: ۱۶۳۱۰)

مزدلفہ آگیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو خوب مشقت میں ڈالا ہے، کیا میرا حج ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے ساتھ مزدلفہ میں نماز فجر پڑھی اور پھر ہماری روانگی تک یہیں وقوف کیا اور اس سے قبل وہ دن یا رات کے کسی حصہ میں عرفات سے ہوا یا ہو تو اس کا حج مکمل ہے اور اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی ہے۔“

فوائد:..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نو ذوالحجہ کا دن اور اس کے بعد آنے والی رات، اس دورانیے میں کسی وقت بھی عرفات میں وقوف کیا جاسکتا ہے، لیکن جب آپ ﷺ منیٰ سے عرفات میں پہنچے تو آپ ﷺ نے زوال تک وادی نمرہ میں قیام کیا، پھر آپ ﷺ وادی عرہ میں تشریف لائے، وہاں خطبہ ارشاد فرمایا اور جمع تقدیم کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں، بعد ازاں عرہ میں تشریف لا کر وقوف شروع کیا۔ ذہن نشین رہے کہ نمرہ اور عرہ کی وادیاں عرہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اب ایک طرف آپ ﷺ کا قول عام ہے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وقوف کیا جاسکتا ہے، لیکن دوسری طرف آپ ﷺ کا فعل خاص ہے کہ آپ ﷺ نے زوال کے بعد وقوف عرہ شروع کیا۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے آپ ﷺ کے فعل کی روشنی میں قول کو خاص کر دیا ہے، جبکہ امام احمد نے قولی حدیث کے عموم کو باقی رکھا ہے، یعنی ان کے نزدیک زوال سے پہلے بھی وقوف ہو سکتا ہے۔ امام احمد کا قول رائج معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا کسی عام کے بعض افراد پر عمل کر لینا اور دوسروں کی نفی نہ کرنا، اس سے تخصیص لازم نہیں آتی۔ اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی ہے مشہور بات یہ ہے کہ ”تَقْتُ“ سے مراد وہ چیز ہے جو حرم حلال ہوتے وقت سر کے بال کاٹنے یا مونڈنے، زیر ناف بال صاف کرنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور دوسرے امور فطرت کو سرانجام دینے کی صورت میں کرتا ہے، ویسے ایک لحاظ سے اس میں قربانیاں کرنا اور حج کے تمام مناسک ادا کرنا بھی آجاتا ہے، کیونکہ ان مناسک کے بعد ہی ”تَقْتُ“ کے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں۔ ”تَقْتُ“ کے اصل معانی میل کچیل کے ہیں۔ دراصل اس جملے سے مزدلفہ اور عرفات کے وقوف کی اہمیت کو ثابت کیا جا رہا ہے۔

(۴۴۴۳) (مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِجَمْعٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْتَبْتُمْ هَذَا؟ (دوسری سند) سیدنا عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا، جبکہ آپ ﷺ

جِئْتُكَ مِنْ جَبَلِي طَيْسٍ أَتَعَبْتُ الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ۱۶۳۰۹)
مزدلفہ میں تھے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں طی کے دو پہاڑوں سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں اور میں نے اپنے آپ کو تھکا دیا ہے.....“

فوائد: پہلے یہ ترتیب بیان کی جا چکی ہے کہ حجاج کرام نو ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے روانہ ہو جائیں گے اور عرفات پہنچ کر غروب آفتاب تک وقوف کریں، سورج کے اچھی طرح غروب ہوتے کے بعد مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور یہاں مغرب وعشاء کو جمع کر کے اور نماز فجر کو اس کے پہلے وقت میں ادا کریں گے۔ لیکن اگر کوئی آدمی اس وقت تک عرفات میں پہنچ ہی نہ سکے تو وہ رات کا کچھ حصہ وقوف کر کے مزدلفہ پہنچ کر نماز فجر ادا کرے۔

(۴۴۴۴) عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ مُرْدِفٌ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ)) (مسند احمد: ۶۱۳)
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا اور اس وقت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جائے وقوف ہے اور سارا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔“

فوائد: یعنی جس طرح وہ جگہ موقوف ہے، جہاں آپ ﷺ ٹھہرے ہوئے تھے، اسی طرح سارا عرفہ موقوف ہے۔

(۴۴۴۵) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عَرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجٍ مَنَى مَنَحَرٍ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ-)) (مسند احمد: ۱۶۸۷۲)
سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سارا میدان عرفات وقوف کی جگہ ہے، البتہ تم وادیٰ عرنہ سے ہٹ کر رہو، اسی طرح سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے اور تم وادیٰ محسر سے دور رہو اور منیٰ کے تمام راستے قربانی کی جگہ ہیں اور تشریق کے تمام ایام قربانی کے دن ہیں۔“

فوائد: منیٰ اور عرفہ کے درمیان وادیٰ عرنہ اور منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان وادیٰ محسّر واقع ہے۔ چونکہ وادیٰ عرنہ عرفہ کا اور وادیٰ محسّر مزدلفہ کا حصہ نہیں ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے دورانِ وقوف ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، حدیث نمبر (۴۴۸۵) میں یہ بات آ رہی ہے کہ وادیٰ محسّر منیٰ کا حصہ ہے، بہر حال اس میں قیام کرنا منع ہے۔ وادیٰ محسّر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابرہہ کا ہاتھی اس وادی میں آ کر تھک گیا، اس پر ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کو

(۴۴۴۴) تخریج: حدیث حسن - أخرجه ابو داود: ۱۹۲۲، ۱۹۳۵، والتر مذی: ۸۸۵ (انظر: ۶۱۳)

(۴۴۴۵) تخریج: حدیث صحیح لغیرہ - أخرجه البزار: ۱۱۲۶، وابن حبان: ۳۸۵۴، والبیہقی: ۹/۲۹۵ (انظر: ۱۶۷۵۱)

حسرت ہوئی، جبکہ مُحَسِّر کا معانی حسرت میں ڈالنے والا ہے۔ ایک پتھر کی پھینک تک اس وادی کا احاطہ ہے۔ حدیث کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ (۱۳) ذوالحجہ کے دن غروبِ آفتاب تک قربانی کی جاسکتی ہے۔

(۴۴۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو (يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: أَتَانَا ابْنُ مَرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَحْنُ فِي مَكَانٍ مِنَ الْمَوْقِفِ بَعِيدٍ، فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ إِلَيْكُمْ، يَقُولُ: ((كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ)) لِمَكَانٍ تَبَاعَدَهُ عَمْرُو۔ (مسند احمد: ۱۷۳۶۵)

یزید بن شیبان کہتے ہیں: سیدنا ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ ہم موقف سے دور ایک مقام میں تھے، اور انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ”تم اپنی اسی جگہ پر ٹھہرے رہو، تم ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہی ہو۔“ یہ فرمان اس جگہ کے بارے میں تھا، جس کو عمرو دور سمجھ رہے تھے۔

نوٹ:..... ابن مربع انصاری کا نام یزید ہے ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

(۴۴۴۷) عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَضَلَلْتُ بَعِيرًا لِي بِعَرَفَةَ فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ وَاقِفٌ، قُلْتُ: هَذَا مِنَ الْحُمْسِ، مَا شَأْنُهُ هَاهُنَا۔ (مسند احمد: ۱۶۸۵۷)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: عرفہ میں میرا اونٹ گم ہو گیا تھا، میں اسے تلاش کر رہا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عرفہ میں دُوقف کیے ہوئے دیکھا اور کہا: یہ تو قریشی ہیں، ان کا یہاں کیا کام ہے؟

فوائد:..... قاضی عیاض نے کہا: یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کسی حج کا ہے، اس وقت سیدنا جبیر کافر تھے اور فتح مکہ یا غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے، ان کو اس سے تعجب ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ تو قریشی ہیں اور عرفات میں دُوقف کر رہے ہیں۔ اگلے باب کی پہلی حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ دورِ جاہلیت میں قریشی لوگ دُوقف عرفہ ترک کر کے مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے اور کہتے تھے: ہم لوگ ”حُمس“ ہیں، اس لیے ہم حرم سے نہیں نکلیں گے اور باقی سارے لوگ عرفہ میں پہنچ کر دُوقف کرتے تھے۔ ”حُمس“، ”تَحْمُس“ سے ماخوذ ہے، جس کے معانی تشدد اور مذہب میں سخت اور پکے ہونے کے ہیں، اس سے مراد قریشی اور وہ قبائل ہیں، جنہوں نے اُن کی طرح تشدد اختیار کیا ہوا تھا۔

(۴۴۴۶) اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابو داود: ۱۹۱۹، والترمذی: ۸۸۳، والنسائی: ۵/ ۲۵۵ (انظر: ۱۷۲۳۳)

(۴۴۴۷) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۶۶۴، ومسلم: ۱۲۲۰ (انظر: ۱۶۷۳۷)

عرفہ کا وقوف حج کا سب سے مشہور رکن ہے، اس کے رہ جانے سے حج فوت ہو جائے گا۔
اس دن کا وقوف کیسے کیا جائے؟ اس کا بیان اگلے باب میں آ رہا ہے۔

الْوُقُوفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ وَالْخُطْبَةُ بِهَا وَالِدُعَاءُ

عرفہ میں سواری پر وقوف کرنے اور وہاں خطبہ دینے اور دعا کرنے کا بیان

(۴۴۴۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَنْزَلَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَوَاقِفٌ عَلَى بَعِيرٍ لَهُ بِعَرَفَاتٍ مَعَ لِنَاسٍ حَتَّى يَذْفَعَ مَعَهُمْ مِنْهَا تَوْفِيقًا مِنَ اللَّهِ لَهُ. (مسند احمد: ۱۶۸۷۹)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبل از بعثت لوگوں کے ساتھ عرفات میں دیکھا کہ آپ ﷺ وہاں وقوف کر رہے تھے، یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لوگوں کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔

فوائد: نبی کریم ﷺ نے نزول وحی سے قبل بھی اپنی قوم کی عادت کی مخالفت کی اور عام لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا، پھر جب دین اسلام کا نزول ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح عرفہ سے واپس لوٹیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ میں یہی حکم دیا جا رہا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا عرفات میں جانا اور وہاں سواری پر وقوف کرنا بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص توفیق حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی عمل پر برقرار رکھنا تھا، بہر حال جتے الوداع کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے سواری پر وقوف کیا اور یہی عمل ہمارے لیے حجت ہے۔

(۴۴۴۹) عَنْ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَنَاهُذُ لَوَقَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، قَالَ: فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاهُ الْأَرْضَ حَتَّى آتَى جَمْعًا. (مسند احمد: ۱۹۶۹۴)

سیدنا شریذ بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عرفات میں وقوف کیا، مزدلفہ آنے تک آپ ﷺ کے قدم مبارک زمین کو نہ لگے تھے، (یعنی آپ سواری پر سوار تھے)۔

(۴۴۵۰) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ بَيْبِطٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُهُ يَخْطُبُ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلَى بَعِيرِهِ (وَفِي لَفْظٍ:)

سیدنا بیط بن سہیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن اونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا

(۴۴۴۸) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه ابن خزيمة: ۳۰۵۷، والحاكم: ۱/ ۴۶۴، والطبرانی في الكبير: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸ (انظر: ۱۶۷۵۷)

(۴۴۴۹) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه ابوداود (انظر: ۱۹۴۶۵)

(۴۴۵۰) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد مضطرب - أخرجه ابن ماجه: ۱۲۸۶، والنسائي: ۵/ ۲۵۳ (انظر: ۱۸۷۲۱)

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ۔ (مسند احمد: ۱۸۹۲۸)
تھا، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن بعد از زوال ایک سرخ اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیتے دیکھا تھا۔

فوائد: ”عَشِيَّة“ کا اطلاق زوال سے غروب آفتاب کے وقت تک ہوتا ہے۔ سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ خطبہ (ظہر کی) نماز سے پہلے دیا تھا، صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

(۴۴۵۱) عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ حَدَّثَنِي نُبَيْطُ بْنُ شَرِبِطٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، إِذْ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلَى عَجْرِ الرَّاحِلَةِ، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى عَاتِقِ أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟)) قَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ؟ قَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ أَحْرَمُ؟)) قَالُوا: هَذَا الْبَلَدُ، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ أَحْرَمُ؟)) قَالُوا: هَذَا الشَّهْرُ، قَالَ: ((إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ)) (مسند احمد: ۱۸۹۲۹)
سیدنا نبیط بن شریط کہتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے والد کے ہمراہ سواری پر سوار تھا کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ شروع فرمادیا، میں سواری کے پچھلے حصہ پر کھڑا ہو گیا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے والد کے کندھے پر رکھ لیا، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”کون سادن زیادہ حرمت والا ہے؟“ لوگوں نے کہا: آج کا دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سا شہر زیادہ حرمت والا ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”یہ شہر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سا مہینہ زیادہ حرمت والا ہے؟“ لوگوں نے کہا: یہ مہینہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے خون اور مال ایک دوسرے پر اسی طرح احترام اور حرمت ہیں، جیسے آج کے دن کی، اس مہینے اور اس شہر میں حرمت ہے، لوگو! کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟“ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! گواہ ہو جاؤ، اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔“

فوائد: ”اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔“ یعنی اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ لوگ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ میں (محمد ﷺ) نے ان تک تیرا پیغام پہنچا دیا اور تیرا گواہ ہو جانا ہی کافی ہے۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا یہ سب سے پہلا اور آخری بڑا اجتماع تھا، اس اجتماع کے موقع پر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا مقصد پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا، جبکہ یہ آپ ﷺ کی بعثت دالی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا، غور کریں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ حرمت والے دن میں، سب سے زیادہ حرمت والے شہر میں اور

سب سے زیادہ حرمت والے مہینے میں خطاب کر رہے ہیں، حرمات پر حرماتیں سوار ہو رہی ہیں، لیکن تعلیم کس چیز کی دی جا رہی ہے کہ دوسرے انسان کی جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا۔ کاش! امت مسلمہ اس راز کو سمجھ جاتی اور انسانیت کی قدر و منزلت کے تقاضے پورے کرنا شروع کر دیتی۔ حضرات! وہ تقاضے کیا ہیں؟ یقیناً یہ اتنا طویل موضوع تو نہیں ہے، لیکن اس کو سمجھنے کے لیے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جس بہت بڑے شرعی مزاج کی ضرورت ہے، اس کا اس زمانے میں شدید فقدان ہے۔ اپنی ذاتوں سمیت جتنے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑا، ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آیا جو احترامِ مسلمان کے تقاضے پورے کر رہا ہو، ہر شخص نے اپنی زندگی کے لیے چند ایک ناقص سی عبادات کا تعین کر رکھا ہے، جن کی بنا پر وہ اتنا کامل مسلمان بن گیا ہے کہ دوسرے ہر مسلمان کو ناقص سمجھتا ہے۔ برائے مہربانی! ان گزارشات کو مفروضہ جات مت سمجھیں، یہ حقائق ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہمارے مزاجوں کے اندر ان کو تسلیم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اس موقع ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجباتِ اسلام پر عمل کرنا آسان ہے، لیکن حقوقِ العباد کی ادائیگی بہت مشکل ہے، الا یہ کہ مزاج کو شریعت کی روشنی سے متور کر لیا جائے۔ سیاسی دھڑوں، مذہبی متعصب اور غیر منصف گروہوں، خاندانی رقابتوں، ذاتیات کے بھوتوں اور قدیم دشمنیوں اور کینوں کی وجہ ہم نے اسلام کی ٹنڈ منڈی شکل کو کامل اسلام سمجھ لیا ہے، آپ خود غور کریں کہ ایک آدمی والدین کا بھی نامرمان ہو، اپنی اولاد کے اسلامی حقوق بھی ادا نہ کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بے نماز بھی ہو، انصاف سے بتائیں کہ ایسے بندے سے اسلام کی کون سی شق پورے کرنے کی امید کی جاسکتی ہے، جبکہ محتاط اندازے کے مطابق ہمارے معاشرے کے (۹۳) فی صد لوگ ان جرائم میں مبتلا ہیں۔ آس مقام پر ہم صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: ایک آدمی اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے ساتھ نمازِ عید ادا کر کے واپس آ رہا تھا، راستے میں رشتہ دار سیاسی مخالفوں کی عید گاہ پڑتی تھی، اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ جب وہ لوگ اپنے مخالفوں کی عید گاہ کے قریب پہنچے تو وہ بھی فارغ ہو کر باہر آنا شروع ہو گئے، اس آدمی نے اپنے بزرگ سے کہا کہ ان لوگوں سے اب ٹاکرا تو ہو گیا ہے، اس لیے عید کی مناسبت سے ان کو مل لینا چاہیے، لیکن وہ جھٹ سے بولا: ہم کوئی بے غیرت ہیں؟ جبکہ وہ بزرگ حاجی صاحب بھی، حفظِ قرآن کی صفت سے بھی متصف تھے اور نمازوں کے بھی بڑے پابند تھے اور ان کو کافی سارا مذہبی بھی سمجھا جاتا تھا، لیکن خوشی کے موقع پر کسی مسلمان سے ملاقات کر لینا ان کے نزدیک بے غیرتی تھا۔ کئی آیات اور ان گنت احادیث، جو ان لوگوں سے ملاقات کر لینے کا تقاضا کرتی تھیں، ان کا کیا بنے گا۔ لوگو! اپنی اصلاح کی طرف آؤ اور بزمِ خود اپنے آپ کو بہت کچھ نہ سمجھ بیٹھو۔

(۴۴۵۲) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ الْأَشْجَعِيِّ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ نُبَيْطٍ الْأَشْجَعِيَّ كَتَبَ إِلَى مِيرِ بْنِ بَابِ بْنِ كَرِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ أَنَّ أَبَاهُ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رِذْفًا خَلْفَ أَبِيهِ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ! پر سوار تھے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ابا جان! آپ مجھے نبی

کریم ﷺ تو دکھا دیں، انہوں نے کہا: پالان کا آسرالے کر کھڑے ہو جاؤ۔ جب میں پالان کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا، تو میرے والد نے کہا: وہ سرخ اونٹ پر ہاتھ میں چھڑی لئے جو شخصیت اشارہ کر رہی ہے (اور لوگوں سے ہم کلام ہے)، اس کو دیکھو، وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

أَرْنَى النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: قُمْ فَخُذْ بِوَاسِطَةِ الرَّحْلِ، قَالَ: فَقُمْتُ، فَأَخَذْتُ بِوَاسِطَةِ الرَّحْلِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلَى صَاحِبِ الْأَخْمَرِ الَّذِي يُؤْمِي بِيَدِهِ، فَبِيَدِهِ الْقَضِيبُ۔ (مسند احمد: ۱۸۹۳۱)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا اور آپ ﷺ نے یوں دعا کی کہ آپ کی ہتھیلیوں کی پشت چہرے کی طرف تھی اور آپ ﷺ نے ہاتھوں کو یوں بلند کیا ہوا تھا کہ وہ پستان والی جگہ سے ذرا اوپر اور کندھوں سے ذرا نیچے تھے۔

(۴۴۵۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَةَ فَجَعَلَ يَدْعُو هَكَذَا، وَجَعَلَ ظَهْرَ كَفِّهِ مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ، وَرَفَعَهُمَا فَوْقَ تَنْدُوتَيْهِ، وَأَسْفَلَ مِنْ مَنْكَبَيْهِ۔ (مسند احمد: ۱۱۸۲۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے زیادہ تر یہ دعا پڑھی: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔"

(۴۴۵۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) (مسند احمد: ۶۹۶۱)

فوائد:..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔))..... "سب سے افضل کلمہ جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے عرفہ کی شام کو پڑھا یہ ہے: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔" (نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہی اور ساری تعریف اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

(الطبرانی: ۲/۱۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتَقَ اللَّهُ فِيهِ

(۴۴۵۳) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف بشر بن حرب الازدی۔ أخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۱۷۷ / ۲ (انظر: ۱۱۸۰۶)

(۴۴۵۴) تخریج: حسن لغیرہ۔ أخرجه الترمذی: ۳۵۸۵ بلفظ: خير الدعاء دعاء يوم عرفه، وخير ما قلت أنا والنبيون من قبلي: لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير۔ (انظر: ۶۹۶۱)

... ”عرفہ کے دن کی بہ نسبت کوئی ایسا دن نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ زیادہ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہو، وہ قریب ہوتا ہے اور پھر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)

صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی طویل حدیث میں ہے: (ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد) آپ ﷺ سوار ہوئے اور جائے وقوف میں پہنچ گئے اور وہاں اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی قصواء اونٹنی کا پیٹ (جبل رحمت کے نیچے پڑی ہوئی) چٹانوں کی طرف تھا اور لوگوں کا مجمع آپ ﷺ کے سامنے تھا، آپ ﷺ وہاں قبلہ رخ ہوئے اور غروب آفتاب تک اسی طرح کھڑے رہے۔ احادیث نمبر (۴۳۶۵، ۴۳۶۶) سے ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ وقوف عرفہ کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ وقوف عرفات کے سلسلے میں آپ ﷺ کی تمام سنتوں کا پاس و لحاظ رکھیں، مثلاً: امام کا خطبہ سننا اور اس کے ساتھ باجماعت ظہر وعصر ادا کرنا، اگر مرکزی جماعت نہ مل سکے تو اپنے اپنے خیموں میں ان دو نمازوں کو اسی طریقے کے مطابق ادا کرنا، قبلہ رخ ہو کر وقوف کرنا، کثرت سے مخصوص اذکار کرنا، دوسرے اذکار بھی کیے جاسکتے ہیں، گفتگو اور لمبا چوڑا کھانے پینے میں وقت ضائع نہ کرنا۔ غور کریں کہ آپ ﷺ نے ظہر وعصر سے فارغ ہو کر غروب آفتاب تک مسلسل قبلہ رخ ہو کر وقوف کیا، جبکہ آپ ﷺ سوار تھے۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ والے دن جمعہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے جمعہ ادا نہیں کیا، بلکہ نماز ظہر ادا کی تھی۔

وَقْتُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى مُزْدَلِفَةَ وَالنَّزُولُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانگی کا وقت اور عرفہ اور مزدلفہ کے درمیان اترنے کا بیان

(۴۴۵۵) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، قَالَ: فَلَمَّا وَقَعَتِ الشَّمْسُ، دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا سَمِعَ حَطَمَةَ النَّاسِ خَلْفَهُ، قَالَ: ((رَوَيْدَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِضَاعِ)) قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا التَّحَمَّ عَلَيْهِ النَّاسُ أَعْتَقَ، وَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً، نَصَّ، (وَفِي لَفْظٍ: وَالنَّصُّ سِيدُنَا إِسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سЕ رَوَايَتٍ هے، وه كهتے هیں: ميں عرفه كے دن پچھلے پهر رسول الله ﷺ كے همراه سواری پر سوار تھا، جب سورج غروب هوا تو رسول الله ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ نے لوگوں كا رش ديكا اور شور سنا تو فرمایا: ”لوگو! آرام سے چلو، سكون كو لازم پكڑو، تيز چلنا اور مشقت اٹھانا كوئی ٹيكی نهیں۔“ سيدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب لوگوں كا هجوم هوا جاتا تو رسول الله ﷺ آهسته چلتے اور جب راسته خالی هوتا تو ذرا تيز چلتے، ”عَنَقَ“ كى به نسبت ”نَصَّ“ ميں زياده تيزى هوتى هے، (يهاں تك كه جب آپ

اس گھاٹی سے گزرے جس کے متعلق اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس میں نماز ادا کی تھی، دوسری روایت میں ہے: جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں امراء اور خلفاء اترتے ہیں تو آپ ﷺ نے وہاں اتر کر پیشاب کیا، راوی نے ”أَهْرَاقَ“ کے الفاظ نہیں کہے، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن لے کر آیا، آپ ﷺ نے وضو کیا۔ پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز آگے جا کر ادا کریں گے۔“ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس وقت نماز نہ پڑھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ جا کر اترے اور آپ نے وہاں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کیا۔

فوائد:..... یہ گھاٹی مزدلفہ کے قریب ہے، آپ ﷺ نے وہاں اونٹ بٹھا کر پیشاب کیا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ خلفاء اس گھاٹی میں نماز مغرب پڑھتے تھے۔ اس سے مراد بنو امیہ کے خلفاء اور امراء ہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے موافقت نہیں کی تھی اور جناب عکرمہ نے ان پر انکار کیا تھا اور حافظ ابن حجر نے ان خلفاء کے اس عمل کو خلاف سنت قرار دیا، سنت یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کر کے مزدلفہ میں ادا کیا جائے۔

قریب نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جس شام یعنی عرفہ کے دن شام کو جب تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس گھاٹی پر پہنچے جہاں لوگ اتر کر مغرب کی نماز کے لئے ٹھہرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے وہاں اپنی اونٹنی کو بٹھا کر پیشاب کیا، راوی نے ”أَهْرَاقَ“ کے الفاظ نہیں کہے، اس کے بعد وضو کا پانی منگوا کر مختصر سا وضو کیا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نماز، آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز آگے جا کر پڑھیں گے۔“ اس کے بعد آپ سوار ہو کر روانہ

فَوْقَ الْعِنَقِ حَتَّى مَرَّ بِالشَّعْبِ الَّذِي يَزْعُمُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَنَّهُ صَلَّى فِيهِ، (وَفِي لَفْظٍ: فَأَتَى النَّقْبَ الَّذِي يَنْزِلُ الْأَمْرَاءُ وَالْخُلَفَاءُ) فَنَزَلَ بِهِ قَبَالَ، مَا يَقُولُ: أَهْرَاقَ الْمَاءَ كَمَا يَقُولُونَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قُلْتُ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)) قَالَ: فَكَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَا صَلَّيْتُ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَنَزَلَ بِهَا، فَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ۔ (مسند احمد: ۲۲۱۰۳)

(۴۴۵۶) عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمْ عَشِيَّةَ رَدَفَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: جِئْنَا الشَّعْبَ الَّذِي يُنْبِغُ فِيهِ النَّاسُ لِلْمَغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاقَتَهُ ثُمَّ بَالَ مَاءً، وَمَا قَالَ: أَهْرَاقَ الْمَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ، فَتَوَضَّأَ وَضُوءَ لَيْسَ بِالْبَالِغِ جِدًّا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! الصَّلَاةُ، قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)) قَالَ:

(۴۴۵۶) تخريج: أخرجه بنحوه تاما ومقطعا البخاری: ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۶۶۹، ۱۶۸۶، ومسلم:

۱۲۸۰ (انظر: ۲۱۷۴۲)

ہوئے اور مزدلفہ جا پہنچے۔ آپ نے وہاں مغرب کی نماز ادا کی، بعد ازاں لوگوں نے اپنی اپنی جگہ اونٹوں کو بٹھایا، لیکن ابھی تک انہوں نے سواریوں سے سامان نہیں کھولے تھے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کھڑی کر دی، یہ نماز ادا کر کے لوگوں نے سواریوں سے سامان اتارے، کریب نے پوچھا: آپ لوگوں نے صبح کیا کیا کچھ کیا تھا؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس مرحلے میں آپ کے ساتھ سوار ہوئے تھے اور میں پہلے جانے والے قریشیوں کے ساتھ پیدل چلا گیا تھا۔

فوائد: صحیح بخاری میں اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ((فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ مَنَزَلَهُ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا)) آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے اور اچھی طرح وضو کیا، پھر نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی، پس آپ ﷺ نماز مغرب ادا کی، پھر ہر آدمی نے اپنی جگہ پر اپنا اونٹ بٹھایا، اتنے میں پھر اقامت کہہ دی گئی، پس آپ ﷺ نے عشا کی نماز پڑھی اور ان دو نمازوں کے درمیان کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھی۔

انس بن سیرین کہتے ہیں: میں عرفات میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، جب روانگی کا وقت ہوا تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا، جب امام آیا تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں، پھر انہوں نے امام کے ساتھ توقف کیا، میں اور میرے دوسرے احباب بھی ساتھ تھے، جب امام غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہوا تو ہم بھی ان کے ہمراہ چل پڑے، حتیٰ کہ جب ہم ”مُزْمِ“ نامی دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستے میں پہنچ گئے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری کو بٹھا دیا، یہ دیکھ کر ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں، ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ نماز ادا کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان کے جس غلام نے ان کی سواری کی رسی پکڑی ہوئی تھی، اس نے بتلایا کہ وہ یہاں نماز ادا نہیں کرنا

فَرَكِبَ حَتَّى قَدِمَ الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا حَتَّى أَقَامَ الْعِشَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ حَلَّ النَّاسُ ، قَالَ: فَقُلْتُ: كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصَبَحْتُمْ؟ قَالَ: رَدَفَهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ ، وَأَنْطَلَقْتُ أَنَا فِي سَبَاقِ قُرَيْشٍ عَلَى رَجُلَى - (مسند احمد: ۲۲۰۸۵)

(۴۴۵۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا كَانَ حِينَ رَاحَ رُحْتُ مَعَهُ ، أَتَى الْإِمَامَ فَصَلَّى مَعَهُ الْأُولَى وَانْعَصَرَ ، ثُمَّ وَقَفَ مَعَهُ وَأَنَا وَأَصْحَابُ لِي حَتَّى أَقَاضَ الْإِمَامُ فَأَفْضَنَا مَعَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الْمَضِيقِ دُونَ الْمَازِمِينَ فَأَنَاخَ وَأَنْخَنَا وَنَحْنُ نَحْسَبُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُصَلِّيَ ، فَقَالَ عَلَامُهُ الَّذِي يُمَسِّكُ رَاحِلَتَهُ: إِنَّهُ لَيْسَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ ، وَلَكِنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا انْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَكَانِ قَضَى حَاجَتَهُ ، فَهُوَ يُجِبُ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ - (مسند احمد: ۶۱۵۱)

چاہتے، ان کے اترنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ بات یاد آئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اس مقام پر پہنچے تھے تو آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی تھی، اب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔

فوائد: عرفات اور مزدلفہ کے درمیان دو پہاڑ ہیں، ہر ایک کو ”مأزم“ کہتے ہیں، ان کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے، یہ فقہاء اور محدثین کا خیال ہے، اہل لغت کہتے ہیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان تنگ جگہ کو ”مأزم“ کہتے ہیں، جبکہ جوہری نے یہ قول نقل کیا ہے کہ لڑائی کی جگہ کو ”مأزم“ کہتے ہیں، اسی سے اس جگہ کا نام ہی ”مأزمین“ رکھ دیا گیا جو عرفہ اور مزدلفہ کے درمیان ہے۔

(۴۴۵۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: فَلَمَّا وَقَفْنَا بِعَرَفَةَ، قَالَ: فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ كَانَ قَدْ أَصَابَ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَكَلِمَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ كَانَتْ أَسْرَعَ أَوْ إِفَاضَةُ عُثْمَانَ، قَالَ: فَأَوْضَعَ النَّاسُ، وَلَمْ يَزِدْ ابْنُ مَسْعُودٍ عَلَى الْعَنَقِ، حَتَّى أَتَيْنَا جَمْعًا فَصَلَّى بِنَا ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ دَعَا بِعِشَاءِهِ ثُمَّ تَعَشَى، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ رَقَدَ حَتَّى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ، قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: مَا كُنْتَ تُصَلِّي الصَّلَاةَ هَذِهِ السَّاعَةَ، قَالَ: وَكَانَ يُسْفِرُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَهَذَا الْمَكَانِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ۔ (مسند احمد: ۳۸۹۳)

عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج ادا کیا، جب ہم نے عرفہ میں وقوف کیا اور سورج غروب ہو گیا تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر امیر المؤمنین ابھی روانہ ہو جائیں تو یہ روانگی سنت کے مطابق ہوگی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات پہلے ہوئی یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی پہلے شروع ہوئی، لوگوں نے تو بہت تیز چلنا شروع کر دیا، لیکن سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفتار ہلکی تیز رہی، یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، بعد ازاں انہوں نے کھانا منگو کر کھایا، اس کے بعد عشاء کی اقامت ہوئی اور انہوں نے یہ نماز پڑھائی، پھر وہ سو گئے، جب صبح صادق ہوئی تو اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آپ تو صبح کی نماز اس وقت یعنی اس قدر سویرے ادا نہیں کیا کرتے؟ وہ صبح کی نماز روشنی ہونے پر ادا کیا کرتے تھے، انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن اس مقام پر اسی وقت میں نماز فجر ادا کرتے دیکھا ہے۔

(۴۴۵۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَدْلَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبَطْحَاءِ لَيْلَةَ النَّفَرِ إِدْلَاجًا. (مسند احمد: ۲۴۹۹۸) (کیا)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روانگی والی رات بطحاء سے کافی اندھیرا کیا (پھر سفر شروع کیا)۔

فوائد:..... ”رات کے شروع“ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ واقعی رات کے داخل ہو جانے کے بعد عرفہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے ہوئے آپ ﷺ وادی بطحاء میں چلے۔

وادی بطحاء سے (نہ کہ وادی بطحاء میں) آپ ﷺ اندھیرا چھا جانے کے بعد چلے ہیں حدیث میں لیلۃ النفر (کوچ کرنے کی رات) سے تیرہ ذوالحج کی بعد والی رات مراد ہے جب آپ مدینہ واپس آنے کے لیے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔

حدیث سے مقصود عرفہ سے مزدلفہ کے لیے کوچ کرنے کی بات اگرچہ صاحب بلوغ الامانی نے بھی لکھی ہے اور اس کو سامنے رکھ کر انہوں نے زیر مطالعہ باب کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے تفصیل ابن ماجہ کی شرح انجامز الحجۃ اور بخاری و مسلم کی مفصل روایات میں دیکھیں۔ (عبد اللہ رفیق)

(۴۴۶۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ يَنْزِلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ عَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ إِلَّا لِيَهْرِيقَ الْمَاءَ. (مسند احمد: ۲۴۶۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان صرف پیشاب کرنے کے لئے اترے تھے۔

(۴۴۶۱) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ أَسَمَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ رَذَفَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَدَخَلَ الشَّعْبَ فَنَزَلَ فَأَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَرَكِبَ وَلَمْ يُصَلِّ. (مسند احمد: ۲۲۶۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، جب آپ ﷺ گھائی میں داخل ہوئے تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا، اس کے بعد وضو کر کے دوبارہ سوار ہو کر چل پڑے اور وہاں نماز ادا نہیں کی۔

(۴۴۶۲) عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، فَبَلَّغْنَا الشَّعْبَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبْنَا حَتَّى جِئْنَا

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم گھائی میں پہنچے تو آپ نے وہاں اتر کر پیشاب کیا اور وضو کیا

(۴۴۵۹) تخریج: اسنادہ قوی۔ أخرجه ابن ماجه: ۳۰۶۸، وأخرجه مطولا البخاری: ۱۵۶۱، ۱۷۶۲، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۴۹۹۳)

(۴۴۶۰) تخریج: حسن لغیرہ (انظر: ۲۴۶۴)

(۴۴۶۱) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۴۶۲) تخریج: اسنادہ صحیح (انظر: ۱۸۰۰)

الْمُزْدَلِفَةَ۔ (مسند احمد: ۱۸۰۰) اس کے بعد ہم پھر سوار ہو کر چل پڑے اور مزدلفہ پہنچ گئے۔

فوائد:..... عرفہ سے مزدلفہ تک آپ ﷺ کے رفیق سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور مزدلفہ سے منیٰ تک سیدنا فضل رضی اللہ عنہ تھے، یہ ممکن ہے کہ ”ہم پھر سوار ہوئے“ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد ان کی اپنی ذات نہ ہو۔ ان احادیث سے درج ذیل احکام ثابت ہوئے: غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہونا چاہیے۔ سکون اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیے، جلد بازی اور کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا چاہیے، اگر کوئی کھلی جگہ مل جائے تو قدرے تیزی سے چل لینا چاہیے۔ مزدلفہ پہنچنے تک سفر کو جاری رکھنا چاہیے اور کسی عذر کے بغیر نہیں رکنا چاہیے۔ نماز مغرب راستے میں ادا نہ کی جائے، بلکہ مزدلفہ پہنچ کر نماز عشاء کے ساتھ پڑھی جائے۔ ذکر و تلبیہ والا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ النَّاسَ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَةَ

عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے وقت نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو سکون سے چلنے کا حکم دینے کا بیان

(۴۴۶۳) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَفَعَ يَسِيرُ الْعَنْقِ وَجَعَلَ النَّاسُ يَضْرِبُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُولُ: ((السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتَّى جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلَى قَرْحٍ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ)). (مسند احمد: ۶۱۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے تو کچھ تیز رفتاری سے چلے، لوگ دائیں بائیں نکلے جا رہے تھے، آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو فرما رہے تھے: ”لوگو! آرام سے چلو۔“ آپ ﷺ مزدلفہ میں پہنچ گئے، وہاں آکر دونوں نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو جمع کیا، اس کے بعد آپ ﷺ مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور آپ ﷺ نے قرح پہاڑ پر وقوف کیا اور روانہ ہوتے وقت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تو یہاں وقوف کیا ہوا ہے، لیکن سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے۔“

(۴۴۶۴) عَنْ مَقْسِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا أَفَاضَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ تَسَارَعَ قَوْمٌ، فَقَالَ: ”امْتَدُّوا، وَسَدُّوا لَيْسَ الْبِرُّ بِإِضْغَاعِ الْخَيْلِ، وَلَا الرِّكَابِ.“ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کھل کھل کر چلو اور سیدھے سیدھے چلو، گھوڑوں اور سواریوں کو بھگانا نیکی نہیں

(۴۴۶۳) تخريج: حديث حسن - أخرجه ابوداود: ۱۹۲۲، ۱۹۳۵، والترمذی: ۸۸۵ (انظر: ۶۱۳)

(۴۴۶۴) تخريج: حديث صحيح - أخرجه ابوداود: ۱۹۲۰، وأخرجه البخاری: ۱۶۷۱ بلفظ: ((أبها

الناس عليكم بالسكينة، فان البر ليس بالإيضاع)) (انظر: ۲۰۹۹)

ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے مزدلفہ پہنچنے تک کسی سواری کو نہیں دیکھا کہ اس نے دوڑتے ہوئے اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھایا ہو۔

فوائد:..... کھل کھل کر چلو تا کہ کسی کو تکلیف بھی نہ ہو اور وادی بھی بھری ہوئی نظر آئے۔

(۴۴۶۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ وَرَدَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَجَالَتْ بِهِ النَّاقَةُ، وَهُوَ رَافِعُ يَدَيْهِ، لَا تُجَاوِزَانِ رَأْسَهُ، فَسَارَ عَلَى هَيْئَتِهِ، حَتَّى أَتَى جَمْعًا، ثُمَّ أَفَاضَ الْعَدَا، وَرَدَّهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ فَمَا زَالَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱۹۸۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، اونٹنی دوڑ پڑی، جبکہ آپ ﷺ نے اس وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، تاہم ہاتھ آپ ﷺ کے سر سے بلند نہ تھے، آپ ﷺ مزدلفہ پہنچنے تک آرام سے چلتے رہے، پھر اگلے دن جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے سوار تھے، آپ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد:..... یعنی آپ عرفہ کے وقوف کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے یہ مفہوم اگلی حدیث سے واضح ہو رہا ہے۔

(۴۴۶۶) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ الْفَضْلِ (بْنِ عَبَّاسٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِنَحْوِهِ وَفِيهِ فَجَالَتْ بِهِ النَّاقَةُ وَهُوَ وَقَفَ بِعَرَافَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ وَهُوَ رَافِعُ يَدَيْهِ لَا تُجَاوِزَانِ رَأْسَهُ (وَفِيهِ): ثُمَّ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَالْفَضْلُ رَدُّهُ، قَالَ الْفَضْلُ: مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ۔ (مسند احمد: ۱۸۱۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے، وہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کرتے ہیں، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ ابھی عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے اور وہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ آپ کی اونٹنی دوڑ پڑی، آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے ہوئے تھے، تاہم وہ آپ کے سر سے بلند نہیں تھے، اس روایت میں ہے: پھر جب آپ ﷺ مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، وہ کہتے ہیں کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد:..... معلوم ہوا کہ اس سفر کے دوران جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اور سوار یوں کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے، بلکہ سکون اور آرام سے چلنا چاہیے۔

(۴۴۶۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۴۳، ۱۶۸۶، و مسلم: ۱۲۸۶ (انظر: ۱۹۸۶)

(۴۴۶۶) تخریج: انظر الحديث السابق

الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَالْمَيْتِ بِهَا

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے اور وہاں رات بسر کرنے کا بیان

(۴۴۶۷) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. (مسند احمد: ۲۳۹۴۵)

سیدنا ابوالایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا تھا۔

(۴۴۶۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاقَامَةٍ. (مسند احمد: ۲۳۹۷۰)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

(۴۴۶۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِاقَامَةٍ وَاحِدَةٍ. (مسند احمد: ۴۸۹۴)

سیدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں، ایک ہی اقامت کے ساتھ ادا کیا تھا۔

(۴۴۷۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ كَيْتِهَ: هِيَ: سَيَدْنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَاطَهْ مُزْدَلَفَهْ فِي نَمَازِ اَدَا كِ، اَنَّهُوْنَ فِي مَغْرِبِ كِ تَيْنِ اَوْر عِشَاءِ كِ دَوْر كَتَيْنِ اَيَكِ اَقَامَتِ كِ سَاطَهْ اَدَا كَيْسَ، جَبْ خَالِدِ بِنِ مَالِكِ نِ اَنِ سِ اَسْ كِ بَارِے فِي پُچھا تُو اَنَّهُوْنَ نِ كُها: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِ اَسْ مَقَامِ پَر ايسے ہی كيا تھا۔

ہذا الْمَكَانَ۔ (مسند احمد: ۶۴۰۰)

(۴۴۷۱) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَافَاتٍ إِلَى جَمْعٍ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَمَضَى، ثُمَّ قَالَ: اَلصَّلَاةُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا

سعید بن جبیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے، جب وہ عرفات سے مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور کوئی وقفہ کیے بغیر پھر کہہ دیا کہ (عشاء کی) نماز پڑھتے ہیں، پھر انہوں نے دو رکعتیں

(۴۴۶۷) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۷۴، ومسلم: ۱۲۸۷) (انظر: ۲۳۵۴۹)

(۴۴۶۸) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول)

(۴۴۶۹) (تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۸۸) (انظر: ۴۸۹۴)

(۴۴۷۰) (تخریج: انظر الحديث السابق)

(۴۴۷۱) (تخریج: انظر الحديث السابق)

فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْمَكَانِ كَمَا پڑھائیں اور پھر کہا: جس طرح میں نے کیا ہے، رسول
فَعَلْتُ۔ (مسند احمد: ۴۴۵۲) اللہ ﷻ نے اس مقام پر اسی طرح کیا تھا۔

فوائد: درج بالا بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت
کے ساتھ ادا کی گئیں، لیکن درج ذیل احادیث میں دو اقامتوں کا ذکر ہے: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ
کہتے ہیں: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَأَقَامَتَيْنِ
وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ
تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَاقَامَةٍ)) رسول اللہ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے اور وہاں ایک اذان اور دو
اقامتوں کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور ان کے درمیان کوئی نقلی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ لیٹ گئے، یہاں تک کہ فجر
طلوع ہو گئی اور طلوع فجر کے بعد ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ (صحیح مسلم)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کر کے ادا کیا اور ہر ایک
نماز اقامت کے ساتھ پڑھی اور نہ ان دو نمازوں سے پہلے کوئی نقلی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ (سنن بیہقی: ۱۲۰/۵)
ذہن نشین کر لیں کہ جس صحابی نے دو اقامتوں کا ذکر کیا، اس کے پاس زائد علم ہے، نیز اس کی روایت سے ایک
اقامت والی روایات کی نفی بھی نہیں ہو رہی، کیونکہ ان احادیث سے جو اقامت ثابت ہو رہی ہے، اس کا ذکر تو دو
اقامتوں والی حدیث میں بھی ہے۔ لہذا زائد علم کو کم علم پر اور مثبت کو منفی پر ترجیح دیتے ہوئے دو اقامتوں والی احادیث پر
عمل کریں گے، ان روایات میں جمع و تطبیق کی یہی صورت ممکن ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بڑی تفصیل
کے ساتھ حج نبوی کو بیان کیا ہے، وہ اس سلسلے میں دو اقامتوں کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس
آدمی کی تصدیق نہ کی جائے، جو یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، جبکہ آپ ﷺ نے کھڑے
ہو کر پیشاب کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ کو دوسری حدیث کا علم نہیں تھا، بالکل اسی طرح ممکن ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اس مقام پر ایک اقامت کا ذکر کرتے ہیں، انھوں نے دوسری اقامت نہ سنی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴۴۷۲) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَال: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ كَيْتَ هِيَ: فِي مِثْلِ سَيْدِنَا عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
كَهْمَا مَزْدَلِفَةَ فِي تَحَا كَهْمَا فِي دُونِ نَمَازِيں اَلْكَ اَلْكَ
اِذْنَ اَوْرَاقَا مَتِ كَهْمَا پڑھائیں اور ان دو کے درمیان
كُهَانَا كُهَانَا، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انھوں نے نماز فجر ادا کی
اور اس کے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(مغرب اور
فجر کی) یہ دو نمازیں اس مقام پر عام معمول کے وقت سے ہٹ

يَطْلُعُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ تَحُولَانِ عَنْ وَفْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ، لَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتَمُوا، وَصَلَاةُ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ.)) (مسند احمد: ۳۹۶۹)

کر ادا کی جاتی ہیں، لوگ جب مزدلفہ میں پہنچتے ہیں تو کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے (اس لیے مغرب تاخیر سے ادا کی جاتی ہے) اور نماز فجر اس وقت ادا کی جاتی ہے۔“

فوائد: مغرب وعشاء کے لیے دوازاؤں کا اہتمام کرنا، یہ عمل سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، اس لیے ایک اذان والی مرفوع روایات کو ہر صورت میں ترجیح دی جائے گی۔ نماز مغرب کا معقود وقت غروب آفتاب کے بعد ہے، لیکن اس مقام پر اس نماز کو عشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح نماز فجر کا معقود وقت وہ ہے، جب فجر واضح طور پر ظاہر ہو جائے، لیکن مزدلفہ میں اس کو طلوع فجر کے فوراً بعد ادا کر لیا جاتا ہے۔

(۴۴۷۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةً قَطُّ إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ، صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا، وَقَالَ ابْنُ تُمَيْزٍ: الْعِشَاءُ بَيْنَ فَإِنَّهُ صَلَّاهُمَا بِجَمْعٍ جَمِيعًا. (مسند احمد: ۴۰۴۶)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہمیشہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا فرماتے تھے، ماسوائے (مغرب اور فجر کی) ان دو نمازوں کے، کہ آپ (مغرب کی نماز کو لیٹ کر کے) مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں ادا کرتے تھے اور دوسرے دن نماز فجر عام معمول کے وقت سے جلدی پڑھتے تھے۔

(۴۴۷۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ فِي قِصَّةِ حَجِّهِ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: فَصَلَّى بِنَا ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمَغْرِبَ ثُمَّ دَعَا بِعِشَائِهِ ثُمَّ تَعَشَّى ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ رَقَدَ حَتَّى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: مَا كُنْتَ تُصَلِّي الصَّلَاةَ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: وَكَانَ يُسْفِرُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَهَذَا الْمَكَانِ يُصَلِّي

عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، وہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادا کیے ہوئے اپنے حج کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھائی، اس کے بعد شام کا کھانا منگوایا اور وہ کھا کر عشاء کی نماز ادا کی اور پھر سو گئے، جب صبح صادق طلوع ہی ہوئی تھی کہ انھوں نے اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ میں نے کہا: آپ تو صبح کی نماز اس قدر سویرے ادا نہیں کرتے تھے؟ وہ روشنی کر کے نماز فجر ادا کرتے تھے، انھوں نے جواباً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس مقام پر اور اس دن کو اسی وقت

(۴۴۷۳) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۸۲، ومسلم: ۱۲۸۹) (انظر: ۴۰۴۶)

(۴۴۷۴) (تخریج: أخرجه بنحوه البخاری: ۱۶۸۳، ومسلم: ۱۲۸۹) (انظر: ۳۸۳۹)

نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

هَذِهِ السَّاعَةَ - (مسند احمد: ۳۸۹۳)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کی تھیں اور ان کے درمیان کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی تھی۔

(۴۴۷۵) عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدْ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ) وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا - (مسند احمد: ۲۲۱۰۸)

فوائد: ابھی تک مزدلفہ میں قوف کے مسائل جاری ہیں، اگلے باب کا مطالعہ کریں۔

الْوُقُوفُ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَمَا يَكُونُ بَعْدَهُ إِلَى أَنْ يَرْمِيَ جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ
مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں قوف کرنے اور اس کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک کے مسائل کا بیان
الْوُقُوفُ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَآدَابِهِ وَوَقْتُ الدَّفْعِ مِنْهُ إِلَى مَنَى،
وَسَبَبُ الْإِضْطَاعِ فِي السَّيْرِ،
وَالسُّمْرَارُ التَّلْبِيَّةِ مِنَ الْإِفَاضَةِ حَتَّى يَرْمِيَ جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ
مزدلفہ میں قوف، اس کے آداب، وہاں سے منیٰ کی طرف روانگی کے وقت،
جانوروں کو تیز چلانے کا سبب
اور جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ جاری رکھنے کا بیان

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں تشریف لائے، آپ نے وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں، پھر وہیں رات گزاری، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، اس کے بعد آپ ﷺ قزح پر گئے اور وہاں قوف کیا اور فرمایا: ”میں نے تو یہاں قوف کیا ہے، تاہم سارا مزدلفہ قوف کی جگہ ہے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ وادی محسر تک آئے، وہاں آکر رک گئے اور پھر اپنی اونٹنی کو ہانکا، وہ دوڑ پڑی اور دوڑتی گئی، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس وادی کو عبور کر گئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو روک کر سیدنا

(۴۴۷۶) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى جَمْعًا فَصَلَّى بِهِمُ الصَّلَاتَيْنِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ أَتَى قُزَحَ فَوَقَّفَ عَلَى قُزَحَ، فَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ وَجَمْعُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ)) ثُمَّ سَارَ حَتَّى أَتَى مُحْصِرًا، فَوَقَّفَ عَلَيْهِ فَمَرَّ نَاقَتُهُ، فَحَبَّتْ حَتَّى جَاوَزَ الْوَادِي، ثُمَّ حَبَسَهَا ثُمَّ أَرْدَفَ الْفُضْلَ وَسَارَ حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ

(۴۴۷۵) تخریج: أخرجه بنحوه تاما ومقطعا البخاری: ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۶۶۹، ۱۶۸۶، ومسلم: ۱۲۸۰ (انظر: ۲۱۷۶۵)

(۴۴۷۶) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه ابوداود: ۱۹۲۲، ۱۹۳۵، والترمذی: ۸۸۵ (انظر: ۵۶۲)

أَتَى الْمَنْحَرَ فَقَالَ: ((هَذَا الْمَنْحَرُ وَمِنْهُ كُلُّهَا مَنْحَرٌ،)) (الْحَدِيثُ - مسند احمد: ۵۶۲)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور چلتے چلتے حجرہ عقبہ پہنچ گئے، آپ ﷺ نے اس کی رمی کی اور اس کے بعد قربان گاہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا: ”یہ قربان گاہ ہے (جہاں میں نے قربانیاں کی ہیں) اور منی سارے کا سارا ہی قربانی کی جگہ ہے،“

فوائد: قُرْحَ ایک پہاڑ کا نام ہے، اسی کو مشعر حرام کہتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب فجر طلوع ہوئی، تو آپ ﷺ نے ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی، پھر قسواء اونٹنی پر سوار ہوئی اور مشعر حرام کے پاس آ گئے، وہاں آ کر قبلہ رخ ہوئے اور دعا، بکبیر اور تہلیل اور ایسے اذکار میں مصروف ہو گئے، جن میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، آپ ﷺ وہاں کھڑے رہے، یہاں تک کہ بہت زیادہ روشنی ہو گئی، پس آپ ﷺ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑے اور سیدنا فضل کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ (صحیح مسلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ﴾ ”جب تم عرفات سے لوٹ تو مشعر حرام کے پاس ذکر الہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔“ (سورہ بقرہ: ۱۹۸) اگرچہ مزدلفہ میں مشعر حرام ایک پہاڑ کا نام ہے، لیکن اس آیت میں پورے مزدلفہ کو ہی مشعر حرام کہا جا رہا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کے وقف کے دوران ذکر کثیر کا اہتمام کیا جائے۔ وادی محسر وہ جگہ ہے، جہاں ہاتھی والوں کو ہلاک کیا گیا تھا، سورہ فیل میں اسی لشکر کا ذکر ہے، نبی کریم ﷺ اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر گئے تھے اور ایسا کرنا ہی مننون ہے۔

(۴۴۷۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخْبَرَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَقَاضَ مِنْ عَرَفَةَ، قَالَ: فَرَأَى النَّاسَ يَوْضَعُونَ، فَأَمَرَ مُنَادِيَهُ فَنَادَى: لَيْسَ الْبِرُّ بِإِنْبَاعِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ - (مسند احمد: ۱۸۰۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا، جبکہ وہ عرفہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پس جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑا رہے تھے تو آپ ﷺ نے اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: ”گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز دوڑانا نیکی نہیں ہے، تم آرام آرام سے چلو۔“

فوائد: اس روایت کے ”مِنْ عَرَفَةَ“ کے الفاظ کسی راوی کی غلطی کا نتیجہ ہیں، اصل میں یہ الفاظ یوں تھے:

”مِنْ جَمْعٍ“ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ کی محفوظ روایات کے مطابق عرفہ سے مزدلفہ تک آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے والے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ تھے اور مزدلفہ سے آگے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ مسند احمد کی دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مزدلفہ سے آگے کا سفر بیان کیا جا رہا ہے، اس لیے ہم نے ”مِنْ جَمْعٍ“ کے الفاظ کو درست قرار دیا، مزدلفہ کو ”جَمْعٍ“ کہتے ہیں۔

(۴۴۷۸) عَنْ عَطَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا كَانَ بَدْءُ الْإِيضَاعِ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، كَانُوا يَقْفُونَ حَافَتِي النَّاسِ حَتَّى يُعَلِّقُوا الْعِصَى وَالْجِعَابَ وَالْفِعَابَ، فَإِذَا نَفَرُوا تَفَعَّقَتْ تِلْكَ، فَفَرُّوا بِالنَّاسِ، قَالَ: وَلَقَدْ رَوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّ ذِفْرِي نَاقَتِهِ لَيَمَسُّ حَارِكَهَا وَهُوَ يَقُولُ بِيَدِهِ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ)) (مسند احمد: ۲۱۹۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سواریوں کو تیز دوڑانے کی ابتدا دیہاتی لوگوں نے کی تھی، وہ دوسرے لوگوں کی گزرگاہ کے دونوں طرف کھڑے ہو جاتے اور انھوں نے اپنی سواریوں کے ساتھ لاٹھیاں، ترکش اور بڑے پیالے لٹکائے ہوتے، پھر جب وہ چلتے تو ان اشیاء سے آوازیں پیدا ہوتیں اور جانوران آوازوں کو سن کر تیز دوڑنا شروع کر دیتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس موقع پر یوں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو روکنے کے لئے اس کی مہار کو اپنی طرف کھینچے ہوئے تھے اور اونٹنی کے کان اس کے کندھے کی ہڈی کو لگ رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے جاتے تھے: ”لوگو! آرام سے چلو، لوگو! سکینت کو لازم پکڑو۔“

(۴۴۷۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ بِجَمْعٍ فَلَمَّا أَضَاءَ كُلُّ شَيْءٍ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَفَاضَ۔ (مسند احمد: ۳۰۲۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں وقف کیا، جب سورج طلوع ہونے سے قبل ہر چیز روشن ہو گئی، تو آپ ﷺ وہاں سے چل پڑے۔

(۴۴۸۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: صَلَّى بَيْنَ عُمُرٍ بِجَمْعِ الصُّبْحِ، ثُمَّ وَقَفَ وَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَالَفَهُمْ،

عمر بن ميمون کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں مزدلفہ میں نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد انہوں نے وقف کیا اور کہا: مشرکین طلوع آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ نہیں ہوتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ طلوع

(۴۴۷۸) تخریج: اسنادہ حسن - أخرجه ابن خزيمة: ۲۸۶۳، والبيهقي: ۵/ ۱۲۶ (انظر: ۲۱۹۳)

(۴۴۷۹) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعيف - أخرجه الترمذی: ۸۹۵ (انظر: ۳۰۲۰)

(۴۴۸۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۸۴ (انظر: ۸۴)

يُسَمِّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. (مسند

احمد: ۸۴)

(۴۴۸۱) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانَ) قَالَ: قَالَ
عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يَفِضُونَ
مِنْ جَمْعٍ حَتَّى تَشْرِقَ الشَّمْسُ عَلَى ثَبِيرٍ.
قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَكَانُوا يَقُولُونَ: أَشْرِقَ
ثَبِيرٌ، كَيْمَا نُغَيِّرَ، يَعْنِي فَحَالَفَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ
فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. (مسند

احمد: ۲۷۵)

فوائد:..... ثبیر معروف پہاڑ ہے، بلکہ مکہ مکرمہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، ہذیل قبیلے کے ثبیر نامی آدمی کو اس
پہاڑ میں دفن کیا گیا تھا، اس وجہ سے اس کا نام ثبیر پڑ گیا۔ منی کی طرف جاتے ہوئے بائیں طرف یہ پہاڑ پڑتا ہے۔

(۴۴۸۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ (بَعْنَى ابْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَبَّى
حِينَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ، فَقِيلَ: أَعْرَابِي هَذَا؟
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أُنْسَى النَّاسُ أَمْ ضَلُّوا؟
سَمِعْتُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ
يَقُولُ فِي هَذَا الْمَكَانِ: ((لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ
لَبَّيْكَ.)) (مسند احمد: ۳۵۴۹)

عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو تلبیہ پکارا، لیکن ان کے
بارے میں یہ کہا گیا: کیا یہ بدو ہے؟ (کہ اب تلبیہ کہہ رہا ہے؟)
یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ لوگ بھول گئے
ہیں یا گمراہ ہو گئے ہیں؟ جس ہستی پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی
’میں نے اس کو اس مقام پر “لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ” کہتے
ہوئے سنا تھا۔

فوائد:..... سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کا خاص طور پر ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت
مناسک حج کے بڑے بڑے مناسک پر مشتمل ہے، نیز سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات پر ہونے والے اعتراض کا
کتنی خوبصورتی کے ساتھ جواب دیا، عالم اور مفتی لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

(۴۴۸۳) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ جَمْعٍ
سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:
مزدلفہ سے منی کی طرف واپسی کے وقت میں رسول اللہ ﷺ

(۴۴۸۱) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۴۸۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۸۳ (انظر: ۳۵۴۹)

(۴۴۸۳) تخریج: حديث صحيح (انظر: ۱۸۰۵)

إِلَى مِنَى فَبَيْنَا هُوَ يَسِيرُ إِذْ عَرَضَ لَهُ أَعْرَابِيٌّ مُرْدِفًا ابْنَةً لَهُ جَمِيلَةً، وَكَانَ يُسَايِرُهُ، قَالَ: فَكُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا فَنَظَرَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَلَبَ وَجْهِي عَنْ وَجْهِهَا، ثُمَّ أَعَدْتُ النَّظَرَ فَقَلَبَ وَجْهِي عَنْ وَجْهِهَا، حَتَّى فَعَلْتُ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَأَنَا لَا أَتَّهِي، فَلَمْ يَزَلْ يَلْتَبِي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ - (مسند احمد: ۱۸۰۵)

کے پیچھے سواری پر سوار تھا، اسی دوران ایک اعرابی آپ ﷺ کے سامنے آیا، اس نے سواری پر اپنے ساتھ اپنی ایک خوبصورت بیٹی کو سوار کیا ہوا تھا اور وہ دوران سفر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا، میں بار بار اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا، لیکن جب نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے میرا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، میں نے پھر اس کی طرف دیکھا تو آپ نے پھر میرا چہرہ دوسری طرف کر دیا، آپ ﷺ نے تین مرتبہ اسی طرح کیا، جبکہ میں باز نہ آ رہا تھا، اور آپ ﷺ حمرۃ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد: مزدلفہ کو ”جَمْع“ اور مشعر حرام بھی کہتے ہیں۔ ان دو ابواب کی احادیث میں بیان کیے گئے احکام بالکل واضح ہیں، فوائد میں حسب ضرورت وضاحت ہو چکی ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے: حجاج کرام عشاء کے وقت مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب و عشاء کی قصر نمازیں جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کریں گے، بعد ازاں آرام کریں گے اور نماز فجر کو اس کے اول وقت میں ادا کر کے طلوع آفتاب کے قریب تک ذکر میں مصروف ہو جائیں گے، قیوف مزدلفہ کا کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، بہر حال تلبیہ، تکبیر اور تہلیل جیسے اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے، امام کو چاہیے کہ وہ مزدلفہ میں نماز فجر ادا کے قریب پہاڑ کے پاس آجائے، پھر طلوع آفتاب سے پہلے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ یہ سفر بھی سکون اور وقار کے ساتھ ہونا چاہیے، البتہ وادی محسر کو تیزی کے ساتھ عبور کرنا چاہیے۔ مزدلفہ سے روانہ ہونے کے مزید احکام اگلے ابواب میں آرہے ہیں۔

الْأَمْرُ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الدَّفْعِ مِنْ مُزْدَلِفَةَ إِلَى مِنَى وَالْإِصْصَاعُ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے وقت سکینت کا حکم دینے اور وادی محسر سے تیزی سے گزرنے کا بیان

(۴۴۸۴) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلَى قُرْحٍ وَأَرْدَفَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ: ((هَذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ)) ثُمَّ دَفَعَ وَجَعَلَ يَسِيرُ الْعَنْقَ وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مزدلفہ میں تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کی دو نمازیں جمع کر کے ادا کیں اور وہیں وقوف کیا، پھر آپ ﷺ نے قرح پر وقوف کیا اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا: ”یہ میری ٹھہرنے کی جگہ ہے، لیکن مزدلفہ سارے کا سارا ہی جائے وقوف ہے۔“ پھر آپ ﷺ وہاں سے چل دیے

وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُولُ: ((السَّكِينَةُ السَّكِينَةُ، أَيُّهَا النَّاسُ)) حَتَّى جَاءَ مُحْصِرًا، فَقَرَعَ رَاحِلَتَهُ فَخَبَّتْ حَتَّى خَرَجَ ثُمَّ عَادَ لِسَبْرِهِ الْأَوَّلِ حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ، الْحَدِيثُ - (مسند احمد: ٥٦٤)

اور کچھ تیزی سے چلنا شروع کیا، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ دائیں بائیں نکلے جا رہے تھے، تو ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: ”آرام سے، لوگو! آرام سے۔“ یہاں تک کہ آپ ﷺ وادیِ محسر تک آ پہنچے پھر، آپ ﷺ نے اپنی سواری کو ہانکا، پس وہ دوڑ پڑی، یہاں تک آپ ﷺ وادی سے باہر آ گئے اور اپنی پہلی رفتار کے ساتھ چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی۔“

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح کو جب ہم روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سکون سے چلو۔“ اور آپ اپنی اونٹنی کو بھی تیز چلنے سے روک رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ وادیِ محسر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”(چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو، جن سے جمرے کو مارا جائے۔“ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کر رہے تھے، جیسے انسان اس حجم کی کنکری پھینکتا ہے۔

(٤٤٨٥) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَغَدَاةَ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِينَ دَفَعْنَا، (وَفِي لَفْظٍ حِينَ دَفَعُوا): ((عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ)) وَهُوَ كَأَنَّ نَاقَتَهُ حَتَّى إِذَا دَخَلَ مِنِّي حِينَ هَبَطَ مُحْصِرًا، (وَفِي لَفْظٍ: حَتَّى إِذَا دَخَلَ مُحْصِرًا وَهُوَ مِنْ مِنِّي) قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّتِي يُرْمَى بِهَا الْجَمْرَةُ)) وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُشِيرُ بِيَدِهِ كَمَا يَخْذِفُ الْإِنْسَانُ - (مسند احمد: ١٧٩٤)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو خود آپ ﷺ بھی سکینت سے جا رہے تھے اور لوگوں کو بھی یہی حکم دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جمرے کو مارنے کے لیے (چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کریں، آپ ﷺ نے وادیِ محسر کو عبور کرتے وقت سواری کو تیز دوڑا دیا تھا۔

(٤٤٨٦) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِينَةِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُوهُ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحْصِرٍ - (مسند احمد: ١٥٢٧٧)

(٤٤٨٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٢ (انظر: ١٧٩٤)

(٤٤٨٦) تخريج: إسناده صحيح على شرط مسلم - أخرجه ابوداود: ١٩٤٤، وابن ماجه: ٣٠٢٣، والترمذی: ٨٨٦، والنسائی: ٥ / ٢٥٨ (انظر: ١٥٢٠٧)

(۴۴۸۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((ارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ مُحَسَّرٍ، وَعَلَيْكُمْ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ.)) (مسند احمد: ۱۸۹۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”واڈی محسر سے دور رہو (اور وہاں سے کنکریاں مت اٹھاؤ) اور تم“ (پنہ یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو۔“

فوائد:..... تمام احکام پہلے گزر چکے ہیں اور واضح بھی ہیں۔

الرُّحْصَةُ فِي تَقْدِيمِ وَقْتِ الدَّفْعِ لِلضَّعْفَةِ مِنَ النِّسَاءِ أَوْ غَيْرِهَا قَبْلَ الرِّحَامِ

اس امر کا بیان کہ کمزور اور ضعیف خواتین کو ریش سے پہلے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ کیا جاسکتا ہے

(۴۴۸۸) عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نَزَلَتْ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَالَتْ: أَيُّ بَنِي هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَهِيَ تُصَلِّي، قُلْتُ: لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: أَيُّ بَنِي! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قَالَ: وَقَدْ غَابَ الْقَمَرُ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَارْتَحِلُوا، فَارْتَحَلْنَا ثُمَّ مَضَيْنَا بِهَا حَتَّى رَمَيْنَا الْجُمُرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا: أَيُّ هَتَأَهُ، لَقَدْ عَلَسْنَا، قَالَتْ: كَلَّا يَا بَنِي! إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَدِنَ لِلظُّعْنِ. (مسند احمد: ۲۷۴۸۰)

مولائے اسماء عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا لوگوں کے ٹھہرنے والی جگہ کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں، وہ یہ پوچھتی تھیں: چھوٹے بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ یہ مزدلفہ کی رات کا واقعہ تھا اور وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: جی نہیں، پھر انہوں نے کچھ دیر نماز پڑھی اور پوچھا: بیٹا! کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ اس وقت چاند غروب ہو چکا تھا، میں نے کہا: جی ہاں، یہ سن کر انہوں نے کہا: چلو چلیں، چنانچہ ہم چل پڑے اور جا کر حجرہ عقبہ کی رمی کی، اس کے بعد انہوں نے واپس آکر اپنی منزل پر نماز فجر ادا کی، میں نے عرض کیا! محترمہ ہم نے تو بہت زیادہ جلدی کی ہے، وہ بولیں: بیٹے! بالکل نہیں، اللہ کے نبی نے کمزور خواتین کو اس کی اجازت دی ہے۔

فوائد:..... (۱۰) تاریخ کو چاند تقریباً دو تہائی رات کے تھوڑی دیر بعد غروب ہو جاتا ہے لیکن حدیث نمبر

(۴۵۰۰) میں آ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے جن لوگوں کو رات کو مزدلفہ سے جانے کی رخصت دے دی تھی، ان کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ انہوں نے طلوع آفتاب کے بعد رمی کرنی ہے۔ اس کا جواب مولہ حدیث کے فوائد میں دیکھیں۔

(۴۴۸۷) (تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه ابن خزيمة: ۲۸۱۶، والحاكم: ۱/ ۶۶۲، والبيهقي: ۵/ ۱۱۵) (انظر: ۱۸۹۶)

(۴۴۸۸) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۷۹، ومسلم: ۱۲۹۱) (انظر: ۲۶۹۴۱)

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ہاشم کے کمزور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ رات ہی کو مزدلفہ سے جلدی روانہ ہو جائیں۔

(۴۴۸۹) عَنْ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَعْفَةَ بَنِي هَاشِمٍ، أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَجَّلُوا مِنْ جَمْعٍ بَلِيلٍ. (مسند احمد: ۱۸۱۱)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے جن کمزور لوگوں کو مزدلفہ کی رات کو ہی وہاں سے پہلے بھیج دیا تھا، میں بھی ان میں تھا، ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے ضعیف لوگوں کو پہلے بھیج دیا تھا۔

(۴۴۹۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَا وَمَنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعْفَةِ أَهْلِهِ، وَقَالَ مَرَّةً: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعْفَةَ أَهْلِهِ. (مسند احمد: ۱۹۲۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات کو مجھے بھی کمزور اور بھاری بھر کم لوگوں کے ساتھ (مٹی کے لیے) بھیج دیا تھا۔

(۴۴۹۱) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بَلِيلٍ. (مسند احمد: ۲۲۰۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم والی خاتون تھیں، اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ مزدلفہ میں فجر کے بعد والے وقوف سے قبل ہی مٹی کو روانہ ہو جائیں، آپ ﷺ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں یہ پسند کر رہی ہوں کہ میں بھی آپ ﷺ سے اجازت طلب کر لیتی تو، آپ ﷺ مجھے بھی اجازت دے دیتے۔ قاسم مزدلفہ کے وقوف سے قبل مٹی کی طرف جانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

(۴۴۹۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ سَوْدَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا امْرَأَةً ثَبِيَّةً ثَقِيلَةً، فَاسْتَأْذَنْتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُفِيضَ مِنْ جَمْعٍ قَبْلَ أَنْ تَفِفَ، فَأْذَنَ لَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُهُ، فَأْذَنَ لِي، وَكَانَ الْقَاسِمُ يَكْرَهُ أَنْ يُفِيضَ قَبْلَ أَنْ يَفِفَ. (مسند احمد: ۲۵۱۴۲)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو مزدلفہ سے نماز فجر سے پہلے

(۴۴۹۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا أَذِنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِسَوْدَةَ بِنْتِ

(۴۴۸۹) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه النسائي: ۵/ ۲۶۱ (انظر: ۱۸۱۱)

(۴۴۹۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۷۸، ومسلم: ۱۲۹۳ (انظر: ۱۹۲۰)

(۴۴۹۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۷۷، ومسلم: ۱۲۹۳ (انظر: ۲۲۰۴)

(۴۴۹۲) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۸۱، ومسلم: ۱۲۹۰ (انظر: ۲۴۶۳۵)

(۴۴۹۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

رَوَانَهُ هُوَ جَانُهُ كِيَاَزَتِ دِي تَهِي، كِيُونَكِه وَه بَهَارِي جِسْمِ وَالِي تَهِيصِ۔
 زَمْعَةً فِي الْإِفَاضَةِ قَبْلَ الصُّبْحِ مِنْ جَمْعٍ لَأَنَّهَا كَانَتْ أَمْرًا ثَبُطَةً۔ (مسند احمد: ٢٤٥١٦)
 (٤٤٩٤) عَنِ ابْنِ شَوَّالٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَلَدَتْهُ) فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَهَا مِنْ جَمْعٍ بَلِيلٍ۔ (مسند احمد: ٢٧٣١٢)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کمزور لوگوں کو اجازت دی تھی کہ وہ رات کو ہی مزدلفہ سے چلے جائیں۔
 (٤٤٩٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دُيِّنَ لِضَعْفَةِ النَّاسِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بَلِيلٍ۔ (مسند احمد: ٤٨٩٢)

فوائد:..... حجاج کرام طلوع آفتاب سے کچھ دیر پہلے مزدلفہ سے روانہ ہوتے ہیں، لیکن معذور لوگوں کو رات کو جانے کی اجازت ہے، تاکہ وہ ہجوم کی تکلیف سے بچ جائیں۔ لیکن اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ معذور افراد رات کے ابتدائی حصے میں نہیں جاسکتے۔ اس باب کی پہلی حدیث میں جو قانون بیان کیا گیا ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے، یعنی جب ایک تہائی رات باقی رہ جائے تو اس وقت معذور لوگوں کو مزدلفہ سے جانا چاہیے۔

رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَمَا يَتَّبِعُ ذَلِكَ إِلَى آخِرِ يَوْمِ النَّحْرِ

جرمہ عقبہ کی رمی سے یوم النحر کے آخر تک کے متعلقہ ابواب

سَبَبُ مَشْرُوعِيَةِ رَمَى الْجِمَارِ وَحُكْمُهَا وَعَدَدُ حَصَى الرَّمْيِ وَصِفَتُهُ وَمِنْ أَيْنَ يَلْتَقِطُهُ
 رمی جمار کی مشروعیت کا سبب اور ان کا حکم اور کنکریوں کی تعداد اور ان کے حجم کا بیان اور اس امر کی وضاحت کہ یہ کنکریاں کہاں سے اٹھائی جائیں

(٤٤٩٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ جَبْرِيْلَ ذَهَبَ بِإِبْرَاهِيمَ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ فَسَاخَ، ثُمَّ أَتَى الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ فَسَاخَ، ثُمَّ أَتَى الْجَمْرَةَ الْقُصْوَى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ
 سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب جبریل، ابراہیم علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کی طرف لے کر چلے، تو شیطان سامنے آگیا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں، سو وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد جب ابراہیم علیہ السلام جمرہ وسطی کے پاس آئے تو پھر شیطان سامنے آگیا، آپ ﷺ نے اس کو پھر سات کنکریاں ماریں، پس وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام جمرہ قصوی کے

پاس گئے، وہاں بھی شیطان سامنے آ گیا، آپ ﷺ نے اس کو یہاں بھی سات کنکریاں ماریں، پس وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ مجھے باندھ دیں تاکہ جب آپ مجھے ذبح کریں تو میں نہ تڑپ سکوں اور اس طرح میرا خون آپ کے اوپر نہ پڑے، ابراہیم علیہ السلام نے اسے باندھ دیا اور جب انہوں نے چھری سنبھالی تو پیچھے سے آواز آئی: اے ابراہیم! آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا۔“

فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَسَاخَ، فَلَمَّا أَرَادَ إِبْرَاهِيمُ أَنْ يَذْبَحَ ابْنَهُ إِسْحَاقَ، قَالَ لِابْنِهِ: يَا أَبَتِ! أَوْتَقِفْنِي لَا أَضْطَرُّ فَيَتَضَحَّ عَلَيْكَ مِنْ دَمِي إِذَا ذَبَحْتَنِي، فَشَدَّهُ، فَلَمَّا أَخَذَ الشَّفْرَةَ، فَأَرَادَ أَنْ يَذْبَحَهُ نُودِيَ مِنْ خَلْفِهِ ﴿أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾۔ (مسند احمد: ۲۷۹۴)

فوائد: یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر (۴۱۳۷) دیکھیں۔ جمہور محقق اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تھا، نہ اسحق علیہ السلام کو، قرآن مجید کے ظاہری سیاق و سباق کا بھی یہی تقاضا ہے، ہم کتاب التفسیر میں سورہ صافات میں یہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مزدلفہ کی صبح کو فرمایا: ”ادھر آؤ، میرے لئے کنکریاں چن کر لاؤ۔“ پس میں آپ ﷺ کے لئے (چنے یا لویے کے دانے کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریاں چن لایا، آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: ”جی ہاں! بالکل اسی قسم کی کنکریاں ہونی چاہئیں، دین میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے والے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔“

(۴۴۹۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ: ((هَلُمَّ، أَلْقُطْ لِي-)) فَلَقَطْتُ لَهُ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذَفِ، فَلَمَّا وَضَعَهُنَّ فِي يَدِهِ قَالَ: ((نَعَمْ، بِأَمْثَالِ هَؤُلَاءِ وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّينِ-)) (مسند احمد: ۱۸۵۱)

سلیمان بن عمرو کی ماں (سیدہ ام جندب ازدیہ) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دس ذوالحجہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وادی کے درمیان سے جمرہ

(۴۴۹۸) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ

(۴۴۹۷) اسنادہ صحیح علی شرط مسلم - أخرجه ابن ماجه: ۳۰۲۹، والنسائي: ۵ / ۲۶۹ (انظر: ۱۸۵۱)
(۴۴۹۸) حسن لغیره - أخرجه ابوداود: ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، وابن ماجه: ۳۰۲۸، ۳۰۳۱ (انظر: ۱۶۰۸۷)

عقبہ کو کنکریاں ماریں اور فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کو قتل کرو نہ ایذا پہنچاؤ، جب تم حجرے کی رمی کرو تو (پنے یا لپے کے دانے کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے رمی کرو۔“ پھر آپ ﷺ نے سات کنکریاں ماریں اور اس کے بعد آپ وہاں نہ رکے، ایک آدمی آپ کے پیچھے سوار تھا، جو (لوگوں کی کنکریوں سے) آپ ﷺ کی حفاظت کر رہا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

النَّاسُ لَا يَقْتُلُ بَعْضُكُم وَلَا يُصَبِّ بَعْضُكُم، (وَفِي لَفْظٍ: لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ) وَإِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَارْمُوهَا بِمِثْلِ حَصَى (الْحَذَفِ) فَرَمَى بِسَبْعٍ وَلَمْ يَقِفْ، وَخَلْفَهُ رَجُلٌ يَسْتُرُهُ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ - (مسند احمد: ۱۶۱۸۵)

فوائد:..... حجروں کی رمی کرتے وقت ہجوم کر کے اور بڑے بڑے پتھر مار کر ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ابن ابی نجیح کہتے ہیں: میں نے طاؤس سے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی حجرے کو چھ کنکریاں مارے تو اس کا کیا بنے گا؟ انھوں نے کہا: وہ ایک مٹھی کھانا صدقہ کرے۔ اس کے بعد جب میری مجاہد سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے طاؤس کے فتوے کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے، کیا سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان تک نہیں پہنچا، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے موقع پر ہم نے حجرات کی رمی کی، اس کے بعد ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے، کسی نے کہا: میں نے چھ کنکریاں ماریں ہیں، کسی نے کہا: میں نے تو سات ماری ہیں، کسی نے کہا: میں نے آٹھ ماری ہیں اور کسی نے کہا: میں نے نو ماری ہیں، پھر انھوں نے اس میں کوئی حرج محسوس نہ کی۔

(۴۴۹۹) عَنِ ابْنِ أَبِي نُجَيْحٍ قَالَ: سَأَلْتُ طَاوُوسًا عَنْ رَجُلٍ رَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ، فَقَالَ: لِيُطْعِمَ قَبْضَةً مِنْ طَعَامٍ، قَالَ: فَلَقِيتُ مُجَاهِدًا فَسَأَلْتُهُ، وَذَكَرْتُ لَهُ قَوْلَ طَاوُوسٍ، فَقَالَ: رَحِمَ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَمَا بَلَغَهُ قَوْلُ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَمَيْنَا الْجِمَارَ أَوْ الْجَمْرَةَ فِي حَاجَتِنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ جَلَسْنَا نَتَذَكَّرُ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَيْتُ بِسَبْعٍ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَيْتُ بِثَمَانٍ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَيْتُ بِتِسْعٍ، فَلَمْ يَرَوْا بِذَلِكَ بَأْسًا - (مسند احمد: ۱۴۳۹)

فوائد:..... جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ سات کنکریاں مارنا ہی ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا تھا۔

(۴۴۹۹) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، مجاہد لم یسمع من سعد بن ابی وقاص۔ أخرجه النسائي: ۲۷۵/۵ (انظر: ۱۴۳۹)

وَقْتُ رَمَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے وقت کا بیان

(۴۵۰۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي نُنَا وَكَيْعُ نُنَا سُفْيَانُ وَمِسْعَرٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرْسِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدَّمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُغْيِلِمَةَ بَنَى عَبْدُ الْمُطَّلِبِ عَلَى حُمَرَاتٍ لَنَا مِنْ جَمْعٍ، قَالَ سُفْيَانُ: بَلِيلٌ فَجَعَلَ يَلْطُخُ أَفْخَاذَنَا وَيَقُولُ: ((أُبَيِّنِي! لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)) وَزَادَ سُفْيَانُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا إِخَالَ أَحَدًا يَعْقِلُ يَرْمِي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ - (مسند احمد: ۲۰۸۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عبد المطلب کے لڑکوں کو مزدلفہ سے رات ہی کو گدھوں پر سوار کر کے روانہ کر دیا تھا، سفیان کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ ہماری رانوں پر تھکی دیتے اور فرماتے: ”میرے پیارے بیٹو! سورج طلوع ہونے تک جمرہ کو نکٹریاں نہ مارنا۔“ سفیان نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عقلمند آدمی طلوع آفتاب سے پہلے رمی کرتا ہو۔

فوائد:..... حدیث نمبر (۳۳۸۸) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ خواتین نے نماز فجر سے پہلے نکٹریاں مار لی تھیں، جبکہ اس حدیث میں آپ ﷺ حکم دے رہے ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے رمی نہیں کی جاسکتی، ان روایات میں جمع تطبیق کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں: (۱) آپ ﷺ کا حکم یہی ہے کہ مزدلفہ سے وقت سے پہلے چلے جانے والے معذور لوگ طلوع آفتاب کے بعد ہی رمی کریں، لیکن جن خواتین نے فجر سے پہلے رمی کی تھی، یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور یہ کوئی بعید بات نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تو ان کو مزدلفہ سے رات کو نکل جانے کی اجازت دی ہو، لیکن انھوں نے اس سے یہ استدلال کر لیا ہو کہ وہ منی پہنچ کر رمی بھی کر سکتے ہیں، اگرچہ وہ طلوع آفتاب، بلکہ طلوع فجر سے پہلے کا وقت ہو۔ (۲) جو خواتین و حضرات زیادہ بوڑھے اور زیادہ معذور ہوں اور وہ ہجوم کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو وہ طلوع آفتاب سے پہلے بھی رمی کر سکتے ہیں، باقی عام معذور لوگوں کو چاہیے کہ وہ سورج کے نکلنے کے بعد ہی نکٹریاں ماریں۔

”یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا“ اصل بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ فجر سے پہلے رمی کرنے والوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے پھر موقوف روایت اور مرفوع کے درمیان بنیادی طور پر تعارض نہیں ہوتا۔ تعارض مرفوع صحیح روایات کے درمیان سمجھا جاتا ہے جس کو حل کرنے کے لیے توجیہ یا ترجیح وغیرہ کی صورت اختیار کی جاتی ہے۔ اس جگہ مرفوع بات یہ ہے کہ آپ

(۴۵۰۰) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابو داود: ۱۹۴۰، والنسائی: ۲۷۰/۵، وابن ماجه: ۳۰۲۵ (انظر: ۲۰۸۲)

نے فجر سے پہلے منیٰ میں پہنچنے والوں کو طلوع شمس سے پہلے رمی کرنے سے روکا تھا اور یہی اصل ہے لہذا تمام حجاج رمی طلوع شمس کے بعد کریں گے۔ (عبداللہ ربیع)

(۴۵۰۱) عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بِهِ مَعَ أَهْلِهِ إِلَى مَنَى يَوْمَ النَّحْرِ فَرَمَوْا الْجَمْرَةَ مَعَ الْفَجْرِ - (مسند احمد: ۲۹۳۶)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو دس ذوالحجہ کو اپنے اہل کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ کیا تھا، ان حضرات نے فجر ہوتے ہی رمی کر لی تھی۔

(۴۵۰۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ صُحَى وَرَمَى فِي سَائِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ - (مسند احمد: ۱۵۳۶۵)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو حجرہ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کی تھی اور باقی ایام تشریق میں زوال آفتاب کے بعد کی تھی۔

(۴۵۰۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجَمْرَةَ الْأُولَى يَوْمَ النَّحْرِ صُحَى، وَرَمَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ - (مسند احمد: ۱۴۴۰۶)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو چاشت کے وقت حجرہ اولیٰ کی رمی کی تھی اور اس کے بعد (باقی دنوں میں) زوال آفتاب کے بعد کی تھی۔

(۴۵۰۴) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: وَلَا أَذْرِي بِكُمْ رَمَى الْجَمْرَةِ - (مسند احمد: ۱۵۲۷۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے حجرہ کو کتنی کنکریاں ماریں تھیں۔

(۴۵۰۵) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهَا أَنْ تُؤَافِيَ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ - (مسند احمد: ۲۷۰۲۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ دس ذوالحجہ کو صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ سے مکہ میں آلیں۔

(۴۵۰۱) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف شعبۃ مولى ابن عباس - أخرجه الطيالسي: ۲۷۲۹، والطبرانی: ۱۲۲۲۰ (انظر: ۲۹۳۶)

(۴۵۰۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۹۹ (انظر: ۱۵۲۹۱)

(۴۵۰۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۰۴) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم (انظر: ۱۵۲۰۸)

(۴۵۰۵) تخریج: رجالہ ثقات رجال الشیخین، وقد اختلف فی وصلہ وارسالہ، وارسالہ اصح، ثم ان ابا معاویۃ اضطرب فی متن - أخرجه ابویعلی: ۷۰۰۰، والطحاوی فی "شرح مشکل الآثار": ۳۵۱۹، والبیہقی: ۱۳۳ / ۵ (انظر: ۲۶۴۹۲)

فوائد:..... اس حدیث میں واقعی کسی راوی سے کوئی خطا ہوگئی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو نماز فجر مزدلفہ میں ادا کی تھی۔ امام احمد نے کہا: یہ بات تو تعجب میں ڈال دینے والی ہے، بھلا نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو مکہ میں کیا کرنا تھا۔ یہ بھی احتما ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو اور اصل عبارت یوں ہوں: أَمَرَهَا يَوْمَ النَّحْرِ أَنْ تُؤَافِيَ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِمَكَّةَ، یعنی یوم النحر کے بعد والے دن ملاقات کے لیے نبی کریم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا۔

(۴۵۰۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو ثَنَا نَافِعُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَمِيلٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ: رَأَيْتُ عَطَاءَ وَابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ وَعِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَرْمُونَ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: يَا أَبَا سُلَيْمَانَ فِي أَيِّ سَنَةٍ سَمِعْتَ مِنْ نَافِعِ بْنِ عَمْرٍو؟ قَالَ: سَنَةَ تِسْعٍ وَبِئْتَيْنِ، سَنَةَ وَقْعَةِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَنْهُ۔ (مسند احمد: ۲۰۵۴۷)

نافع بن عمر جمحی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عطاء، ابن ابی ملیکہ اور عکرمہ بن خالد کو دیکھا، یہ سب لوگ دس ذوالحجہ کو فجر سے پہلے رمی کر لیتے تھے۔ امام احمد نے ان سے کہا: ابو سلیمان! آپ نے یہ بات نافع بن عمر سے کس سال سنی تھی؟ انہوں نے کہا: ۶۹ھ میں، جس سال سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

فوائد:..... حجاج کرام سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں اور تقریباً چاشت کے وقت منیٰ میں پہنچ جائیں گے اور اسی وقت جمرہ عقبہ کی رمی کریں گے، جو معذور لوگ پہلے سے منیٰ پہنچ چکے ہوں گے، وہ حجاج کرام کے بڑے ہجوم کے پہنچنے سے پہلے لیکن طلوع آفتاب کے بعد رمی کریں گے۔

رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ

واوی کے درمیان کھڑے ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرنے، رمی کی کیفیت اور اس وقت کی دعا کا بیان

(۴۵۰۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) حَتَّى انْتَهَى إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَقَالَ: نَاوِلْنِي أَحْجَارًا، قَالَ: فَنَاوَلْتُهُ سَبْعَةً

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، جب وہ جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے تو کہا: مجھے پتھر لا کر دو، پس میں نے انہیں سات پتھر لا دیے، پھر انہوں نے مجھ سے کہا: اونٹنی کی مہار پکڑ لو، اس کے بعد وہ جمرہ کی طرف

(۴۵۰۶) تخریج: اثر صحیح (انظر: ۲۰۲۸۱)

(۴۵۰۷) تخریج: صحیح دون قولہ: "اللهم اجعله حجا مبرورا و ذنبا مغفورا" وهذا اسناد ضعيف لضعف

ليث بن ابي سليم - أخرجه مسلم: ۱۲۹۶ مختصرا ودون ذكر الدعاء (انظر: ۴۰۶۱)

گئے اور وادی کے درمیان سے سات کنکریاں ماریں، جبکہ وہ سوار تھے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہہ رہے تھے، پھر انھوں نے یہ دعا کی: اے اللہ اس کو حج مبرور بنا دے اور گناہ معاف کر دے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: جس ہستی پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی تھی، اس نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر رمی کی تھی۔

أَحْجَارٍ، فَقَالَ لِي: خُذْ بِزِمَامِ النَّاقَةِ قَالَ: ثُمَّ عَادَ إِلَيْهَا فَرَمَى بِهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ وَهُوَ رَاكِبٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا كَانَ يَقُومُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ - (مسند احمد: ۴۰۶۱)

(دوسری سند) عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہوں نے جمرہ عقبہ کو اپنی دائیں جانب رکھا اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے اس کو سات کنکریاں ماریں، (اخریث)

(۴۵۰۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ اسْتَبَطَنَ الْوَادِي فَجَعَلَ الْجَمْرَةَ عَنْ حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ وَاسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ رَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - (مسند احمد: ۴۰۸۹)

فوائد: اگلی احادیث میں بیان کردہ کیفیت مذکورہ بالا کیفیت سے مختلف ہے، ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں طرح عمل کیا ہو، بہر حال درج ذیل کیفیت زیادہ مشہور اور صحیح ہے۔

عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے جمرہ کبریٰ کو سات کنکریاں ماریں، اس وقت بیت اللہ ان کی بائیں جانب اور منیٰ دائیں جانب تھا، پھر انھوں نے کہا: جس شخصیت پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی تھی، انہوں نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر رمی کی تھی۔

(۴۵۰۹) (وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ فَرَمَى الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمَنَى عَنْ يَمِينِهِ، وَقَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ - (مسند احمد: ۴۱۵۰)

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وادی کے درمیان کھڑے ہو کر جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں، وہ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے، کسی نے ان

(۴۵۱۰) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: رَمَى عَبْدُ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ) جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ

(۴۵۰۸) (تخریج: صحیح دون قولہ "واستقبل البيت" - أخرجه الترمذی: ۹۰۱، وابن ماجہ: ۳۰۳۰، وانظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ۴۰۸۹)

(۴۵۰۹) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ومسلم: ۱۲۹۶) (انظر: ۴۱۵۰)

(۴۵۱۰) (تخریج: انظر الحديث السابق)

حَصَايَاتٍ، يَكْتَبُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا، فَقَالَ: هَذَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ! مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔ (مسند احمد: ۴۳۵۹)

سے کہا: لوگ تو اوپر والی جگہ کی طرف سے رمی کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! یہ اس ہستی کا مقام ہے، جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی۔

(۴۵۱۱) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ الْأَزْدِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أُمِّي أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَخَلْفَهُ إِنْسَانٌ، يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ أَنْ يُصِيبُوهُ بِالْحِجَارَةِ وَهُوَ يَقُولُ: ((أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَإِذَا رَمَيْتُمْ فَارْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ،)) الْحَدِيثُ۔ (مسند احمد: ۲۷۶۷۲)

سليمان بن عمرو بن الاخوص ازدي کہتے ہیں: میری ماں نے مجھے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ وادی کے درمیان سے جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے، آپ ﷺ کے پیچھے ایک انسان تھا، وہ آپ ﷺ کو لوگوں کی کنکریوں سے بچا رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”لوگو! کوئی کسی کو قتل نہ کر دے اور جب تم رمی کرو تو (پنپے یا لوسپے کے دانے کے برابر) کنکری مارو۔“

فوائد: یعنی ایسا نہ ہو کہ ہجوم کی وجہ سے یا بڑے پتھر پھینکنے کی وجہ سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے۔ ان احادیث میں رمی کی کیفیت کا بیان ہے، آج کل آسانی کے ساتھ اس کو اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے، بہر حال ہر طرف سے رمی کرنا جائز ہے۔

اِسْتَحْبَابُ الرُّكُوبِ لِرَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَالْمَشْيِ لِعِغْرِهَا

جمرہ عقبہ کی رمی کے لیے سوار ہو کر جانے اور باقی دنوں میں پیدل چل کر جانے کے مستحب ہونے کا

بیان

(۴۵۱۲) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ ﷺ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ عَلَى دَابَّتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَكَانَ لَا يَأْتِي سَائِرَهَا بَعْدَ ذَلِكَ، إِلَّا مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَأْتِيهَا إِلَّا مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا۔ (مسند احمد: ۶۲۲۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے لیے سوار ہو کر آتے تھے اور باقی دنوں میں پیدل آتے جاتے تھے، ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی پیدل آتے جاتے تھے۔

(۴۵۱۱) تخریج: حسن لغیرہ۔ أخرجه ابن ماجه: ۳۰۲۸، ۳۰۳۱ (انظر: ۲۷۱۳۱)

(۴۵۱۲) تخریج: صحيح لغیرہ۔ أخرجه الترمذی: ۹۰۰، وأخرجه بنحوه ابو داود: ۱۹۶۹ (انظر: ۶۲۲۲)

فوائد:..... معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ نحر والے دن رمی کرنے کے لیے سوار ہو کر جایا جائے اور باقی دنوں میں پیدل۔

(۴۵۱۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا۔ (مسند احمد: ۲۰۵۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کی تھی۔

(۴۵۱۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ يَقُولُ: ((لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَذِرُ لِعَلَّيْ أَنْ لَا أُحْجَّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ))۔ (مسند احمد: ۱۵۱۰۷)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دس ذوالحجہ کو سواری پر رمی کرتے اور فرماتے تھے: ”اپنے مناسک سیکھ لو، کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید میں اپنے اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔“

فوائد:..... آپ ﷺ یہ وضاحت کرنا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر آپ ﷺ کی تعلیمات پر توجہ دیں اور اس ضمن میں کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیں اور ایسے ہی ہوا کہ آپ ﷺ ذوالحجہ کے بقیہ دن اور محرم اور صفر کے بعد ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو دنیا سے فانی ہو کر گئے۔

(۴۵۱۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) قَالَ: (يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ): ((لِتَأْخُذُوا أَمْنِي مَنَاسِكَهَا، وَأَرْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْحَذَفِ))۔ (مسند احمد: ۱۴۲۶۸)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میری امتی مناسک کی تعلیم حاصل کر لے اور (پنے یا لویا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو۔“

(۴۵۱۶) عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْكَلَابِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي يَوْمَ النَّحْرِ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ صَهْبَاءٌ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ۔ (مسند احمد: ۱۵۴۸۹)

سیدنا قدامہ بن عبد اللہ کلابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو اپنی صہبائے نامی اونٹنی پر سوار ہو کر وادی کے درمیان سے جمرہ عقبہ کی رمی کی، اس وقت نہ تو مارنا تھا، نہ دھکارتا تھا اور نہ یہ کہنا تھا کہ پرے ہٹ جاؤ، پرے ہٹ جاؤ۔“

(۴۵۱۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه الترمذی: ۸۹۹، وابن ماجه: ۳۰۳۴ (انظر: ۲۰۵۶)

(۴۵۱۴) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۹۷ (انظر: ۱۵۰۴۱)

(۴۵۱۵) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۱۶) تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه النسائي: ۵/ ۲۷۰، وابن ماجه: ۳۰۳۵ (انظر: ۱۵۴۱۲)

سیدہ ام حصین احمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے سیدنا اسامہ بن زید اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام تھام رکھی تھی اور دوسرا کپڑا اٹھائے آپ ﷺ کو گرمی سے بچا رہا تھا، اس حالت میں آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تھی۔

(۴۵۱۷) عَنْ أُمِّ الْحُسَيْنِ (الْأَحْمَسِيَّةِ) قَالَتْ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَبِلَالَ وَأَحَدَهُمَا أَخَذَ بِخَطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱/۲۷۸۰)

فوائد:..... احادیث مبارکہ اپنے مفہوم میں واضح ہیں، آج کل سواری پر رمی کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔

مَا يَحِلُّ لِلْحَاجِّ وَمَا يَفْعَلُهُ بَعْدَ رَمَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ

جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد حاجی کے حلال ہو جانے اور اس کے بعد دوسرے افعال کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی، پھر جانور ذبح کیے اور پھر سر منڈوایا۔

(۴۵۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ ذَبَحَ ثُمَّ حَلَقَ۔ (مسند احمد: ۲/۲۲۵۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم جمرہ (عقبہ) کی رمی کرو تو عورتوں کے علاوہ تمہارے لیے ہر چیز حلال ہو جائے گی۔“ ایک بندے نے کہا: اور خوشبو؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ”میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے (جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد) کستوری سے اپنے سر کو لت پت کر رکھا تھا، تو یہ خوشبو تھی یا نہیں؟

(۴۵۱۹) عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَيْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ)) قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ: وَالطَّيِّبُ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا أَنَا فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُضَمِّخُ رَأْسَهُ بِالْمِسْكِ، أَفَطِيبٌ ذَلِكَ أَمْ لَا؟ (مسند احمد: ۲/۲۰۹۰)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو ذریعہ خوشبو اس وقت لگائی تھی، جب آپ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی کر کے حلال ہوئے اور

(۴۵۲۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ لِحَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ حَيْثُ أُحْرِمَ وَحَيْثُ رَمَى

(۴۵۱۷) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۹۸ (انظر: ۲۷۲۵۹)

(۴۵۱۸) تخریج: حسن لغیره۔ أخرجه أبو یعلیٰ: ۲۵۶۸، والطبرانی: ۱۲۰۸۸ (انظر: ۲۲۵۳)

(۴۵۱۹) تخریج: صحیح لغیره۔ أخرجه النسائی: ۵/۲۷۷ (انظر: ۲۰۹۰)

(۴۵۲۰) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۹۳۰، ومسلم: ۱۱۸۹ (انظر: ۲۶۰۷۸)

جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ
بِالْبَيْتِ۔ (مسند احمد: ۲۶۶۰۶)
ابھی تک بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور جب آپ ﷺ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا۔

فوائد:..... ذریعہ ایک خوشبو ہے، جو کئی خوشبوؤں کا مرکب ہوتی ہے۔

(۴۵۲۱) وَعَنْهَا ۞ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ۞ إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ
الطِّيبُ وَالْيَثَابُ، وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ۔
(مسند احمد: ۲۵۶۱۶)
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم رمی کر لو ہو اور سر منڈا لو تو تمہارے لیے خوشبو اور دوسرے کپڑے حلال ہو جاتے ہیں، بلکہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، ماسوائے بیویوں کے۔“

فوائد:..... دس ذوالحجہ کو حجرہ عقبہ کی رمی کے بعد حجاج کرام احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں، البتہ بیویوں سے ہم بستری نہ کرنے کی پابندی برقرار رہتی ہے، طواف افاضہ کے بعد یہ پابندی بھی اٹھ جاتی ہے۔

النَّحْرُ وَالْحَلَقُ وَالْتَقْصِيرُ

قربانی کرنا اور بال منڈوانا یا کترنا

(۴۵۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي
سُفْيَانٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ
سَيْرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا رَمَى
النَّبِيُّ ۞ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَنَحَرَ هَذِيهِ حَجَمَ
وَعَطَى الْحَجَّامَ، وَقَالَ: سُفْيَانٌ مَرَّةً:
وَأَعْطَى الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ
فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ ثُمَّ حَلَقَ الْأَيْسَرَ فَأَعْطَاهُ
النَّاسَ۔ (مسند احمد: ۱۲۱۱۶)
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے حجرہ عقبہ کی رمی کی اور قربانی ذبح کی تو حجامت کروائی اور پہلے سر کی دائیں جانب کو حجام کیا اور اس طرف کے مونڈے ہوئے بال سیدنا ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیئے، پھر اس کی طرف بائیں جانب کی اور یہ بال دوسرے لوگوں کو دے دیئے۔

فوائد:..... سر کی حجامت کرتے وقت دائیں طرف سے آغاز کرنا سنت ہے، لوگوں کی اکثریت جہالت یا لاپرواہی کی وجہ سے اس سنت سے غافل ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور بالوں سے تبرک حاصل کرنا مشروع ہے۔

(۴۵۲۱) تخريج: صحيح دون قوله: "وحلقتهم"، وهذا اسناد ضعيف لضعف حجاج بن ارطاة، وقد اختلف عليه فيه - أخرجه ابوداود: ۱۹۷۸ (انظر: ۲۵۱۰۳)
(۴۵۲۲) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۳۰۵ (انظر: ۱۲۰۹۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈوایا تھا۔

(۴۵۲۳) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ - (مسند احمد: ۵۶۱۴)

سیدنا معمر بن عبد اللہ عدوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کا پالان تیار کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کو مجھے فرمایا: ”اے معمر! آج رات میں نے کجاوے والے قسموں کو ڈھیلا پایا ہے۔“ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے؟ میں نے تو پہلے کی طرح ان کو کساتھا، لیکن آپ کے ہاں میرے مرتبے پر حسد کرتے ہوئے کسی نے اس کو ڈھیلا کر دیا ہوگا، تاکہ آپ میری جگہ پر کسی اور خادم کا تعین کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! میں یہ کام کرنے والا نہیں ہوں۔“ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں اپنی قربانی ذبح کی تو مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کا سر مونڈوں، پس میں نے استرا پکڑا اور آپ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”معمر! (تیری بھی کیا شان ہے کہ) اللہ کے رسول نے تجھے اپنے کان کی لو کے پاس کھڑا کیا اور تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔“ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی کیوں نہیں، میں یہ اعزاز تیرے لیے برقرار رکھوں گا۔“ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کا سر مونڈ دیا۔

(۴۵۲۴) عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (الْعَدَوِيِّ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أُرْجِلُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَ: فَقَالَ لِي لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي: ((يَا مَعْمَرُ! لَقَدْ وَجَدْتُ فِي أَنْسَاعِي اضْطِرَابًا)) قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ شَدَّ ثَمَّهَا كَمَا كُنْتُ أَشُدُّهَا وَلَكِنَّهُ أَرْخَاهَا مَنْ قَدْ كَانَ نَفْسَ عَلَيَّ لِمَكَانِي مِنْكَ لَتَسْتَبْدِلَ بِي غَيْرِي، قَالَ: فَقَالَ: ((أَمَّا إِنِّي غَيْرُ فَاعِلٍ)) قَالَ: فَلَمَّا نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِيهُ بِمَنَى أَمَرَنِي أَنْ أَحْلِقَهُ، قَالَ: فَأَخَذْتُ الْمَوْسَى فَقُفْتُ عَلَى رَأْسِهِ، قَالَ: فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَقَالَ لِي: ((يَا مَعْمَرُ! أَمْكَنَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ شَحْمَةِ أُذُنِهِ وَفِي يَدِكَ الْمَوْسَى)) قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَّا وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ نِعْمَةٍ أَلُو عَلَى وَمَتِّهِ، قَالَ: فَقَالَ: ((أَجَلُ إِذَا أَقُرُّ لَكَ)) قَالَ: ثُمَّ حَلَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ - (مسند احمد: ۲۷۷۹۱)

(۴۵۲۳) تخريج: أخرجه البخاری: ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ۴۴۵۹، ۴۴۶۰، ۴۴۶۱، ۴۴۶۲، ۴۴۶۳، ۴۴۶۴، ۴۴۶۵، ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۴۴۷۰، ۴۴۷۱، ۴۴۷۲، ۴۴۷۳، ۴۴۷۴، ۴۴۷۵، ۴۴۷۶، ۴۴۷۷، ۴۴۷۸، ۴۴۷۹، ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، ۴۴۸۲، ۴۴۸۳، ۴۴۸۴، ۴۴۸۵، ۴۴۸۶، ۴۴۸۷، ۴۴۸۸، ۴۴۸۹، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۲، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۴۴۹۵، ۴۴۹۶، ۴۴۹۷، ۴۴۹۸، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۵۰۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۳، ۴۵۰۴، ۴۵۰۵، ۴۵۰۶، ۴۵۰۷، ۴۵۰۸، ۴۵۰۹، ۴۵۱۰، ۴۵۱۱، ۴۵۱۲، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، ۴۵۱۷، ۴۵۱۸، ۴۵۱۹، ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، ۴۵۲۲، ۴۵۲۳، ۴۵۲۴، ۴۵۲۵، ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸، ۴۵۲۹، ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ۴۵۳۲، ۴۵۳۳، ۴۵۳۴، ۴۵۳۵، ۴۵۳۶، ۴۵۳۷، ۴۵۳۸، ۴۵۳۹، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳، ۴۵۴۴، ۴۵۴۵، ۴۵۴۶، ۴۵۴۷، ۴۵۴۸، ۴۵۴۹، ۴۵۵۰، ۴۵۵۱، ۴۵۵۲، ۴۵۵۳، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۴۵۵۶، ۴۵۵۷، ۴۵۵۸، ۴۵۵۹، ۴۵۶۰، ۴۵۶۱، ۴۵۶۲، ۴۵۶۳، ۴۵۶۴، ۴۵۶۵، ۴۵۶۶، ۴۵۶۷، ۴۵۶۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، ۴۵۷۶، ۴۵۷۷، ۴۵۷۸، ۴۵۷۹، ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳، ۴۵۸۴، ۴۵۸۵، ۴۵۸۶، ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۸۹، ۴۵۹۰، ۴۵۹۱، ۴۵۹۲، ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۵۹۵، ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، ۴۵۹۸، ۴۵۹۹، ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، ۴۶۰۲، ۴۶۰۳، ۴۶۰۴، ۴۶۰۵، ۴۶۰۶، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۴۶۰۹، ۴۶۱۰، ۴۶۱۱، ۴۶۱۲، ۴۶۱۳، ۴۶۱۴، ۴۶۱۵، ۴۶۱۶، ۴۶۱۷، ۴۶۱۸، ۴۶۱۹، ۴۶۲۰، ۴۶۲۱، ۴۶۲۲، ۴۶۲۳، ۴۶۲۴، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۶۲۷، ۴۶۲۸، ۴۶۲۹، ۴۶۳۰، ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، ۴۶۳۸، ۴۶۳۹، ۴۶۴۰، ۴۶۴۱، ۴۶۴۲، ۴۶۴۳، ۴۶۴۴، ۴۶۴۵، ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، ۴۶۴۸، ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، ۴۶۵۳، ۴۶۵۴، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷، ۴۶۵۸، ۴۶۵۹، ۴۶۶۰، ۴۶۶۱، ۴۶۶۲، ۴۶۶۳، ۴۶۶۴، ۴۶۶۵، ۴۶۶۶، ۴۶۶۷، ۴۶۶۸، ۴۶۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۱، ۴۶۷۲، ۴۶۷۳، ۴۶۷۴، ۴۶۷۵، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۴۶۷۹، ۴۶۸۰، ۴۶۸۱، ۴۶۸۲، ۴۶۸۳، ۴۶۸۴، ۴۶۸۵، ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، ۴۶۸۸، ۴۶۸۹، ۴۶۹۰، ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ۴۶۹۳، ۴۶۹۴، ۴۶۹۵، ۴۶۹۶، ۴۶۹۷، ۴۶۹۸، ۴۶۹۹، ۴۷۰۰، ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، ۴۷۰۳، ۴۷۰۴، ۴۷۰۵، ۴۷۰۶، ۴۷۰۷، ۴۷۰۸، ۴۷۰۹، ۴۷۱۰، ۴۷۱۱، ۴۷۱۲، ۴۷۱۳، ۴۷۱۴، ۴۷۱۵، ۴۷۱۶، ۴۷۱۷، ۴۷۱۸، ۴۷۱۹، ۴۷۲۰، ۴۷۲۱، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، ۴۷۲۹، ۴۷۳۰، ۴۷۳۱، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، ۴۷۳۶، ۴۷۳۷، ۴۷۳۸، ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۱، ۴۷۴۲، ۴۷۴۳، ۴۷۴۴، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۴۷۴۷، ۴۷۴۸، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۱، ۴۷۵۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴، ۴۷۵۵، ۴۷۵۶، ۴۷۵۷، ۴۷۵۸، ۴۷۵۹، ۴۷۶۰، ۴۷۶۱، ۴۷۶۲، ۴۷۶۳، ۴۷۶۴، ۴۷۶۵، ۴۷۶۶، ۴۷۶۷، ۴۷۶۸، ۴۷۶۹، ۴۷۷۰، ۴۷۷۱، ۴۷۷۲، ۴۷۷۳، ۴۷۷۴، ۴۷۷۵، ۴۷۷۶، ۴۷۷۷، ۴۷۷۸، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۴۷۸۱، ۴۷۸۲، ۴۷۸۳، ۴۷۸۴، ۴۷۸۵، ۴۷۸۶، ۴۷۸۷، ۴۷۸۸، ۴۷۸۹، ۴۷۹۰، ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۴۷۹۵، ۴۷۹۶، ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ۴۷۹۹، ۴۸۰۰، ۴۸۰۱، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۴۸۰۴، ۴۸۰۵، ۴۸۰۶، ۴۸۰۷، ۴۸۰۸، ۴۸۰۹، ۴۸۱۰، ۴۸۱۱، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳، ۴۸۱۴، ۴۸۱۵، ۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۴۸۱۸، ۴۸۱۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵، ۴۸۲۶، ۴۸۲۷، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، ۴۸۳۵، ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۴۸۳۸، ۴۸۳۹، ۴۸۴۰، ۴۸۴۱، ۴۸۴۲، ۴۸۴۳، ۴۸۴۴، ۴۸۴۵، ۴۸۴۶، ۴۸۴۷، ۴۸۴۸، ۴۸۴۹، ۴۸۵۰، ۴۸۵۱، ۴۸۵۲، ۴۸۵۳، ۴۸۵۴، ۴۸۵۵، ۴۸۵۶، ۴۸۵۷، ۴۸۵۸، ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، ۴۸۶۱، ۴۸۶۲، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵، ۴۸۶۶، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴، ۴۸۷۵، ۴۸۷۶، ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، ۴۸۷۹، ۴۸۸۰، ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، ۴۸۹۳، ۴۸۹۴، ۴۸۹۵، ۴۸۹۶، ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ۴۸۹۹، ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴، ۴۹۰۵، ۴۹۰۶، ۴۹۰۷، ۴۹۰۸، ۴۹۰۹، ۴۹۱۰، ۴۹۱۱، ۴۹۱۲، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۴۹۱۵، ۴۹۱۶، ۴۹۱۷، ۴۹۱۸، ۴۹۱۹، ۴۹۲۰، ۴۹۲۱، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۴۹۳۰، ۴۹۳۱، ۴۹۳۲، ۴۹۳۳، ۴۹۳۴، ۴۹۳۵، ۴۹۳۶، ۴۹۳۷، ۴۹۳۸، ۴۹۳۹، ۴۹۴۰، ۴۹۴۱، ۴۹۴۲، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۵۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۴، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۴۹۵۸، ۴۹۵۹، ۴۹۶۰، ۴۹۶۱، ۴۹۶۲، ۴۹۶۳، ۴۹۶۴، ۴۹۶۵، ۴۹۶۶، ۴۹۶۷، ۴۹۶۸، ۴۹۶۹، ۴۹۷۰، ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳، ۴۹۷۴، ۴۹۷۵، ۴۹۷۶، ۴۹۷۷، ۴۹۷۸، ۴۹۷۹، ۴۹۸۰، ۴۹۸۱، ۴۹۸۲، ۴۹۸۳، ۴۹۸۴، ۴۹۸۵، ۴۹۸۶، ۴۹۸۷، ۴۹۸۸، ۴۹۸۹، ۴۹۹۰، ۴۹۹۱، ۴۹۹۲، ۴۹۹۳، ۴۹۹۴، ۴۹۹۵، ۴۹۹۶، ۴۹۹۷، ۴۹۹۸، ۴۹۹۹، ۵۰۰۰، ۵۰۰۱، ۵۰۰۲، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، ۵۰۰۵، ۵۰۰۶، ۵۰۰۷، ۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ۵۰۱۰، ۵۰۱۱، ۵۰۱۲، ۵۰۱۳، ۵۰۱۴، ۵۰۱۵، ۵۰۱۶، ۵۰۱۷، ۵۰۱۸، ۵۰۱۹، ۵۰۲۰، ۵۰۲۱، ۵۰۲۲، ۵۰۲۳، ۵۰۲۴، ۵۰۲۵، ۵۰۲۶، ۵۰۲۷، ۵۰۲۸، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۳۱، ۵۰۳۲، ۵۰۳۳، ۵۰۳۴، ۵۰۳۵، ۵۰۳۶، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۳۹، ۵۰۴۰، ۵۰۴۱، ۵۰۴۲، ۵۰۴۳، ۵۰۴۴، ۵۰۴۵، ۵۰۴۶، ۵۰۴۷، ۵۰۴۸، ۵۰۴۹، ۵۰۵۰، ۵۰۵۱، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۰۵۵، ۵۰۵۶، ۵۰۵۷، ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، ۵۰۶۰، ۵۰۶۱، ۵۰۶۲، ۵۰۶۳، ۵۰۶۴، ۵۰۶۵، ۵۰۶۶، ۵۰۶۷، ۵۰۶۸، ۵۰۶۹، ۵۰۷۰، ۵۰۷۱، ۵۰۷۲، ۵۰۷۳، ۵۰۷۴، ۵۰۷۵، ۵۰۷۶، ۵۰۷۷، ۵۰۷۸، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۰۸۱، ۵۰۸۲، ۵۰۸۳، ۵۰۸۴، ۵۰۸۵، ۵۰۸۶، ۵۰۸۷، ۵۰۸۸، ۵۰۸۹، ۵۰۹۰، ۵۰۹۱، ۵۰۹۲، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۰۹۵، ۵۰۹۶، ۵۰۹۷، ۵۰۹۸، ۵۰۹۹، ۵۱۰۰، ۵۱۰۱، ۵۱۰۲، ۵۱۰۳، ۵۱۰۴، ۵۱۰۵، ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۰۸، ۵۱۰۹، ۵۱۱۰، ۵۱۱۱، ۵۱۱۲، ۵۱۱۳، ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۱۱۶، ۵۱۱۷، ۵۱۱۸، ۵۱۱۹، ۵۱۲۰، ۵۱۲۱، ۵۱۲۲، ۵۱۲۳، ۵۱۲۴، ۵۱۲۵، ۵۱۲۶، ۵۱۲۷، ۵۱۲۸، ۵۱۲۹، ۵۱۳۰، ۵۱۳۱، ۵۱۳۲، ۵۱۳۳، ۵۱۳۴، ۵۱۳۵، ۵۱۳۶، ۵۱۳۷، ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۵۱۴۰، ۵۱۴۱، ۵۱۴۲، ۵۱۴۳، ۵۱۴۴، ۵۱۴۵، ۵۱۴۶، ۵۱۴۷، ۵۱۴۸، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۱۵۱، ۵۱۵۲، ۵۱۵۳، ۵۱۵۴، ۵۱۵۵، ۵۱۵۶، ۵۱۵۷، ۵۱۵۸، ۵۱۵۹، ۵۱۶۰، ۵۱۶۱، ۵۱۶۲، ۵۱۶۳، ۵۱۶۴، ۵۱۶۵، ۵۱۶۶، ۵۱۶۷، ۵۱۶۸، ۵۱۶۹، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۱۷۲، ۵۱۷۳، ۵۱۷۴، ۵۱۷۵، ۵۱۷۶، ۵۱۷۷، ۵۱۷۸، ۵۱۷۹، ۵۱۸۰، ۵۱۸۱، ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۱۸۴، ۵۱۸۵، ۵۱۸۶، ۵۱۸۷، ۵۱۸۸، ۵۱۸۹، ۵۱۹۰، ۵۱۹۱، ۵۱۹۲، ۵۱۹۳، ۵۱۹۴، ۵۱۹۵، ۵۱۹۶، ۵۱۹۷، ۵۱۹۸، ۵۱۹۹، ۵۲۰۰، ۵۲۰۱، ۵۲۰۲، ۵۲۰۳، ۵۲۰۴، ۵۲۰۵، ۵۲۰۶، ۵۲۰۷، ۵۲۰۸، ۵۲۰۹، ۵۲۱۰، ۵۲۱۱، ۵۲۱۲، ۵۲۱۳، ۵۲۱۴، ۵۲۱۵، ۵۲۱۶، ۵۲۱۷، ۵۲۱۸، ۵۲۱۹، ۵۲۲۰، ۵۲۲۱، ۵۲۲۲، ۵۲۲۳، ۵۲۲۴، ۵۲۲۵، ۵۲۲۶، ۵۲۲۷، ۵۲۲۸، ۵۲۲۹، ۵۲۳۰، ۵۲۳۱، ۵۲۳۲، ۵۲۳۳، ۵۲۳۴، ۵۲۳۵، ۵۲۳۶، ۵۲۳۷، ۵۲۳۸، ۵۲۳۹، ۵۲۴۰، ۵۲۴۱، ۵۲۴۲، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۲۴۸، ۵۲۴۹، ۵۲۵۰، ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۴، ۵۲۵۵، ۵۲۵۶، ۵۲۵۷، ۵۲۵۸، ۵۲۵۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۲، ۵۲۶۳، ۵۲۶۴، ۵۲۶۵، ۵۲۶۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۲۶۹، ۵۲۷۰، ۵۲۷۱، ۵۲۷۲، ۵۲۷۳، ۵۲۷۴، ۵۲۷۵، ۵۲۷۶، ۵۲۷۷، ۵۲۷۸، ۵۲۷۹، ۵۲۸۰، ۵۲۸۱، ۵۲۸۲، ۵۲۸۳، ۵۲۸۴، ۵۲۸۵، ۵۲۸۶، ۵۲۸۷، ۵۲۸۸، ۵۲۸۹، ۵۲۹۰، ۵۲۹۱، ۵۲۹۲، ۵۲۹۳، ۵۲۹۴، ۵۲۹۵، ۵۲۹۶، ۵۲۹۷، ۵۲۹۸، ۵۲۹۹، ۵۳۰۰، ۵۳۰۱، ۵۳۰۲، ۵۳۰۳، ۵۳۰۴، ۵۳۰۵، ۵۳۰۶، ۵۳۰۷، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۵۳۱۰، ۵۳۱۱، ۵۳۱۲، ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، ۵۳۱۵، ۵۳۱۶، ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، ۵۳۲۷، ۵۳۲۸، ۵۳۲۹، ۵۳۳۰، ۵۳۳۱، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۵۳۳۴، ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷، ۵۳۳۸، ۵۳۳۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، ۵۳۴۴، ۵۳۴۵، ۵۳۴۶، ۵۳۴۷، ۵۳۴۸، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، ۵۳۵۱، ۵۳۵۲، ۵۳۵۳، ۵۳۵۴، ۵۳۵۵، ۵۳۵۶، ۵۳۵۷، ۵۳۵۸، ۵۳۵۹، ۵۳۶۰، ۵۳۶۱، ۵۳۶۲، ۵۳۶۳، ۵۳۶۴، ۵۳۶۵، ۵۳۶۶، ۵۳۶۷، ۵۳۶۸، ۵۳۶۹، ۵۳۷۰، ۵۳۷۱، ۵۳۷۲، ۵۳۷۳، ۵۳۷۴، ۵۳۷۵، ۵۳۷۶، ۵۳۷۷، ۵۳۷۸، ۵۳۷۹، ۵۳۸۰، ۵۳۸۱، ۵۳۸۲، ۵۳۸۳، ۵۳۸۴، ۵۳۸۵، ۵۳۸۶، ۵۳۸۷، ۵۳۸۸، ۵۳۸۹، ۵۳۹۰، ۵۳۹۱، ۵۳۹۲، ۵۳۹۳، ۵۳۹۴، ۵۳۹۵، ۵۳۹۶، ۵۳۹۷، ۵۳۹۸، ۵۳۹۹، ۵۴۰۰، ۵۴۰۱، ۵۴۰۲، ۵۴۰۳، ۵۴۰۴، ۵۴۰۵، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۰۸، ۵۴۰۹، ۵۴۱۰، ۵۴۱۱، ۵۴۱۲، ۵۴۱۳، ۵۴۱۴، ۵۴۱۵، ۵۴۱۶، ۵۴۱۷، ۵۴۱۸، ۵۴۱۹، ۵۴۲۰، ۵۴۲۱، ۵۴۲۲، ۵۴۲۳، ۵۴۲۴، ۵۴۲۵، ۵۴۲۶، ۵۴۲۷، ۵۴۲۸، ۵۴۲۹، ۵۴۳۰، ۵۴۳۱، ۵۴۳۲، ۵۴۳۳، ۵۴۳۴، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۸، ۵۴۳۹، ۵۴۴۰، ۵۴۴۱، ۵۴۴۲، ۵۴۴۳، ۵۴۴۴، ۵۴۴۵، ۵۴۴۶، ۵۴۴۷، ۵۴۴۸، ۵۴۴۹، ۵۴۵۰، ۵۴۵۱، ۵۴۵۲، ۵۴۵۳، ۵۴۵۴، ۵۴۵۵، ۵۴۵۶، ۵۴۵۷، ۵۴۵۸، ۵۴۵۹، ۵۴۶۰، ۵۴۶۱، ۵۴۶۲، ۵۴۶۳، ۵۴۶۴، ۵۴۶۵، ۵۴۶۶، ۵۴۶۷، ۵۴۶۸، ۵۴۶۹، ۵۴۷۰، ۵۴۷۱، ۵۴۷۲، ۵۴۷۳، ۵۴۷۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۷۸، ۵۴۷۹، ۵۴۸۰، ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۵۴۸۸، ۵۴۸۹، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، ۵۴۹۳، ۵۴۹۴، ۵۴۹۵، ۵۴۹۶، ۵۴۹۷، ۵۴۹۸، ۵۴۹۹، ۵۵۰۰، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۳، ۵۵۰۴، ۵۵۰۵، ۵۵۰۶، ۵۵۰۷، ۵۵۰۸، ۵۵۰۹، ۵۵۱۰، ۵۵۱۱، ۵۵۱۲، ۵۵۱۳، ۵۵۱۴، ۵۵۱۵، ۵۵۱۶، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۵۵۱۹، ۵۵۲۰، ۵۵۲۱، ۵۵۲۲

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس نے بالوں کی ٹیس بنائی ہوئی ہیں، وہ اپنے بال مونڈ دے اور تم لوگ تلبد کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ لیکن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے تلبد کر رکھی تھی۔

(۴۵۲۵) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَنْ ضَفَرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُلَبِّدًا. (مسند احمد: ۶۰۲۷)

فوائد:..... تلبد: بالوں کو گوند جیسی چیز لگا کر چپکا دینا، تاکہ نہ وہ بکھر سکیں اور نہ ان میں گرد و غبار پڑ سکے، زیادہ دنوں تک احرام باندھنا ہو تو ایسے کیا جاتا ہے۔

طاؤس کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے ایک چوڑے پھل سے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال تراشے تھے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی نہیں، پھر انھوں نے کہا: یہ بات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر حجت ہے۔

(۴۵۲۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَوْ مَعْمَرٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ: ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُوسٍ قَالَ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ (وَفِي لَفْظٍ عَنْ طَاوُوسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ: أَمَا عَلِمْتَ إِنِّي قَصَرْتُ مِنْ رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا، قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ فِي حَدِيثِهِ، قَالَ بَنُ عَبَّاسٍ: وَهَذِهِ حُجَّةٌ عَلَى مُعَاوِيَةَ. (مسند احمد: ۱۷۰۱۱)

(دوسری سند) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال تراشے تھے۔

(۴۵۲۷) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَصَرْتُ عَنْ رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ الْمَرْوَةِ. (مسند احمد: ۱۷۰۰۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک

(۴۵۲۸) عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ مُعَاوِيَةَ (ابْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

(۴۵۲۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۵۹۱۴ (انظر: ۶۰۲۷)

(۴۵۲۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۳۰، ومسلم: ۱۲۴۶ (انظر: ۱۶۸۸۷)

(۴۵۲۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۲۸) تخریج: انظر الحديث السابق

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَصَرَ مِنْ
شَعْرِهِ بِمِشْفَصٍ، فَقُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا
بَلَّغْنَا هَذَا إِلَّا عَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: مَا كَانَ
مُعَاوِيَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُتَّهَمًا - (مسند
احمد: ١٦٩٨٨)

مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ الْحَلَّاقِ عَلَى التَّقْصِيرِ
تراشنے کی بہ نسبت بالوں کو مونڈنے کی فضیلت کا بیان

(٤٥٢٩) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَلَقَ رِجَالُ يَوْمِ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَصَّرَ آخَرُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحْلِقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحْلِقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحْلِقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) قَالُوا: فَمَا بَالُ الْمُحْلِقِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ظَاهَرَتْ لَهُمُ الرَّحْمَةُ؟ قَالَ: ((لَمْ يَشْكُوا)) قَالَ: فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

(مسند احمد: ٣٣١١)

فوائد: آپ ﷺ کا فرمانا کہ ”سرموٹنے والوں نے تو کوئی شک نہیں کیا۔“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں

نے آپ ﷺ کی پیروی ہی کو اچھا سمجھا اور اس معاملے میں کوئی شک نہیں کیا، لیکن جن لوگوں نے تقصیر کروائی، ظاہری طور پر ایسے لگتے ہیں کہ گویا ان کو آپ ﷺ کے فعل کے بارے میں کوئی شک ہوا ہے کہ انھوں نے تقصیر کروائی اور آپ ﷺ کے فعل کو ترک کر دیا۔ واضح رہے کہ اس مقام پر صرف سرمنڈوانے والوں کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے فعل کی اقتدا کی، جبکہ تقصیر کروانے والوں نے بھی آپ ﷺ کی طرف سے دی گئی رخصت سے ہی فائدہ اٹھایا، جبکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ سرمنڈوانا افضل ہے، لیکن ظاہری طور پر انھوں نے اس فضیلت کے تقاضے پورے نہیں کیے۔

(۴۵۳۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) فَقَالَ رَجُلٌ: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) فَقَالَ الرَّجُلُ: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ: ((وَلِلْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۱۸۵۹)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔“ ایک آدمی نے کہا: اور تقصیر کرانے والوں کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ اس بندے نے کہا: اور تقصیر کرنے والوں کے لیے؟ آپ ﷺ نے تیسری اور چوتھی بار کہا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“

(۴۵۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ حَلَقُوا رُؤُوسَهُمْ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ غَيْرَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَأَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَاسْتَغْفَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً. (مسند احمد: ۱۱۸۶۹)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ والے سال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اپنے سروں کو منڈوایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سرمنڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ اور تقصیر کروانے والوں کے لیے ایک دفعہ بخشش کی دعا کی۔

(۴۵۳۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: سَمِعْتُ جَدَّتِي تُحَدِّثُ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ بِمَنَى، دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقِيلَ لَهُ: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ:

یحییٰ بن حصین کہتے ہیں: میں نے اپنی دادی (سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا) سے سنا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو منیٰ میں سرمنڈوانے والوں کے لیے تین بار دعا کرتے ہوئے سنا۔ کسی نے آپ ﷺ سے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے

(۴۵۳۰) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۳۱) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف أخرجه ابو يعلى: ۱۲۶۳، والطيا السی: ۲۲۲۴، والطحاوی فی ”شرح مشکل الآثار“: ۱۳۶۹ (انظر: ۱۱۸۴۷)

(۴۵۳۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۳۰۳ (انظر: ۲۷۲۶۷)

تیسری بار فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی اللہ بخش دے۔“ ان کی دادی کہتی ہیں: میں نے عرفات میں نبی کریم ﷺ کو خطبے میں تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ”اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔“ لوگوں نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے چوتھی بار فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“

ان کی دادی کہتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔“ لوگوں نے تیسری مرتبہ کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں پر بھی رحم کرے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔“ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔“ بالآخر آپ ﷺ نے چوتھی بار فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔“ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ

((وَالْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۲۷۸۱۰)
(۴۵۳۳) ((وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ)) قَالَ: سَمِعْتُ جَدَّتِي تَقُولُ سَمِعْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ يَحْطُبُ يَقُولُ: ((عَفَرَ اللَّهُ لِلْمُحَلِّقِينَ)) ثَلَاثَ مَرَارٍ، قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ فَقَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) فِي الرَّابِعَةِ - (مسند احمد: ۲۷۸۰۶)

(۴۵۳۴) ((وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ)) عَنْ جَدَّتِهِ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ، يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا فِي الثَّالِثَةِ: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۲۷۸۰۳)

(۴۵۳۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ)) قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۴۶۵۷)

(۴۵۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ:

(۴۵۳۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۳۴) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۳۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۲۷، ومسلم: ۱۳۰۱ (انظر: ۴۶۵۷)

(۴۵۳۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۲۸، ومسلم: ۱۳۰۲ (انظر: ۷۱۵۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ لوگوں نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“

سیدنا مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے، اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ قوم میں سے ایک بندے نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ رسول اللہ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“ میں (مالک) نے اس دن اپنا سر مونڈا ہوا تھا اور مجھے اس وجہ سے اتنی خوشی ہوئی کہ سرخ ادنیوں کے ملنے یا کوئی بڑا حصہ ملنے کی وجہ سے اتنی خوشی نہیں ہو سکتی تھی۔

سیدنا حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ، جو کہ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھے، سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کو بخش دے۔“ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۷۱۵۸)

(۴۵۳۷) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِيهِ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالَ: يَقُولُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) ثُمَّ قَالَ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَحْلُوقٌ أَرَأَيْسَ، فَمَا يَسُرُّنِي بِحَلْقِ رَأْسِي حُمْرُ النِّعَمِ أَوْ خَطَرًا عَظِيمًا۔ (مسند احمد: ۱۷۷۴۱)

(۴۵۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَابْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَا: ثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ يَحْيَى: وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ حَجَّةَ الْوُدَاعِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَمُْقَصِّرِينَ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ:

(۴۵۳۷) تخریج: حدیث صحیح - أخرجه الطبرانی فی "الكبير": ۱۹ / ۶۰۴، وفی "الوسط": ۲۹۳۵، وابن ابی شیبہ: ص ۲۱۷ فی الجزء الذی نشره العمروی (انظر: ۱۷۵۹۸)

(۴۵۳۸) صحیح لغیره - أخرجه الطبرانی فی "الكبير": ۳۵۰۹، والطبرانی: ۳۵۱۰ (انظر: ۱۷۵۰۷)

((وَالْمُقَصِّرِينَ)) (مسند احمد: ۱۷۶۴۸)

(۴۵۳۹) عَنْ ابْنِ قَارِبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالَ رَجُلٌ: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)) يُقَلِّلُهُ سَفِيَانُ بِيَدِهِ، قَالَ سَفِيَانُ: وَقَالَ فِي نَبِكَ كَأَنَّهُ يُوسِّعُ يَدَهُ. (مسند احمد: ۲۷۷۴۴)

سیدنا قارب بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔ ایک آدمی نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ فرمایا: ”اور تقصیر کرانے والے کو بھی بخش دے۔“ سفیان اپنے ہاتھ کے ساتھ کمی اور قلت کی طرف اشارہ کر رہے تھے، لیکن جب (آپ ﷺ سر منڈوانے والوں کی بات کر رہے تھے) تو وہ اپنے ہاتھ سے وسعت کا اشارہ کر رہے تھے۔

فوائد:..... نبی کریم ﷺ کی دعا کے الفاظ اور ان کی مقدار تو ہمارے سامنے ہیں کہ آپ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے دو تین مرتبہ اور تقصیر کرانے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا کی، لیکن آپ ﷺ کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ اول الذکر لوگوں کے لیے بڑی رغبت کے ساتھ اور وسعت قلبی سے دعا کر رہے تھے، لیکن مؤخر الذکر افراد کے لیے سادہ سے الفاظ میں دعائیہ کلمات کہہ دیئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ))..... ”عورتوں پر سر کا مونڈنا نہیں ہے، بلکہ عورتوں پر صرف تقصیر ہے۔“ (ابوداؤد: ۱۹۸۵) عام اہل علم کا خیال ہے کہ عورتوں کو انگلیوں کے اوپر والے پوروں کے برابر بال ترشوا لینے چاہئیں۔

الإِفَاضَةُ مِنْ مَنَى لِلطَّوَافِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منی سے طواف کے لیے لوٹنا

وَهُوَ الْمُسَمَّى بِطَوَافِ الْإِفَاضَةِ أَوْ الزِّيَارَةِ وَحُكْمُ مَنْ أَمْسَى وَلَمْ يَطْفِ

اور اسی کو طوافِ افاضہ اور طوافِ زیارت کہنے اور شام تک یہ طواف نہ کر سکنے والے کے حکم کا بیان

(۴۵۴۰) عَنْ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمَنَى. (مسند احمد: ۴۸۹۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو طوافِ افاضہ کیا، پھر واپس لوٹ آئے اور نمازِ ظہر منی میں ادا کی۔

فوائد:..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے واپس آ کر منی میں نمازِ ظہر ادا کی، لیکن

(۴۵۳۹) تخریج: صحیح لغیرہ۔ أخرجه البزار: ۱۱۳۵، والحمیدی فی ”مسندہ“: ۹۳۱ (انظر: ۲۷۲۰۲)

(۴۵۴۰) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۳۰۸، وأخرجه البخاری: ۱۷۳۲ موقوفا (انظر: ۴۸۹۸)

صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث یوں ہے: ((ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى النَّبْتِ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمَكَّةَ)) پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور (منیٰ سے مکہ پہنچ کر) طوافِ افاضہ کیا اور مکہ میں ہی نمازِ ظہر ادا کی۔ امام نووی نے ان دو احادیث میں جمع تطبیق دیتے ہوئے کہا: آپ ﷺ نے زوال سے پہلے طوافِ افاضہ کیا، پھر نمازِ ظہر کو اس کے پہلے وقت میں مکہ میں ہی ادا کیا، لیکن پھر جب منیٰ کی طرف واپس گئے اور دیکھا کہ صحابہ نے ابھی تک نمازِ ظہر ادا نہیں کی، جبکہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کو یہ نماز پڑھائیں، پس آپ ﷺ نے ان کو دو نفل نماز پڑھائی، (بعض صحابہ نے سمجھا کہ آپ ﷺ کی یہی نمازِ ظہر ہے) اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ایک دفعہ اسی طرح نمازِ خوف پڑھائی تھی، یعنی ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں، جو آپ ﷺ کی فرضی نماز تھی اور دوسرے گروہ پھر دو رکعتیں پڑھائی، وہ آپ ﷺ کی نفل نماز تھی۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۹۳/۸) امام ابن منذر نے بھی اسی قسم کی بات کی ہے، لیکن امام شوکانی کی جمع تطبیق کی پیش کردہ صورت قدرے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مکہ میں ہی نمازِ ظہر ادا کر لی، جب آپ ﷺ منیٰ واپس پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ باجماعت نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے، پس آپ ﷺ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے داخل ہو گئے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جو آدمی پہلے نماز پڑھ چکا ہو، اگر وہ جماعت کو پالے تو (نفل کی نیت سے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔ (نبیل الاوطار: ۱۳۱/۵)

(۴۵۴۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ
فَالَا: أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ مَنَى رسول اللہ ﷺ نے رات کو منیٰ سے آکر طوافِ افاضہ کیا تھا۔
لَبَّاءُ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۱)

(۴۵۴۲) (وَعَنْهُمَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) أَنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَارَ النَّبْتَ لَبَّاءُ۔ (مسند احمد: ۲۶۲۳۸)
(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے رات کو بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا۔

(۴۵۴۳) (وَعَنْهُمَا مِنْ طَرِيقِ ثَالِثٍ) أَنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۲)
(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے یومِ النحر کے طواف کو رات تک مؤخر کیا تھا۔

فوائد: تعارض کی ایک شکل پھر پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس طرح کہ اس باب کی پہلی روایات کے مطابق

(۴۵۴۱) تخريج: صحيح بالشاهد، وهذا الحديث اسناده ضعيف، ابو الزبير محمد بن مسلم موصوف بالتدليس وقد عنعن، لكن تابعه محمد بن طارق، ولكنه عن طاؤس مرسل۔ أخرجه ابوداود: ۲۰۰۰، والترمذی: ۹۲۰، وابن ماجه: ۳۰۵۹ (انظر: ۲۶۱۱)
(۴۵۴۲) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(۴۵۴۳) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

آپ ﷺ نے ظہر سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا تھا، لیکن ان روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ طواف رات کو کیا تھا۔ اس تعارض کو اس طرح دور کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے واقعی زوال سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا تھا، لیکن امہات المؤمنین کو یہ طواف کروانے کے لیے آپ ﷺ رات کو دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، اس تطبیق کی تائید سنن بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے: ((وَزَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ نِسَائِهِ لَيْلًا))..... رسول اللہ ﷺ نے رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ طوافِ زیارت کیا تھا۔

(۴۵۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ أُمِّهِ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثَانِيهِ ذَالِكَ جَمِيعًا، قَالَتْ: كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي يَصِيرُ إِلَيَّ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَسَاءَ يَوْمِ السَّحْرِ، قَالَتْ: فَصَارَ إِلَيَّ، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهَبُ بْنُ زَمْعَةَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي أُمَيَّةَ مُتَقَمِّصِينَ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ هَبٍ: ((هَلْ أَفْضَتَ بَعْدَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((إِنزِعْ عَنْكَ الْقَمِيصَ)) قَالَ: فَانَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ، وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيصَهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالُوا: وَلِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((إِنَّ هَذَا يَوْمٌ رُخِصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِّمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا مِنَ النِّسَاءِ، فَإِذَا أَنْتُمْ أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوفُوا بِهَذَا الْبَيْتِ عُدْتُمْ حُرْمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطُوفُوا بِهِ.)) (مسند احمد: ۲۷۰۶۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یوم النحر کی شام کو میری رات ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس آنا تھا، سو آپ ﷺ میرے پاس آ گئے، اتنے میں سیدنا وہب بن زمعہ رضی اللہ عنہ بھی میرے پاس آ گئے، جبکہ ان کے ساتھ آل ابو امیہ کا ایک آدمی بھی تھا، ان دونوں نے قمیص پہنی ہوئی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا وہب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”ابوعبداللہ! کیا تم نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے؟“ انھوں نے کہا: جی نہیں، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر قمیص اتار دو۔“ انھوں نے بھی سر کی جانب سے قمیص اتار دی، پھر انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھلا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس دن میں ہمیں یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب تم لوگ جمرہ کی رمی کر لو تو تم حلال ہو جاؤ گے، یعنی تم کو جن امور سے (احرام کی وجہ سے) منع کر دیا تھا، وہ جائز ہو جائیں گے، ماسوائے بیویوں کے، لیکن جب تم شام تک بیت اللہ کا طواف ہی نہ کر سکو تو تم احرام کی اسی حالت میں لوٹ آؤ گے، جو جمرہ کی رمی سے پہلے تھی، یہاں تک کہ تم یہ طواف کر لو۔“

ابو عبیدہ کہتے ہیں: میری پڑوسن سیدہ ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا نے کہا: بنو اسد کے کچھ افراد سمیت سیدہ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ میرے پاس سے نکلے، ان لوگوں نے قیصیں پہنی ہوئی تھیں اور یہ یوم النحر کی شام تھی، لیکن جب عشاء کے وقت یہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے اپنی قیصیں اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا: اے عکاشہ! کیا ہوا تم لوگوں کو، جب تم نکلے تھے تو تم نے قیصیں پہنیں ہوئی تھیں اور جب لوٹے ہو تو تم نے اپنی قیصیں اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی ہیں؟ انھوں نے کہا: سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: اس دس ذوالحجہ کے دن کو ہمیں یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب ہم جمرہ کی رمی کر لیں تو (احرام کی وجہ سے) ممنوعہ چیزیں ہمارے لیے حلال ہو جائیں گے، ما سوائے بیویوں کے، وہ طوافِ افاضہ کے بعد حلال ہوں گی، لیکن اگر اس طرح ہو جائے کہ شام تک ہم طواف نہ کر سکیں تو ہم احرام کی اسی حالت میں واپس آ جائیں گے، جس میں ہم جمرہ کی رمی سے پہلے تھے، پھر بیت اللہ کا طواف کر لینے تک احرام کی حالت میں ہی ٹھہریں گے۔ چونکہ ہم نے طواف نہیں کیا تھا، اس لیے ہم نے اپنی قیصیں اس طرح کر لی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔

(۴۵۴۴م) قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ: أَبُو عُبَيْدَةَ وَحَدَّثَنِي أُمُّ قَيْسِ ابْنَةُ مُحْصِنٍ، وَكَانَتْ جَارَةً لَهُمْ، قَالَتْ: خَرَجَ مِنْ عِنْدِي عَكَاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ فِي نَفَرٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مُتَقِمِّصِينَ عَشِيَّةَ يَوْمِ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى عِشَاءٍ فَمُصُّهُمْ عَلَى أَيْدِيهِمْ يَحْمِلُونَهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَيُّ عَكَاشَةَ! مَا لَكُمْ خَرَجْتُمْ مُتَقِمِّصِينَ ثُمَّ رَجَعْتُمْ وَفُصِّمُكُمْ عَلَى أَيْدِيكُمْ تَحْمِلُونَهَا؟ فَقَالَ: أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ: كَانَ هَذَا يَوْمًا قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِيهِ إِذَا نَحْنُ رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ حَلَلْنَا مِنْ كُلِّ مَا حَرَّمْنَا مِنْهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النِّسَاءِ حَتَّى نَطُوفَ بِالْبَيْتِ، فَإِذَا أَمْسَيْنَا وَلَمْ نَطُفْ بِهِ صِرْنَا حُرْمًا كَهَيْئَتِنَا قَبْلَ أَنْ نَرْمِيَ الْجَمْرَةَ حَتَّى نَطُوفَ بِهِ وَلَمْ نَطُفْ فَجَعَلْنَا فُصْمَنَا كَمَا تَرَيْنَ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۶۶)

فوائد: اس حدیث کے الفاظ ”أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ“، مجمع الزوائد میں مسند احمد کے حوالے یہ الفاظ اس طرح ہیں: ”خَبَرًا يَا أُمَّ قَيْسٍ“، اور سنن بیہقی کی روایت کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں اور معنی بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ درست بنتا ہے۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ اصل الفاظ تو ”خَبَرًا يَا أُمَّ قَيْسٍ“ ہی تھے، کسی لکھنے والے سے غلطی ہو گئی اور اس نے ”أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ“ کے الفاظ لکھ دیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہم نے ان ہی الفاظ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے۔ اس حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے، وہ اس سے سابق حدیث کی بنا پر صحیح ہے۔ آخری دو احادیث میں جو مسئلہ

(۴۵۴۴) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعة لم يذكره احد بجرح ولا تعديل، وقد روى عنه جمع، وقال ابن حجر: مقبول، وقد اضطرب فيه - أخرجه الحاكم: ۱ / ۴۸۹، والبيهقي: ۵ / ۱۳۷، والطبرانی في "الكبير": ۱۸ / ۴۰ (انظر: ۲۶۵۳۱)

بیان کیا گیا، سارے کے سارے حجاج کرام اس سے غافل ہیں، الا ماشاء اللہ، اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ حرمین شریفین میں حج و عمرہ کے موضوع پر لکھی گئی جتنی پاکٹ سائز کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں، ان میں یہ مسئلہ بیان نہیں کیا گیا اور وہ مسئلہ یہ ہے: حجرہ عقبہ کی رمی کے بعد میاں بیوی کے خاص تعلق کے علاوہ احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی آدمی شام تک طوافِ افاضہ نہ کر سکے تو یہ طواف مکمل کرنے تک احرام کی تمام پابندیاں دوبارہ عائد ہو جاتی ہیں، جن میں سب سے مشکل پابندی یہ ہوتی ہے کہ شلوار قمیض یا عام لباس اتار کر احرام والی دو چادریں پہنی جائیں، کیونکہ حجاج کرام کا سامان ان کی رہائش گاہوں میں یا منی میں پڑا ہوتا ہے، بہتر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو شام سے پہلے طوافِ افاضہ مکمل نہ کر لینے کا شبہ ہو تو وہ احرام کی چادریں اپنے ساتھ رکھے یا سرے سے طواف کر لینے تک احرام والا لباس ہی نہ اتارے۔ آخری دو احادیث میں لفظ ”مَسَاء“ استعمال ہوا ہے، ہم نے جس کا معنی ”شام“ کیا ہے، حقیقت میں اس لفظ کا اطلاق زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر سخت اندھیرا ہو جانے تک ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں اس سے مراد رات کا ابتدائی حصہ ہے۔ اور رات کی ابتداء غروبِ آفتاب سے ہو جاتی ہے، حدیث نمبر (۳۵۴۳) کے ابتدائی حصے سے حافظ ابن حجر کے رجحان کو تقویت ملتی ہے، نیز حدیث نمبر (۳۵۴۴م) کے طحاوی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ لَمْ يُفِضْ إِلَى الْبَيْتِ مِنْ عَشِيَّةِ هَذِهِ فَلَيْدَعَ الثِّيَابَ وَالطَّيْبَ))..... ”جو اس دن کے ”عَشِيَّة“ کو طواف نہ کر سکا، تو وہ کپڑے اتار دے اور خوشبو کو ترک کر دے۔“ یہاں ”عَشِيَّة“ سے مراد زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب کا وقت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طوافِ افاضہ حج کا رکن ہے، اس کی ادائیگی کا افضل طریقہ یہ ہے کہ حجرہ عقبہ کی رمی، قربانی اور حجامت کے بعد اور زوال سے پہلے پہلے یہ طواف کر لیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا۔ طوف زیارت جلد از جلد ادا کر لیا جائے، بوجہ عذر یہ طواف (۱۳) ذوالحجہ غروبِ آفتاب تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، اس طواف کے بعد آدمی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے، یعنی بیویوں سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔

جَوَازُ تَقْدِيمِ النَّحْرِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالْإِفَاضَةِ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ

دس ذوالحجہ کو قربانی، حجامت، رمی اور طوافِ افاضہ میں تقدیم و تاخیر کے جائز ہونے کا بیان

(۴۵۴۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: فَأَمَّا بِيَدِهِ، وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)) وَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ رَجُلٌ سَأَلَهُ رَجُلٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: فَأَمَّا بِيَدِهِ، وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)) وَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ سَأَلَهُ رَجُلٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: فَأَمَّا بِيَدِهِ، وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)) وَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے قربانی سے قبل سر منڈوا لیا؟ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“ ایک اور آدمی نے کہا: میں نے رمی سے پہلے قربانی کر

لی ہے؟ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اس میں کوئی حرج نہ ہونے کا اشارہ کیا۔ اس دن ان امور کی تقدیم و تاخیر کے متعلق جس نے جو بھی بات دریافت کی، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے۔“

(دوسری سند) آپ ﷺ سے قربانی، رمی اور سرمنڈوانے کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں جو سوال بھی کیا گیا، آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے۔“

(تیسری سند) نبی کریم ﷺ سے مناسکِ حج کی تقدیم و تاخیر کے متعلق جو سوال بھی کیا گیا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: میں جمرہ کی رمی اور طواف افاضہ تو کر چکا ہوں، لیکن ابھی تک میں نے سر نہیں منڈوایا اور دوسرے کپڑے پہن لیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے، اب سر منڈوالو۔“ ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں رمی اور سر منڈوانے سے فارغ ہو گیا ہوں اور دوسرا لباس پہن لیا ہے، لیکن ابھی تک قربانی نہیں کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے، اب قربانی کرلو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں اپنی سواری پر

أَرْمَى، قَالَ: فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ لَا حَرَجَ، قَالَ: فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ إِلَّا أَوْمَأَ بِيَدِهِ وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ-)) (مسند احمد: ۲۶۴۸)

(۴۵۴۶) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَانٍ) عَنْ النَّبِيِّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الذَّبْحِ وَالرَّمْيِ وَالْحَلْقِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ-)) (مسند احمد: ۲۳۳۸)

(۴۵۴۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقِ ثَالِثٍ) عَنْ النَّبِيِّ ﷺ سُئِلَ عَمَّنْ قَدَّمَ مِنْ نُسُكِهِ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ فَجَعَلَ يَقُولُ: ((لَا حَرَجَ-)) (مسند احمد: ۱۸۵۸)

(۴۵۴۸) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ الْجَمْرَةَ وَأَفَضْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَحْلِقْ؟ قَالَ: ((فَلَا حَرَجَ فَاخْلِقْ-)) ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ وَحَلَقْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَنْحَرْ، فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ فَاَنْحَرْ-)) (مسند احمد: ۵۶۴)

(۴۵۴۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

(۴۵۴۶) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۴۷) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۴۸) تخریج: اسنادہ حسن (انظر: ۵۶۴)

(۴۵۴۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۲۴، ۱۷۳۷، ۶۶۶۵، ومسلم: ۱۳۰۶ (انظر: ۶۸۸۷)

سوار تھے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو سمجھتا تھا کہ قربانی سے پہلے سرمندانا ہے، اس لیے میں نے قربانی سے پہلے مندوالیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب ذبح کرلو، اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ اتنے میں ایک اور آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا خیال تھا کہ ذبح کرنا رمی سے پہلے ہے، اس لیے میں نے رمی سے پہلے قربانی کر لی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اب رمی کرلو۔“ اس روز جس شخص نے ان امور کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں جو سوال بھی کیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اب کر لو، کوئی حرج نہیں ہے۔“ عبدالرزاق راوی نے کہا: ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سمجھتا تھا کہ رمی سے پہلے سرمندانا ہے، اس لیے میں نے رمی سے پہلے سرمندوالیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب رمی کرلو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قربانیوں سے فارغ ہو کر لوگوں کے لیے بیٹھ گئے، آپ ﷺ سے کسی بھی امر کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں جو سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔“ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آکر کہا: میں نے قربانی سے پہلے سرمندوالیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“ بعد ازاں ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی سے پہلے سرمندوالیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ساراعرفہ وقوف

وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ بِمَنَى، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَرَى أَنَّ الْحَلْقَ قَبْلَ الذَّبْحِ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَقَالَ: ((اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ)). قَالَ: ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَرَى أَنَّ الذَّبْحَ قَبْلَ الرَّمْيِ فَذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((فَارْمِ وَلَا حَرَجَ)). قَالَ: فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قَدَّمَهُ رَجُلٌ قَبْلَ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). قَالَ عَبْدُا لِرَزَاقٍ: وَجَاءَهُ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَظُنُّ الْحَلْقَ قَبْلَ الرَّمْيِ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)). (مسند احمد: ۶۸۸۷)

(۴۵۵۰) عَنْ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّهُ قَالَ: نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَلَقَ وَجَلَسَ لِبَلَّاسٍ، فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ)). حَتَّى جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((عَرَفَهُ مَوْفِقٌ وَالْمَزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْفِقٌ، وَمَنَى كُلُّهَا مَنَحَرٌ، وَكُلُّ

(۴۵۵۰) حدیث صحیح - أخرج القطعة الاولى منه ابن ماجه: ۳۰۵، والقطعة الثانية منه ابو داود: ۱۹۳۷، وهذه القطعة الثانية مذكورة في حديث طويل، أخرجه مسلم: ۱۲۱۸ عن جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (انظر: ۱۴۴۹۸)

فَجَاجَ مَكَّةَ طَرِيقُ وَمَنْحَرُ)) (مسند احمد: ۱۴۵۵۲) کی جگہ ہے، سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے اور سارا منی قربان گاہ ہے اور مکہ کی تمام گلیاں راستے اور قربان گاہ ہیں۔“

فوائد:..... دس ذوالحجہ کو مزدلفہ سے واپس آ کر کل چار امور سرانجام دیئے جاتے ہیں، ان کی مسنون ترتیب یہ ہے:

۱۔ حجرہ عقبہ کی رمی ۲۔ ہدی ذبح یا نحر کرنا ۳۔ حجامت بنوانا، تخلیق کی جائے یا تقصیر ۴۔ طواف افاضہ

جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر یہ افعال اس ترتیب کے ساتھ سرانجام نہ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ کوئی جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہو یا بھول کر یا جہالت کی وجہ سے۔ درج بالا احادیث سے اسی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

مسنون ترتیب کی بہر حال اہمیت ہے، اس لیے قصداً تو اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے، ہاں بھولنے یا بے علمی کی وجہ سے ترتیب بدل جائے تو الگ بات ہے۔ (عبد اللہ ربیع)

الْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منی میں خطبہ کا بیان

(۴۵۵۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) فَقَالُوا: يَوْمُنَا هَذَا، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) قَالُوا: شَهْرُنَا هَذَا، قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) قَالُوا: بَلَدُنَا هَذَا، قَالَ: ((فَإِنْ دِمَاءُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ)) (مسند احمد: ۱۵۰۵۳)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس ذوالحجہ کو خطبہ دیا اور فرمایا: ”کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟“ صحابہ نے کہا: آج کا یعنی دس ذوالحجہ کا دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کس مہینہ کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟“ صحابہ نے کہا: یہ ذوالحجہ کا مہینہ، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سا شہر سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟“ انھوں نے کہا: ہمارا یہ شہر یعنی مکہ مکرمہ، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے خون اور مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں، جیسے تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں اس دن کی حرمت ہے، کیا میں نے تم لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا؟“ صحابہ نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔“

فوائد:..... وعظ و نصیحت کے لیے اس قسم کے خطابات اور دروس کا اہتمام کیا گیا، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا سب سے بڑا اجتماع تھا، اور شرعی احکام کی تبلیغ کا سنہری موقع تھا، کیونکہ اس اجتماع میں شرکت کرنے والوں کی بھاری اکثریت آپ ﷺ کی طویل صحبت سے محروم تھی، جبکہ آپ ﷺ اس حجتہ الوداع کے موقع پر اس حقیقت کا اظہار بھی کر چکے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے اور ایسے ہی ہوا اور آپ ﷺ تقریباً

(۹۰) دنوں کے بعد خالق حقیقی کو جا ملے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ”لوگو! یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا دن ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”یہ کونسا شہر ہے؟“ صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”یہ کون سا مہینہ ہے؟“ صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے مال، تمہارے خون اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے اس شہر میں اور اس مہینے میں آج کے دن کی حرمت ہے۔“ آپ نے یہ الفاظ متعدد مرتبہ دہرائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر متعدد بار فرمایا: ”کیا میں نے لوگوں تک پیغام پہنچا دیا ہے؟“ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! یہ آپ ﷺ کی طرف سے امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کو وصیت تھی۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! جو لوگ اس وقت موجود ہیں، وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں، لوگو! تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“

(۴۵۵۲) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((إِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَدِمَاءَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا)) ثُمَّ أَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) مِرَارًا، قَالَ: يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاللَّهِ! إِنَّهَا لَوْ صِيَّةٌ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: ((أَلَا فَلَْيُبْلَغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ...)) (مسند احمد: ۲۰۳۶)

فوائد: صحیح بخاری کی روایت یہ وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہم مسلمان کے جان و مال اور عزت و حرمت کا کم از کم اس قدر پاس و لحاظ رکھیں کہ وہ ہماری کسی کارروائی کی وجہ سے متاثر نہ ہوں، کتنے خوبصورت اور واضح کاف انداز میں آپ ﷺ نے تین مختلف سوالات کر کے تمہید باندھی اور پھر بار بار مسلمان کے خون، مال اور عزت کی حرمت کی وضاحت فرمائی۔

لیکن صورتحال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مال اور عزت کا قطعی طور پر کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عام مسلمان قتل کے جرم سے محفوظ رہتے ہیں، اگرچہ قتل و غارت گری بھی عام ہے۔

”یہ آپ ﷺ کی طرف سے امت کے حق میں“ صحیح بخاری: (۱۷۳۹) میں عربی الفاظ یہ ہیں ”انہا لوصیۃ، الی امتہ“ کہ یہ (کہ موجود لوگ غیر موجود لوگوں تک میری باتیں پہنچائیں) نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے

وصیت تھی۔ (عبداللہ رفیق)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو منیٰ میں خطبہ دیا اور آپ ﷺ نے خود ان کو ان کی جگہ پر بٹھانے کے لیے فرمایا: ”مہاجرین یہاں بیٹھ جائیں، اس کے ساتھ ہی آپ نے قبلے کی طرف اشارہ کیا، انصار یہاں بیٹھ جائیں، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے قبلے کی بائیں جانب اشارہ کیا اور باقی لوگ ان کے ارد گرد بیٹھ جائیں۔“ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حج کے مناسک کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ نے منیٰ والوں کے کان اس حد تک کھول دیئے کہ انھوں نے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے بیٹھے ہی آپ ﷺ کی باتیں سن لیں۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا تھا: ”چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر (کنکریوں کا اہتمام کرو۔“

سیدنا ہر ماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں چھوٹا تھا اور مجھے میرے والد نے اپنے پیچھے گدھے پر سوار کیا ہوا تھا، اس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا تھا، جبکہ آپ ﷺ عضاء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔

(۴۵۵۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ بِمِنَى وَنَزَلَهُمْ مَنَازِلَهُمْ، وَقَالَ: ((لِيَنْزِلَ الْمُهَاجِرُونَ هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ، وَالْأَنْصَارُ هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى مَيْسَرَةِ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ لِيَنْزِلَ النَّاسُ حَوْلَهُمْ)) قَالَ: وَعَلَّمَهُمْ مَنَاسِكَهُمْ، فَقُبِحَتْ أَسْمَاعُ أَهْلِ مِنَى حَتَّى سَمِعُوهُ فِي مَنَازِلِهِمْ، قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((ارْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ)) (مسند احمد: ۲۳۵۶۴)

(۴۵۵۴) عَنِ الْهَرْمَاسِ بْنِ زِيَادٍ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَبِئْسَ مُرْدِفِي خَلْفُهُ عَلَى حِمَارٍ وَأَنَا صَغِيرٌ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ بِمِنَى عَلَى نَافِثَةِ الْعُضْبَاءِ۔ (مسند احمد: ۲۰۳۳۴)

فوائد: عضاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کٹے ہوئے ہوں۔ عضاء کا اصل معنی تو فوائد میں ذکر ہوا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے کان کیسے ہوئے تھے۔ یعنی وہ اسم باسمنی تھی یا اس کا صرف نام یہ تھا، حقیقت میں وہ ایسی نہیں تھی۔ دوسری رائے زیادہ مشہور ہے۔ دیکھیں، نہایت ہی غریب الحدیث: ۲۵۱۔ (عبداللہ رفیق)

(۴۵۵۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّخْرِ بِمِنَى۔ (دوسری سند) سیدنا ہر ماس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دس ذوالحجہ کو منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ (مسند احمد: ۱۶۰۶۴)

(۴۵۵۳) (تخریج: ضعیف دون قولہ: ”ارموا الحجرة بمثل حصی الخذف“ فهو صحيح لغيره۔ أخرجه بنحوه ابوداود: ۱۹۵۱ (انظر: ۲۳۱۷۷)

(۴۵۵۴) (تخریج: اسنادہ حسن۔ أخرجه ابوداود: ۱۹۵۴ (انظر: ۲۰۰۷۴)

(۴۵۵۵) (تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول)

(۴۵۵۶) عَنْ مُرَّةَ الطَّبِيبِ قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي عُرْفَتِي هَذِهِ حَسِبْتُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ حَمْرَاءُ مُخَضَّرَمَةٌ، فَقَالَ: ((هَذَا يَوْمُ النَّحْرِ وَهَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ -)) (مسند احمد: ۱۵۹۸۱)

مُرَّة طَبِيب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک صحابی نے مجھے میرے اس کمرے میں حدیث بیان کی اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو سرخ رنگ والی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیا، اس اونٹنی کا کان کٹا ہوا تھا، آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا: ”آج قربانی کا دن ہے اور یہ حج اکبر کا دن ہے۔“

فوائد: ہر حج کو حج اکبر اور ہر عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور حج کو ”حج اصغر“ یعنی عمرہ سے ممتاز رکھنے کے لیے حج اکبر کہا جاتا ہے، نیز دس ذوالحجہ کو حج اکبر کا دن اس لیے کہا جاتا ہے کہ حج کے زیادہ ارکان اسی دن کو ادا کیے جاتے ہیں۔ یہ صرف عوامی نظریہ ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آجائے، وہ حج اکبر ہوتا ہے، یہ نظریہ بے اصل ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔ سیدنا رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمَنْى جَبِينَ ارْتَفَعَ الضُّحَى عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلَى ﷺ يُعْبَرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ)) میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سفید خنجر پر سوار ہو کر لوگوں کو منی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، یہ چاشت کا وقت تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی آواز کو آگے پہنچا رہے تھے، جبکہ بعض لوگ کھڑے تھے اور بعض بیٹھے ہوئے تھے۔

(سنن ابو داود: ۱۹۵۶)

فوائد: معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو لوگوں کی تعلیم و تربیت اور احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے خطبے کا اہتمام کیا۔

الْمَبِيتُ بِمَنْى لَيْلَى مَنَى وَرَمَى الْجِمَارِ فِي أَيَّامِهَا وَغَيْرُ ذَلِكَ

منی کی راتیں منی میں بسر کرنے، ان دنوں میں جمروں کی رمی کرنے اور کچھ دوسرے امور کا بیان

وَقْتُ رَمَى الْجِمَارِ فِي غَيْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَآدَابُهُ

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کے بعد والے دنوں میں کنکریاں مارنے کے وقت اور اس کے آداب کا بیان

(۴۵۵۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَقَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ جَبِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَنْى فَمَكَثَ بِهَا لَيْلَى أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْجِمْرَةَ إِذَا زَالَتْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن کے آخر میں طواف افاغہ کیا، جب نماز ظہر پڑھی، پھر آپ ﷺ منی کو واپس چلے گئے اور ایام تشریق منی میں گزارے، زوال آفتاب کے بعد آپ ﷺ جمروں کی رمی کرتے تھے، ہر جمرہ

(۴۵۵۶) (اسنادہ صحیح - أخرجه ابن ماجه: ۳۰۵۷، والنسائي في "الكبرى": ۴۰۹۹ (انظر: ۱۵۸۸۶)

(۴۵۵۷) (تخریج: حدیث حسن - أخرجه ابو داود: ۱۹۷۳ (انظر: ۲۴۵۹۲)

السَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُولَى وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ وَيَتَضَرَّعُ وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا۔ (مسند احمد: ۲۵۰۹۹)

کوسات سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پکارتے، پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس کھڑے ہو کر طویل دعائیں کرتے اور گڑ گڑاتے۔ پھر تیسرے جمرہ (جمرہ عقبہ) کی رمی کر کے وہاں کھڑے نہ ہوتے تھے۔

فوائد: آپ ﷺ نے طواف افاضہ کب کیا تھا، حدیث نمبر (۲۵۴۳۳ تا ۲۵۴۴۰) اور ان کے فوائد میں

اس پر بحث ہو چکی ہے۔

(۴۵۵۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجِمَارَ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ أَوْ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔ (مسند احمد: ۲۲۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زوال آفتاب کے وقت یا زوال کے بعد جمروں کی رمی کرتے تھے۔

فوائد: دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کے بعد والے دنوں میں زوال

آفتاب کے بعد رمی کی ہے۔

(۴۵۵۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ أَطْوَلَ مِمَّا وَقَفَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُولَى ثُمَّ أَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَرَمَاهَا وَلَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا۔ (مسند احمد: ۶۶۶۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے جمرے کی بہ نسبت دوسرے جمرے کے پاس دعا کے لئے زیادہ دیر ٹھہرتے تھے اور پھر جمرہ عقبہ کے پاس آ کر اس کی رمی کرتے، لیکن اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔

(۴۵۶۰) عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الْأُولَى الْتَمَى الْمَسْجِدَ رَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ ذَاتَ الْيَسَارِ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي فَيَقِفُ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ، ثُمَّ يَرْمِي الثَّانِيَةَ بِسَبْعِ

امام زہری کہتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف والے پہلے جمرہ کی رمی کرتے تو اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، اس کے بعد بائیں جانب مڑتے اور وادی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور کافی دیر تک دعا کرتے رہتے، اس کے بعد آپ دوسرے جمرے کی رمی کرتے، اس کو بھی سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر

(۴۵۵۸) حسن، وهذا اسناد ضعيف - أخرجه ابن ماجه: ۳۰۵۴، والترمذی: ۸۹۸ (انظر: ۲۲۳۱)

(۴۵۵۹) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ۶۶۶۹)

(۴۵۶۰) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳ (انظر: ۶۴۰۴)

حَصَايَ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ ذَاتَ الْيَسَارِ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي فَيَقِفُ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوًا، ثُمَّ يَمْضِي حَتَّى يَأْتِيَ الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَايَ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ، قَالَ: الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمًا، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ هَذَا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ مِثْلَ هَذَا۔ (مسند احمد: ۶۴۰۴)

بائیں جانب ہٹ کر وادی میں قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے، بعد ازاں آگے بڑھتے اور جمرہ عقبہ کے پاس پہنچ کر اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے اور وہاں سے واپس پلٹ آتے اور اس جمرہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ امام زہری نے کہا: میں نے سالم سے سنا، وہ یہ حدیث سیدنا ابن عمر رضي الله عنه سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے تھے، اور سیدنا ابن عمر رضي الله عنه کا عمل بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

فوائد: مسجد سے مراد مسجد خیف ہے، یعنی یہ جمرہ باقی جمروں کی بہ نسبت اس مسجد کے قریب ہے۔ دعا کرنے کے لیے آج کل آسانی کے ساتھ ان جہتوں کا تعین کیا جاسکتا ہے، اب جمروں کی رمی کے لیے مختلف منزلیں بنا دی گئی ہیں اور ساری جگہ ہموار کر دی گئی ہے۔

(۴۵۶۱) عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمَنْى بَيْتًا أَوْ بِنَاءً يُظِلُّكَ مِنَ الشَّمْسِ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّمَا هُوَ مُنَاحٌ لِمَنْ سَبَقَ إِلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ۲۶۰۵۷)

سیدہ عائشہ رضي الله عنها سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے لئے منیٰ میں گھریا کوئی خیمہ نہ لگا دیں، جو آپ کو دھوپ سے بچائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی نہیں، منیٰ تو اس آدمی کے لیے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے، جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔“

فوائد: احادیث مبارکہ میں بیان کردہ احکام واضح ہیں کہ تشریق والے ایام منیٰ میں گزارے جائیں اور ان تینوں دنوں میں زوال آفتاب کے بعد رمی کی جائے، جبکہ پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس رک کر اور قبلہ رخ ہو کر گڑگڑا کر طویل دعا کی جائے اور اس مقصد کے لیے جمرہ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرا جائے، نیز ان دنوں میں کثرت ذکر کا اہتمام کیا جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو۔“ (سورہ بقرہ: ۲۰۳) ان دنوں سے مراد ایام منیٰ ہیں۔

(۴۵۶۱) تخریج: اسنادہ ضعیف، وتفرد به ابراہیم بن مہاجر، وهو ضعیف، ووالدة يوسف بن مہلک، وهی مسیكة المکیة، مجهولة۔ أخرجه ابوداود: ۲۰۱۹، والترمذی: ۸۸۱، وابن ماجه: ۳۰۰۶، ۳۰۰۷ (انظر: ۲۵۵۴۱)

الرُّحْصَةُ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي جَمْعِ رَمَى يَوْمَيْنِ فِي يَوْمٍ وَفِي الْمَيْتِ بِمَكَّةَ أَيَّامَ مِنِّي لِذَوِي الْحَاجَاتِ بِهَا

اس امر کا بیان کہ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے دو دنوں کی رمی ایک دن میں کر لینا اور ضرورت مند لوگوں کا منی کی راتیں مکہ میں گزار لینا جائز ہے

(۴۵۶۲) عَنْ أَبِي الْبَدَاحِ بْنِ عَاصِمٍ بَنِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِيهِ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: أَرْخَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُوا رَمَى يَوْمَيْنِ بَعْدَ النَّحْرِ فَيَرْمُونَهُ فِي أَحَدِهِمَا، (قَالَ مَالِكٌ: طَلَنْتُ أَنَّهُ فِي الْآخِرِ مِنْهُمَا) ثُمَّ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفَرِ - (مسند احمد: ۲۴۱۸۳)

سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو یہ رخصت دے دی کہ وہ (منی سے باہر) راتیں گزار سکتے ہیں اور وہ دس ذوالحجہ کو رمی کر کے چلے جائیں، اس کے بعد آکر دو دن کی رمی ایک دن میں کر لیں اور پھر روانگی والے دن رمی کریں۔ مالک راوی نے کہا: میرا خیال ہے کہ وہ (دس ذوالحجہ کے بعد) دوسرے دن (یعنی بارہ ذوالحجہ کو رمی کریں گے)۔

(۴۵۶۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْخَصَ لِرِعَاءِ أَنْ يَتَعَاقَبُوا فَيَرْمُوا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَدْعُوا يَوْمًا وَلَيْلَةً، ثُمَّ يَرْمُوا الْغَدَ - (مسند احمد: ۲۴۱۸۴)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے چرواہوں کو یہ رخصت دی تھی کہ وہ باریاں مقرر کر لیں، دس ذوالحجہ کو رمی کر لیں، اس کے بعد ایک دن رات کا وقفہ کر کے اگلے دن آکر رمی کر لیں۔

فوائد: اگر چرواہے کو کوئی متبادل چیز مل سکتی ہو، مثلاً رات کو واپس آ جانا آسان ہو یا کسی غیر حاجی شخص سے اجرت پر یا بغیر اجرت کے تعاون لینا ممکن ہو یا منی سے ہی جانوروں کا چارہ خریدا جاسکتا ہو، جبکہ مالک کو ایسے معاون کے سلسلے میں امن ہو یا کسی اور جگہ سے چارہ خریدنے کی استطاعت ہو تو چرواہے کا عذر ختم ہو جائے گا اور وہ منی میں ہی رات گزارے گا۔

(۴۵۶۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ أَيَّامَ مِنِّي مِنْ أَجْلِ السَّقَايَةِ، فَرَّخَصَ لَهُ - (مسند احمد: ۴۶۹۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حجاج کرام کو زمزم کا پانی پلانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے یہ اجازت طلب کی وہ ایام منی والی راتیں مکہ میں گزار لیں، آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

(۴۵۶۲) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه الترمذی: ۹۵۵، وابن ماجه: ۳۰۳۷ (انظر: ۲۳۷۷۶)

(۴۵۶۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۶۴) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۶۳۴، ۱۶۴۳، ومسلم: ۱۳۱۵ (انظر: ۴۶۹۱)

فوائد:.....عبدالمناف، حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کرتے تھے، ان کے بعد بالترتیب بنو ہاشم، عبدالمطلب اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری ادا کی، جب مکہ مکرمہ پر اسلام غالب آیا تو اس وقت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ہی پانی پلانے کے والی تھے، آپ ﷺ نے یہ عہدہ ان کے پاس ہی رہنے دیا۔ ذہن نشین کر لیں کہ یہ صرف شرف ہی نہیں تھا، بلکہ کچھ عرصہ پہلے تک، جب اس سرزمین میں جدید مشینیں نہیں تھیں، یہ زیادہ ضروری بھی تھا کہ کسی ایک بندے کو حجاج کرام کو پانی پلانے کا منتظم بنا دیا جائے، اس لیے آپ ﷺ نے اس عذر کی بنا پر منیٰ والی راتیں مکہ مکرمہ میں گزارنے کی اجازت دی۔ پانی پلانے کی جو صورتحال آج موجود ہے، بکثرت ٹونیٹاں لگا دی گئی ہیں، خود کار مشینیں کام کر رہی ہیں، جن کا خراب ہونا انتہائی نادر ہے، ایسی صورت میں صرف ضروری مسئول اور ملازم کو مستغنیٰ کیا جائے گا۔ حرم مکی کے یا دوسرے ملازموں کی بھی یہی صورتحال ہوگی کہ اگر منیٰ میں راتیں گزارنے کی وجہ سے ان کی ڈیوٹی متاثر ہوتی ہو یا ان کو چھٹی نہ ملتی ہو تو وہ اپنے کام جاری رکھیں اور چرواہوں کی طرح رمی کر لیں۔ اسی طرح دوسرے معذور حضرات کا بھی یہی حکم ہوگا، مثلاً ایسا مریض کہ جس کا ہسپتال میں رہنا ضروری ہو، لیکن یہ ساری رخصتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو منیٰ والے ایام سے پہلے والے ارکان ادا کر چکے ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ﴾..... ”اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۲۰۳)

جمرات کو نکلیاں مارنا تین دن افضل ہیں، یعنی (۱۱، ۱۲، ۱۳) ذوالحجہ کے دن، لیکن اگر کوئی آدمی دو دن (۱۱، ۱۲) ذوالحجہ کو نکلیاں مار کر منیٰ سے واپس آجائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

قَصْرُ الصَّلَاةِ بِمَنَىٰ وَعَدْمُ جَوَازِ صِيَامِ أَيَّامِهَا

منیٰ میں نمازوں کو قصر کر کے ادا کرنے اور ان دنوں میں روزہ کے ناجائز ہونے کا بیان

(۴۵۶۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَنَىٰ رَكَعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكَعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكَعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَتَانِ مُتَقَبِّلَتَانِ۔ (مسند احمد: ۳۹۵۳)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو دو رکعتیں یعنی قصر نمازیں ادا کیں، کاش ان چار رکعتوں کے بدلے میں میری دو رکعتیں قبول کر لی جائیں۔

(۴۵۶۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَيِّدُنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعَىٰ رَوَايَتِ هَ، وَهَ كَقَتِ هِي: مِي

(۴۵۶۵) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۰۸۴، ومسلم: ۶۹۵ (انظر: ۳۹۵۳)

(۴۵۶۶) تخريج: صحيح لغيره - أخرجه النسائي: ۱۲۰ / ۳ (انظر: ۱۲۴۶۴)

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَنْى رَكَعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكَعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكَعَتَيْنِ وَمَعَ عُثْمَانَ رَكَعَتَيْنِ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ۔ (مسند احمد: ۱۲۴۹۱)

نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منی میں دو رکعتیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت کے شروع میں دو رکعتیں پڑھی تھیں۔

(۴۵۶۷) عَنْ ابْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَهُ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَنَادَا: أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔ (مسند احمد: ۱۵۸۸۶)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور سیدنا اوس بن حدثنان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق کے دوران یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ ”صرف مومن جنت میں جائے گا اور ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔“

فوائد: حدیث نمبر (۳۸۶۰) کے باب میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ حج تمتع کرنے والا شخص، جو قربانی نہ کر سکتا ہو، ان دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ حقیقت تو بلا شک و شبہ ہے کہ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں منی میں قصر نماز کی وجہ سفر تھی اور یہ قصر حج کی مناسبت کی وجہ سے نہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منی میں مکمل نماز کیوں پڑھائی اور قصر نماز کے لیے جس حد بندی کا تعین کیا جاتا ہے، کیا منی اس کا مصداق بنتا ہے یا نہیں؟ ان دونوں مسئلوں پر حدیث نمبر (۲۳۵۷) کے باب اور اس میں مذکورہ احادیث کے فوائد میں سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے، قارئین خود مطالعہ کر لیں۔

الْخُطْبَةُ أَوْ سَطُ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دینے کا بیان

(۴۵۶۸) عَنْ أَبِي نَضْرَةَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسَطُ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ آبَاءَكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لَأَحْمَرٍ عَلَى أَسْوَدٍ، وَلَا

بونضرہ کہتے ہیں: مجھے اس آدمی نے بیان کیا جس نے ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ۔ کیا میں نے

(۴۵۶۷) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۴۲ (انظر: ۱۵۷۹۳)

(۴۵۶۸) تخریج: اسنادہ صحیح (انظر: ۲۳۴۸۹)

اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟“ صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”آج کون سا دن ہے؟“ صحابہ نے کہا: آج حرمت والا دن ہے۔ آپ نے پوچھا: ”یہ کون سا مہینہ ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا: یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”یہ کون سا شہر ہے؟“ صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون، مال اور عزت کو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام کر دیا ہے، جیسے اس ماہ میں اور اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے۔ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا؟“ صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں۔“

لَأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى، أَبْلَغْتُ؟)) قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قَالُوا: حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ بَيْنَكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ: وَلَا أَذْرِي قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ أَمْ لَا، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَبْلَغْتُ؟)) قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ((لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) (مسند احمد: ۲۳۸۸۵)

فوائد: حدیث مبارکہ کا ابتدائی حصہ انتہائی قابل غور ہے۔ لوگوں نے حسب و نسب، حسن و جمال، عہدہ و منصب، سیاست و سیادت، مال و دولت، بھاری تنخواہوں والی نوکریوں، دنیوی تعلیم کی ڈگریوں اور اس قسم کے دوسرے اسباب دنیا کو اعزاز کی علامت سمجھ رکھا ہے، بلکہ بعض شیطان تو بد معاشی، بغاوت، ظلم، ڈاکہ زنی اور قتل تک کے جرائم کو اپنے لیے عزت کا سبب سمجھتے ہیں۔ اس بگاڑ کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے آپ کو ظاہری طور پر معزز اور بڑا ثابت کرنے کی کوشش کی اور باطن کی اصلاح کو بھول گئے، جبکہ شریعت کا قانون یہ تھا کہ اگر باطن کی اصلاح کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شریعت کی روشنی میں ظاہر کو درست رکھا جائے تو ایسی عزتیں ملتی ہیں کہ انسان اپنی سوچوں کے مطابق ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن کاش کہ ہماری مزاج شریعت کو اپنی مجبوری سمجھتے۔ جبکہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ان سب امور و اسباب میں آزمائش کا عنصر پایا جاتا ہے، رہا مسئلہ مقام و مرتبہ اور فضیلت و عظمت کا تو وہ صرف اور صرف قرآن و حدیث کا عملی طور پر لحاظ رکھنے میں پایا جاتا ہے۔

(۴۵۶۹) عَنْ بَشْرِ بْنِ سَحِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ (وَفِي لَفْظٍ: فِي أَيَّامِ الْحَجِّ) فَقَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ حَجِّكَ)) سَيِّدنا بشر بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام حج کے دوران ایام تشریق میں خطبہ دیا اور فرمایا: ”جنت میں صرف وہ آدمی داخل ہوگا جو مسلمان ہوگا اور یہ (ایام تشریق کے) ایام کھانے پینے کے دن ہیں۔“

أَكَلِي وَشُرِبَ۔)) (مسند احمد: ۱۵۵۰۶)

(۴۵۷۰) عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي بَكْرِ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ بِمَنْى عَلَى رَاحِلَتِهِ وَنَحْنُ عِنْدَ يَدَيْهَا۔ قَالَ: إِبْرَاهِيمُ، وَلَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ: عِنْدَ الْجَمْرَةِ۔ (مسند احمد: ۲۳۵۳۲)

فوائد: ان خطابات کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ ﷺ کا مقصد تبلیغ کرنا ہے، دیکھیں حدیث نمبر (۳۵۵۱)۔

نَزُولُ الْمُحَصَّبِ إِذَا نَفَرَ مِنْ مَنْى

منی سے واپسی پر وادی محصب میں ٹھہرنے کا بیان

تنبیہ: دو پہاڑوں کے درمیان ایک مقام کا نام محصب ہے، یہ مکہ مکرمہ کی بہ نسبت منی کے زیادہ قریب ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سے کثرت کے ساتھ سیلاب بہتے تھے، اسی کو خیف بنی کنانہ، اطلح اور بطحاء کہتے ہیں۔

(۴۵۷۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمَنْى: ((نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ))۔ (یعنی بِذَلِكَ الْمُحَصَّبِ، وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَازِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسَلِّمُوا إِلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ)۔ (مسند احمد: ۷۲۳۹)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو دن کے شروع میں فرمایا، جبکہ آپ ﷺ منی میں تھے: ”ہم کل خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے، جہاں کفار نے مسلمانوں کے خلاف آپس میں قسمیں اٹھائی تھیں۔“ آپ ﷺ کی مراد وادی محصب تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنو کنانہ نے اس مقام پر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ اس وقت تک نہ نکاح کریں گے اور نہ خرید و فروخت، جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے نہیں کر دیں گے۔

فوائد: ”ہم کل خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے۔“ اس حدیث کے مطابق تو یہ ذوالحجہ کی گیارہ تاریخ بنتی ہے، جب کہ تیرہ ذوالحجہ تک تو آپ ﷺ نے منی میں قیام کرنا تھا، اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ ”غدا“ کا اطلاق موجودہ دن کے متصل بعد والے دن پر ہوتا ہے، لیکن عربوں نے وسعت اختیار کی اور اس لفظ کا اطلاق آنے والے کسی بھی وقت

(۴۵۷۰) تخریج: اسنادہ صحیح - أخرجه ابوداود: ۱۹۵۲ (انظر: ۲۳۱۴۴)

(۴۵۷۱) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۹۰، ومسلم: ۱۳۱۴ (انظر: ۷۲۴۰)

پر بھی کر دیا اور یہاں یہی معنی مقصود ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایام تشریق کے بعد منیٰ سے روانہ ہونا تھا۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ نے بڑے اہتمام اور عزم کے ساتھ وادیِ محصب میں قیام کیا تھا، اس سے آپ ﷺ کا مقصود اسلام کا اظہار اور غلبہ تھا، یہ قیام اتفاقی طور پر نہ تھا۔ آنے والی احادیث میں اس وادی میں قیام کے متعلق سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو آراء بیان کی گئی ہیں، وہ ان ہستیوں کا ذاتی فہم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مذکورہ بالا حدیث کا علم نہ ہو سکا تھا، باب کے آخر میں مزید بحث کی جائے گی۔

(۴۵۷۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي قِصَّةِ عُمْرَتِهَا بَعْدَ الْحَجِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: ((أَخْرِجْ بِأَخْتِكَ فَلْتَعْتِمِرْ فَطُفْ بِهَا الْبَيْتَ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ثُمَّ لِيَتَقَضَّ، ثُمَّ أَتْسِنِي بِهَا قَبْلَ أَنْ أَبْرَحَ لَيْلَةَ الْحَضْبَةِ)) قَالَتْ: فَإِنَّمَا أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَضْبَةِ مِنْ أَجْلِي، (وَفِي لَفْظٍ: قَالَتْ: ثُمَّ ارْتَحَلْ حَتَّى نَزَلَ الْحَضْبَةَ قَالَتْ: وَاللَّهِ! مَا نَزَلَهَا إِلَّا مِنْ أَجْلِي)۔ (مسند احمد: ۲۴۹۹۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے والے بعد اپنے عمرے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم اپنی بہن (عائشہ) کے ہمراہ جاؤ اور ان کو بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کراؤ، تاکہ یہ اپنا عمرہ ادا کر لے، پھر اس کو میرے پاس واپس لے آنا، لیکن اس سے پہلے کہ میں صہبہ والی رات گزار لوں، (یعنی راتوں رات واپس آ جانا)۔“ سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں صرف میری وجہ سے قیام کیا تھا۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ منیٰ سے روانہ ہو کر وادیِ محصب میں جا کر ٹھہرے، اللہ کی قسم! آپ نے صرف میری وجہ سے وہاں قیام کیا تھا۔

(۴۵۷۳) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: إِنَّ نَزُولَ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِحُرُوجِهِ۔ (مسند احمد: ۲۶۴۵۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وادیِ ابطح میں ٹھہرنا سنت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ تو صرف اس لئے وہاں ٹھہرے تھے کہ اس میں (مدینہ کی طرف روانگی کے لیے) آپ ﷺ کو سہولت تھی۔

(۴۵۷۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَيْسَ الْمُحَصَّبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وادیِ محصب میں قیام کرنے کی شرعی حیثیت کوئی نہیں ہے، یہ تو محض ایک

(۴۵۷۲) تخريج: اسنادہ ضعيف، عبد الله بن محمد بن عقيل ضعيف يعتبر به، ولم يتابع هنا - أخرجه البزار: ۱۰۸۵، والطبرانی في "الاوسط": ۱۱۷۲، وأخرجه البخاری: ۱۷۸۷، ومسلم: ۱۲۱۱ بغير هذا السياق (انظر: ۲۴۴۹۰)

(۴۵۷۳) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۷۶۵، ومسلم: ۱۳۱۱ (انظر: ۲۵۹۲۶)

(۴۵۷۴) تخريج: أخرجه البخاری: ۱۷۶۶، ومسلم: ۱۳۱۲ (انظر: ۱۹۲۵)

مقام ہے، جہاں اللہ کے رسول نے قیام کیا تھا۔
سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وادی البطح (یعنی وادی محصب) میں قیام کو کوئی شرعی حیثیت نہیں دیتے تھے، بلکہ وہ تو اس کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے وہاں (اتفاقی طور پر) قیام کیا تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وادی محصب میں ادا کیں اور اس کے بعد آپ ﷺ لیٹ گئے، پھر آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف واداع کیا۔
بکر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وادی بطحاء میں کچھ دیر سوتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۱۹۲۵)
(۴۵۷۵) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى أَنْ يَنْزَلَ الْأَبْطَحَ، وَيَقُولُ: إِنَّمَا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ۔ (مسند احمد: ۳۲۸۹)

(۴۵۷۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ أُنًى بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ هَجَعَ هَجْعَةً، ثُمَّ دَخَلَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ۔ (مسند احمد: ۵۸۹۲)
(۴۵۷۷) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَهْجَعُ هَجْعَةً بِالْبَطْحَاءِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ۔ (مسند احمد: ۴۸۲۸)

فوائد: وادی بطحاء سے مراد وادی محصب ہی ہے۔

(۴۵۷۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ نَزَلُوا الْمُحَصَّبَ۔ (مسند احمد: ۶۲۲۳)
سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ سب حضرات وادی محصب میں ٹھہرا کرتے تھے۔

فوائد: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((مِنَ السَّنَةِ النَّزُولُ بِـ (الْأَبْطَحِ) عَشِيَّةَ النَّفَرِ)) (ادائے حج کے بعد) روانگی کی شام کو ابطح وادی میں قیام کرنا سنت ہے۔ (معجم اوسط: ۱/۱۹۸-۲/۱۹۹-۱، صحیحہ: ۲۶۷۵)

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (المعجم الأوسط) کا مصوٰ نسخہ مجھے ملا تو میں نے اس حدیث کی تخریج پیش کرنے میں جلدی کی، کیونکہ یہ حدیث بڑی عظیم الشان تھی اور بہت کم مخرجین نے اس کو بیان کیا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کی درج ذیل روایت کا قوی شاہد ہے: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا

(۴۵۷۵) تخریج: اسنادہ ضعیف لعنعة الحجاج بن ارطاة (انظر: ۳۲۸۹)

(۴۵۷۶) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۶۸، ومسلم: ۱۳۱۰ (انظر: ۵۸۹۲)

(۴۵۷۷) تخریج: انظر الحديث السابق

(۴۵۷۸) تخریج: انظر الحديث السابق

کہ وادیِ محصب میں ٹھہرنا سنت ہے۔ میں (البانی) کہتا ہوں: معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے یہ مسلک وصول کیا ہوگا، اس طرح ان کی رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی شاہد کی وجہ سے قوی ہو جائے گی۔ اور یہ حقیقت اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ ابن عمر کی رائے کی بہ نسبت، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے وادیِ محصب میں قیام کرنے پر قوی دلالت کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ سیدنا ابن عمر، نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے کے بہت زیادہ پابند تھے، حتیٰ کی ان امور میں بھی، جو آپ ﷺ سے اتفاقاً صادر ہوتے تھے، نہ کہ قصداً۔ اس دعوے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، امام منذری رحمہ اللہ نے اپنی ترغیب کے شروع میں بعض کا ذکر کیا ہے۔ رہا مسئلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا، تو وہ تو آثار کی پیروی کرنے سے منع کرتے تھے، لیکن جب وہ بالجزم اس رائے کا اظہار کریں گے کہ وادیِ محصب میں ٹھہرنا سنت ہے تو دل مطمئن ہو کر اس امر کی طرف مائل ہوگا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ایسی سنت ہے، جس کا التزام کرنا مقصود ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم منیٰ میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ((نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ...)) ”ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے، جہاں انھوں نے کفر پر ایک دوسرے سے معاہدہ کیا تھا۔“ (بخاری، مسلم)

چونکہ قریش اور بنو کنانہ نے اس مقام پر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف یہ معاہدہ پاس کیا تھا کہ وہ ان سے نکاح کریں گے نہ خرید و فروخت، جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے سپرد نہ کر دیں۔ خیف بنی کنانہ سے آپ ﷺ کی مراد وادیِ محصب تھی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے (زاد المعاد) میں کہا: نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اس مقام پر اسلام کے شعائر کا اظہار کیا جائے، جہاں کافروں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے کفر کے شعائر کا اظہار کیا تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ کفر و شرک کے مقامات پر توحید کے شعائر کا قیام عمل میں لاتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسجد طائف، لات و عزی کے مقام پر تعمیر کی جائے۔ رہا مسئلہ صحیح مسلم کی اس روایت کا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وادیِ ابطح (وادیِ محصب) میں اترنا سنت نہیں ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پڑاؤ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ محققین نے ان روایات کے دو جوابات دیے ہیں: (۱) ثبوت کو منفی کرنے والے پر مقدم کیا جاتا ہے، (۲) سرے سے ان دو میں کوئی تضاد اور تقاض نہیں ہے، کیونکہ نفی کرنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ اس مقام پر اترنا حج کے مناسک میں سے نہیں ہے کہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم آئے اور ثابت کرنے والوں نے چاہا ہے کہ تمام افعال میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے، وہ بھی اس چیز کو لازم نہیں قرار دیتے۔ مکہ کی وادی کے بہاؤ کی جگہ کو ابطح کہتے ہیں، اس کی جمع ”بطاح“ اور ”اباطح“ آتی ہے۔ اسی سے ”قریش البطاح“ کہا جاتا ہے، یعنی وہ لوگ جو مکہ کی ابطح وادیوں میں اترتے تھے۔ وادیِ محصب میں اترنے کو ”تخصیب“ کہتے ہیں، یہ وہ گھاٹی ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ابطح کی طرف نکلتی ہے، یہی خیف بنی کنانہ بھی ہے۔

کَمْ يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے والا آدمی مناسک حج کی ادائیگی کے بعد کتنا عرصہ وہاں قیام کر سکتا ہے؟

(۴۵۷۹) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْعَلَاءِ سَابِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ رَوَايَةٍ عَنْ عِلَاءِ بْنِ خُضْرَمِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ، ثَلَاثًا. (مسند احمد: ۱۹۱۹۴) تین دن قیام کر سکتا ہے۔

فوائد: صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((يُقِيمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ، بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ، ثَلَاثًا.)) كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا)) ”مہاجر لوگ مناسک حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں تین دن ٹھہر سکتے ہیں۔“ گویا کہ آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ مہاجر اس مقدار سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو لوگ فتح مکہ سے قبل مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے، ان کے لیے مکہ میں اقامت اختیار کرنا حرام تھا، البتہ حج اور عمرہ کے ارادے سے آ سکتے تھے، لیکن ان کو بھی فراغت کے بعد صرف تین دنوں تک اس شہر میں رہنے کی رخصت تھی، اس سے زیادہ وہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ یہی مہاجرین حجة الوداع کے موقع پر دس دنوں تک مکہ مکرمہ میں رہے، اگر منی، عرفات اور مزدلفہ وغیرہ کو علیحدہ سفر تسلیم کیا جائے تو وہ چار ذوالحجہ سے آٹھ ذوالحجہ تک تو مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور قصر کرتے رہے، لیکن ان کا مقصد ادائیگی حج تھا، جو ابھی تک ادا نہیں ہوا تھا، اس لیے ان کو مسافر ہی سمجھا گیا، اور یہی صحابہ کرام فتح مکہ کے موقع پر انیس دنوں کے لیے اسی شہر میں رہے، لیکن ان کے لیے اتنی مدت رہنا بھی ضروری تھا۔ جب وہ مناسک حج سے فارغ ہو گئے اور رہنے یا جانے کا اختیار مل گیا تو ان کو صرف تین دنوں کی مہلت دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اس مدت سے زیادہ مکہ مکرمہ میں رہے تو وہ اس کے مقیم بن جائیں گے اور ان کی ہجرت کا عدم ہو جائے گی۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی عذریا مجبوری کی بنا پر کسی علاقے میں ٹھہرنا اور بات ہے اور اختیاری طور پر قیام کرنا اور بات ہے، ان دونوں حالتوں پر مختلف احکام مرتب ہوں گے۔ مہاجر صحابی سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ حجة الوداع کے موقع پر بیمار ہو گئے اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ فوت ہو جائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اللَّهُمَّ أَمِّضْ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ.)) يَزِيدُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُوفِّيَ بِمَكَّةَ)) ”اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت کو جاری کر دے اور ان کو ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹا دے، لیکن بے چارہ سعد بن خولہ۔“ (آخری جملے میں) رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے غم کا اظہار کر رہے ہیں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۹۳۶)

(۴۵۷۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۹۳۳، ومسلم: ۱۳۵۲ (انظر: ۱۸۹۸۵)

اس حدیث کا حکم صرف ان صحابہ کے لیے تھا، جو اللہ تعالیٰ کے لیے مکہ مکرمہ کو چھوڑ گئے تھے، فتح مکہ کے بعد تو اس شہر سے ہجرت کر جانے کا تصور ہی ختم ہو گیا۔ ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شہر سے اسی طرح ہجرت کرتا ہے، جیسے صحابہ کرام نے مکہ مکرمہ سے کی تھی اور پھر وہی شہر دارالاسلام بن جاتا ہے تو کیا وہ شخص اس شہر میں اقامت اختیار کر سکتا ہے؟ ظاہر بات تو یہی ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شہر سے ہجرت کر جائے، اس کو دوبارہ وہاں بسیرا نہیں کرنا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ مفہوم کشید کرنا درست ہے کہ اگر کوئی آدمی گھر سے دور کسی مقام پر اختیاری طور پر تین سے زیادہ دنوں تک قیام کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور پوری نماز پڑھے، واللہ اعلم بالصواب۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر (۲۳۷۶) اور اس کے فوائد دیکھیں۔

مَشْرُوعِيَّةُ طَوَافِ الْوُدَاعِ وَسُقُوطُهُ عَنِ الْحَائِضِ وَالِدَّخَاءِ عِنْدَ الْمُلتَزِمِ
طواف وداع کی مشروعیت اور حائضہ سے اس کے ساقط ہونے اور ملتزم کے پاس دعا کرنے کا بیان
طواف وداع: وہ طواف جو حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔

(۴۵۸۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَنْفِرُ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ)) (مسند احمد: ۱۹۳۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مناسک حج کے بعد لوگ منیٰ سے ہی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنے گھر کو نہ جائے جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے۔“

(۴۵۸۱) عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمَرْأَةَ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ تَحِيضُ؟ قَالَ: لَيْكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ، قُلْتُ: كَذَلِكَ أَفْتَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَرَبْتَ عَنْ يَدَيْكَ، سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِكَيْ مَا

سیدنا حارث بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ایک عورت طواف افاضہ کر چکنے کے بعد حائضہ ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس کا آخری عمل تو بیت اللہ کا طواف (یعنی طواف وداع) ہی ہونا چاہیے۔ میں (حارث رضی اللہ عنہ) نے کہا: مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، جو بات تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر چکا ہے، مجھ سے بھی پوچھتا ہے

(۴۵۸۰) (تخریج: أخرجه البخاری: ۱۷۵۵، ومسلم: ۱۳۲۷، ۱۳۲۸) (انظر:)

(۴۵۸۱) (تخریج: اسنادہ صحیح۔ أخرجه ابوداود: ۲۰۰۴، والترمذی: ۹۴۶) (انظر: ۱۵۴۴۰)

أَخَالَفَ۔ (مسند احمد: ۱۵۵۱۹)

تاکہ میں آپ ﷺ کی مخالفت کروں۔

(۴۵۸۲) (وَمِنْ طَرِيقَيْ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ النَّبَيْتَ أَوْ عَتَمَرَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالنَّبَيْتِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: خَرَرْتَ مِنْ بَدَنِكَ، سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ لَمْ تُحَدِّثْنِي، (وَفِي لَفْظٍ) فَلَمْ تُخْبِرْنَا

(دوسری سند) (سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ: ”جو آدمی حج یا عمرہ کرے تو (رواگی سے قبل) اس کا آخری عمل بیت اللہ کا وداع ہونا چاہیے۔“ یہ سن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تیرا ناس ہو جائے، تو نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہوئی ہے اور پھر ہمیں اس کے بارے میں بتلاتا نہیں۔

یہ۔ (مسند احمد: ۱۵۵۲۱)

فوائد: لیکن جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے اور پھر اسے اسی حالت میں گھر لوٹنا پڑے، تو وہ طوافِ وداع کے بغیر بھی جاسکے گی، اگلی حدیث سے بھی یہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہی رائج ہے۔ ممکن ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس رخصت والی حدیث کا علم نہ ہو، وگرنہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کرنے کے زیادہ حقدار تھے۔

(۴۵۸۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَصْدُرَ قَبْلَ أَنْ تَطُوفَ، إِنْ كَانَتْ قَدْ طَافَتْ فِي الْإِفَاضَةِ۔ (مسند احمد: ۳۵۰۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حائضہ کو طوافِ وداع کے بغیر ہی (اپنے وطن کو) واپس چلے جانے کی رخصت دی ہے، بشرطیکہ وہ پہلے طوافِ افاضہ کر چکی ہو۔

فوائد: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو گئیں، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتلائی گئی کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ ہمیں روکنے والی ہوگی؟“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے حیض سے پہلے طوافِ افاضہ تو کر لیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر چل پڑے۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، دیلمی حدیث نمبر ۴۵۹۰)

یہ احادیث طوافِ وداع کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، اس سے صرف وہ عورت مستثنیٰ ہے، جو رواگی کے وقت حائضہ ہو، لیکن اس سے پہلے طوافِ افاضہ کر چکی ہو۔ امام شوکانی نے کہا: آپ ﷺ نے اس طواف کا حکم بھی دیا ہے اور اس کے چھوڑ کر چلے جانے سے منع بھی کیا ہے اور آپ ﷺ نے خود بھی یہ طواف کیا ہے، کوئی شک نہیں کہ یہ امور وجوب کا فائدہ دیتے ہیں۔ (نیل الاوطار: ۱۵۱/۵)

(۴۵۸۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۵۸۳) تخریج: أخرجه البخاری: ۳۲۹، ۱۷۶۰ (انظر: ۳۵۰۵)

(۴۵۸۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَفْوَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُلْتَزِمًا مَا بَيْنَ النَّاسِ بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ مُلْتَزِمِينَ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (مسند احمد: ۱۵۶۳۷)

سیدنا عبدالرحمن بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان والی جگہ پر بیت اللہ کے ساتھ چمٹے ہوئے دیکھا اور میں نے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔

فوائد: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ((كَانَ ﷺ يَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَكَفَّيْهِ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، يَعْنِي: فِي الطَّوَافِ)) نبی کریم ﷺ دوران طواف اپنا سینہ، چہرہ اور دونوں بازو اور دونوں ہتھیلیاں رکن اور دروازے کے درمیان رکھتے تھے۔ (ابوداؤد: ۱۸۹۹، ابن ماجہ: ۲۹۶۲، صححه الالبانی فی الصحیحہ: ۲۱۳۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((الْمُلْتَزِمُ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ)) حجر اسود اور دروازے کے درمیان ملترزم ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۴۷)

ازرقی نے کہا: یہ کل چار ہاتھ جگہ بنتی ہے۔ معلوم ہوا کہ سینہ، چہرہ، دونوں بازو اور دونوں ہتھیلیاں ملترزم پر رکھنا مستحب عمل ہے۔



(۴۵۸۴) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد القرشی الهاشمی - أخرجه ابوداؤد: ۱۸۹۸ (انظر: ۱۵۵۵۲)

پادداشت

